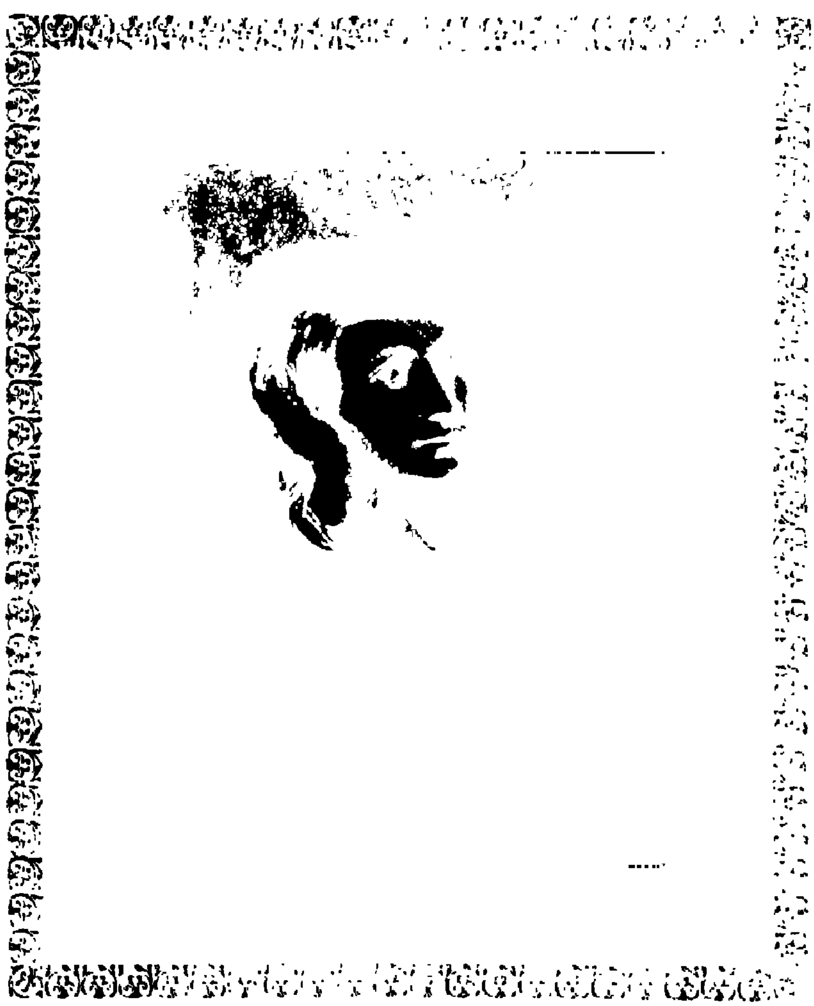


پیام



بچوں کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ	۴ر	چھوٹا انجن	۱ر	خلافت راشدہ	عہ	منتخب الحکایات	۸ر
رہنمائے قاعدہ	۲ر	بے وقوف بھالو	۱ر	دس جنتی	۵ر	چند پند	۸ر
بچوں کی کتاب	۴ر	تین بھالو	۱۰ر	نبیوں کے قصے	۵ر	موتیوں کی مالا	۳ر
آسان خوش خطی مکمل	۵ر	سب سے خوبصورت بکری	۲ر	الہامی افسانے دو حصے	[illegible]	نعیم پچیسی	۲ر
ہمارے نبیؐ	۲ر	چھوٹا مومن	۲ر	الاسلام	۱۰ر	لنگڑا ماموں	۲ر
آخری نبیؐ	۲ر	جانوروں کی کہانیاں	[illegible]	ہمارا دین	۲ر	قیدی شیر	۴ر
مرغی اجمیر چلی	۲ر	ریاض پھول	[illegible]	الورد والریحان	۴ر	لاڈو پیارا	۴ر
خزانہ	۲ر	تاج پھول	[illegible]	چالیس حدیثیں	۲ر	مسلمان بچوں کے سبق	۳ر
موتی و لیس	۲ر	دلچسپ کہانیاں	۵ر	اچھی باتیں	۲ر	اردو سبق	۸ر
مکی چوہا	۲ر	پٹھو نوجوان کا قصہ ۲ر ۸ پائی		اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		بادشاہوں کی کہانیاں	۸ر
لومڑی اور مینا	۲ر	امتیاز پچیسی	۲ر	حصہ اول	۵ر	مزے دار کہانیاں	۵ر
ننھی کتاب	[illegible]	تانبیل خاں	۲ر	حصہ دوم	۸ر	بچوں کی دنیا	۶
منی کتاب	[illegible]	عقائد اسلام	۱۰ر	ترکوں کی کہانیاں	۴ر	ممدی بوا	۴ر ۱
پیاری کتاب	[illegible]	ارکان اسلام	۲ر	مسلمان بیبیاں	۲ر	چہیتا بھائی	۸ر
دلاری کتاب	[illegible]	ہمارے رسول	۵ر	خادمات خلق	۱۰ر	ولیم ٹیل	۸ر
ہماری کتاب	[illegible]	آں حضرتؐ	۴ر	تاریخ ہند کی کہانیاں	۳ر	خوردی کہانیاں	۲ر
اُردو کا قاعدہ	۱ر	سرکار کا دربار	۸ر	غنچۂ حکمت	۴ر	شہر، شہری، شہریت	۵ر
سائلنٹ ریڈر	[illegible]	سرکار دو عالم	۸ر	بازیچہ	۴ر	نصیحت کا کرن پھول	۸ر
سولو کا باغ	۲ر	چار یار	۲ر	گدھے کی سرگذشت	[illegible]	شہزادۂ خداداد	۲ر
چھوٹا موٹا سمبو	۲ر	خلفاء اربعہ	۸ر	آویزۂ گوش	۸ر	نورالدین	۸ر
میری کہانیوں کی پہلی کتاب	۱۰ر	سیرۃ الرسول	[illegible]	کیوں اور کس طرح	[illegible]	دل پسند کہانیاں	۹ر



نوجوان

(راڈول کی بنائی ہوئی)



زمین سے چاند تک اُڑنے کا نقشہ یہ لندن سے مل
کی ہوائی دوڑ کی تیز رفتاری کے مطابق بنایا گ



اُڑتو جانور ہوا میں
اُڑ رہا ہے

Calcutta Art Press Delhi

پیام تعلیم دہلی

ایڈیٹر: محمد حسین حسان ندوی جامعی

قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۳ر

جلد ۱۹ — جنوری سنہ ۱۹۳۷ء — نمبر ۱

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع پریس

پیام تعلیم کے نئے خریدار

ہیڈماسٹر صاحب مکتب امریا۔ پیلی بھیت
حاجی محی الدین خاں صاحب ۔ ناگپور
سید غلام قاسم شاہ صاحب۔ میرن شاہ۔
وصی احمد صاحب ۔ سرائے عاقل الہ آباد
ٹاؤن اسکول ۔ اصغری پور
محمد حبیب اللہ صاحب ۔ ترویتر
مولٰنا محمد سعید خاں صاحب ۔ الہ آباد
سکریٹری صاحب انجمن مفید الطلبا ۔ رنگون
سید افضل امام صاحب ۔ تھگول
صغیر احمد خاں صاحب۔ حیدر آباد دکن
مکرم بانو صاحبہ ۔ راتجور۔
سکریٹری صاحبہ مناامن سبھا پبلک لائبریری گونڈہ
سلطان احمد صاحب صدر بازار دہلی
مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ۔ رانچی
ایم سلیمان خاں صاحب ۔ اکولہ ۔ برار
محمد بدیع الزماں صاحب ۔ احمد نگر
ہیڈمولوی یوپی اسکول ۔ مادھوپور
اے ۔ زہرہ صاحب ۔ کھردی
گورنمنٹ اردو مڈل اسکول ۔ تاریخبر
مسٹر آر بٹ صاحب ۔ حیدر آباد دکن
سید حامد علی صاحب ۔ حیدر آباد دکن
عبدالرحمٰن حاجی بدر الدین صاحبان بیاور
امین الدین صاحب ۔ بی اے ۔ لاہور
ذوالفقار احمد صاحب ریاست رامپور
سکریٹری صاحب لٹریری ایسوسی ایشن رام پور
اسٹوڈنٹ عثمانیہ کالج ۔ ۔ ورنگل۔
کنڈوا مسلم اسکول ۔ بنگال
عطاء الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ سرجن ۔ کھنڈوا
گورنمنٹ ہائی اسکول ۔ چادر گھاٹ دکن
اسلامیہ ہائی اسکول ۔ لائل پور
محمد اختر خاں صاحب یوسف زئی آگرہ
سکریٹری صاحب ریڈنگ روم ۔ مین پوری
ایس جی محی دین صاحب جناگری
پرنسپل صاحب ماڈرن ہائی اسکول ۔ دہلی
محمد ظہیر صاحب قریشی ۔ بھوپال اسٹیٹ
احسن محسن علوی وعبدالحی علوی صاحبان کاکوری
فرخ حسن صاحب ۔ مالیر کوٹلہ اسٹیٹ
محمد سمیع اللہ صاحب ۔ چادر گھاٹ دکن
گورنمنٹ مڈل اسکول ۔ ٹمن
ملک عزیز احمد صاحب ۔ ٹکی ۔ گیا۔
منیجر صاحب بزم ادب ۔ ٹونک راج۔
مس امام اینڈ شاہ امام صاحبہ بریلی
مدرسہ فوقانیہ ۔ ناندیڑ
جی ، کے پوپلیہ ۔ نیو دہلی
گورنمنٹ ہائی اسکول ۔ ذامرہ
" " " بیڑ۔
شمیم آرا رحمٰن صاحبہ پٹنہ
نیاز احمد صاحب ۔ جون پور
جعفر حسن صاحب ۔ حیدر آباد دکن۔
ماسٹر اومیش پرشاد توکلی صاحب جھانسی
سکریٹری صاحب ڈبیٹنگ سوسائٹی ۔ منگلور
عبدالنصیر صاحب ۔ بھاگل پور سٹی
صداقت حسین صاحب قریشی ۔ پانی پت
انیس الرحمٰن صاحب دہلی
محمد اصغر علی صاحب ۔ بہار شریف
پربھو دیال صاحب ۔ علی پور
فہمیدہ خاتون صاحبہ ۔ علی گڑھ
میسرز ایچ ایم فہیم الدین اینڈ سنز ۔ کانپور
خورشید انور صاحب ۔ پھگواڑہ
شیخ انوار الحق صاحب ۔ فیروز پور چھاؤنی

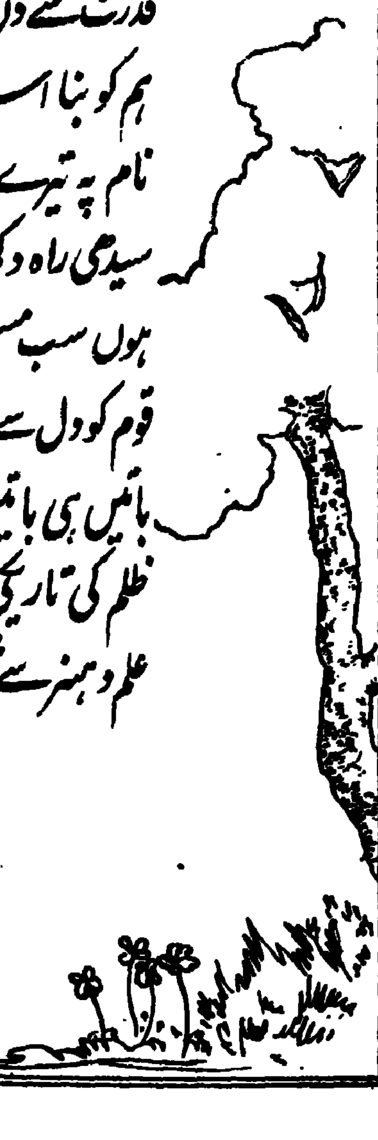
دعا

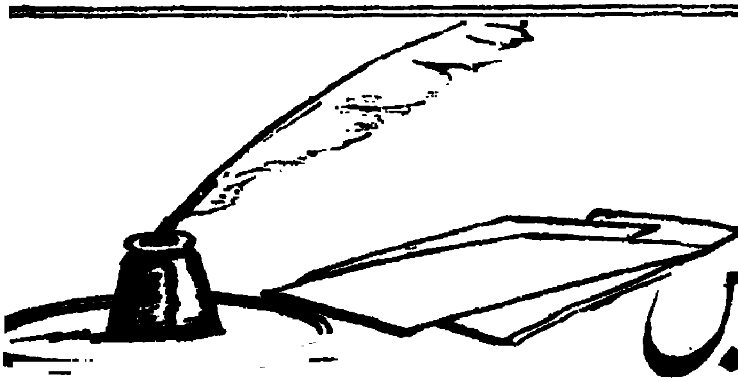
از جناب محمد شفیع الدین صاحب نیّر، کوچہ تاراچند دہلی

ہاتھ اٹھائے سر کو جھکائے ۔۔۔ رحم پہ تیرے آس لگائے
آئے ہیں یارب تیرے در پر ۔۔۔ اپنے کرم کی ہم پہ نظر کر
آرزوئیں کچھ دل میں بھری ہیں ۔۔۔ آنکھیں تیری سمت لگی ہیں
قدرت سے دن پھیر ہمارے ۔۔۔ ہم ہیں ترے محبوب کے پیارے
ہم کو بنا اسلام کا شیدا ۔۔۔ اور صرف اپنے نام کا شیدا
نام پہ تیرے جان فدا ہو ۔۔۔ کوئی نہ دل میں تیرے سوا ہو
سیدھی راہ دکھا دے ہم کو ۔۔۔ سچ مچ نیک بنا دے ہم کو
ہوں سب مسلم بھائی بھائی ۔۔۔ باقی رہے کچھ بھی نہ جدائی
قوم کو دل سے پیار کریں سب ۔۔۔ قوم کا بیڑا پار کریں سب
باتیں ہی باتیں نہ بنائیں ۔۔۔ کام کریں کچھ کر کے دکھائیں
ظلم کی تاریکی کو مٹا دیں ۔۔۔ باطل کی دیواریں ڈھا دیں
علم و ہنر سے شاد ہمیں کر ۔۔۔ فکروں سے آزاد ہمیں کر

دین میں اور دنیا میں بھلا ہو
نیّر کی پوری یہ دعا ہو





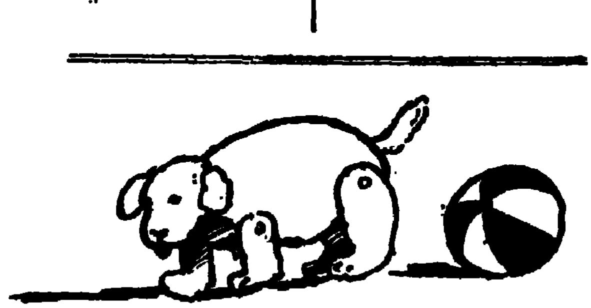


بچّوں سے باتیں

اب کی سال گرہ نمبر اُمید کے خلاف بہت دیر سے نکلا۔ اس کے انتظار میں تمھیں جو تکلیف ہوئی اس کا اندازہ تمھارے خطوں سے ہوتا تھا۔ جواب تک سینکڑوں کی تعداد میں آتے رہے۔ ہم نے اپنے اندازے کے مطابق رسالہ ٹھیک وقت پر ترتیب دے دیا تھا چھپنے میں بھی کچھ دیر نہیں لگی۔ مگر ایکا ایکی کچھ ایسی رکاوٹ پیدا ہوئی کہ باوجود سخت کوشش کے رسالہ وقت پر نہ نکل سکا۔ اور اب اور تب میں اتنے دن گذر گئے

اس تاخیر کی وجہ سے انتظام میں کچھ بے ترتیبی پیدا ہوگئی ہے۔ بچوں کی انجمن کے بارے میں تمھاری رائے کا ہمیں انتظار ہے فرو سے ہم اس کا انتظام کرنے والے ہیں اس ل جواب جلد سے جلد دو۔ تصویریں بھی رنگ بھر کر تم نے نہیں بھیجی ہیں وہ بھی بھیج دو معمہ حل کرنا باقی ہے۔ فروری میں انعام کا اعلان ہوگا

یہ پرچہ قصداً دیر سے شائع کیا جار ہے۔ آیندہ اللہ نے چاہا تو وقت پر شائع ہوگا





ہمارے نبیؐ بچّوں کے ساتھ

از جناب شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ

تم نے اپنے بزرگوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ نے اُن پر درود اور سلام بھیجا) کا پاک ذکر کرتے وقت رحمۃ للعالمین کا لفظ سُنا ہوگا۔ شاید تم میں سے بہت سوں کو اس کا مطلب نہ معلوم ہو۔ اچھا آؤ آج ہم تمھیں بتائیں۔ اس لفظ کے معنی ہیں ساری دنیا کے لئے رحمت اور محبت یعنی ہمارے پیارے نبی کے دل میں رحم محبت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ لوگوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو اپنی مصیبت اور پریشانیاں سمجھتے تھے۔ اُنھیں دُور کرنے کی کوشش کرتے تھے دُکھ سُکھ میں کام آتے تھے اور رنج وغم کے شریک تھے۔ انسان تو انسان جانوروں تک کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ لوگوں کو جانوروں کے ساتھ بے رحمی کے سلوک سے منع کرتے تھے اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک، اُن سے محبت اور اُنھیں دانہ گھاس اور چارہ کھلانا، اُنھیں آرام سے رکھنا ثواب کا کام بتاتے تھے۔

اب تم ہی اندازہ کرو کہ ایسے محبت والے نبی کا برتاؤ بچّوں سے کیسا ہوگا۔ آج تمھارے پیام تعلیم نمبر میں ہم اسی کے بارے میں کچھ لکھ رہے ہیں۔

اللہ میاں نے اولاد کو دنیا کی زینت کہا ہے

اور بالکل سچ ہے۔ اسی لئے ہمارے نبی کو اپنی اولاد اور دوسرے بچّوں سے بڑی ہی محبت تھی فرمایا کرتے، دُنیا ایک باغ ہے اور بچّے اس باغ کے پھول ہیں کہ اُن سے سارا گھر مہکتا ہے۔ اور بھائی حقیقت بھی یہی ہے، دیکھو جو گھر بچّوں یعنی تم سے خالی ہو وہ کیسا اُداس معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ بچّوں کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش نہ آتے تھے آپ انھیں اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بچّوں کو پیار کر رہے تھے ایک بدّو آیا، ذرا اُجڈ سا تھا۔ کہنے لگا، تم لوگ بچّوں کو پیار کرتے ہو، میرے دس بچّے ہیں لیکن میں کسی کو مُنہ نہیں لگاتا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دل سے محبت چھین لے تو میں اسے کیا کروں۔

نماز میں بھی آپ بچّوں کا خیال رکھتے تھے اُس زمانے میں عورتیں بھی جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھتی تھیں۔ ایسی حالت میں کسی بچّے کے رونے کی آواز سن لیتے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ ماں کی علیحدگی سے بچّے کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کی ایک نواسی امامہ تھیں انھیں نماز میں بھی جُدا نہ کرتے اور انھیں لئے لئے نماز پڑھتے رکوع اور سجدے میں جاتے تو گود سے اُتار کر پاس بٹھا دیتے کھڑے ہونے کے بعد پھر اٹھا لیتے۔

حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ آپ کو بڑی محبت تھی انھیں اپنے کندھوں پر سوار کر کے نکلتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو اس حالت میں دیکھ کر کہا۔ میاں صاحبزادے تمھاری سواری کتنی اچھی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔

ایک مرتبہ آپ خُطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حسنؓ و حسینؓ سُرخ کُرتا پہنے خراماں خراماں آتے دکھائی دئیے۔ اُن کو دیکھ کر آپ منبر سے اُتر آئے اور دونوں کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ آپ کبھی کبھی انھیں چادر میں چھپا کر نکلتے۔ ایک مرتبہ اُن کو چھپائے ہوئے تھے، ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہؐ چادر میں کیا ہے، آپ نے اس کو کھولا تو اُس میں دو خوبصورت کھلونے (حسنؓ و حسینؓ) نکلے۔

آپ کے اس لطف و محبت کی وجہ سے دونوں بھائی آپ سے بہت شوخ ہو گئے تھے، جہاں آپ کو دیکھتے دوڑ کر گلے سے لپٹ جاتے۔ کبھی سینے پر

چڑھ جاتے، کبھی کندھوں پر سوار ہو جاتے، کبھی کبھی تو نماز کی حالت میں بھی شوخی سے باز نہ آتے۔ لیکن رسول اللہ صلعم برا نہ مانتے، رکوع کی حالت میں دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے۔ آپ ٹانگیں پھیلا کر ان کے نکلنے کے لئے راستہ بنا دیتے، کبھی سجدے میں اُچک کر پیٹھ پر سوار ہو جاتے آپ ان کے گرنے کے خیال سے اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک دونوں اُتر نہ جاتے۔

غلاموں کے بچوں کے ساتھ بھی ایسی لطف و محبت کا برتاؤ تھا، آپ کے ایک غلام زید بن حارثؓ تھے، اُن کے بچہ اسامہ کو حسنؓ کے ساتھ زانو پر بٹھا کر دونوں کے لئے دعا کرتے۔

غیر کے بچوں کے ساتھ بھی اسی لطف و محبت سے پیش آتے تھے، جس کا بچہ مل جاتا پیار کرتے اُس سے لطف و محبت کی باتیں کرتے۔ جب کہیں باہر سے تشریف لاتے تو جو بچہ راستے میں مل جاتا اُسے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ فصل کا کوئی نیا میوہ آتا تو جو سب سے چھوٹا ہوتا اُسے پہلے مرحمت فرماتے جب کوئی ایسا تحفہ آتا جو بچوں کے لائق ہوتا تو اُسے سب سے چھوٹے بچے کو عنایت فرماتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے کپڑے آئے، ان میں بچیوں کے لائق سیاہ آنچل کی چادر تھی۔ اسے آپ نے ایک چھوٹی بچی اُمّ خالد کو بلا کر اڑھایا اور اُس کے بوٹے اُمّ خالد کو دکھا کر حبشی زبان میں (یہ بچی حبشہ میں پیدا ہوئی تھی اور حبشی زبان سمجھتی تھی) فرمایا اُمّ خالد کیسے اچھے بوٹے ہیں۔

ہجرت کے وقت جب آپ مدینے تشریف لے گئے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں آپ کے آنے کی خوشی میں اپنے گھروں سے نکل کر گیت گانے لگیں، آپ نے ان سے فرمایا۔ بچیو کیا تم مجھے پیار کرتی ہو۔ انھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپ نے فرمایا میں بھی تمھیں پیار کرتا ہوں۔

آپ تعلیم و تربیت کے لئے بھی بچوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے نہ تھے بلکہ پیار سے سمجھا دیتے تھے ایک صاحبزادے کا معمول تھا کہ کھجور کے باغوں میں جا کر خوب ڈھیلے بازی کرتے۔ ایک مرتبہ انھیں لوگ رسول اللہؐ کے پاس پکڑ لائے، آپ نے اُن سے پوچھا کیوں میاں ڈھیلے کیوں مارتے ہو

صاحبزادے ذرا تیز تھے۔ جواب دیا کھجوریں کھانے کے لئے۔ آپ نے فرمایا ڈھیلے نہ چلایا کرو جو کھجوریں زمین پر گر جائیں انہیں اٹھا کر کھا لیا کرو، یہ نصیحت فرما کر ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی۔

آپ بچوں کو خوش کرنے کے لئے اُن سے ہنسی کی باتیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے غلام زید کے لڑکے اسامہ سے مسکرا کر فرمایا اگر یہ لڑکی ہوتی تو میں زیور پہنا کر اسے سنوارتا۔

ایک صحابی کے گھر آپ تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے کا نام عمیر تھا۔ انہوں نے ایک مینا پال رکھی تھی۔ اتفاق سے وہ مرگئی۔ اس حادثے کے بعد جب ان صحابی کے یہاں آپ کا جانا ہوا تو آپ نے صاحبزادے سے کہا عُمیر نغیر (مینا) پر کیا گذری۔

ایک مرتبہ ایک صحابی خالد بن سعید آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کی چھوٹی بچی بھی ساتھ تھی اور سرخ رنگ کا کُرتہ پہنے تھی۔ آپ نے اُسے خوش کرنے کے لئے فرمایا کیا اچھا کرتا ہے۔ وہ لڑکی مہرِ نبوت[1] سے کھیلنے لگی۔ خالد نے ڈانٹا آپ نے روک دیا اور فرمایا کھیلنے دو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی بچپن سے آپ کی خدمت میں اکثر آیا جایا کرتے تھے، آپ کبھی کبھی ان کو گود میں بٹھاتے اور پیار و محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر ان کے لئے دعا فرماتے۔

جب چھوٹے بچے بیعت[2] کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر کئے جاتے تو آپ اُن سے مسکرا کر بیعت لیتے۔

مسلمان تو مسلمان مشرکوں کے بچوں کو بھی آپ لطف و محبت کی نظر سے دیکھتے تھے ایک مرتبہ کسی لڑائی میں مشرکوں کے چند بچے غلطی سے مارے گئے آنحضرت کو معلوم ہوا تو بڑا رنج ہوا ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ وہ تو مشرکوں[3] کے بچے تھے۔ آپ نے فرمایا مشرکوں کے بچے کیونکہ سب بچے فطرت خداوندی پر پیدا ہوتے ہیں۔

ا؎ رسول اللہ صلعم کی پشتِ مبارک پر کچھ اُبھرا ہوا گوشت تھا جس پر بال اُگے ہوئے تھے اُسکو مسلمان مہرِ نبوت کہتے ہیں۔ ۲؎ بیعت کہتے ہیں کسی بزرگ کے سامنے اچھے کام کرنے اور بُرے کام نہ کرنے کا عہد لینا یا عہد کرنا۔ ۳؎ جو خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے اُسے مُشرک کہتے ہیں۔



ہوائی جہاز

طاہر عباسی

ابا! وہ دیکھو ہوائی جہاز! کیسی گھر گھر آواز آرہی ہے۔ لو اب تو بالکل سر پر آگیا۔ کتنی تیزی سے اُڑ رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو جائیگا۔ کیسی عجیب چیز ہے دنوں کا سفر منٹوں میں طے کرتا ہے۔ ریل گاڑی اور موٹر کو مات کر دیا ہے۔ دلی سے لکھنؤ تک ریل سے کوئی بارہ گھنٹے کا سفر ضرور ہوگا۔ مگر ہوائی جہاز میں جائیں تو دم کے دم میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دو گھنٹے میں پہنچ جائیں۔ یہ گھر گھر آواز اس کے انجنوں کی ہے جب تم اسے اُڑتے ہوئے دیکھتے ہو تو کبھی کبھی تمہارے دل میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہوگا کہ ایسی عجیب وغریب چیز بن کیسے گئی۔ اور کس طرح انسان نے زمین کی طرح ہوا پر بھی قابو پالیا۔

بھائی سچ تو یہ ہے کہ انسان نے اُڑنا پرندوں سے سیکھا۔ اگرچہ پرندوں کے مقابلے میں یہ بہت بھدا جانور ہے۔ اُس چپٹی مچھلی کی طرح جو سمندر کی سخت تہ پر رینگتی ہے آدمی بھی ہوا کے سمندر کی تہ میں رینگتا ہے۔ اِس کے خلاف پرندے دائیں بائیں آگے پیچھے جس طرف چاہیں آزادی سے اُڑ سکتے ہیں۔ اِس پر بھی انسان کو شروع سے اُڑنے کا ارمان رہا اور اس کے جسم میں جو کمی ہے اسے اس نے اپنی عقل سے پورا کرنا چاہا۔

تم نے دادی اماں یا کسی اور بڑی بوڑھی سے قصے کہانیوں میں اُڑن کھٹولے کا ذکر سنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ہمارے دیس کے رامچندر جی مہاراج نے اُڑن کھٹولے پر بیٹھ کر آن کی آن میں ہزاروں میل کا سفر کیا تھا۔ اِن قصے کہانیوں سے یہ بات تو ضرور معلوم ہوتی ہے کہ آج سے ہزاروں برس پہلے لوگوں کو اُڑنے سے دلچسپی تھی۔ مگر اِس شوق کے پورا ہونے میں دیر بہت لگی تو بھئی بات یہ ہے کہ کوئی بڑی ایجاد کسی ایک دماغ کی کوشش کا نتیجہ تو ہوتی نہیں۔ بلکہ مختلف دماغوں کی سالہا سال کی محنتوں کا پھل ہوتی ہے۔

غبارے کی ایجاد سے پہلے تاریخ میں بہت سے لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے نقلی پر لگا کر اُڑنے کی کوشش کی سنا ہے کہ اسپین کے ایک مسلمان عالم نے بھی اس قسم کی کوشش کی تھی اور اُسے کچھ کچھ کامیابی بھی ہوئی تھی۔

غبارہ اور ایرشپ ہوائی جہاز سے پہلے بنے تھے، اسلئے

یہاں ہوائی جہاز سے پہلے غبارے کا بھی کچھ ذکر کر دیں۔ غبارہ اور ایرشپ اس اصول پر بنے ہیں کہ ان میں ہائیڈروجن یا ہیلیم (HELIUM) گیس ہوتی ہے جو ہوا سے بھی ہلکی ہوتی ہے۔ اس گیس کو بھرنے کے بعد غبارہ جب اونچا ہو جاتا ہے تو جب تک چاہیں اُسے ہوا میں قایم رکھ سکتے ہیں۔ اس کے لئے کسی خاص انجن کی ضرورت نہیں لیکن اُسے کسی طرف موڑا نہیں جا سکتا جدھر کی ہوا ہوگی اُسی طرف کو وہ بھی جائیگا ایرشپ بھی غبارے کے اصول پر بنایا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس میں علاوہ گیس کے انجن بھی ہوتا ہے گیس کا کام یہ ہے کہ ایرشپ کو ہوا میں قایم رکھے اور انجن کا یہ کہ اُسے جس طرف چاہے لے جائے۔ یہ دونوں ہوا سے ہلکی چیزیں ہیں۔

ہوائی جہاز یعنی ایروپلین کی ساخت (بناوٹ) ایرشپ اور غبارے سے مختلف ہوتی ہے۔ ایروپلین ہوا سے وزنی چیز ہے۔ اسے ہوا میں اٹھانے اور قایم رکھنے کے لئے مشین یا کسی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ طاقت ہوائی جہاز کے موٹر سے حاصل ہوتی ہے۔ موٹر سے جہاز کا پنکھا گھومتا ہے جس سے وہ ہوا میں قایم رہتا ہے۔

ویسے تو (جیسا تم پڑھ چکے ہو) ہوا میں اُڑنے کی کوشش انسان بہت زمانے سے کر رہا ہے مگر کامیاب کوشش سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد سے شروع ہوئی۔ اسوقت کچھ لوگوں نے ایسے پر بنائے تھے جنہیں جسم میں لگا کر وہ پہاڑیوں کے نیچے کی طرف دوڑتے تھے یہانتک کہ ہوا اُن کو سنبھال لیتی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہوا میں معلق رہ کر وہ تیرتے ہوئے نیچے آجاتے تھے۔ ان میں پہلا اور خاص آدمی اوٹو لی انتھل تھا۔

اس نے کئی سال تک غور و محنت کے بعد دو لمبے لمبے پر بنائے تھے، یہ ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے تھے ان کے بیچ میں ایک کھڑی ہوئی دُم سی تھی، دونوں پروں کے بیچ میں ایک سوراخ تھا۔ لی انتھل اس میں سے اپنا سر اور بازو نکال لیتا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک پہاڑی سے نیچے کی طرف دوڑتا تھا۔ تھوڑی دور جاکر ہوا اُسے اٹھا لیتی تھی اور پاؤں زمین سے اونچے ہوتے جاتے تھے۔ اُڑان کا فاصلہ ہوا کی تیزی اور دوسری چیزوں پر منحصر تھا۔ اپنے چار پانچ سال کے تجربے کے زمانے میں وہ تین سو گز کے فاصلے تک اُڑا ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں وہ پروں میں ایک قسم کی نئی دُم لگا کر تجربہ کر رہا تھا کہ گر کر مر گیا۔ ایک انگریز لی انتھل کے تجربے دیکھا کرتا تھا اُسے بھی شوق پیدا ہوا اور لی انتھل کی طرح تجربے کرنے لگا اُس نے یہ نئی بات کی کہ اپنے پروں کے نیچے کے حصے میں پہیے بھی لگائے۔ اب بجائے دوڑنے کے زمین پر تیزی سے کھینچا جاتا تھا جس سے وہ ہوا میں اُٹھ جاتا تھا وہ کوئی ڈھائی سو گز تک اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تو چار گھوڑوں کی طاقت کا پٹرول کا انجن بھی بنایا۔ مگر اس انجن کے پروں میں لگانے کی نوبت نہ آئی اور وہ بے چارا اپنے گلائڈر[1] کے ہوا میں ٹوٹ جانے کی وجہ سے مر گیا۔

امریکہ میں بھی لی انتھل کے شاگرد اور چند اور لوگ تجربے کرتے رہے اور انہوں نے آنے والے ہوا بازوں کے لئے کافی مسالا جمع کر دیا۔ دو رائٹ بھائی، آرول اور ولبر بھی (جن کی بائسکل کی دکان تھی) گلائڈر سے تجربے کر رہے تھے انہوں نے سنہ ۱۹۰۰ء میں ایک گلائڈر بنایا جو دو منٹ تک

[1] گلائڈر کا حال پیام مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

ہوا میں قایم رہا۔ دوسرے سال انہوں نے ایک بڑی مشین بنائی اور وہ کوئی چار سو فٹ اڑنے میں کامیاب ہوئے۔

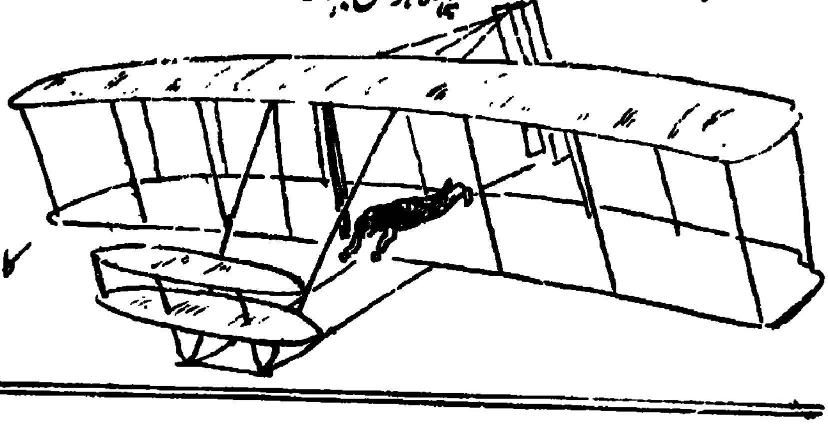
انسان کی پہلی اڑان

۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء پرواز (اڑان) بلکہ دنیا کی تاریخ میں اہم دن ہے کیونکہ اُس دن ایک انسان ہوا سے زیادہ وزنی مشین کو ہوا میں لے جانے میں کامیاب ہوا تھا اور اسے وہاں قایم بھی رکھا تھا۔ دونوں بھائیوں نے اس روز کئی کامیاب تجربے کئے۔ ایک دفعہ تو وہ میل بھر مسلسل اُڑتے رہے۔ دو سال بعد ۱۹۰۵ء میں دونوں بھائیوں نے ایک اور مشین بنائی جس پر وہ ایک بار ۲۴ میل تک اُڑے اور ایک دفعہ ۳۸ منٹ تک ہوا میں قایم رہے۔ یہ مشین ابھی تک سائنس میوزیم میں ہے۔ ان کے اُڑنے کی افواہیں دنیا میں پھیل رہی تھیں مگر کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں دونوں بھائی اپنا جہاز فرانس میں لائے اور ساڑھے ستتر ۷۷½ میل اُسے اڑا کر سب کو دکھا دیا۔ اس موقع پر ایک فرانسیسی آدیر کا ذکر بھی ضروری ہے یہ بھی ۱۸۹۷ء میں کچھ فاصلے تک اُڑنے میں کامیاب ہوا تھا۔ لیکن اُس کی مشین ٹوٹ گئی اور بے چارہ پھر کبھی نہ اُڑ سکا۔

رائٹ بھائیوں کے اُڑنے سے پہلے چند اور لوگوں نے بھی مشینیں بنائی تھیں، ان میں سے بعض کارآمد بھی تھیں گو دیکھنے میں بے تکی معلوم ہوتی تھیں لیکن اُسوقت تک ایسے انجن نہیں بنے تھے جن کے ذریعے وہ آج کل کی طرح خود بخود زمین سے اُٹھ سکیں اُسوقت ایسے تجربہ کار ہوائی باز بھی نہ تھے جو ان مشینوں کو ہوا میں لے جا کر قابو میں رکھ سکیں۔ رائٹ بھائیوں نے پہلی بار ایسی مشین بنائی جو اُڑ سکتی تھی۔ بعد میں ایک اور ہوا باز نے بھی اپنی مشین بنائی اور اُس پر بیٹھ کر اور پورے قابو کے ساتھ اُڑا کر دیکھنے والوں کو حیران کر دیا تھا۔ یہ مشین بھی دیکھنے میں عجیب ہے تصویر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُلٹی اُڑ رہی ہے مگر بات یہ ہے کہ رائٹ کے جہاز و ں میں دُم نہیں ہوتی تھی۔ ہوا باز کے پیچھے ایک مسافر کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اور یہ انجن کے قریب خوب گرم رہتا تھا اس کے قریب وہ زنجیریں نظر آتی تھیں جن سے ہوا جہاز کا پنکھا گھومتا تھا۔

ایک اور مشین جو رائٹ کی مشین سے بھی زیادہ مشہور ہوئی ہنری فارمین نے بنائی تھی۔ ان دونوں مشینوں کی رفتار بہت سست تھی ان کا اڑانا بھی کوئی آسان کام نہ تھا فارمین کی مشین بڑی لڑائی تک استعمال ہوتی رہی۔

پہلا ہوائی جہاز



(یہ جہاز ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء کو پہلی مرتبہ کامیابی کے ساتھ اُڑا تھا)



یہ ہوائی جہاز فضا میں دیر تک رہنے کا رکارڈ توڑنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اِس کے دونوں بازو پیچھے کی طرف سے ملے ہوجاتے ہیں اِس سے یہ فائدہ ہے کہ جہاز کم جگہ گھیرتا ہے۔

ایک انگریز ہواباز مسٹر اے۔ وی۔ رو نے بھی ایک ہوائی جہاز بنایا تھا یہ ٹرائی پلین[لہ] تھا۔ ان دنوں کسی کام کے شروع کرنے والے کو عجیب عجیب دقتیں پیش آتی تھیں۔ مثلاً یہ قانون تھا کہ ہوائی جہاز میں اڑنا جرم ہے۔ ایک دفعہ مسٹر اے۔ وی۔ رو اڑنے کا تجربہ کر رہے تھے۔ ایک سرکاری آدمی ہوائی جہاز اڑانے کے میدان میں بھیجا گیا کہ وہ انہیں اڑنے سے روکے۔ مگر جب تک وہ پہنچے اے وی رو اپنا تجربہ ختم کرچکے تھے۔ ان کا یہ ٹرائی پلین بہت کامیاب ہوائی جہاز رہا۔ اب تک کسی کو ٹرائی پلین بنانے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ مسٹر اے وی رو نے اِس میں نو گھوڑوں کی طاقت کا انجن لگا کر اُسے کامیابی سے اڑا بھی لیا۔ اِسوقت معمولی اور ہلکے ہوائی جہازوں میں سَو گھوڑوں کی طاقت کا انجن لگتا ہے لیکن اُس وقت پچاس گھوڑوں کی طاقت کا نوم (Gnome) انجن آخری حد سمجھا جاتا تھا۔ یہ مشین اب بھی لندن کے سائنس میوزیم میں رکھی ہے۔

دیکھا دیکھی بہت سے لوگوں نے مشینیں بنا ڈالیں ان میں اکثر تو ایسی تھیں کہ اُڑ ہی نہیں سکتی تھیں۔ کچھ اُڑیں بھی تو فوراً زمین پر گر کر ٹوٹ گئیں لیکن ان لوگوں کی ہمت اور کوشش بہر حال تعریف کے قابل ہے۔

انگریزی ہوابازوں میں گرہم وھائٹ مشہور ہواباز تھا۔ ایک دوسرے ہواباز پالہن سے لندن سے مانچسٹر تک اُڑنے میں اسکا مقابلہ ہوا۔ انجن کی خرابی کے سبب اُسے روانہ ہونے میں کچھ دیر ہوگئی، اِس خیال سے کہ پالہن کہیں اُسے ہرا نہ دے وہ رات کے اندھیرے میں روانہ ہوگیا۔ یہ ہوا کے ذریعہ رات میں پہلا سفر تھا۔ ہوائی ڈربی کی پہلی دوڑ (۱۹۱۲ء) میں بھی وہائٹ نے حصہ لیا تھا۔

اُس زمانے میں ہوائی جہازوں کے متعلق واقفیت بہت کم تھی۔ مثلاً اب ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہوائی جہاز یکایک کسی طرف مُڑتا ہے تو اُسے ایک طرف ضرور جھکنا پڑتا ہے (تم نے دیکھا ہوگا کہ بائیسکل یا ریل تیزی سے مُڑتی ہے تو ایک طرف کو جُھک جاتی ہے) مگر اُس زمانے میں ہوائی جہاز کے جُھکنے سے لوگ سمجھتے تھے کہ اُلٹ رہا ہے اور اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ہوائی جہاز کو قلابازی کھلانا لوگوں نے بہت دنوں بعد سیکھا اور آج کل یہ سب سے آسان بات سمجھی جاتی ہے۔

[لہ] مونوپلین۔ ایک پر والا۔ بائی پلین۔ دو پروں والا اور ٹرائی پلین تین پروں والا ہوائی جہاز

شروع میں مشینیں زمین سے سو فٹ بھی مشکل سے اونچا اٹھاتی تھیں۔ پہلی دفعہ جب ایک ہوا باز اپنا جہاز ایک میل کی اونچائی پر لے گیا تو اسے لوگ خدا جانے کیا سمجھتے تھے۔ اب ہوا باز اسی وقت اطمنان سے اڑتے ہیں جب ان کا جہاز زمین سے بہت اونچا ہو۔ اس لئے کہ اگر مشین بگڑ جائے تو زمین تک آتے آتے اس کو سنبھالنے کے لئے کافی وقت مل جاتا ہے۔ شروع شروع میں جن باتوں پر بحث کی جاتی تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مونوپلین[1] زیادہ کامیاب ہے یا بائی[2] پلین۔ اور تعجب ہے کہ یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہو پایا۔ اسی لئے کبھی مونوپلین زیادہ مقبول ہوتے ہیں اور کبھی بائی پلین سب میں مشہور مونوپلین بلیریو تھا ۱۹۰۹ء میں لوی بلیریو نے اس پر انگلش چینل کو طے کیا تھا۔ یہ مشین اس زمانے کی بڑی اور مشہور مشینوں کے مقابلے بظاہر بہت کمزور اور نازک تھی۔ لیکن اس کی رفتار اور کامیابی نے ثابت کر دیا کہ اس کا چھوٹا ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں۔ ایک اور مونوپلین جو سانتوس دوموں نے بنایا تھا اس سے بھی چھوٹا تھا۔ یہ بانس سے بنایا گیا تھا۔ غالباً اس سے ہلکا ہوائی جہاز اب تک نہیں بنا۔ بد قسمتی سے یہ زیادہ کامیاب نہیں رہا۔ کئی تجربوں کے بعد اس کا نام غصیلا ٹڈا پڑ گیا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد ہوا باز کے بیٹھنے کی جگہ بھی بدل دی گئی اور بجائے پروں کے یہ جگہ ہوائی جہاز کے جسم میں بنائی گئی۔ جب ہوائی جہازوں نے یہ شکل اختیار کی تو آج کل کے ہوائی جہاز سے زیادہ مشابہ ہونے لگا۔

پہلے جہازوں میں چلانے کے لئے دو جگہیں تھیں کہ استاد اور شاگرد دونوں ایک ہی ساتھ بیٹھ کر سیکھ سکتے بلکہ نوسکھوں کو چھوٹا سا ہوائی جہاز دیا جاتا تھا اس کے پر بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ وہ میدان میں ہوائی جہاز کو دوڑاتا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے کی اڑان لیتا پھرتا۔ پورا ہوائی جہاز اسے بعد میں دیا جاتا جس پر وہ کچھ فاصلے تک اچھی طرح اڑ سکے۔ مگر اب جہازوں میں استاد اور شاگرد دونوں کے لئے انتظام ہو گیا ہے۔ اگر شاگرد کوئی غلطی کرے تو استاد بیٹھے بیٹھے اس غلطی کو ٹھیک کر سکتا ہے۔

اس زمانے میں عموماً یہ خیال تھا کہ بہت کم آدمی کامیابی کے ساتھ اڑنا سیکھ سکتے ہیں لیکن آج کل یہ حال ہے کہ ہوا بازی کی تعلیم میں موٹر چلانا سیکھنے سے بھی کم وقت لگتا ہے۔

اس زمانے میں بہت کم جہاز ایسے تھے جو اسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتے یا ان پر ایک سے زیادہ آدمی بیٹھ سکتا ۱۲۵ میل تک ہوائی جہاز کا سفر کمال سمجھا جاتا تھا۔ اگر ان لوگوں سے کہا جاتا کہ بیس سال کے اندر اندر ہوائی جہاز کی رفتار ۳۶۰ میل فی گھنٹہ ہو جائیگی یا یہ کہ ایک جہاز میں ۱۶۹ آدمی بیٹھ کر اڑ سکیں گے یا ایک ہوائی جہاز بغیر اترے ہوئے چار ہزار میل تک اڑ سکیگا۔ تو انہیں کبھی یقین نہ آتا۔

بڑی لڑائی میں ہوائی جہاز بہت ہی کارآمد اور مفید ثابت ہوا۔ اس کے ذریعہ دشمن پر گولہ باری کی جا سکتی تھی۔

[1] ایک پروالا جہاز [2] دو پروالا جہاز

دشمن کی فوجیں اور لڑائی کا سامان دیکھا جاسکتا تھا۔ اسی لئے اس نے لڑائی کے زمانے میں غیر معمولی ترقی کی۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک صرف چار سال میں اس نے جتنی ترقی کر لی وہ بیس سال میں بھی مشکل سے ہو سکتی۔ ہوائی جہاز کو قلابازی کھلانا۔ زمین کی طرف گرانا اور اس موقع پر اس پر قابو بھی رکھنا ان سب باتوں میں ہوابازوں نے لڑائی کے زمانے میں مہارت حاصل کی۔

بم باز ہوائی جہاز پہلے ہنڈلے پیج بنائے تھے ان میں ایک سے زیادہ انجن لگائے جاتے۔ بعد میں ایک اور بم باز ہوائی جہاز میں سر جان الکاک اور ہٹین براون نے بحر اٹلانٹک پر پہلا سفر کیا۔ ان لوگوں نے پہلی بار ۱۹۱۹ء میں نیوفاونڈلینڈ سے آئرلینڈ تک مسلسل پرواز کی یعنی بیچ میں کہیں رکے یا اترے نہیں۔

لڑائی کے زمانے میں ہوائی جہاز زیادہ تر لکڑی کے بنائے جاتے تھے لیکن لکڑی کی کمیابی کی وجہ سے المونیم اور لوہے کے بنائے جانے لگے اور یہ تجربہ بہت کامیاب رہا۔ اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے ہوائی جہاز بھی بننے لگے جن میں ایک یا دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں اور یہ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ سکتے ہیں۔ ان کا اڑانا اس قدر آسان ہے کہ ہر شخص آسانی سے سیکھ سکتا ہے۔ یہ جہاز ایک گیلن پٹرول میں ۱۸ میل جاسکتا ہے۔ دو آدمی اپنے مختصر سامان کے ساتھ اس میں بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ بغیر رکے ہوئے چار سو میل تک جاسکتا ہے۔ مشہور ہواباز ہبرٹ ہنکلر ایسے ہی چھوٹے سے ہوائی جہاز میں انگلستان سے آسٹریلیا تک ساڑھے پندرہ دن میں اڑ کر گیا تھا۔

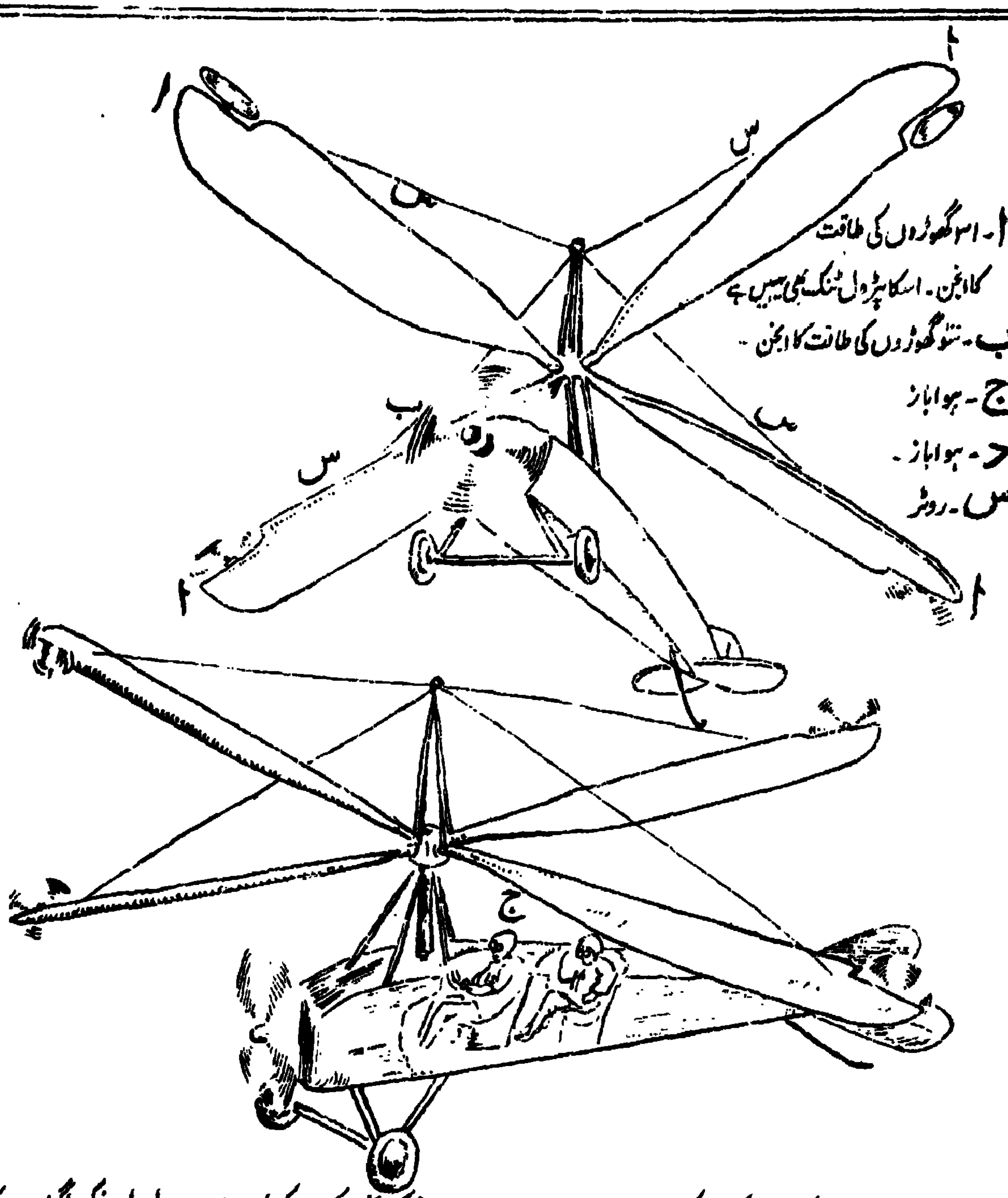
اب تک ہوائی جہاز کے اڑنے اور اترنے کے لئے ایک بڑے میدان کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اڑتے وقت اور اترتے وقت اسے دور تک دوڑنا پڑتا ہے۔ مگر اب ایک ہوائی جہاز ایسا بنا ہے جو زمین سے بغیر دوڑے ہی ہوا میں اٹھ جاتا ہے اس کا نام آٹو جائرو (AUTO.GYRO) اور ہیلی کوپٹر ہے۔

اسی سال کے شروع میں فلائنگ فلی کے نام سے ایک اور ہوائی جہاز تیار ہوا ہے۔ اس کا انجن بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس کا اڑانا بھی بڑا آسان ہے۔ یورپ میں تو بہت سے لوگوں نے اس کا ڈھانچہ خود ہی بنا کر انجن لگا لیا۔ ہندوستان میں بھی اس کا کافی رواج ہو رہا ہے۔

ہوائی جہازوں کی انعامی مقابلے کی دوڑیں پہلے کے مقابلہ میں زیادہ لمبی ہو رہی ہیں۔ اکتوبر ۳۴ء میں لندن سے ملبورن تک ایک دوڑ ہوئی تھی فاصلہ گیارہ ہزار میل تھا اور اوّل آنے والے جہاز نے یہ فاصلہ دو دن ۲۲ گھنٹے ۵۹ منٹ ۵۰ سیکنڈ میں طے کیا۔ ایک اور ہوائی مقابلہ اس مضمون کے لکھتے وقت ہو رہا ہے یہ لندن سے جانسبرگ (جنوبی افریقہ) تک ہے۔ فاصلہ ۶۱۵۴ میل تھا۔ اس دوڑ میں اسکاٹ[1] اوّل رہا اور ۵۲ گھنٹے ۵۶ منٹ ۴۸ سیکنڈ میں یہ فاصلہ طے کیا۔ ہوائی جہاز کی رفتار کا اوسط ۱۲۳ میل فی گھنٹہ رہا۔

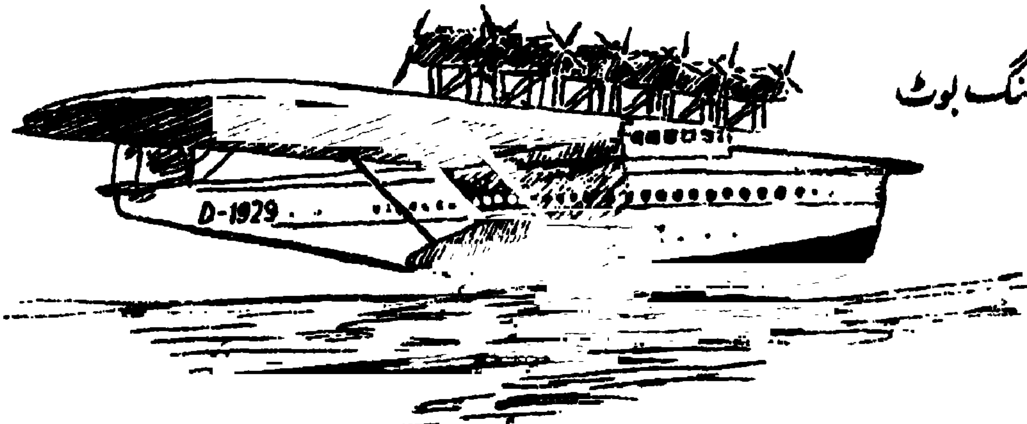
آج کل دور کی مسافت کے لئے فلائنگ بوٹ کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اس میں پہیے نہیں ہوتے اور پانی میں اترتا ہے۔ لندن سے آسٹریلیا تک کے لئے کوئی اٹھارہ فلائنگ بوٹ تیار کئے گئے ہیں۔ یہ ہندوستان سے ہو کر گزریں گے

[1] لندن سے ملبورن کی دوڑ میں بھی یہی اوّل آیا تھا۔



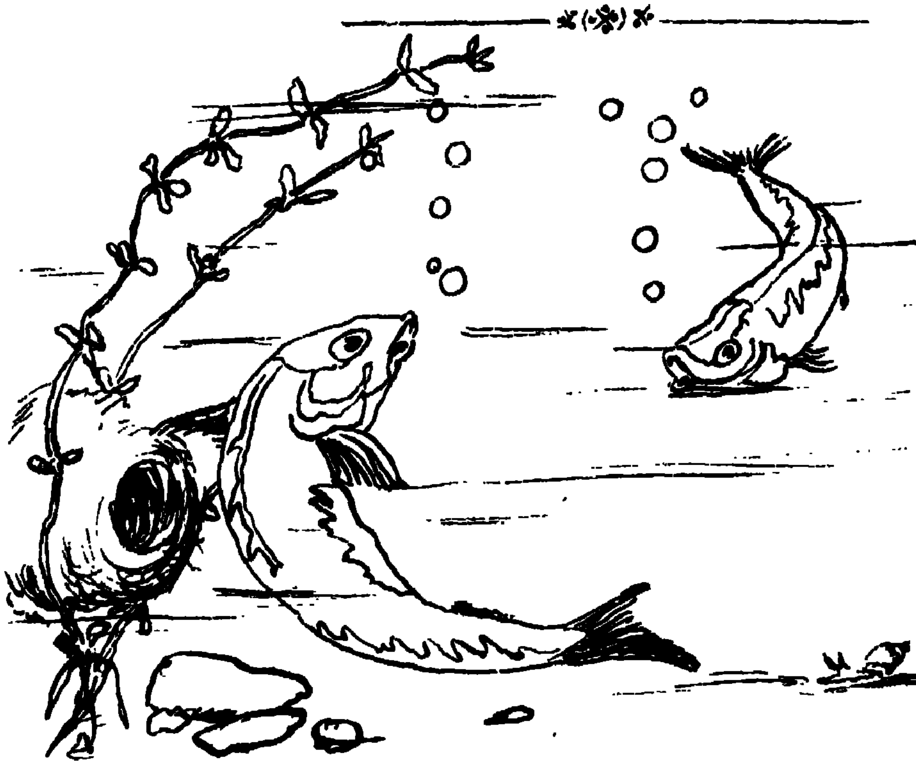
یہ غیر معمولی ہوائی جہاز بل کو جائر کہلاتا ہے۔ اس میں علاوہ معمولی سامنے کے انجن کے اوپر کی طرف چار بہت لمبے لمبے پنکھے لگے ہیں ان کو روٹر Rotor کہتے ہیں۔ اور ہر روٹر کے سرے پر ایک اور چھوٹا سا انجن لگا ہے جس سے ایک پنکھا گھومتا ہے۔ چاروں روٹر اور ان کے پنکھوں کے گھومنے سے یہ ہوائی جہاز ہوا میں قایم رہتا ہے۔ یہ زمین سے سیدھا بغیر دوڑے ہوئے ہوا میں اٹھ جاتا اور اسی طرح نیچے اتر آتا ہے۔ اور نئے سیکھنے والے کے لئے اس پر قابو رکھنا بہت آسان ہے۔

فلائنگ بوٹ



الہ آباد میں دریائے گنگا پر اس کے لئے اسٹیشن بن رہا ہے

ہندوستان میں بھی ہوائی جہاز کا رواج دن پر دن بڑھ رہا ہے ۔کراچی ، دہلی ، الہ آباد ، جودھ پور ، کلکتہ ، رنگون میں ہوائی اسٹیشن بن چکے ہیں ۔جگہ جگہ ہوائی کلب قایم ہو گئے ہیں ۔نئی دہلی میں ہوا بازی کی تعلیم کے لئے باقاعدہ کالج کھل گیا ہے ۔دہلی اور لندن کے درمیان ڈاک اور مسافروں کے آنے جانے کا سلسلہ قایم ہے اسی سال فروری میں مدراس سے دہلی تک ہوائی مقابلہ بھی ہوا تھا ۔کئی انگریز بھی شریک تھے لیکن ایک ہندوستانی مصری چند اوّل آیا تھا ۔اگر یہی توجّہ اور دلچسپی رہی تو اس ملک میں بھی ہوائی جہازوں کی ایسی ہی کثرت ہو جائے گی جیسی یورپ اور امریکہ میں ہے ۔



ریگستان کی لڑائی

محترمہ ماجرہ بیگم کی بڑی اچھی کہانی یا نقال تم پیام تعلیم میں پڑھ چکے ہو۔ اب انھوں نے یہ دلچسپ اور مفید مضمون بھیجا ہے۔ امید ہے کہ تم اسے دلچسپی سے پڑھوگے۔ ماجرہ بیگم صاحبہ نے وعدہ کیا ہے کہ پیام بھائیوں نے اُن کے مضمون پسند کئے تو ہر مہینے وہ پیام تعلیم کے لئے ایسے ہی اپنے اچھے مضمون بھیجتی رہیں گی۔ ایڈیٹر

ماجرہ بیگم صاحبہ

ریگستان تو تم جانتے ہی ہو۔ اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں ریت ہی ریت ہوتا ہے اور کچھ اُگتا نہیں۔ ایسی ریتیلی جگہ ہمیشہ ویران ہی رہتی ہے۔ کھیتی باڑی تو خیر وہاں کر ہی نہیں سکتے۔ اور دوسرے کام کرنا چاہیں۔ مثلاً زمین سے تیل یا دھاتیں نکالنا یا کارخانوں میں چیزیں بنانا تو یہ بھی ممکن نہیں ۔ کیوں کہ پانی نہ ہونے سے وہاں انسان کا رہنا بسنا ہی ناممکن ہے

قاراقم کا صحرا بھی ایسی ہی ریتیلی جگہ ہے آج اس کی کہانی تمھیں سناتے ہیں۔ ذرا اپنی اٹلس اٹھالاؤ۔ مگر بھائی اسے جغرافیے کا سبق نہ سمجھ لینا۔ ہم تو پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ کہانی ہے اور مزے دار۔ اچھا تو نقشے میں دیکھو۔ ہندوستان کے پاس ہی شمال کی طرف تمھیں روس کے علاقے میں یہ صحرا ملے گا۔ مل گیا نا؟

دیکھو! اس ریگستان میں ایک دریا ہے۔ آمو دریا یا دریائے جیحوں۔ جو بحر ارال میں جا گرتا ہے۔ پہلے تو یہ جگہ ویران ہی تھی۔ لیکن اب دریا کی وجہ سے کچھ آباد ہوگئی ہے۔ اس کے کنارے کنارے لوگ رہنے بسنے لگے ہیں۔ بڑے بڑے شہر اور گانوں بھی یہاں آباد ہوگئے ہیں۔ ہری بھری کھیتیاں۔ بڑے بڑے باغ میلوں تک نظر آتے ہیں۔

اسی طرح صحرائے قزل قم کے بیچوں بیچ بخارا کا نخلستان ہے۔ یہاں کا حال تم نے پرانے قصے کہانیوں میں پڑھا ہوگا کہ سرسبز و شاداب ایک جزیرہ سا ریت کے سمندر میں تھا۔ جہاں ہر طرح کا میوہ، پھل پھول، اناج، غرض سبھی کچھ پیدا ہوتا تھا۔

لیکن آج کل صحرائے قزل قم اور صحرائے قاراقم دونوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ لڑائی انسانوں میں نہیں۔ حیوانوں میں نہیں بلکہ ریگستان اور سرسبز شاداب زمین میں ہے۔ اب تم ضرور چونکے ہوگے کہ ریگستان تو ریت ہے۔ ریت کیسے لڑتا ہے؟

سنو۔ تم ہی نہیں بلکہ پہلے چھوٹے بڑے سب ہی سمجھا کرتے تھے کہ ریت ریگستان میں ہے۔ اور ریگستان کی جو حد ہے اُسی میں رہے گا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ ریت ایک جگہ ٹھہرنے والی چیز نہیں۔ بلکہ اپنی حدوں سے آگے بھی بڑھتی اور پیچھے بھی ہٹتی ہے۔

یہ کیسے؟

کبھی راجپوتانہ یا سندھ گئے ہو؟ اگر گئے ہوگے تو ضرور دیکھا ہوگا کہ ہوا کی طرح ریت بھی بگولے بن کر اُٹھتا اور تیزی کے ساتھ یہاں سے وہاں پہنچ جاتا ہے۔

جس جگہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں یعنی روسی ترکستان کے صحراؤں میں تو یہ حال ہے کہ بگولے تو کیا۔ دیوار کی دیوار اور پہاڑ کا پہاڑ ریت کا اُٹھ کر آتا ہے اور میلوں چلا جاتا ہے۔ کچھ سمجھے کہ یہ کیسی خوفناک چیز ہے؟ ذرا سی آندھی تمھارے یہاں آتی ہے تو کیسی ہل چل مچ جاتی ہے۔ لوگ گھبرا کر مکانوں میں گھستے ہیں۔ دروازے بند کرلیتے

ہیں۔ پھر بھی ہر چیز مٹی سے ڈھک جاتی اور غبار آلود ہو جاتی ہے۔ پھر جب تھوڑی سی مٹی کے بجائے لاکھوں، کروروں من ریت ہوگا اُڑ کیا ہوگا؟ اس ریت کے پہاڑ کے راستے میں جو کچھ آتا ہے وہ بالکل دب جاتا ہے۔ انسان اور حیوان تو پہلے ہی دم گھٹ کر مرجاتے ہیں۔ درخت بوجھ سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور کھیت دب کر برباد ہو جاتے ہیں۔ درخت اور انسان کیا چیز ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں دفن ہو جاتی ہیں۔ اس منوں ریت کو کون اُٹھا سکتا ہے؟ کبھی ہوا ہی کے زور سے ہٹ جائے تو ہٹ جائے۔

پچھلے سالوں میں یہ بات معلوم ہوئی کہ قراقُم کی ریت آہستہ آہستہ دریا کے کناروں کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ دو سو میل تک برابر لوگ دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ مگر ریگستان کی نیت ہے کہ اُن کے کپاس کے کھیتوں، انگوروں کی بیلوں اور میوے کے باغوں پر قبضہ کرتا جاتا ہے۔

یہی حال قزل قم کا ہے۔ چالیس میل کی بخارا کی سرحد پیچھے ہٹائی جا رہی ہے۔ قراقل کا نخلستان تو قریب قریب تمام ہی ریت کے سمندر میں ڈوب گیا ہے۔ بس یہی ریت کا دھاوا ہے! اور یہی لڑائی!!

اگر بخارا اور قراقل کے رہنے والوں کو اپنی جان بچانا ہے اور اپنی روزی کی فکر کرنا ہے تو اُن کو ریت کے اس حملے کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ یہ ریگستان کی لڑائی ہے۔ اور کیسی لڑائی! بغیر تلوار کے بغیر بندوق کے۔ لیکن جان توڑ لڑائی ہاں

تو پھر یہ لوگ کیسے مقابلہ کرتے ہیں؟

چالیس چالیس فٹ اونچی ریت کی لہر اُن پر چڑھتی ہے۔ گھر اور درخت سب دب جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ناشپاتی کے پیڑ برباد ہوتے ہیں۔ جہاں اُن کے تنوں تک ریت آیا اور وہ سوکھے

کراگاچ کا پیڑ البتہ ذرا مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن کہاں تک آخر وہ بھی سوکھ جاتا ہے اور جہاں باغ تھے وہاں صرف ٹھونٹھ رہ جاتے ہیں۔

لوگ اپنے گھر چھوڑ کر بھاگتے ہیں اور نیا گاؤں بساتے ہیں۔ لیکن ریگستان پیچھا کئے جاتا ہے۔ اور پھر ان کو بھاگنے پر مجبور کرتا ہے۔ بعض جگہ لوگوں نے مٹی کی دیواریں ریت کی روک کے لئے بنائیں۔ اب باقاعدہ محاصرہ شروع ہوا۔ ریت دیوار کے باہر اور گاؤں والے اندر۔ لیکن ریت بڑھتے بڑھتے دیوار کے برابر پہنچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جھونکے سے اندر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اندر والے جلدی جلدی دیوار کو اونچا کرتے ہیں لیکن کہاں تک؟ آخر دیوار بوجھ نہ سہار سکی اور ٹوٹ جاتی اور پھر ریت کو کوئی نہ روک سکتا۔

اب لوگ سمجھے کہ کوئی نئی ترکیب سوچنا چاہئے

پہلے انہوں نے اس بات پر غور کیا کہ ریت کیوں چلتا ہے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بیچوں بیچ ریگستان میں ریت ایک ہی جگہ برقرار رہتا ہے۔ صحرائی گھاس اور پودوں کی جڑیں اس کو باندھے رکھتی ہیں اور ہلنے نہیں دیتیں۔ لیکن جہاں کہیں لوگ رہنے بسنے لگے ہیں۔ کنوؤں اور کھیتوں کے پاس جہاں مویشی چلتے پھرتے ہیں۔ وہاں کا ریت ڈھیلا ہو جاتا ہے۔

اب بات کی جڑ کو پہنچ گئے۔

لوگوں نے خود اپنے دشمن یعنی ریت کو آزاد کیا۔ اس کی زنجیریں۔ توڑ دیں اور قید سے نکال دیا۔ بات یہ ہے کہ سینکڑوں سال پہلے ریگستان تو تھا ہی۔ لیکن اس کا ریت جم گیا تھا۔ اور جگہ جگہ تھوڑی تھوڑی گھاس پھیل گئی تھی۔ اس گھاس کی جڑیں بالکل جال کی طرح ریت کو پھانسے ہوئے تھیں۔ نخلستان کے رہنے والے خرگی اپنے مویشیوں کے گلے لے کر یہاں آتے اور جب ایک جگہ

کی گھاس کم پڑنے لگتی تو دوسری چراگاہ ڈھونڈھ لیتے۔ ان دنوں ملک کی کمی نہ تھی۔ سب جگہیں کھلی تھیں۔ خرگی گڈریے اس بات کو سمجھتے تھے کہ ایک سال میں اتنی ہی گھاس لینا چاہئے کہ دوسری سال اُگنے کے لئے اس کی جڑیں اور ڈنٹھل باقی رہ جائیں۔ اسی لئے وہ ہر سال نئی چراگاہ ڈھونڈھتے تھے اور ایک ہی جگہ پر گذر کرتے تھے۔

جہاں گھاس پھیل جاتی تھی وہاں جھاڑیاں اور صحرائی درخت بھی پیدا ہو جاتے۔ ان صحرائی پودوں کی یہ خاصیت ہے کہ اُن کی جڑیں بہت لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ اور اس لئے گزوں نیچے جاکر پانی کے اندرونی سوتوں سے نمی کھینچ لیتی ہیں۔ ان کی پتیاں بھی اور پتوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ بلکہ سوکھی سوکھی اور سخت کانٹے کی طرح ہوتی ہیں۔ اور نمی کو باہر جانے سے روکتی ہیں۔ اس طرح کا پودا "ناگ پھنی" تم نے سڑک کے کنارے اگتا دیکھا ہوگا۔

اس ملک میں خرگی مزے سے رہتے تھے کہ شمال سے روسی شہنشاہ کی فوجیں لوٹ مار کو نکلیں۔ نہ صرف انھوں نے خرگیوں کی مال و دولت لوٹی بلکہ جہاں کہیں اُن کو پایا قبیلے کے قبیلے کو قتل کر دیا۔ خرگی ان شہنشاہی ڈاکوؤں کے ڈر سے پیچھے یعنی جنوب کو ہٹتے چلے گئے۔ اب اُن کی ہمت ہی نہ پڑتی تھی کہ وہ شمال کی چراگاہوں تک جائیں۔ لہٰذا جو قریب قریب صحرا کے اندر گھاس پھوس تھی اس پر گذر بسر کرنے لگے۔ جگہ اب چونکہ کم ہوتی جاتی تھی اس لئے اوپر اوپر کی گھاس تو کیا ڈنٹھل اور جڑیں تک سب نوچ کھسوٹ کر جانور کھا لیتے تھے۔ جھاڑیاں اونٹوں کے حصے میں آئیں اور درخت خرگی کاٹ کر اپنے خیمے کے ڈنڈے بنانے اور ایندھن کے کام میں لائے۔

نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک سال کے بعد پھر سبزہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ جڑیں سوکھ جائیں۔ ریت آزاد ہو جاتا اور پھر چراگاہ کی جگہ ویران صحرا رہ جاتا۔

دوسرے جا بجا ریت گلّوں کے ادھر ادھر گھومنے سے اُن کے کھروں سے بالکل اکھڑ جاتا اور ذرا سی ہوا سے بھی فوراً اڑنے لگتا۔

روس میں شہنشاہوں کے بعد اب سوویٹ حکومت قائم ہوئی لوگوں نے دیکھا کہ شہنشاہی فوجوں کے بجائے وہی ریت جس کو انھوں نے آزاد کیا ہے۔ ملّی کا دشمن بن کر اُن پر حملہ کرتا ہے۔

چھان بین کرنے پر معلوم ہوا کہ اگر ریت کو کوئی نہ چھیڑے تو وہ خود بخود اس کے روک کی ترکیب ہو جاتی ہے دور ریت کے ٹیلوں کے بیچ میں جہاں ذرا سی بھی محفوظ جگہ ہوئی کہ گھاس اُگنا شروع ہو گئی اس گھاس کا بڑھنا ہے تو مشکل کیوں کہ اول تو بیج ہی ہوا سے بکھر کر دب جاتے ہیں اور جمنے نہیں پاتے۔ اور اگر کہیں جم بھی جائیں تو ایک لہر ریت کی آئی اور دب گئے۔ اور یہ تو خطرہ ہمیشہ ہی ہے کہ کسی وقت آندھی آئے اور ننھے پودے جڑ سمیت اکھاڑ پھینکے۔ پھر وہ ریت پر پڑا سوکھا کرے۔

خیر باوجود ہزار دشواریوں کے گھاس اگنے ہی لگتی ہے۔

سب سے پہلا پودا جو ہمت کرکے اگنا شروع کرتا ہے وہ قندیم کہلاتا ہے۔ یہ قندیم بھی بڑا ہی چالاک پودا ہے۔ اور پودوں کی طرح قدم قدم نہیں بڑھتا بلکہ اچھلتا کودتا آگے دوڑتا ہے۔ وہ ایسے کہ قندیم کے بیج ایک چھوٹے سے اخروٹ میں ہوتے ہیں۔ اور اسی اخروٹ کی سخت بکل کے اوپر باریک باریک بال ہوتے ہیں۔ جب ہوا چلتی ہے تو یہ بال پروں کا کام دیتے ہیں اور جیسے ننھی ننھی بڑھیاں ہوا میں اڑتی تم نے دیکھی ہیں اسی طرح یہ بیج بھی ہوا کے ساتھ اڑ کر گیند کی طرح آگے جا گرتے ہیں۔ ہوا کے ساتھ ریت بھی اڑتا ہے۔ لیکن

بھاری ہے۔ اس لئے پیچھے رہ جاتا ہے اور بیج کو دبلنے نہیں پاتا۔

خیر یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن جب بیج جم گیا اور پودا اُگنے لگا تو کیا ہوگا۔ پودا تو اچھل کود نہیں سکتا۔ ریت کی لہر آئی اور ناشپاتی آڑو کے پودوں کی طرح یہ بھی دب گیا۔ لیکن سنو تو یہ قندیم صاحب ایسے بے وقوف تھوڑا ہی ہیں نہ تو اس کی پتیاں ہوتی ہیں اور نہ تنا بلکہ جھاڑو کی سینکوں کی طرح پتلی پتلی سینکوں کی ٹہنیاں ہوتی ہیں۔ جب ریت کا ریلا آتا ہے تو قندیم صاحب بجائے اکڑ کر اس کا مقابلہ کرنے کے اپنی سینکیں پھیلا دیتے ہیں اور ریت بیچ میں سے چھن چھن کر نکل جاتا ہے۔

لیکن ساری مشکلیں کہاں آسان ہوئیں بعض دفعہ بہت بڑی بڑی لہریں آتی ہیں اور قندیم میاں کو دبا ہی لیتی ہیں بیچارہ بالکل دفن ہو جاتا ہے۔ لیکن ہے خوب چیز ہمت نہیں ہارتا۔ اور جتنا ڈھکتا جاتا ہے اتنا ہی اور اوپر کو بڑھتا جاتا ہے۔ آخرکار ہوا گذر جانے کے بعد ریت تو بے جان ہو کر پڑ جاتا ہے اور قندیم برابر بڑھتے بڑھتے بازی جیت جاتا ہے اور اپنا سر باہر نکال لیتا ہے یہی نہیں کہ قندیم اوپر ہی کو بڑھے بلکہ وہ ریت کے نیچے نیچے بھی پھیلتا ہے۔ یہاں تک کہ جب دو ایک روز گذر جاتے ہیں تو ہزاروں ننھی ننھی سینکیں ریت کے ٹیلے پر نظر آنے لگتی ہیں۔

تم نے دیکھا؟ ریت کی موجودگی ہی سے قندیم اتنے اونچے پر جاکر پھیلا کہ چھوٹے موٹے ہوا کے جھونکے ریت کو وہاں تک پہنچا ہی نہیں سکتے۔

ایک خطرہ باقی تھا کہ ہوا تیزی سے چل کر ٹیلے کا ریت ہٹا دے اور قندیم کی جڑیں ننگی رہ جائیں اور دھوپ میں سوکھ جائیں۔ لیکن قندیم اس کی ترکیب بھی جانتا ہے۔ سر اوپر نکالتے ہی وہ اوپر کو بڑھنے کی بجائے نیچے ہی نیچے باریک باریک جڑوں

کا جال تاننا شروع کر دیتا ہے۔ اس سے ایک تو نمی کے کھینچنے میں آسانی ہوتی ہے اور دوسرے اس کا دشمن ریت بالکل جکڑ جاتا اور اس کے قبضے میں آجاتا ہے اور ہل نہیں سکتا۔

اب جہاں زمین تیار ہوئی کہ طرح طرح کی گھاس نے اگنا شروع کر دیا۔ اور ریت کا ٹیلا ہری بھری چراگاہ ہو گیا۔ جہاں طرح طرح کی جھاڑیاں اور پیڑ بھی پیدا ہو گئے۔ لیکن اس میں ایک طرح کا نقصان بھی ہے۔ کچھ گھاسیں ایسی ہوتی ہیں کہ اوپر ہی اوپر پھیلتی ہیں اُن کی جڑیں نیچے تک نہیں جاتیں بلکہ اپنی خوراک آس پاس کے پودوں کی جڑوں سے کھینچ لیتی ہیں قندیم اور اُس کے ساتھیوں کو . . . .

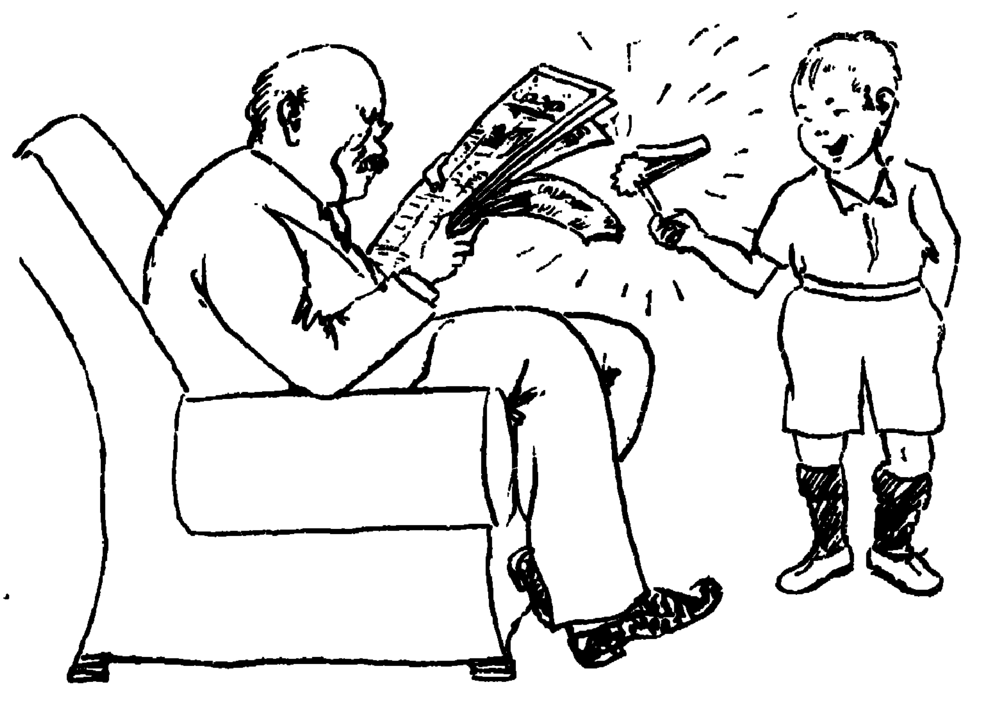
. . . اس بات کی عادت نہیں ہوتی کہ خوراک بانٹیں لہذا وہ مرجھا جاتے ہیں۔ اُن کی جڑیں سوکھ جاتی ہیں اور نیچے کا ریت ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔

اب ذرا بات صاف ہو گئی۔ سوویٹ کے لوگوں نے جب اتنا سمجھ لیا تو وہ اپنی لڑائی میں جیتنے لگے۔ صحرا کے درخت کاٹنا بند کر دئے۔ صرف سوکھی اور بے کار ٹہنیاں کاٹی جاتی ہیں۔ اور جڑوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ مویشیوں کو گھاس برباد کرنے نہیں دیتے۔ بلکہ چراگاہ قائم رکھی جاتی ہے۔ اور وہاں جو خراب قسم کی گھاس آجاتی ہے۔ اس کو فوراً نکال دیا جاتا ہے۔ جن جگہوں پر ریت کا قبضہ ہو گیا ہے وہاں ہوائی جہاز بھیجے جاتے ہیں۔ جو گھاس کے بیجوں کی بارش کرتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس لڑائی میں ہوا سے بھی مدد لیتے ہیں۔ تم جانتے ہو ہوا ایک ہی رخ نہیں چلتی بلکہ کبھی صحرا سے شاداب زمین کی طرف اور کبھی شاداب زمین سے صحرا کی طرف چلتی ہے۔ جب ہوا موافق ہوتی ہے یعنی ریت کو صحرا کی

طرف اُڑا کرلے جاتی ہے تو اس کی روک نہیں ہوتی لیکن جونہی ہوا کے چلنے کا وقت آتا ہے تو فوراً ریت کے کنارے کنارے دیواریں اور باڑیں بنادی جاتی ہیں اور یہاں کھیت اور باغات شروع کردئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر مرتبہ تھوڑی تھوڑی زمین واپس مل جاتی ہے۔

یہ سب کام الگ الگ ایک ایک آدمی کے کرنے کے تو نہ تھے۔ اس کے لئے سب کی مدد اور سب کی سمجھ کی ضرورت تھی سوویٹ کے لوگ یہ باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے روسی ترکستان میں بڑے بڑے اسکول اور کالج بنادئے ہیں۔ جہاں لوگ ان سب مشکل مشکل باتوں پر غور کریں۔ خرگیوں کے لئے جوگرمی جاڑے چارے کی تلاش میں میلوں مارے مارے پھرتے تھے۔ رہنے کو مکان اور کاشت کرنے کو باغات اور کھیت بنادئے گئے۔ اُن کے مویشیوں کے لئے معقول انتظام ہے پانی بھی اُن کو ملتا ہے اور چارا بھی گرمیوں میں جاڑے کے لئے کاٹ کر اکٹھا کرلیا جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ ریگستان کے جاہل لوگ اب صحرا سے مشینوں اور بجلی کے ذریعے سے تیل اور گندھک نکالتے ہیں۔ کارخانوں میں اپنی ضرورت کی چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اور دن بدن ہر طرح سے ترقی کررہے ہیں۔ اس طرح اپنے پچھلے پھولے ملک کو نہ وہ صرف دوبارہ سرسبز شاداب بنالیے ہیں بلکہ ہر طرح سے وہاں رہنے کا فائدہ حاصل کررہے ہیں۔



کوثر اور ناصر کی شرارتیں

عزیزہ ثریا بنت زاہد حسین

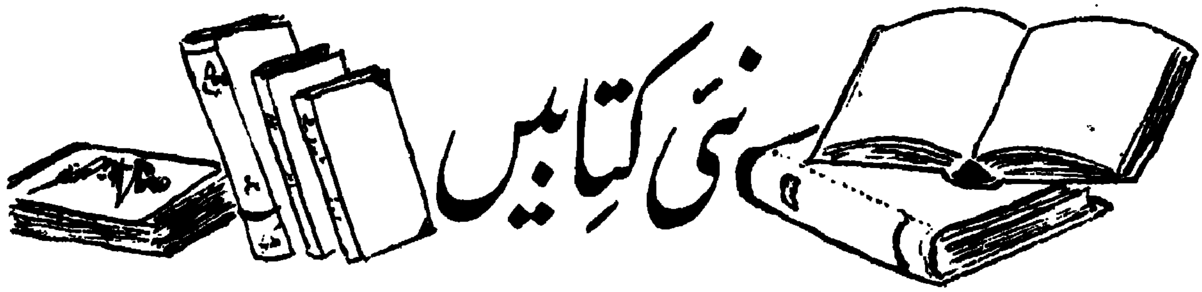
کوثر میری چھوٹی بہن ہے۔ بہت شریر ہم جو کام بھی کریں وہ اس میں حصہ لینا چاہتی ہے ایک دفعہ میں اور میرا چھوٹا بھائی ساجد بازار جاکر کچھ خریدنا چاہتے تھے۔ کوثر کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ اسے نہ جانے کیسے ہمارے ارادے کی خبر ہوگئی۔ ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چھپ کر چلے جائیں گے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوثر تو نہیں ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ بس جلدی سے ہم اپنی موٹر میں بیٹھ گئے۔ اور ڈرائیور سے کہا جلدی سے چلو۔ کہیں وہ دیکھ نہ لے۔ موٹر بہت تیزی سے نکلی اور بازار کی طرف جانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہمیں اطمینان ہوگیا کہ کوثر ہمارے ساتھ نہیں آسکی تو ہم نے موٹر میں اپنے چاروں طرف نظر ڈالی کیا دیکھتے ہیں کہ کوثر بی بی ایک چادر میں لپٹی ہوئی کونے میں بیٹھی ہیں۔ ہمیں بہت تکلیف ہوئی اور غصہ بھی آیا کیا کرسکتے تھے۔ اس کو بُرا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ خیر اب تو آگئی ہو لیکن خبردار کوئی چیز مت خریدنا اس نے وعدہ کیا اور بہت اطمینان کے ساتھ ہمارے پاس بیٹھ گئی۔ بازار پہنچے۔ دُکان پر موٹر کھڑی کی اور کوثر سے کہا موٹر سے مت اُترنا وہ چپکی رہی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم اُتر کر اندر دُکان میں گئے۔ اور سامان خریدنے لگے۔ بھیڑ زیادہ تھی۔ جب ہم خرید چکے تو دکان والے نے بِل بنا کر دیا اس میں ایک پیکٹ چاکلیٹ بھی تھی۔ ہم نے پوچھا یہ کیا لکھا ہے۔ ہم نے تو نہیں خریدی۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ کی چھوٹی بہن جو موٹر میں بیٹھی ہیں وہ لے گئی ہیں۔ ہم حیران رہ گئے۔ مگر کیا کرسکتے تھے۔ پیسے دے کر موٹر میں آئے تو دیکھا کہ وہ مزے مزے سے چاکلیٹ کھا رہی ہیں۔ ہم نے پوچھا کہ یہ کیا کیا تو کہنے لگیں اکیلے بیٹھے تھے کیا کرتے۔

ناصر میاں جو دو سال کے ہیں وہ اِن سے بھی بڑھ کر ہیں۔ جب ہم سب کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو وہ بھی اپنی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور میز پر نظر دوڑاتے ہیں کہ کیا کیا کھانے ہیں پھر سب تھوڑے تھوڑے اپنی پلیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اور روٹی کو چاول سے کھانے لگتے ہیں۔ کرسی پر خاموشی سے بیٹھا نہیں جاتا اِدھر اُدھر ہلنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ اسی طرح ہل رہے تھے کرسی اُلٹ گئی خود نیچے اور کرسی اوپر۔ بُری طرح چیخنا شروع کر دیا۔ اِن کو نکالا گیا پھر کھانے لگے کھاتے کھاتے آپ کو نیند بھی آجاتی ہے اور بیٹھے بیٹھے سونا شروع کر دیتے ہیں۔ غرض کھانا کھانا اُن کے لئے بہت بڑا کام ہے اگر کوئی کچھ کھانا ہو چاہتے ہیں یہ بھی ہی کھائیں یہاں تک کہ دوا بھی کوئی پیتا ہو تو وہ بھی مانگتے ہیں ایک مرتبہ اماں جان کے ہاتھ میں کونین کی شیشی تھی وہ مانگنے لگے اُنھوں نے پوچھا کھاؤگے تو کہا ہاں اُنھوں نے ایک گولی نکال کر اُن کے منہ میں رکھ دی۔ اُس وقت اُن کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ تھوکتے پھرتے تھے۔ اس کے بعد سے یہ تو ہو گیا کہ دواؤں میں حصہ نہیں لگاتے۔

معلومات

امریکہ کے ایک اخبار نویس نے ایک لڑکی کا حال دریافت کیا ہے جس کی آنکھیں بالکل کالی ہیں اور بال بالکل سفید۔

ہنگری کے ایک میاں اور اُن کی بیوی امریکہ کی سیر کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ میاں کی عمر ۱۰۵ اور بیوی کی ۱۰۰ سال ہے۔ انھوں نے حال ہی میں اپنی شادی کی پچھترویں سال گرہ منائی تھی۔



تازہ مضامین یہ جناب ماشا اللہ خاں صاحب جلیسری منشی و کامل ایل ای ای یو کے تازہ مضمونوں کا مجموعہ ہے۔ شروع میں انھوں نے بہت تفصیل سے بتایا ہے کہ مضمون کیسے لکھنا چاہیے اور مضمون لکھتے وقت کن کن باتوں کا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے اس کے بعد خود ہی بہت سے مضمون لکھے ہیں اور گویا اپنی بتائی ہوئی باتوں پر خود ہی عمل کرکے بتایا ہے۔ یعنی مضمون ایسے لکھا جاتا ہے اور لکھتے وقت اس طرح تمام باتوں کا خیال رکھتے ہیں پھر یہ کہ جتنے مضمون اس مجموعے میں ہیں سب امتحانوں میں آچکے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ بار بار آئیں۔ مضمون ہر طرح اور ہر قسم کے ہیں۔ کتاب ساتویں آٹھویں درجے کے لڑکوں کے لئے مفید ہے اور ان ہی کے لئے لکھی گئی ہے۔ کتاب ۱۲۴ صفحوں کی ہے۔ لکھائی چھپائی اوسط درجے کی۔ کاغذ سفید، قیمت ۱۲ر

ملنے کا پتہ:۔ ماشاء اللہ خاں جلیسری۔ کمبل کٹرہ۔ آگرہ

بچوں کی تاریخ اسلام منشی عبدالرحمٰن صاحب ناطق نے بچوں کے لئے اسلام کی تاریخ لکھی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا پہلا حصہ ہے۔ شروع میں آں حضرتؐ کے حالات ذرا کھول کر بیان کئے ہیں پھر امیر المومنین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مختصر حالات ہیں۔ کتاب کی زبان سہل اور سادہ ہے۔ اور دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے۔ موقع موقع سے عرب اور خلفائے راشدین کے زمانے کی اسلامی حکومتوں کے نقشے بھی دئے گئے ہیں۔ اس سے کتاب اور بھی مفید ہو گئی ہے

کتاب ۸۰ صفحے کی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجے کا۔ قیمت دو آنے۔ ۲ر

ملنے کا پتہ اختر بک ڈپو۔ بمبئی نمبر ۳



جوجو

جناب اظہر علی صاحب فاروقی بی۔اے (مسلم) ... کالج بنارس

لکھنؤ کے میڈیکل کالج سے ایک سڑک نخاس کو جاتی ہے۔ اس کا نام ہے وکٹوریہ اسٹریٹ۔ اس سڑک پر ایک عالی شان مکان ہے۔ اس مکان سے یوں تو اکثر تُوتُو، مَیں مَیں، شور وغل کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور ہر گذرنے والے کے لئے تفریح کا سامان پیش کرتی ہیں۔ لیکن آج ایک عجیب ڈراونی آواز آرہی ہے۔

"کیسا ہضم کرلیا مردے نے باپ کا سا مال! آخر یہ کل موئی کہاں گئی؟"

ایک بیگم صاحبہ غصے میں آپے سے باہر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہی تھیں۔ اُن کا نام تھا سلطان جہاں بیگم۔ کوئی چھتیس سینتیس سال کا سن ہوگا۔ اور موٹی ایسی جیسے سمجھ لو سنیما والی ٹندو بالا۔ نواڑ کے ایک کھٹولے پر بیٹھی تھیں۔ جو ان کے بوجھ سے زمین بوسی کر رہا تھا۔ انھوں نے پاس کی چوکی پر رکھے ہوئے لوٹے کو اٹھایا۔ پانی کا ایک چھینٹا منہ پر دیا اور پھر چلانے لگیں۔ میں تو عاجز ہوں اس جنم جلی سے۔ وہ تو کہو میں ان کی وجہ سے کچھ بولتی نہیں ورنہ یہ گھر کے کام کاج کے قابل تھوڑی ہے۔ کھلا دیا نا مردے کو۔ اب میرا بچہ کیا کھائے گا؟" ابھی بیگم صاحب کے غصے کی بوچھار ہو رہی تھی کہ رونے کی۔ اوں، اوں، ہوں، ہاں...... کے ساتھ یہ لفظ سنائی دئے۔

"اچھی[1] اماں! اب ہم کیا کھائیں گے۔ اس ہلام زادے نے......" یہ تھے بیگم صاحب کے صاحب زادے۔ اُن کا نام تھا فصاحت حسین اور لاڈ میں سب پتن میاں کہتے تھے۔ ان کی عمر کوئی بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔ کالے کلوٹے۔ چیچک کے داغوں نے اُن کے چہرے کو تبارک کی روٹی بنا دیا تھا۔ بے چارے ڈیکسی نے ٹر نے نہ جانے کتنی منتیں کیں خود میاں پتن کے ابا جان نے کتنی مرتبہ سمجھایا کہ ٹیکا اچھی چیز ہے۔ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ چیچک سے محفوظ رہنے کے لئے اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ مگر بیگم صاحب نے ایک نہ مانی جب "ڈیکسی نے ٹر" آیا اس کو واپس کر دیا... ایک دن اس نے زرا ترش ہو کر سختی سے انجام کی اس پر بیگم صاحب نے ایک... دس روپے کا نوٹ اور دو گلوریاں پان کی پیش کر دیں۔ "ڈیکسی نے ٹر" نے سکول جانے والے ایک لڑکے کو دکھایا نوٹ کتنے کا ہے

---

[1] اچھی اماں! اب ہم کیا کھائیں گے۔ اس حرام زادے نے۔

اس نے کہا دس روپے کا ۔ یہ سن کر ان کی باچھیں کھل گئیں نوٹ جیب میں رکھا اور گولریاں منہ میں دبائیں اور اپنی راہ لی ۔ گویا بیگم صاحب نے بھونکتے ہوئے کتے کے سامنے روٹی کا ایک ٹکڑا پھینک دیا اور اس کا منہ بند کر دیا ۔

ہاں تو میاں ٹپن نے خیر سے تیرھویں سال میں قدم رکھا تھا ۔ لیکن زبان اب تک صاف نہ تھی ۔ اگر باپ بے چارے ٹوکتے تو بیگم صاحبہ ان کا منہ نوچ لیتیں اور فرماتیں "اونہہ" ہندی کی مثل نہیں سُنی ۔ مانک ٹیڑھے ہی بھلے ' رہنے دو جب سیانا ہوگا ۔ خود سمجھ لے گا ۔ ہمارے ٹپن ماموں تو کوئی بیس برس تک یوں ہی بولتے رہے اور اب دیکھئے تو ماشاء اللہ کیسے فراٹے بھرتے ہیں ۔ ہاں صرف اتنی بات ہے کہ مو قاف اب تک نہیں نکلتا ۔ اس کو تاف ہی کہتے ہیں ۔ اور رے کو لے ۔ اتنا کہہ کر بیگم صاحب نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا ۔ اور بے چارے نواب صاحب چپ ہوگئے ۔ غرض میاں ٹپن پر یہ مثل صادق آئی ۔ "ایک تو کریلا کڑوا ، دوسرے نیم چڑھا" ان کو انڈے کھانے کا بہت شوق تھا ۔ اور آج شرفو کے لڑکے نے انڈا کھا لیا تھا ۔ اسی پر میاں ٹپن اور ان کی ماں نے سارا گھر سر پر اٹھا لیا ۔

شرفو ایک شریف خاندان بیوی تھی ۔ پڑھی لکھی عقل مند سلیقہ شعار ۔ مگر تھی قسمت کی ہیٹی ۔ ماں باپ کا پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا ۔ ایک شوہر کا سہارا تھا ۔ وہ بھی چل بسا ۔ اب وہ تھی اور اس کا ننھا مشرف ، سچ ہے بیری وقت اسی کو کہتے ہیں ۔ چاروں طرف نظر دوڑاتی تھی کوئی والی وارث دکھائی نہیں دیتا تھا ۔ غریب دکھیا طرح طرح کے خیالات دماغ میں پکاتی ۔ کبھی وہ سوچتی کہ ٹوپیوں کے پلے بنا کر بیچوں ۔ کبھی سوچتی تھی کہ سلائی کر لیا کروں گی ۔ ...

....

مگر ساتھ ہی اس خیال سے اس پر مایوسی چھا جاتی ۔ کہ پلے اب کون بنتا ہے ۔ شیروانی پر تو لوگ اب ہیٹ لگانے لگے ہیں ۔ سنگر مشین کے آگے سلائی کس کی چلے گی ۔ آخر کار اس نے طے کیا ۔ نواب شجاع قدر کی مغلانی سے مل کر کچھ طے کر دوں ۔ مغلانی نے ایک مرتبہ اس سے کہا تھا کہ بیگم صاحب کو ایک .... کی ضرورت ہے

اس طرح بچاری شرفو ایک سیدزادی نے بیگم صاحب کی محل سرا میں قدم رکھا ۔ بیگم صاحب نے نام پوچھا ۔ تو اشرف بانو بتانے پر ناک بھوں سکوڑی اور کہنے لگیں " نا بہن اتنا لمبا نام کون لے گا اور پھر بیگم اور .... میں کچھ فرق تو ہو ۔ میں تو شرفو کہوں گی منظور ہے " وہاں انکار کی کس کو جرأت تھی ۔ اور شرفو بی بی اب سیدانی کے بجائے باورچن ہے ۔

" نا بیٹا اسے نہ کھاؤ "

" نہیں اماں ہم بھی .... "

مشرف علی ساڑھے تین سال کی جان ، یتیم بچہ ایک انڈے کے لئے اس طرح اپنی ماں شرفو سے کہہ رہا ہے اور وہ اس کو سمجھاتی ہے ۔ لیکن بچہ پھر بچہ ہی ہے ۔ وہ اپنے اور میاں ٹپن میں کوئی فرق نہیں پاتا ۔ اس کا دل صاف ہے اس کو اپنے آئینہ دل میں تمام شکلیں یکساں نظر آتی ہیں ۔ وہ مہترانی کے لڑکے سے جو چیز مانگتا ہے اور اس کو اپنی چیز دیتا ہے ۔ وہ اس سے گلے لگ جاتا ہے ۔ اس کے دماغ کا

پھر جب کسی بچے کی تصویر کھینچتا ہے۔ تو اس میں وہی خط و خال نظر آتے ہیں جو میاں تین کے

"نا بیٹا اسے نہ چھوؤ۔ کاٹ لے گا"

"جوجو ہے اماں؟"

"ہاں، ہاں"

اتنا کہنے پر بھی وہ نہ مانا اور اس نے انڈا اٹھا ہی لیا۔

شرفو کو اس دن کی جھڑکیاں یاد تھیں اور کوسنے بھی۔ وہ اپنے لئے سب کچھ سن سکتی تھی۔ لیکن اپنے لال کے لئے نہیں۔ مشرف برابر "ہم بھی" "ہم بھی" کرتا رہا۔ آخر شرفو جھلا گئی اور اس نے ایک مرتبہ پھر کہا۔

"جوجو ہے بیٹا کاٹ لے گا" اتنا کہہ کر اس نے تلا ہوا گرم گرم انڈا اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

مشرف بلبلا اٹھا۔ اور بیگم صاحب نے بڑبڑا کر کہا۔ بس بھئی توبہ بھلی۔ اس مردوے سے۔ جب دیکھو جب چیخا کرتا ہے۔ نیند حرام کر دی موئے نے، ذری کی ذری آنکھ جھپک گئی تھی کہ چیخ اٹھا۔ میں باز آئی۔" اتنا کہہ کر انھیں اور اسٹرف کو دھننے لگیں۔ مغلانی بچاری دل میں کہنے لگیں

"اُف! کیا واقعی ان امیروں کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ کیا یہ اتنے بے حس ہوتے ہیں۔ انھیں کسی دوسرے کے درد کا احساس نہیں۔ کیا یہی وہ امیر عورتیں ہیں جو اولاد کے لئے دم دیتی ہیں۔ مگر دوسرے کی اولاد کو کچھ نہیں سمجھتیں"

غریب شرفو نے اپنے بچے ہی کی خاطر یہ مصیبت برداشت کی تھی۔ جب وہی بیگم صاحب کی آنکھوں میں خار ہے تو اس کا رہنا بالکل بے کار ہے۔ اس نے نہایت خندہ پیشانی سے اس گھر کو خیرباد کہا۔ لیکن وہ رہ رہ کر یہ ضرور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیا واقعی بیگم صاحب اسی اسلام کی پیرو ہیں۔ جس نے یتیموں پر غصہ تک کرنے کو منع کیا ہے۔

"نہیں اماں۔ اب ہم نہیں کھائیں گے۔ وہ سچ مچ جوجو ہے۔ کاٹتا ہے۔ اماں! بیگم صاحب کے گھر سے چلو"

ایک چھپر کے نیچے چارپائی پر لیٹا ہوا مشرف بڑبڑا رہا ہے اگرچہ اس کے لفظ صاف سمجھ میں نہیں آتے مگر وہ یہی کہہ رہا تھا۔ جلے ہوئے ہاتھ والے اور بخار میں بھلستے ہوئے مشرف سے ان باتوں کے علاوہ کسی دوسری بات کی امید رکھنا غلطی ہے۔

اشرف بانو نے کہا۔ "بیٹا تم اب وہاں نہیں ہو تم اپنے گھر میں ہو۔"

یہ سن کر مشرف نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ مگر بخار کی شدت نے نہ کھولنے دیں۔ اس [illegible] سے کہا۔

"اماں تم اب امیروں کے پاس پڑوس ہرگز نہ رہنا۔ اُن کے لڑکے بڑے بے رحم ہوتے ہیں۔"

"نہیں بیٹا! انھیں بے رحموں میں بڑے بڑے اللہ والے اور رحم دل بھی ہوتے ہیں۔"

"نا اماں! مجھے تو ان سے ڈر لگتا ہے۔ یہ تو جوجو ہیں۔ مارتے ہیں۔ کاٹتے ہیں"

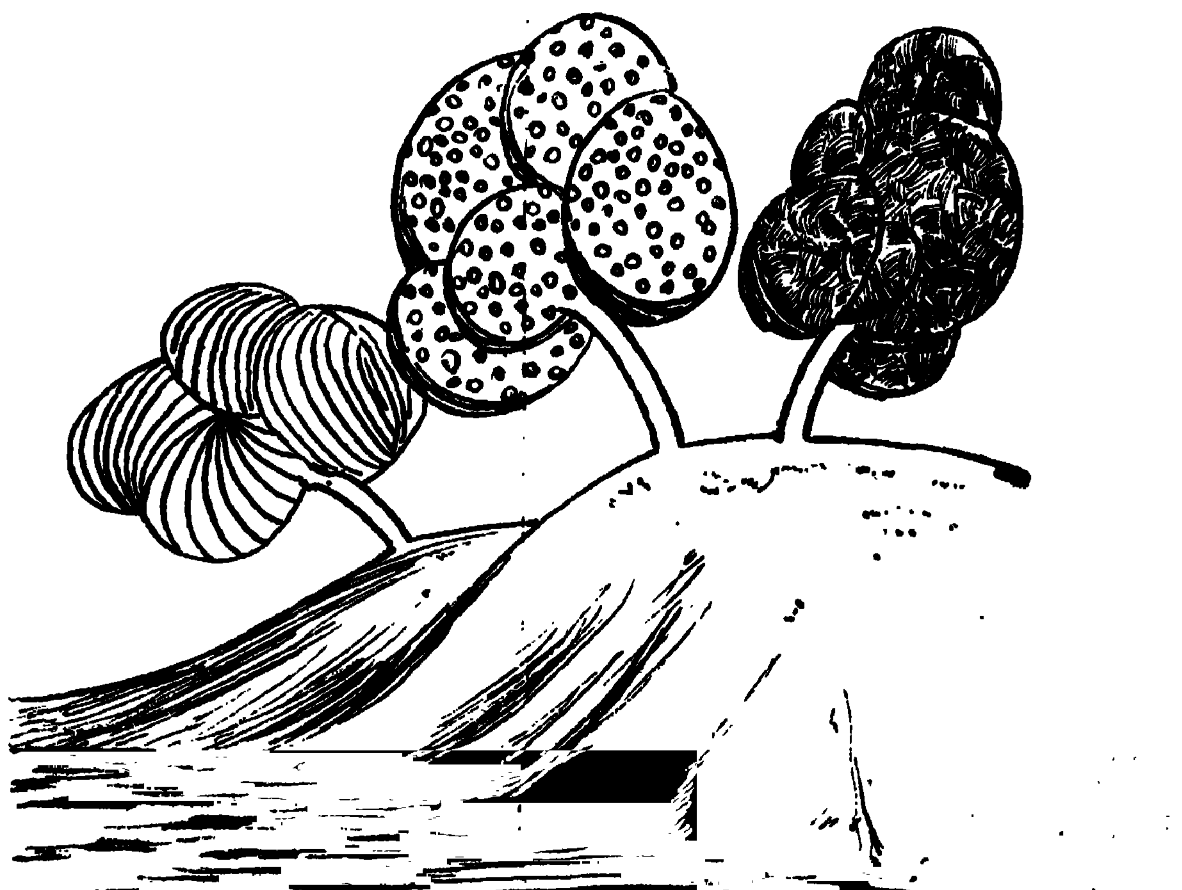
تین دن تک مشرف کی یہی حالت رہی۔ وہ ہذیان میں اسی طرح بکتا رہا۔ اشرف بانو کے پاس پیسہ کہاں تھا۔ جو کسی ڈاکٹر یا حکیم کو بلاتی۔ اس کا تو صرف خدا تھا۔ اور وہ بھی اس وقت نہ جانے اس سے ناخوش تھا یا خوش

بہرحال اس نے ایک دفعہ یہی کہا۔ مجھ سے تو خدا بھی خفا ہے" دعا کرتے کرتے زبان گھس گئی۔ آیتیں دم کرنے کرتے تھک گئی۔ چوتھے دن مشرف نے آنکھ کھولی اور کہا اماں! انڈا کھائیں گے" پھر چیخ کر کہا " نہیں اماں جوجو"

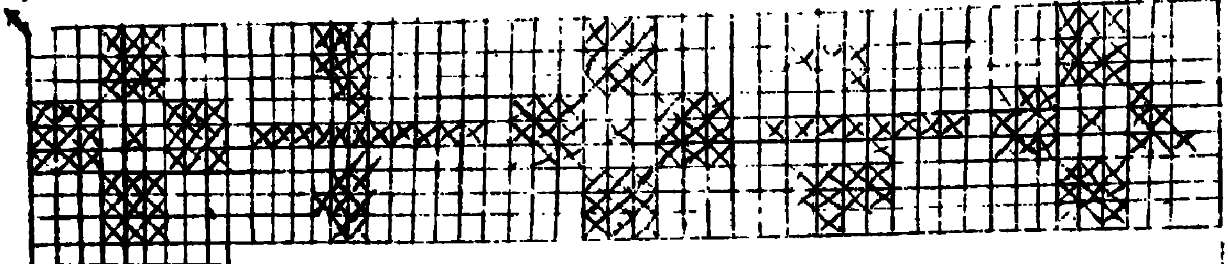
اشرف بانو سے اب نہ رہا گیا۔ اس کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ اس نے حیا کا جامہ اتار پھینکا۔ جس طرح ہو سکا ایک انڈا حاصل کیا۔ اس کو تلا۔ ٹھنڈا کیا۔ نمک مرچ پیس کر رکھا اور نہایت پیار سے مشرف کو پکارا۔ "بٹیا! آنکھیں کھولو دیکھو ادھر دیکھو"

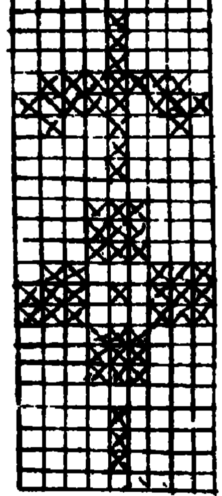
مشرف کو تیسرے پہر کو پھر گھبراہٹ نے آ دبوچا اس کا جلا ہوا تو اچھا نہ ہوا۔ بیگم کے مارنے سے اس کے ملتھے میں چوٹ آگئی تھی۔ اس میں بلا کا درد تھا۔ اس نے آنکھ کھولنے کی کوشش کی ماں کی محبت بھری آواز کان میں آئی۔ اس کو سانس لینے میں تکلیف تھی۔ اور مشکل سے آتی جاتی تھی۔ اس کی سانس بہت تیزی سے پھولنے لگی۔ اشرف بانو نے پھر پکارا "بٹیا آنکھ کھولو۔ دیکھو" مشرف نے آنکھ کھولی اور انڈے کو دیکھا۔ پھر آہستہ کہنے کی کوشش کی " اماں! نہیں ..... جوجو..... جوجو ... جوجو " اور آنکھ بند کر لی۔"

اشرف بانو کے حواس باختہ ہو گئے اور وہ بھی جوجو ..... جوجو........ چیخ کر بے ہوش ہو گئی۔

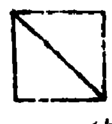


کراس اِسٹیچ میں بیل

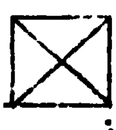




نوٹ :- یہ کام عموماً دوسوتی پر بنتا ہے ۔ لیکن اور کپڑوں پر بھی جالی یا کینوس لگا کر بنا سکتے ہیں ۔ پتے سبز ، پھول سُرخ ، پھول کا درمیانی نشان سبز ۔ ڈنڈیاں سبز بنائیں



شکل نمبر۱

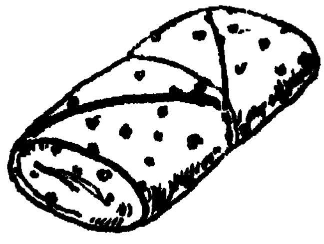


شکل نمبر۲

ترکیب :- پہلے آپ کونے کی طرف سے شروع کریں جہاں پر ↑ مندرجہ ذیل نشان لگا ہوا ہے ۔ اگر دو سوتی ہو تو چھ اور اگر کینوس ہو تو تین تار دائیں طرف چھوڑ کر سوئی نکال لیے ۔ اور نیچے کی طرف دو تار چھوڑ کر دائیں طرف سے ڈال کر بائیں ہاتھ نکال لیجئے ۔ جیسا کہ شکل نمبر۱ میں دکھایا گیا ہے ۔ پھر آپ اوپر کے حصّے میں دائیں طرف سوئی ڈال کر نیچے کی طرف نکال لیں ۔ اب آپ دیکھیں گی کہ ایک ضرب کا نشان بن گیا ہے ۔ جیسا کہ شکل نمبر۲ میں دکھایا ہے ۔ اب آپ ہر اک خانے میں جہاں بیل بنانی ہے یہی ضرب کا نشان بنا لیجئے ۔ اگر آپ بیل کسی میز پوش یا کشتی پوش میں بنائیں تو نقشہ دیکھ کر کونے بھی موڑ سکتی ہیں ۔ یہ بیل آپ کشتی پوش ، میز پوش ، قمیص ، شلوار کے پائینچوں پر بنا سکتی ہیں ۔

(زہرا خاتون)

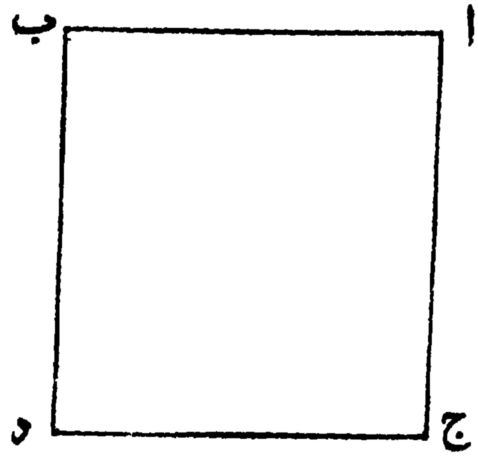
تلادانی



از دُرۃ البیضا بیگم - نیو مسلم گرل اسکول - پانی پت

تمھیں سینے پرونے کا شوق تو بہت ہوگا۔ اور کچھ نہ کچھ سلائی تم کرنے کی کوشش بھی کرتی ہوگی۔ مگر لمبے کام سے تم گھبرا جاتی ہوگی اور ضرور یہ چاہتی ہوگی کہ کوئی ایسی چیز بنانے کو ملے جو جھٹ پٹ تیار ہو جائے۔ آؤ ہم تمھیں ایک ایسی چیز بنانی سکھائیں جو جلدی سے تیار ہو جائے۔ خوب صورت بھی ہو اور کارآمد بھی۔ تم نے اپنی اماں کے پاس تلادانی دیکھی ہوگی۔ تم بھی اپنی سلائی کی چیزیں رکھنے کے واسطے ایک تلادانی بنالو۔ دیکھو کیسی جلدی سے بن کر تیار ہو جاتی ہے۔

اپنی اماں سے ایک کپڑا مانگ لو جو نہ بہت موٹا ہو۔ نہ ململ جیسا باریک پہلے پہل سلائی کرنے کے واسطے تو پرانا کپڑا بھی کافی ہے۔ مشق ہو جائے تو نیا کپڑا استعمال کر لینا۔ اس کپڑے کو تین گرہ مربع کر دو۔

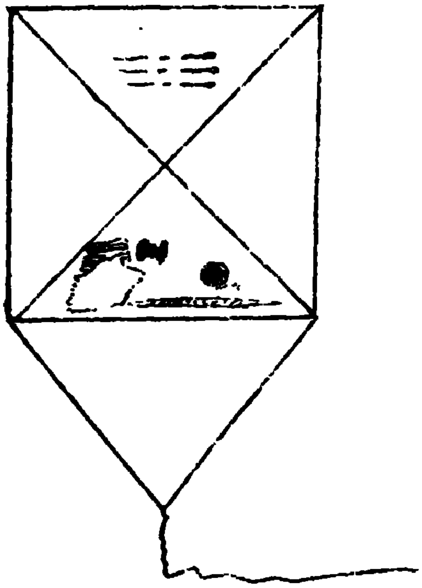


یعنی ایسا چوکور کاٹو جس کی لمبائی بھی تین گرہ ہو۔ اور چوڑائی بھی۔ اس کے چار خانے ہوں گے ۔ ا، ب، ج، د

ا اور ب کو ملا کر باریک باریک بخیہ کر لو۔ اسی طرح ا اور ج کو ملا کر سی لو۔ اس طرح لفافے کی شکل بن جائے گی اس کے بعد "ب" سے "د" تک اور "ج" سے "د" تک نہایت صفائی سے آدھ انگل

چوڑا ترپ لو۔ "د" پر کوئی پاؤ گز لمبا موٹا ڈورا یا فیتا ٹانک دو۔ اب تمھاری تلادانی تیار ہے۔ اس میں تم فوراً اپنا سوئی دھاگا رکھ سکتی ہو۔ سوئیاں اوپر کی طرف لگا دو تاکہ گرنے سے محفوظ رہیں۔ اندر دھاگے کی ریل، قینچی، کپڑے کے چھوٹے موٹے ٹکڑے رکھ کر لپیٹ دو۔

کنگھی رکھنے کے واسطے بھی تم تلادانی استعمال کر سکتی ہو۔ تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہے۔ قرآن شریف کے واسطے جزدان اور کتابوں کا بستہ بھی اسی طرح سے سلتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ تلادانی چھوٹی ہوتی ہے اور جزدان بڑا ہوگا اور جو قرآن شریف اس میں رکھنا ہو



اس کی پیمائش کے مطابق بنے گا۔ اس کی ترکیب پھر کبھی تمھیں بتائیں گے۔

رومال کے کونے کا خوبصورت پھول



پہلے ایک چوکور کپڑا لے کر اسے چاروں طرف سے باریک باریک ترپ لو پھر رومال کے ایک کونے پر اس پھول کو صفائی سے اتار لو۔ اب ڈی ایم سی کی لچھیوں سے یا کسی اور قسم کے باریک دھاگے سے اسے کاڑھو۔ بڑا پھول ہلکا گلابی، پتیاں دھانی، ڈنڈیاں گہری سبز اور دونوں چھوٹے پھول کاسنی رنگ کے کاڑھو

مسز صالحہ عابد حسین

خوشی کی قید

بھلا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہوگا جس نے اپنی خوشی سے قید۔ وہ بھی تنہائی کی قید قبول کی ہو۔ تمھیں یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ آج سے ستر اسی سال پہلے ایک شخص نے یہ کر کے دکھا دیا قصہ یوں ہے کہ اپریل سنہ ۱۸۶۰ء میں انگلستان کے لارڈ سیسل اور امریکہ کے ایک نوجوان والٹر ہیسٹنگز ساتھ مل کر کھانا کھا رہے تھے۔ اس زمانے میں اٹلی کے ایک شخص کو قید تنہائی کی سزا ہوئی تھی لیکن اس نے سزائے موت کو اس پر ترجیح دی والٹر ہیسٹنگز نے کہا قید تنہائی کی ہیبت، خواہ مخواہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے اس پر بحث ہونے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ لارڈ سیسل نے کہا۔ اگر کوئی معقول آدمی دس سال کے لئے اپنی خوشی سے تنہائی کی قید میں رہے گا۔ اسے میں دس ہزار پونڈ دینے کو تیار ہوں۔ نوجوان امریکن نے لارڈ کی اس دعوت کو قبول کر لیا جتنے لوگ وہاں بیٹھے تھے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے

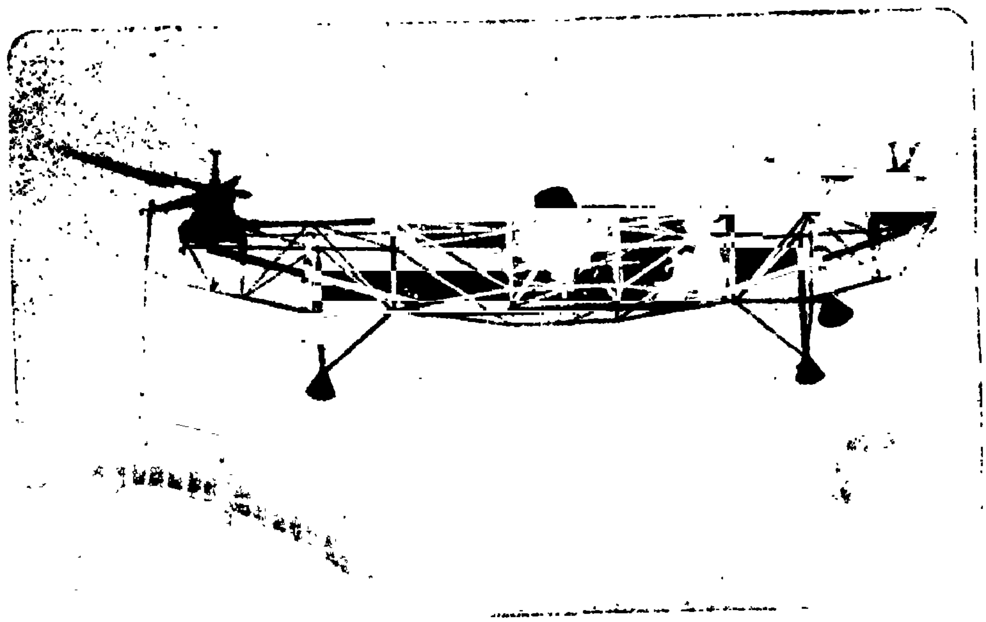
۱۲ فٹ چوڑی، ۱۵ فٹ لانبی کوٹھری تیار کی گئی۔ کچھ کتابیں اور لکھنے پڑھنے کا سامان اس کوٹھری میں رکھ دیا گیا۔ والٹر ہیسٹنگز ۲ مئی سنہ ۱۸۶۰ء کو اس میں داخل ہوا اور یکم مئی سنہ ۱۸۷۰ء کو اس میں سے نکلا۔

دس سال کی قید پوری ہوگئی تھی مگر بے چارے کا حلیہ





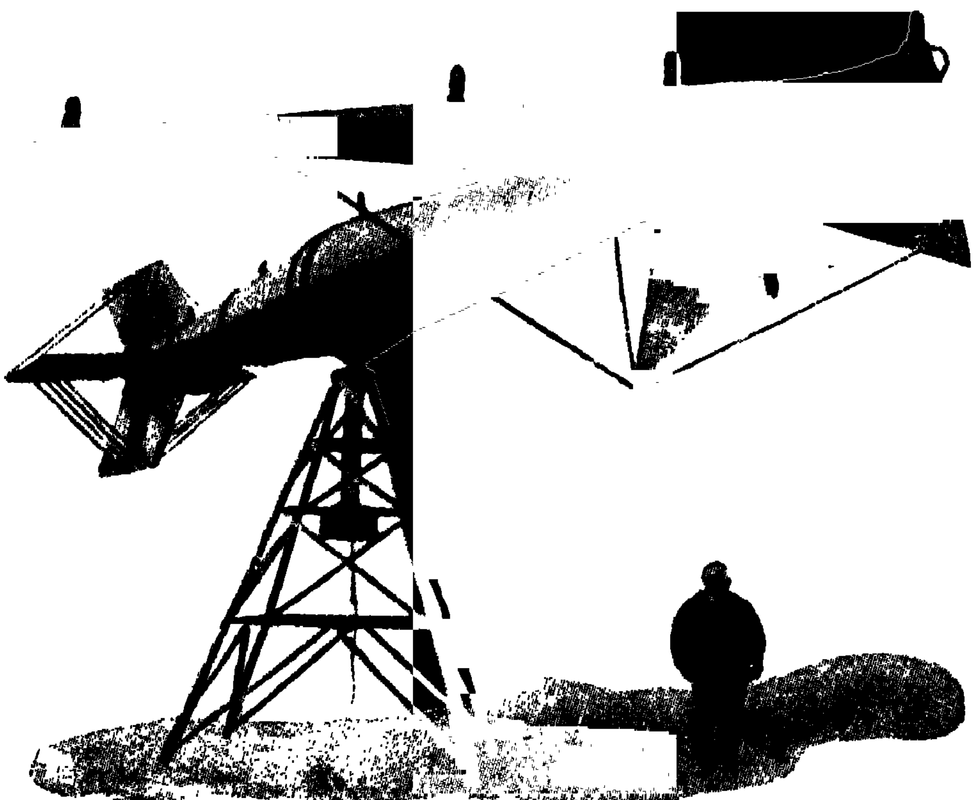
کچھ عجیب ہوگیا تھا۔ دیکھ کر ترس آتا تھا۔ چہرے پر جھریاں ڈاڑھی کے بال سفید براق، غرض ۳۵ سال کا نوجوان ۶۵ سال کا بڈھا معلوم ہوتا تھا۔ صحت اتنی گر گئی تھی کہ آخر سنہ ۱۸۷۴ء میں چار سال کے بعد دنیا سے چل بسا۔



نئی قسم کا ہوائی جہاز یہ مشین بند کرنے کے بعد بھی پانچ منٹ تک ہوا میں ٹھہر سکتا ہے ۔



آسمانی مکھی اس کا وزن صرف ۳۱۶ پونڈ ہے



ہوا کا رخ بتانے والا پلیٹ فارم جو ہوائی جہازوں کو سات سو فٹ سے نظر آتا ہے -

Calcutta Art Press Delhi.

پہلا حملہ پہاڑ پر چڑھنے کے لئے کچھ قلیوں کا اور انتظام کیا گیا جو اس کام کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اور جنھوں نے ۱۹۳۲ء میں ہم لوگوں کو بہت مدد دی تھی۔ ان قلیوں کو "بالٹی" کہا جاتا ہے۔ ان کے آنے کے بعد سامان اوپر بھیجنا شروع کیا گیا۔ مسٹر مرکل نے مجھ کو مسٹر مولر بیئر اور واٹلینڈ کو آگے بڑھنے کے لئے حکم دیا۔ میرے بھیجنے کا مقصد آبشاروں اور چوٹیوں کی فلم تیار کرنا تھا۔ ۲۶ر مئی کو ہم لوگ اپنے بنیادی خیمے پر پہنچ گئے۔ یہاں پر قلیوں نے سامان تیار کر رکھا تھا۔ اس جگہ ہم نے اپنے پیٹرول سے چلنے والے چولھوں کا بھی تجربہ کیا۔

دوسرے دن واٹلینڈ سامان کی دیکھ بھال میں مشغول ہوئے اور میں مع مولر بیئر کے فوٹو لینے کے خیال سے آگے بڑھ گیا۔ ننگا پربت سامنے نظر آ رہا تھا۔ یہاں سے تقریباً ۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اس کی چوٹی ہے رسیوں کے ذریعے ہم لوگوں نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ دارجیلنگ کے قلیوں کو اس کام میں کافی مہارت تھی اور ان کی مدد سے ہم لوگ اوپر چڑھ گئے۔ جیسے جیسے اوپر چڑھتے جاتے برف زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ رکھیات آبشار کے مقابل پہنچ گئے اور یہاں ہم نے اپنا پہلا کیمپ نصب کرنے کا فیصلہ کیا۔

ان سب باتوں سے فرصت پا کر ہم لوگ بنیادی کیمپ پر واپس آ گئے۔ دوسرے دن صبح کو مسٹر ولزنباخ اور ڈرکسل قلیوں کی آگے والی پارٹی کو مدد دینے کے خیال سے روانہ ہوئے۔ شام کو ریڈیو کے ذریعے انھوں نے اپنی خیریت سنائی۔ اس کے تیسرے دن تین آدمی اور روانہ کئے گئے۔ وہ دن ڈاک کے پہنچنے کا تھا۔ ہر شخص کی بیتابی دیکھنے کے قابل تھی۔ کوئی ڈاک کا تھیلا چھینے لے رہا تھا۔ کوئی اخبار لے کر بھاگا جا رہا تھا۔ عجب ہنگامہ تھا، مگر ہمارے بڑے صاحب کے رعب کی وجہ سے یہ ہنگامہ جلد ہی فرو ہو گیا۔

ایک دن "بالٹی" قلیوں نے ہڑتال کر دی۔ کسی نے ان سے کہہ دیا کہ دارجیلنگ والے قلیوں کو پانچ روپے روزانہ دیے جاتے ہیں۔ اس وقت ہم کو ان قلیوں کی سخت ضرورت تھی مگر روپیہ کی کمی کے سبب ان کے ساتھ رعایت ممکن نہ تھی۔ اس موقع پر جمعدار "لیوا" نے بڑی دلیری سے کام لیا۔ اس نے ان سب کو ڈانٹا اور ان کے بدن پر جتنے کپڑے تھے سب اتروا لئے اور بطور سزا کے ان سے برف کا ایک زبردست تودا کاٹنے کو کہا جس کا کھودنا تقریباً ناممکن تھا۔ اس کی یہ حکمت عملی کام دے گئی اور بارہ قلیوں نے بڑے صاحب کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ بقیہ کو فوراً رخصت کر دیا گیا۔ مسٹر واٹلینڈ نے ایک خط مسٹر مرکل کو ان دنوں کے حالات کا لکھا تھا۔ اس سے پورا پورا حال معلوم ہوگا۔

"بنیادی کیمپ سے عارضی بنیادی کیمپ کو"

یکم جون۔ ساڑھے دس بجے صبح"

"۱۔ موسم بہت اچھا ہے۔ ہر شخص کام پر لگا ہوا ہے سامان کی درستی۔ کھدائی۔ تصویر کشی جاری ہے۔

۲۔ کل صبح (۲ر جون) برنارڈ۔ سنگسٹر۔ لشٹولڈ اور مولر بیئر مع سات دارجیلنگ کے قلیوں کے روانہ ہو جائیں گے

ان کے ساتھ سولہ بالٹی بھی ہونگے۔

۳۔ پرسوں صبح کو برنارڈ اور سنگسٹر تین یا چار دارجیلنگ کے قلیوں کو لےکر دوسرے کیمپ کے لئے روانہ ہوں گے تاکہ آنے والی پارٹی کے لئے سامان مہیا کریں۔ لشٹبولڈ اور مولر تیسرے کیمپ پر تصویریں لیں گے۔"

۴۔ آج ایک دارجیلنگ کے قلی کو واپس بھیجا جا رہا ہے جو بیمار ہوگیا ہے۔ سامان جلد روانہ کیا جائے۔"

۵۔ مسٹر فرانسیر (انگلش ریزیڈنٹ) کو بتا دیا جائے کہ ہم لوگ بیس (۲۰) بالٹی قلیوں کو رکھیں گے باقی کو واپس کردیا جائے۔

۶۔ آج ۷ بجے شام سے ۷ بجکر ۹ منٹ تک مسٹر لشٹبولڈ ریڈیو پر بات کریں گے۔ اس کے بعد دس منٹ تک وہ آپ لوگوں کی گفتگو سنیں گے۔ پھر پانچ منٹ کے بعد مقرر بدل جائے گا یعنی شروع کے پانچ منٹ میں یہاں سے گفتگو ہوگی اور اس کے بعد آپ کے یہاں سے۔ یہ سلسلہ ۸ بجکر ۵۵ منٹ تک جاری رہے گا۔ لہروں کا نمبر ۵۰ و ۶۷ اور ۸۶ و ۳۴ ہوگا۔ اس کا خیال بہت ضروری ہے۔

۷۔ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس محکمے کے افسران کو مطلع کر دیا جائے کہ وہ ان لہروں میں مخل نہ ہوں۔

۸۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ آپ سب کا بہی خواہ ولی

مسٹر واٹلینڈ کی مستعدی کی وجہ سے پہلے کیمپ سے یہاں تک دو تین چکر کرنا پڑے۔ دوسرے کیمپ سے ولز بناخ نے جو خط لکھا تھا اس سے مزید حالات معلوم ہونگے۔

"دوسرا کیمپ۔ یکم جون ۱۹۳۴ء

" پہلے کیمپ کے صاحب لوگوں کے نام۔

ہم نے پہلا کیمپ کل ۷ بجے صبح چھوڑا۔ گیارہ بجے تک ہم سب برف میں ڈھک گئے۔ قلیوں کو اس سے بہت تکلیف پہنچی۔ ان کے لئے آگے بڑھنا غیر ممکن تھا۔ اس کے علاوہ ہمارا کافی وقت راستے کی تلاش میں ضائع ہوا۔ چنانچہ ایک عارضی کیمپ (۱۶۴۰۰ فٹ) پر بنایا گیا۔ قلیوں کی آخری کھیپ تین بجے سہ پہر کو آئی۔

" آج صبح ہم لوگ ساڑھے چھ بجے روانہ ہوئے۔ راستے کی تلاش میں کچھ وقت خراب ہوا۔ مگر کچھ ہی دیر بعد ہم کو ہموار میدان مل گیا۔ ۱۰ بجے تک ہم لوگ ایک سطح مرتفع پر پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے دوسرا کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا۔ یہ مقام ۱۷۵۵۰ فٹ پر ہے۔ تقریباً اسی جگہ ۱۹۳۲ء میں کیمپ لگایا گیا تھا۔ ہم سب قلیوں کو نیچے بھیج رہے ہیں۔ صرف اردلی اور باورچی رہ جائیں گے کیونکہ کھانے کا سامان ختم ہوگیا ہے۔ کل ہم تیسرے کیمپ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ جو قلی اسوقت نیچے جا رہے ہیں ان کی چھولداریاں اور کمبل ہم نے رکھ لئے ہیں۔"

اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ کل روانہ ہو جائیں تو براہ مہربانی قلیوں کو کل (۲ر جنوری) شام تک مع کھانے کے سامان کے روانہ کر دیجئے۔ ایک کنستر پیٹرول اور ہمارے ذاتی سامان کے بورے بھی بھیج دیجئے گا لیکن قلیوں پر زیادہ سامان نہ لادا جائے کیونکہ ان کو پھر چڑھائی پر جانا ہے۔ اس کے علاوہ دھوپ کی عینکیں۔ صاحب لوگ اور قلیوں کے لئے سگریٹ اور ریڈیو والو (valve) کو نہ بھول جائے گا۔"

آپ کا خیر طلب ولی"

ہم لوگ بھی اس کے بعد پہلے کیمپ سے ہو کر دوسرے کیمپ کے لئے روانہ ہو گئے۔ سب سے آگے جانے والی پارٹی

چوتھے کیمپ کا راستہ بنا رہی تھی اور مسٹر اشبر ینر نے خط کے ذریعے ہم کو اطلاعات بھیجیں۔

"ازعارضی کیمپ نمبر ۳ ۔ ۶ رجون۔

صبح کے وقت برف ہم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی۔ ولو (ولزنباخ) اور بالبو (ڈوریکیل) نے دوسرے کیمپ سے تیسرے کیمپ تک ایک مفید راستہ معلوم کرلیا ہے تیسرا کیمپ ۱۹۰۰۰ فٹ پر لگایا گیا ہے۔ ۱۹۳۲ء کے راستہ سے اب راستہ بدلا ہوا ہے۔"

۷ رجون۔

آج پارہ ۲۲ ڈگری پر ہے ہلکے ہلکے بادل ضرور ہیں مگر طوفان نہیں ہے۔ آج صبح ولزنباخ ہمارے خیمے میں آئے اور کہا کہ رات بھر ڈرکسل کو تکلیف رہی۔ یہ سُن کر میں وہاں گیا۔ اور ڈرکسل کو دیکھ کر ان سے نیچے چلے جانے کو کہا میں نے اور شنیڈر نے چوتھے کیمپ کا راستہ تلاش کیا سہ پہر تک ہم لوگ واپس آ گئے۔ ڈرکسل نے ریڈیو کے ذریعہ بنیادی کیمپ سے گفتگو کی اور جواب میں مسٹر مرکل کا اظہار خوشنودی سنا۔ ۴ بجے ڈرکسل کو تکلیف زیادہ ہونے لگی اور انھوں نے دوسرے کیمپ کی واپسی کا ارادہ کیا اور ہم لوگوں سے چوتھے کیمپ پر ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئے۔"

ایک حادثہ جانکاہ

ہم لوگوں کے دن بڑے اطمینان سے کٹ رہے تھے کسی بری بات کا وہم وگمان بھی نہ تھا یکایک ۷ رجون کو مسٹر ڈرکسل کا اردلی ہنپتا کانپتا ہوا آیا اور یہ خبر بد سنائی کہ بالبو صاحب (قلی ان کو اسی نام سے پکارتے تھے) سخت بیمار ہو گئے ہیں اور بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے اس غیر متوقع اور متوحش خبر کو سن کر ہم لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ مسٹر مولر یٹر اور میرا اردلی پاسنگ تیسرے کیمپ کی طرف بھاگے اور میں نے چائے بنانا شروع کی دس منٹ بعد یہ لوگ مع الفرڈ ڈرکسل کے آ گئے۔ الفرڈ کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور سانس تیزی سے چل رہی تھی اس وقت اس سے زیادہ اور کوئی بات نہ تھی۔ ہم لوگوں کے پاس اس وقت سامان میں صرف ایک خیمہ اور ایک بستر تھا، بیمار کو آرام پہنچانے کے خیال سے اور سامان مہیا کرنے کے لئے مولر یٹر نے اسی وقت شب میں پہلے کیمپ پر جانے کا ارادہ کر لیا تاکہ وہاں سے وہ مع سامان اور ڈاکٹر کے دوسرے دن صبح کو یہاں پہنچ جائیں۔ ان کے جانے کے بعد میں ڈرکسل کے برابر لیٹ گیا اور ان کا جی باتوں سے بہلانے لگا۔ آدھی رات کے قریب ان کو نیند آ گئی مگر میری آنکھوں سے نیند قطعی غائب تھی اور اس رات کا کاٹنا دوبھر ہو گیا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی، اور خلاف توقع ڈرکسل اسوقت بشاش تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے مشورہ دیا کہ ہم لوگوں کو پہلے کیمپ پر واپس جانا چاہئے میں نیچے اُتر نے کا سامان پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ان کی حالت میں یکایک تبدیلی شروع ہوئی اور واپس جانے کا کوئی سوال ہی نہ رہا۔ میں نے گھبراہٹ میں پاسنگ کو ایک خط لے کر تیسرے کیمپ پر بھیجا تاکہ وہاں سے مسٹر ولزنباخ مع خیمہ اور بستر کے ہمارے پاس آ جائیں پھر تلا پاسنگ تین گھنٹہ کے مختصر عرصہ میں واپس آ گیا اور کہا کہ وہاں نہ صاحب لوگ ہیں نہ قلی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ

چوتھے کیمپ پر پڑھ گئے تھے۔

۱۰ بجے کے بعد سے مسٹر ڈرکسل غافل ہو گئے۔ میں نے بار بار ان کا نام لے کر پکارا اور کندھے ہلائے لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ قدرت ان کو تھپکی دے کر سلا رہی تھی۔ پہاڑوں پر سے برف کی چٹانوں کے گرنے کی آوازیں چلی آ رہی تھیں میں اپنے بیمار دوست کے پاس تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ سوائے غم کے اس وقت میرا کوئی شریک نہ تھا۔ ڈرکسل کی حالت لمحہ بہ لمحہ گرتی جا رہی تھی میں نے گھبرا کر دوبارہ پاسنگ کو پہلے کیمپ پر روانہ کیا۔ وہ وہاں سے ساڑھے پانچ بجے شام کو مع مسٹر مولریئر اور ڈاکٹر برنارڈ کے واپس ہوا۔ ان لوگوں کے آنے سے میری ہمت بندھی اور اپنے بیمار دوست کی صحت کی امید ہونے لگی۔

اگرچہ چڑھائی کی تھکن سے دونوں چور ہو رہے تھے لیکن ڈاکٹر برنارڈ نے نہ تو کھانے کی پرواہ کی اور نہ پینے کی۔ آتے ہی اپنے بیمار دوست کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور جلد ہی پتہ چلا لیا کہ مریض نمونیہ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ مگر اس وقت کی تکلیف نے ان کو بھی گھبرا دیا اور اپنی امکانی کوشش ختم کر دینے کے لئے فوراً ہی انھوں نے پاسنگ کو ایک قلی کے ساتھ پہلے کیمپ پر روانہ کیا تاکہ وہاں سے آکسیجن کا بکس لائے۔ مولریئر نے ڈاکٹر کی بہت مدد کی اور میں تو تھک کر الگ جا پڑا تھا۔ ادھر بیمار کی یہ حالت تھی اُدھر برف کا طوفان تھا کہ برابر جاری تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ موت اس نوجوان کی زندگی کا خیر مقدم کرنے آ رہی تھی۔ بارش کھل گئی اور ڈوبتا ہوا سورج آنکھوں کے سامنے تھا۔ اور جلد ہی سب مرحلے طے ہو گئے۔ شب کے ۹ بجکر بیس منٹ پر ڈرکسل مسکراتے ہوئے ابدی نیند سو گئے غم کی وجہ سے ڈاکٹر کا برا حال تھا اور ہم لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے قلیوں کے دلخراش نالے جگر کے پار ہو رہے تھے۔

تین بجے صبح کو ایک روشنی دُور سے نظر آئی۔ بہادر وائلینڈ قلیوں کے سروں پر آکسیجن کا بکس رکھوائے چلے آ رہے تھے۔ لیکن اب اس کی کیا ضرورت تھی! وائلینڈ نے اس خبر کو سنتے ہی ایک پچھاڑ کھائی۔

صبح ہونے سے پہلے ایک آدمی کو چوتھے کیمپ پر اس خبر کے ساتھ دوڑ آیا۔ سترہ ہزار فٹ کی بلندی پر میت کا اٹھانا بھی ایک زبردست کام تھا۔ چوتھے کیمپ سے وہ لوگ جلد ہی پہنچ گئے۔ اس وقت پورا عملہ موجود تھا قلیوں میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے مرحوم کے آخری وقت میں نوکروں کی طرح خدمت نہ کی تھی بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی گھرانے کے سب لوگ ہیں۔ اور اپنے کسی عزیز کی تیمارداری میں خون پسینہ ایک کر رہے تھے۔ میت کے لئے سب نے مل کر پھول اکٹھے کئے۔ اور بہت ہی مستعدی سے قبر کھودی گئی

۱۱ جون کی دوپہر کو پہاڑوں کے دامن میں الفرڈ ڈرکسل کی نعش کو سپردِ خاک کیا گیا۔ مسٹر مرکل نے قبر کے کونے پر کھڑے ہو کر چند الفاظ کہے جس میں انہوں نے اپنے سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے مسٹر ڈرکسل کی دلیرانہ موت کا تذکرہ کیا۔ اور ان کی اس بے وقت جدائی سے جو صدمہ ہم لوگوں کو پہنچا تھا اسکا اظہار کیا۔ سب سے بڑھ کر انھوں نے مسٹر ڈرکسل کے والدین کی طرف توجہ دلائی۔

مگر فوراً ہی ننگا پربت کا ذکر کیا تاکہ ہم لوگ اپنے مقصد اصلی سے غافل نہ ہو جائیں۔

پہاڑیوں نے اپنی زبان میں موت کا پہاڑی نغمہ گایا: وہ منظر بھی انتہائی دردانگیز تھا۔ مسٹر ڈرکسل کی قبر پر پھول چڑھا کر ہم لوگ رخصت ہو گئے

دوسرا حملہ اپنا مقصد یاد دلانے کے لئے ہمیں کسی کی یاد دہانی کی ضرورت نہ تھی۔ مرحوم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوتے ہی دوبارہ چڑھائی کی تدابیر سوچی گئیں۔ قلیوں نے بے حد وفاداری کا ثبوت دیا۔ دوسری چڑھائی کی تیاری شروع ہوتے ہی انھوں نے سامان اٹھانے کی آمادگی فوراً ظاہر کی۔ روانگی سے قبل عزیزوں اور دوستوں کو خط اور تار روانہ کئے گئے۔ ۱۲ جون کو لیوا کی سرکردگی میں قلی چوتھے کیمپ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دو انگریز دوست بھی تھے جو کشمیر سے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے۔ قلیوں کی روانگی کے بعد ہم لوگ اپنے مرحوم دوست کی قبر بنانے میں مصروف ہو گئے۔ چٹانوں پر سے پتھر لا لا کر برابر جما دئے گئے اور اس طریقہ سے اپنے ایک وفادار دوست کی یادگار ہم لوگوں نے قایم کی۔

چند دنوں کے بعد لیوا ایک بُری خبر لے کر آیا۔ یعنی اس عرصہ میں اوپر برفباری بہت ہوئی تھی اور پہلے کیمپ کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ چوتھے کیمپ پر جو دس پالٹی جا رہے تھے ان میں سات بیمار پڑ گئے تھے اور تیسرے کیمپ سے آگے کوئی نہ بڑھ سکا تھا۔ اس تکلیف کی وجہ سے وہ لوگ آگے جانے سے انکار کر رہے تھے۔ لیکن جب ڈاکٹر برنارڈ نے ان کی نبض دیکھی تو کوئی خرابی نہ پائی۔ لیوا نے اس وقت اپنا پرانا حربہ استعمال کیا یعنی جن قلیوں نے آگے جانے سے انکار کیا، ان کی وردی وغیرہ چھین کر ان کو برخاست کرنے کی دھمکی دی۔

روانگی سے پہلے ڈاکٹر برنارڈ نے پھر ہم لوگوں کا معائنہ کیا۔ ہر شخص کے پھیپھڑوں کی جانچ کی اس موقع پر مسٹر ولزنباخ سب سے آگے نکل گئے۔ امتحان کے اس موقع پر سانس کا روکے رکھنا بہت ہی مشکل تھا۔ مزہ جب آیا ہے کہ خون کی جانچ کرنے کے لئے ڈاکٹر برنارڈ نے ہر ایک کے کان کی نوییں سے خون کھینچا تھا۔ اور سب کو تکلیف ہوئی تھی۔

دوسرے کیمپ سے یہ خبر آئی کہ شنید رکا اردلی پاسنگ نمبر ۲ سخت زکام اور گٹھیا میں مبتلا ہو گیا ہے۔ غریب ڈاکٹر کو بلا پس و پیش وہاں جانا پڑا۔ پاسنگ کو بنیادی کیمپ تک پہنچانا بھی بہت مشکل کام تھا۔

ہماری پریشانیاں اسی حد تک نہ تھیں بلکہ قدرت ہمارا امتحان پورے طور پر لے رہی تھی۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے پہاڑی گیہوں (جن کو سمپا کہتے ہیں) ہم تک نہ پہنچ سکے تھے جس کی وجہ سے خواہ مخواہ ہماری روانگی میں دیر ہوئی۔ کیونکہ غذا کا کافی انتظام کئے بغیر ہم لوگ روانہ نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر اس دیر سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ کچھ دلچسپ تحقیقات کے مواقع ہم لوگوں کو مل گئے۔ یعنی ولی وائلینڈ بینگسٹر بلیدر کی چوٹی پر چڑھ گئے اور میں مع مرکل۔ ولزنباخ اور مولرتیر وغیرہ کے ساڑھے سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا جہاں سے ننگا پربت کے شمال مغربی رُخ کا پورا پورا منظر سامنے تھا۔ اس محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن ہم لوگ ہشاش بشاش تھے اور اتنے دن آرام کرنے سے جو کاہلی بدن میں

آگئی تھی اس کی جگہ اب پھرتی تھی۔

ایک دن ڈاک والا بھی پہنچ گیا۔ اگرچہ وہ دیر سے آیا تھا لیکن ڈاک ملنے کی خوشی میں کسی شخص نے بھی اس دیر کی طرف توجہ نہ کی بلکہ ڈاک کے تھیلے پر ٹوٹ پڑے۔ یورپ کے ہر ملک سے خطوط آئے تھے۔ ہندوستان کے چاروں طرف سے لوگوں نے دریافت حال کیا تھا۔ غرض دنیا بھر سے خطوط اور اخباروں کا ایک انبار تھا اور ہر شخص ان کے دیکھنے میں محو تھا۔

اس دفعہ ہماری روانگی دو پارٹیوں میں کرکے طے ہوئی۔ اور یہ دونوں پارٹیاں دو دو دن کے وقفے سے روانہ ہونے والی تھیں۔ ہر ایک چیز انتہائی غور و خوض کے بعد ٹھیک کی گئی۔ ہر ایک صاحب لوگ اور قلی کو ان کی روانگی کا وقت اور ڈیوٹی بتا دی گئی۔ جب سمیا کے پہنچ جانے کی خبر سنائی گئی تو ہم لوگ بالکل تیار ہو گئے اور ہر ایک نے اپنے گھر آخری خطوط روانہ کئے۔ میں بھی اپنے خیمے میں ادھر اُدھر گھوم رہا تھا اور "ننگا" (بھیڑیے کا بچہ) میرے پیچھے پیچھے تھا۔ کئی روز سے ان کی دیکھ بھال سے بھی ہم لوگ غافل ہو گئے تھے۔ شام کے وقت چار غبارے آسمان پر اُڑتے ہوئے نظر آئے جس سے تیسرے کیمپ والوں کو پتہ لگ گیا ہو گا کہ ہم لوگ روانہ ہونے والے ہیں۔

۲۲ر جون کو پہلی پارٹی روانہ ہوئی جس میں چھ صاحب لوگ اور چودہ قلی تھے۔ قلیوں نے اپنی رسم کے مطابق روانگی کے وقت آگ جلائی۔ سامان کی تیاری کی وجہ سے ہم لوگوں کو پہلے کیمپ پر پہنچنے میں دیر ہوئی۔ دھوپ ہو جانے کی وجہ سے برف بھی نرم ہو گئی تھی اور چڑھتے چڑھتے قلیوں کے پاؤں اندر دھنسے جا رہے تھے۔ بعض خطرناک جگہوں سے ان کو بڑی حفاظت سے نکالا گیا۔ ہمارے گلے سوکھے جا رہے تھے۔ سانس پھول رہا تھا اور اسوقت کوئی ٹھنڈی چیز پینے کی خواہش تھی۔ مسٹر مرکل کی نگاہ ہم سب پر تھی کہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے کوئی قلی برف کا ڈھیلا منہ میں نہ رکھ لے۔

دوسرے کیمپ میں مسٹر فرائمر (انگریز ساتھی) ہمارے منتظر تھے جہاں انہوں نے ہمارے لئے شربت وغیرہ تیار کر رکھا تھا۔ وہ یہاں ایک ہفتہ سے تنہا ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارا پرانا کیمپ برف کے نیچے دبا پڑا تھا۔ مسٹر فرائمر نے دانشمندی سے کام لے کر اس مرتبہ دوسری جگہ خیمہ نصب کرنے کے لئے منتخب کی تھی۔ یہاں کچھ دیر قیام کرنے کے بعد ہم لوگ تیسرے کیمپ کی طرف بڑھ گئے۔ یہ ۱۹۴۰۰ فٹ کی بلندی پر لگایا گیا تھا۔

۲۵ر جون کو ہم لوگ چوتھے کیمپ (۲۰۲۰۰ فٹ) پر پہنچ گئے۔ یہ خیمہ ایک مرتفع سطح پر لگایا گیا تھا۔ یہاں ملبہ کے کھنڈر صاف نظر آ رہے تھے۔ سامنے قراقرم پہاڑ تھا۔ اور نیچے رکھیات آبشار پوری طاقت سے بہہ رہا تھا۔

قلیوں کو یہاں سے تیسرے کیمپ پر سامان لانے کے لئے واپس جانا تھا اس لئے ہم لوگوں نے کچھ دنوں کی چھٹی منائی اور میں اپنا کیمرہ لے کر اوپر چڑھ گیا تاکہ وہاں پر کچھ اچھی تصویریں لے سکوں۔ مجھے یہاں کافی کامیابی ہوئی۔ ہمارے سامنے "راما" نالا بہہ رہا تھا اور کچھ دور سلبرسل (برف کا کھڈ) تھا۔ اس کے پار ننگا پربت اپنی پُر ہیبت بلندی کے ساتھ ہمارے

سامنے تھا۔

یکم جولائی کو ہم لوگ یہاں سے آگے روانہ ہوئے اس دن سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ ایک قلی نے اظہار عقیدت کے لئے اپنی عبادت کا کپڑا اسٹر مرکل کے پاؤں کے پاس بچھایا اور دیوتاؤں سے ! بے آقا کی کامیابی کی دعا مانگی۔ برف پر جھک کر دوسرے قلی نے بڑے صاحب کے پاؤں چومے۔ سامان فوراً لاد گیا اور ہم لوگ رکھیاٹ کی چوٹی پر روانہ ہوگئے۔

کوہ رکھیاٹ کی فتح

اس چوٹی کی فتح کا خیال ہم لوگوں کے دماغوں میں عرصے سے گھوم رہا تھا۔ ۱۹۳۲ء کے برفباری کے تجربے کے بعد اس دفعہ ننگا پربت تک پہنچنے کا خیال پرانے راستے سے نہ تھا۔ بلکہ رکھیاٹ کی چوٹی پر سے جانے کا ارادہ تھا۔ ہم میں سے ہر شخص اس راستے کو اختیار کرنے کا خواہشمند تھا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ برف پر چلتے چلتے سب اکتا گئے تھے اور چاہتے تھے کہ پہاڑی زمین ملے۔ کیونکہ رفتار ترقی ایسی جگہ پر بہت تیز ہوجاتی ہے۔

چوتھے کیمپ سے پانچویں کیمپ تک کا راستہ بہت آسانی سے طے ہوگیا۔ اگرچہ چڑھائی کی رفتار ذرا سست تھی اور سانس لینے کے لئے دیر تک رکنا پڑتا تھا۔ اس کے سوا فوٹوگرافروں نے بھی خوش نما مناظر دیکھ کر دیر لگائی۔ سیدھا راستہ ہونے کی وجہ سے چند تصویریں گہرائیوں اور بلندیوں کی خوب لی گئیں۔

دوسرے دن صبح کو قلی نیچے سے سامان لا رہے تھے اور اشنبر یز۔ شنیدر اور ولزنباخ برف کے ڈھالو راستے سے رکھیاٹ کی چوٹی پر دھاوا بول رہے تھے مثل چیونٹیوں کے وہ لوگ آہستہ آہستہ چڑھ رہے تھے ان کو اس طرح چڑھتا دیکھ کر ہم لوگوں کو مسرت آمیز فکر دامن گیر تھی۔ اور ہم دیکھ رہے تھے کہ کدالوں سے کس طرح وہ لوگ راستہ بنا رہے تھے۔ برف کے تودے ادھر اُدھر ہٹا کر وہ لوگ رستے بناتے جا رہے تھے کہ سامان لے کر قلیوں کو چڑھنے میں آسانی ہو۔ جب شام کو وہ واپس پہنچے ہیں تو آدھا راستہ اس طریقہ سے تیار کر چکے تھے رات کو ٹھنڈ ہوگئی تھی اور مجھ کو مولر ٹیر کے ساتھ ایک ہی بستر میں رات گزارنا پڑی۔ صبح اُٹھنے کے بعد ان کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی ہم نے ان کو چوتھے کیمپ پر واپس بھیج دیا تاکہ طبیعت ٹھیک ہوجانے کے بعد وہ کچھ آدمیوں کے ساتھ یہاں آجائیں۔

آج اشنبر یز اور شنیدر نے چھٹی منائی مگر بہت ولزنباخ خیمے میں نہ ٹھہرے۔ وہ ہر مشکل میں پیش پیش تھے سب سے پہلے راستہ بنانے کے لئے وہ روانہ ہوئے اور اس کے بعد میں قلیوں کے ساتھ رستے لے کر پہنچا۔ جلد ہی میں ولی (ولزنباخ) کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا تو وہ ہانپ رہے تھے اور کچھ کھانسی بھی تھی۔ مگر ان کی ہمت ان سب پر حاوی تھی۔ مجھے ان کی ہمت پر رشک آرہا تھا۔ میرے ہاتھ برف کی سختی اور ٹھنڈ کی وجہ سے گلے جا رہے تھے اگرچہ میں ان کو اونی دستانوں سے ڈھکے ہوئے تھا مگر ولی کھلے ہوئے ہاتھوں سے برف کھود رہے تھے۔

چوتھی جولائی کی صبح کو ولی مرکل نے سب کو بیدار کیا اور جلدی جلدی تیاری کا حکم دیا۔ فوراً ہی سب لوگ احکام کے بموجب کمربستہ ہوگئے۔ اشنبر یز اور شنیدر

کی سرکردگی میں پارٹیاں روانہ ہونا شروع ہوئیں۔ کچھ وقفے کے بعد میں مع مرکل، ولز بناخ، واٹلینڈ اور تین چار قلیوں کے روانہ ہوا۔ ہمارے ساتھ کچھ لوگ ایسے تھے جن کو کبھی اتنے اونچے راستے پر چڑھنے کا عمر بھر اتفاق نہیں ہوا تھا اور دارجیلنگ کے قلیوں کا تو آج امتحان کا دن تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ سب مرحلے بآسانی طے ہو رہے تھے۔ اور دوستوں کی رہنمائی سے ہم لوگ چھٹے کمپ تک بآسانی پہنچ گئے۔ شنیدر اور اشنبر نیر یہاں پہلے سے ہمارے منتظر تھے۔ اسی مقام پر ۲۳۲... میں ہم نے اپنا ساتواں کمپ لگایا تھا۔ یہاں پر کہر بہت گر رہا تھا۔ ٹمپریچر کی کمی کے باعث خون کی روانی میں کمی ہوجاتی ہے۔ اگر خون کی اس کیفیت کی وجہ سے رگیں سکڑ جائیں تو حالت بہت خطرناک ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ بلندی پر درخت نہیں اُگتے۔ سامنے سلبرشل کا درہ تھا جس کا ہم نے ہی دو سال قبل یہ نام تجویز کیا تھا۔ چھٹے کمپ (۲۲۸۱۸ فٹ) تک پہنچنے میں میری طبیعت خراب ہوگئی اور اس بیماری کا اثر ہوا جس کو پہاڑی بیماری MOUNTAIN SICKNESS کہا جاتا ہے جتنا اس بیماری پر قابو پانے کی کوشش کیجائے اتنا ہی اس کا اثر الٹا ہوتا ہے۔

رات کو بہت دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے مگر سب کی گفتگو کا موضوع ایک ہی تھا یعنی ننگا پربت۔

منزل کے قریب

خیموں کی بے ترتیبی کے باوجود ہم لوگ رات کو خوب اچھی طرح سوئے لیکن دوسرے دن کی صبح کچھ اچھی خبر لے کر نہ آئی۔ بلندی پر سامان لے جانے والے تین بہترین قلی بیمار پڑ گئے تھے۔ یہ تینوں ولز بناخ۔ مولر بتر اور میرے نوکر تھے۔ ان لوگوں نے اب نیچے جانا چاہا۔ قلیوں کی کمی تعداد نے اب تشویش پیدا کردی۔ آج کی روانگی کا انتظام میرے سپرد ہوا۔ واٹلینڈ مع ولز بناخ کے اوپر چلے گئے ان کے بعد اشنبر نیز اور شنیدر بھی گئے۔ اس ڈھالو زمین کے نیچے راستہ بہت دلفریب ہے لیکن اس کے بعد ہی ۴۰۰ فٹ گہری ایک خندق ہے۔ ہمارے ساتھیوں نے بڑی محنت سے ہم لوگوں کے لئے راستہ تیار کیا تھا جیسے جیسے آگے بڑھتے جاتے راستہ ہموار ہوتا جاتا اور مناظر بھی دلفریب ہوتے جا رہے تھے۔ مگر چڑھائی مشکل تھی اور آرام لینے کے لئے دیر تک رکنا پڑتا تھا کچھ دیر بعد ہم لوگ اس مقام پر پہنچے جہاں ہمارے دوست ہمارے منتظر تھے اور وہیں پر انھوں نے ساتواں کمپ (۲۳۵۷۰ فٹ) لگایا تھا۔ برف کا طوفان اور سردی قیامت کی تھی اور اسی موسم میں ہم لوگ اپنے خیمے لگا رہے تھے۔

شام تک موسم صاف ہوگیا۔ ہمارے سامنے سلبرشل مقام تھا۔ یہ جگہ دو پہاڑی ستونوں کے درمیان ایک محراب تھی۔ اپنے خیموں سے ہم ننگا پربت کی چوٹی کی مرتفع سطح کا بآسانی نظارہ کرسکتے تھے اور ہر شخص کا دل اس یقین سے پُر تھا کہ کل نہیں تو پرسوں یہ جگہ ہمارے پاؤں کے نیچے ہوگی۔

سورج غروب ہونے کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے بستروں میں گھس گئے۔ موسم کی خرابی کا ذرا بھی شبہ نہ تھا البتہ یہ خیال تھا کہ اس شب کو سردی زیادہ ہوگی۔

بچوں کی کتابیں

تنغ ملا	۸ر	تاج گیت	لعہ	ثریا کی گڑیا	۵ر	توت مغ آموں	عہ
بگلا بھگت	۵ر	راکھ بیگم	۱ر	جادو کا لفظ	۵ر	پرندے اور اُن کی زندگی	۳ر ۹ پائی
گڑیا کا گھر	۹ر	تل کا لڈو	۱ر	پر پرواز	۵ر	نباتات اور نباتی خوراک	۳ر ۱۱ پائی
اسی دن میں دنیا کا سفر	۱۰ر	چوہے نامہ	۱ر	دیار عجیب	۸ر	کیڑے مکوڑے	۸ر
پانچ ہفتے غبارے میں	۱۳ر	سپاہی زادہ	۲ر	عجائب خانہ سمندر	۱۲ر	مشق خوش نویسی	۲ر
بحر جنوبی کا سفر	۷ر	سنہری گیت	۵ر	کائنات	۵ر	بچوں کا حساب	
صبح ملال، شام غم	۷ر	بچوں کے گیت	۳	آسمانی دولہا	۱۲ر	حصہ چہارم	۹ر
الحمرا کے افسانے	۶ر	پھولوں کی ڈالی	۴ر	دنیا کے بسنے والے	۲ر	پنجم	۱۰ر
درعی اجیسر علی	۲ر	بیاض گل	۸ر	تعلیمی کھیل	۴ر	ششم	۹ر
تانبیل خاں	۲ر	جونپور کا قاضی	۵ر	علمی پہیلیاں	۶ر	باغبانی پروجکٹ	۴ر
نیت کا پھل	۲ر	سدا بہار	۱۲ر	علمی کہانیاں	عہ	میلا دلہنی پروجکٹ	۲ر
شیدلا	۳ر	پیام ہند	۳ر	ہندوستانی پہیلیاں	۲ر	ستارے کی گڑیا	۳ر
چھدو	۳ر	نغمہ وطن	۳ر	آئینِ حکومت ہند	۴	شہزادہ عزیز	۳ر
ماں	۴ر	بھارت کے گیت	۳ر	سیاحوں کی کہانیاں	۸ر ۹ پائی	پہاڑی ماں	۳ر
شہزادی گلنار	۴ر	چڑیا گھر	۴ر	ایجادات	۱۰ر ۵ پائی	دکھ کے بعد سکھ	۳ر
عقاب	۴ر	دیانت	۳ر	کاریگری	۶ر	تقدیر اور تدبیر	۳ر
بچوں کی نظمیں	۵ر	شریر لڑکا	۴ر	دانایانِ فرنگ	۱۰ر	پادری کا قصہ	۳ر
بچوں کے اسماعیل	۶ر	قوم پرست طالب علم	۴ر	امداد باہمی	۹ر	چالاک چور	۳
جواہر ملیہ	۳ر	بچوں کا انصاف	۴ر	قدیم تہذیبیں	عہ	سمندر کی سنہری پری	۳ر
بہار کے پھول	۳ر ۵ پائی	اسکول کی زندگی	۴ر	سمندر کی کہانیاں	۱ر ۵ پائی	بقراط اور جالینوس	۳ر
ہندوستان ہمارا	عہ	محنت	۴ر	ایورسٹ کی کہانی	عہ	ایک شست لڑکا	۳ر

پیامِ تعلیم



بچوں کی کتابیں

تغ ملا	۴ر
بگلا بھگت	۵ر
گڑیا کا گھر	۴ر
اسی دن میں دنیا کا سفر	۱۰ر
پانچ ہفتے غبارے میں	۱۳ر
بحرِ جنوبی کا سفر	۷ر
صبح لال، شام غم	۶ر
الحمرا کے افسانے	عگ
مرغی اجمیر چلی	۲ر
تانبیل خاں	۲ر
نیت کا پھل	۲ر
شیدلا	۴ر
چھدو	۳ر
ماں	۳ر
شہزادی گلنار	۴ر
عقاب	۴ر
بچوں کی نظمیں	۵ر
بچوں کے اسماعیل	۶ر
جواہر ملیہ	۳ر
بہار کے پھول	۳ر ۵ پائی
ہندوستان ہمارا	عمہ

تاج گیت	لہر
راکھ بیگم	۱ر
تل کا لڈو	۱ر
چوہے نامہ	۱ر
سپاہی زادہ	۲ر
سنہرے گیت	۵ر
بچوں کے گیت	۳ر
پھولوں کی ڈالی	۴ر
بیاضِ گل	۸ر
جونپور کا قاضی	۵ر
سدابہار	۱۲ر
پیامِ ہند	۳ر
نغمہ وطن	۳ر
بھارت کے گیت	۳ر
چڑیا گھر	۴ر
دیانت	۲ر
شریر لڑکا	۴ر
قوم پرست طالب علم	۴ر
بچوں کا انصاف	۴ر
اسکول کی زندگی	۴ر
محنت	۴ر

ثریا کی گڑیا	۵ر
جادو کا لفظ	۵ر
پر پرواز	۵ر
دیارِ عجیب	۸ر
عجائب خانۂ سمندر	۱۲ر
کائنات	۵ر
آسمانی دولھا	۱۲ر
دنیا کے بسنے والے	۶ر
تعلیمی کھیل	۴ر
علمی پہیلیاں	۶ر
علمی کہانیاں	عمہ
ہندوستانی پہیلیاں	۲ر
آئینِ حکومتِ ہند	عگ
سیاحوں کی کہانیاں	۸ر ۴ پائی
ایجادات	۱۰ر ۵ پائی
کاریگری	۶ر
دانایانِ فرنگ	۱۰ر
امدادِ باہمی	عہ
قدیم تہذیبیں	عہ
سمندر کی کہانیاں	۱ر ۵ پائی
ایورسٹ کی کہانی	عمہ

توت غم آموں	عمہ
پرندے اور ان کی زندگی	۱۴ر ۵ پائی
نباتات اور نباتاتی خوراک	۱۴ر ۱۱ پائی
کیڑے مکوڑے	۴ر
مشق خوش نویسی	۲ر
بچوں کا حساب	
حصہ چہارم	۹ر
" پنجم	۱۰ر
" ششم	۹ر
باغبانی پروجکٹ	۸ر
میلاد النبی پروجکٹ	۶ر
ستارے کی گڑیا	۳ر
شہزادہ عزیز	۴ر
پہاڑی ماں	۳ر
دکھ کے بعد سکھ	۳ر
تقدیر اور تدبیر	۳ر
پادری کا قصہ	۳ر
چالاک چور	۳ر
سمندر کی سنہری پری	۳ر
بقراط اور جالینوس	۳ر
ایک سست لڑکا	۳ر

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی جامعی

۲ | فروری سنہ ۱۹۳۷ء |

فہرست مضامین

جنوری کے پرچے میں غلطی سے جلد کا نمبر بجائے ۲۰ کے ۱۹ پڑ گیا ہے۔ ٹھیک کر لو۔

پیامِ تعلیم دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی جامعی

جلد ۲۰ | فروری سنہ ۱۹۴۷ء | نمبر ۲

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

قیمت سالانہ عہ

پیام تعلیم کے نئے خریدار

فی پرچہ ۴ر (مع ضمیمہ)

اقبال احمد صاحب سلمٗ ۔ امروہہ
مرزا تصوف علی بیگ صاحب ۔ علی گڑھ
مرزا فضل احمد خاں صاحب ۔ ایبٹ آباد
خان عبدالرحمن خاں صاحب ندوی پشاور
سردار محمد یار خاں صاحب ۔ بنوں
خاں محمد صالح خاں صاحب ۔ ہری پور
جلیل احمد صاحب ۔ حیدرآباد دکن
خان سردار محمد اسلم خاں صاحب ۔ لاہور
اے ۔ اے صدیق اللہ صاحب حیدرآباد دکن
انور جہاں سراج الدین احمد صاحب ۔ اونگ آباد
نیجر صاحب انڈین لائبریری ۔ دہرہ دون
ایم ، سالار مسعود صاحب ۔ میسور
رودبرٹسن ہائی اسکول ۔ برہان پور
مس بدر النسا بیگم صاحبہ ۔ شولاپور
بدر عالم صاحب ۔ قائم گنج ۔
دار المطالعہ مسجد نوری ۔ گڈھوال ۔
عبدالسلام صاحب ۔ حنیدواڑہ
پی ، محمد ابراہیم صاحب ۔ نیلگور سٹی
محمد عبدالحمید صاحب ۔ ہرتھو
ڈی ، بی ، اے ، دی مڈل اسکول ۔ تاندلیانوالہ
میر مہدی علی صاحب ۔ حیدرآباد دکن

نظام الدین ، شہاب الدین صاحبان ۔ عثمان آباد
صائمہ خاتون صاحبہ ۔ نئی دہلی
مڈل اسکول ۔ حضور آباد ، کریم نگر ۔ دکن
گورنمنٹ پرائمری اسکول ۔ جگتیال ۔ دکن
مومن غنی بھائی ولی بھائی یتیم خانہ ، احمد آباد
ایم ، زی مجو صاحب ۔ رنگون
جناب ہادی حسن صاحب قریشی ۔ کرنپور
جناب محمد سعید صاحب ۔ دہلی
محمد عالم صاحب ۔ سدی پیٹھ ۔ دکن
جناب احمد علی صاحب صادق ۔ پشاور
فہمیدہ خاتون ، جمیلہ خاتون ۔ کوئٹہ
موڈل پرائمری اسکول ۔ حیدرآباد دکن
سیفور سپاہی ۳۹۲۰ ۔ نوشہرہ چھاؤنی
میمونہ خاتون صاحبہ ، للت پور
میسرز حاجی محمد ابراہیم اینڈ سنز ۔ دہرہ دون
سکریٹری صاحب بزم ادب ۔ لکھنؤ ۔
سید غلام الثقلین صاحب ۔ علی گڑھ
ایچ فقیر محمد صاحب ۔ کلکتہ
مجلس ترقی بازید پور ۔ ضلع گیا ۔
یونس صاحب ۔ گونڈہ
احسان الحق صاحب ۔ دہلی ۔

احمد عبدالحمید خاں ۔ علی گڑھ
سرتاج ولی خاں صاحب ۔ بریلی ۔
بابو محمد امام الدین صاحب ۔ سیالکوٹ
عبدالعالی صاحب ۔ گلبرگہ
نصیر الدین صاحب بریلی
مرزا نواب بیگ صاحب ۔ بلوچستان
طلبائے اسکول والنبدین ۔ "
خان عبداللہ خاں صاحب ۔ بنوں
محمد اسحاق صاحب ۔ الہ آباد
سید صغرا بیگم صاحبہ ۔ اٹاوہ
میاں رشاد صاحب ۔ بریلی
عبدالوہاب متعلم ۔ شہر جالنسی
بابو ظفر حسین صاحب ، مراد آباد ۔
میسرز بھونگیر شنگپا ولو ۔ قصبہ سردار
لائبریرین صاحب ۔ جوناگڈھ
جناب سید لطف اللہ صاحب ۔ علی گڑھ
جناب عبدالکریم ۔ بمبئی ۔
شوکت آرا بیگم صاحبہ ۔ بیاور
مدرسہ وسطانیہ ۔ گیورائی ۔ دکن
سید ضیاء الاسلام صاحب ۔ بمبئی
قاضی سید محمد ظفر صاحب ۔ رانچی ۔ (بہار)



پیامِ تعلیم کا سالگرہ نمبر بچوں اور بچیوں نے عام طور پر پسند کیا کسی دوسری جگہ ہم نے ان کی رایوں کا خلاصہ شائع کیا ہے۔ ایسے خط ہمارے پاس بے شمار آئے ہیں۔ ہم ان میں سے صرف چند ہی نقل کر سکے ہیں۔ باقی خطوں کا خلاصہ ممکن ہوا تو اگلے پرچے میں چھپ جائے گا

پیامی بچوں کی انجمن کے سلسلے میں خیال تھا کہ فروری سے کام شروع کر دیا جائے۔ مگر ابھی تک صرف دس بارہ لڑکوں کے خط اس کے بارے میں آئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ سب نہیں تو اکثر بچوں کی رائیں ہمیں معلوم ہو جائیں۔ اگلے پرچے سے ہم اس کام کو قطعی طور پر شروع کر دینا چاہتے ہیں۔

سالگرہ نمبر کے انعامی مقابلے کی تصویریں اور معمے ابھی تک کافی تعداد میں نہیں آئے۔ غلطی سے اس کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی تھی۔ اب ۲۰ر فروری مقرر کی جاتی ہے۔ بچے اپنی تصویر میں رنگ بھر کر اور معما حل کر کے اس تاریخ تک بھیج دیں۔ اس کے بعد کوئی چیز مقابلے میں شامل نہ کی جائے گی۔

سالگرہ نمبر میں آپا جان کے جس خط کا ذکر تھا وہ اس پرچے میں چھپ رہا ہے اسی رسالے میں انگریزی کا ایک فارم بھی رکھ دیا گیا ہے جو بچے اور بچیاں دوسرے ملکوں کے لڑکوں اور لڑکیوں سے خط کتابت کرنا چاہیں اس فارم کو بھر کر بھیج دیں۔ کوئی بات پوچھنی ہو تو آپا جان سے پوچھیں

پیامِ تعلیم کے قدر دانوں کا ذکر ہم اکثر کرتے رہتے ہیں۔ اب منیجر صاحب سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ انیس بیگم جہاں صاحبہ بنت سعید اللہ خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات اور عزیزی میاں شبلی افغانی نے اپنے رسالے کی اشاعت بڑھانے کی خاص کوشش کی ہے خصوصاً شبلی صاحب نے پیامِ تعلیم کے گیارہ خریدار بنائے ہیں۔ سنا ہے کہ علی گڑھ میں میاں اقبال (رشید صاحب کے صاحبزادے) اور دہلی میں سعد جمیل شہری صاحب بھی اس سلسلے میں کچھ کام کر رہے ہیں۔ ہم ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں امید ہے کہ دوسرے بچے بھی اس طرف توجہ کریں گے۔

"ننگا پربت" والا مضمون پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی بغیر نام و عنوان کے شائع ہو رہا ہے۔ چونکہ کتابی صورت میں بھی شائع ہوگا اس لئے سہولت کے خیال سے ایسا کیا گیا۔ اس مضمون کی یہ آخری قسط ہے۔ مارچ سے جناب آل احمد صاحب سرور کا مضمون "الیوسٹ کی داستان" شروع ہوگا۔ یہ مضمون بھی بہت پر از معلومات اور دلچسپ ہے۔ اور انشاء اللہ تمھیں پسند آئے گا۔

---

۴. بچوں کے اصرار سے موٹو چھوٹو اس مرتبہ پھر شائع کیا جا رہا ہے۔ ۲۰ر فروری تک اس کا قصہ لکھ کر بھیج دو، نام، پتہ، درجہ اور استاد کی تصدیق مضمون کے ساتھ

وقت کی قدر

الطاف النساء بیگم صاحبہ

ہے وقت ایک نعمت بڑی پیارے بچو!
کبھی ایک پل بھی نہ بے کار کھونا!
مدرسے بھی حاضر رہو وقت پر تم
کبھی پیارے بچو! نہ محنت سے ڈرنا
قریب اپنے ہرگز نہ سُستی کو لاؤ!
عمل اس نصیحت پہ گر تم کروگے
زمانے میں عزّت تمھیں ہوگی حاصل
نہ ضائع کروگے جو اوقات پیارے
یہ ہے قیمتی وقت ایسا تمھارا
اگر ساری دنیا کی دَولت لٹاؤ
غرض وقت ہے نعمتوں کا خزینہ
ہوئے جس قدر بھی زمانے میں عاقل
یہ ہیں اہلِ یورپ جو دنیا پہ چھائے
نہیں کوئی دنیا میں آج اُن کا ہمسر
ہوئی اِن کو حاصل یہ کیسے بڑائی؟
نہیں کوئی اِن کے لئے خاص باتیں
ترقی کا ان کی ذریعہ یہی ہے
ہیں یہ بھی سدا وقت کی قدر کرتے

نہ ضائع کرو اِک گھڑی پیارے بچو!
سدا وقت پر جاگنا اور سونا!
ہو چھٹی تو فوراً چلے آؤ گھر تم!
کرو کام جو بھی اُسے دل سے کرنا!
اصول اپنا چُستی کو ہر دم بناؤ:
تو پھر قابلِ قدر انساں بنوگے
زمانے میں شُہرت تمھیں ہوگی حاصل
قدم خود ہی چُومے گی دولت تمھارے
جو گُذرے تو آئے نہ واپس دوبارا
تو پھر بھی نہ گُذرا ہوا وقت پاؤ
تنزل کا دشمن ترقی کا زینہ
تھے پابندیِ وقت کے سارے قائل
بڑے سے بڑے کام کرکے دکھائے
نہیں کوئی اہلِ ہُنر اُن سے بڑھ کر
ہوئی اس بلندی پہ کیونکر رسائی؟
یہی دن ہیں اِن کے یہی ان کی راتیں
بلندی کا ان کی وسیلہ یہی ہے
نہیں ہیں یہ محنت مشقت سے ڈرتے

سُنو پیارے بچو! یہ میری نصیحت
سمجھنا سدا وقت کو تم غنیمت

بوائے اسکاوٹ کا بانی

لارڈ بیڈن پاول

ابراہیم عمادی اسمٰعیل بیگ ہائی اسکول بمبئی۔

تم "بوائے اسکاوٹ" تو جانتے ہوگے۔ کیا عجب جو اس میں شریک بھی ہو۔ یہ ایک چھوٹی سی فوج ہوتی ہے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لئے جو بچے اس میں شریک ہوتے ہیں انھیں بتایا جاتا ہے کہ غریبوں کی مدد کرو۔ کوئی بیمار ہوجائے تو اس کی دوا کا انتظام کرو۔ کسی کے چوٹ لگ گئی ہو تو ڈاکٹر کے یہاں لے جاکر اس کی مرہم پٹی کراؤ کوئی اندھا آدمی سڑک کو پار کرنا چاہتا ہے تو اسے راستہ بتاؤ اور خود پہنچا دو۔ غرض ہر کام میں جس سے انسان کی خدمت ہوسکے۔ شریک ہونے والے لڑکے کو بوائے اسکاوٹ کہتے ہیں

اسکاوٹنگ ہر لڑکے کے لئے ضروری چیز ہے۔ اس سے غریبوں، مجبوروں اور معذور لوگوں کی خدمت کرنا آجاتا ہے۔ اور خدمت سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ لوگ دعائیں دیتے ہیں۔

لیکن تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایسی اچھی چیز آخر ایجاد کس نے کی۔ آج ہم تمھیں یہ دلچسپ کہانی سناتے ہیں جس شخص نے 'اسکاوٹ' کو ایجاد کیا۔ اس کا نام :۔ "اسٹیفنسن بیڈن پاول" تھا۔ یہ تمھارے ملک ہندوستان کا رہنے والا تو نہ تھا۔ مگر اٹھارہ برس کی عمر میں یہاں آیا ضرور تھا۔ اور کہتے ہیں کہ یہیں اس نے اس جماعت کی بنیاد ڈالی۔

سٹیفنسن بیڈن پاول سنہ ۵۷ء یعنی آج سے تقریباً ۱۰۰ برس پیشتر ملک گال (یورپ) کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا۔ باپ ایک معمولی سے مدرسے میں پڑھاتا تھا اسٹیفنسن تین ہی برس کا تھا کہ باپ کا انتقال ہوگیا۔ اب گھر میں بس اللہ کا نام تھا۔ مجبوراً اس کی ماں اسے اس کے چچا کے پاس لے گئی۔ اور چچا نے اس کی تربیت کا انتظام اپنے ذمے لیا۔

بیڈن کی عمر ، سال کی ہوئی تو اس کی ماں نے اسے ایک چھوٹے سے جہاز میں کھانا پکانے پر نوکر رکھوا دیا۔ وہاں اس نے کوشش کرکے جہاز چلانے کا کام بھی سیکھ لیا۔ اور باورچی گیری کی نوکری چھوڑ کر یہی کام کرنے لگا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کام سے اتنا جی اکتا گیا کہ چھوڑ بیٹھا۔ اصل میں اس کا دل پڑھنے لکھنے کی طرف مائل تھا۔ ویلز کے اسکول میں داخل ہوگیا یہاں وہ پڑھتا بھی رہا اور مختلف کام بھی سیکھتا رہا اسے محنت کے کام بہت پسند تھے

محنتی اور جفاکش سٹیفنسن اسکول کی تعلیم سے جلد فارغ ہوگیا۔ ۱۸ برس کی عمر میں فوج میں بھرتی ہوکر ہندوستان آیا۔ دو برس بعد ملک افغانستان کے علاقہ قندھار میں بھیجا گیا قندھار میں اس نے بڑی ہر دل عزیزی حاصل کرلی۔ وہاں کے امیروں اور غریبوں میں بہت جلد گھل مل گیا۔ یہاں اسے سپر شکار

کا شوق ہوگیا۔ چنانچہ بڑے بڑے خونخوار جانوروں مثلاً شیر، چیتے اور بحری گھوڑے وغیرہ کا اس نے شکار کیا۔ محنت اور اچھے کاموں کی وجہ سے اسٹیفنسن کو ترقی مل گئی اور فوج کے ایک چھوٹے سے دستے کا افسر مقرر ہوا ۱۸۸۳ء میں ڈیوک آف کناٹ کی جنگی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا اور کچھ عرصے بعد اسے کیپٹن بناکر ناٹال کی ایک مہم پر بھیجا گیا۔ یہاں اس نے بڑی جرأت اور جواں مردی سے کام کیا اور اس پہلی مہم میں زبردست کامیابی حاصل کی۔

اسٹیفنسن وقت کے زیادہ تر حصے میں کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہتا تھا۔ اس کا تیز دماغ اور محنت کا عادی جسم تھکنے کا نام نہ لیتا تھا۔

اسٹیفنسن ۱۸۹۰ء میں مالٹا میں فوج کا سکریٹری مقرر ہوا سال بھر کے بعد محکمہ اطلاعات کا افسر ہوگیا۔ اس محکمے کا تعلق دوسری سلطنتوں سے بھی تھا۔ اس وجہ سے اسٹیفنسن کو سیر و سیاحت کا خوب موقع ملا۔ وہ اٹلی، جاپان، یونان، ترکی، ٹیونس، الجزائر ان تمام ملکوں میں گیا۔ اس سیاحت کی وجہ سے اسے تمام ملکوں کے حالات معلوم ہوگئے۔ وہ جس ملک میں بھی گیا وہاں کے لوگوں سے عزیزوں کی طرح برتاؤ کیا۔ اور ان سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ اس سے لوگ اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔

۱۸۹۵ء میں اسٹیفنسن نے اور بھی ترقی کی وہ جنرل فرنشس کی جگہ جنگی کونسل کا صدر بنایا گیا۔ دو سال کے بعد اسے ماتیبلی قبیلوں کی گوشمالی کے لئے افریقہ بھیجا گیا۔ اس نے وہاں بھی کامیابی حاصل کی۔ یہ سارے واقعات اس نے اپنی ایک کتاب میں لکھے ہیں۔

دوسرے ملکوں میں اتنے دن سیر و سیاحت کرنے کے بعد وہ پھر ہندوستان آیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد جنگ بوئر شروع ہوئی تو محاذ جنگ پر بھیج دیا گیا۔ اسٹیفنسن نے اس موقع پر بھی بڑی دلیری بہادری اور کامل مہارت کا ثبوت دیا۔ اس جنگ میں اس کی شہرت اور عزت اور بھی بڑھ گئی ۱۹۰۰ء میں حکومت برطانیہ نے جنرل کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جنرل اسٹیفنسن نے ۱۹۰۷ء تک یورپ اور ایشیا کے اکثر ملکوں کی سیر کرلی تھی۔ ہر جگہ اس نے اچھے اچھے کام کئے تھے۔ اس کے ان اچھے کاموں کی وجہ سے ان ملکوں میں اس کے نام کے کتبے لگائے گئے۔ اور اس کے مجسمے نصب کئے گئے۔

جنرل اسٹیفنسن نے سب سے پہلے براؤنسزی میں اسکاؤٹوں کی ایک جماعت قائم کی۔ یہ بالکل ابتدا تھی۔ اس کے دل میں خیال گذرا کہ اس جماعت کے اصول اور قانون بنائے جائیں تاکہ اس کا فائدہ عام ہوسکے۔ چنانچہ کئی برس تک وہ اس ادھیڑبن میں لگا رہا۔ آخر اس نے بڑے غور و فکر کے بعد اسکاؤٹنگ کے اصول اور قوانین مرتب کئے۔ اشارات اور لباس مقرر ہوئے رفاہ عام کے لئے ایک باقاعدہ جماعت بنادی۔ اس کام کی وجہ سے تمام لوگوں کا دل اس نے موہ لیا۔ اور لوگ اسے لارڈ بیڈن پاول کہنے لگے۔

اب لارڈ بیڈن پاول نے اسکاؤٹنگ کی تحریک کو شہرت دینے اس کے مقبول بنانے اور لوگوں کو اس کے اصول اور قوانین سمجھانے کے لئے ایک کتاب لکھ کر شائع کی۔ اور ایک اخبار "اسکاؤٹ" نکالا۔ اس ترکیب سے لارڈ بیڈن پاول بہت جلد کامیاب ہوگیا۔ اس کی زندگی ہی میں اسکاؤٹنگ کا چرچا ایشیا اور یورپ کے اکثر ممالک میں ہونے لگا۔

اسکول کے طلباء اس میں شریک ہونے لگے۔ غرض چند ہی سال میں کئی لاکھ آدمی "اسکاؤٹ ماسٹر" بن گئے۔ اس شہرت اور مقبولیت کا صرف یہی سبب تھا کہ اسکاوٹ کی تعلیم:۔

۱۔ اپنے اوپر بھروسہ کرنا۔

۲۔ قوم اور ملک کی خدمت۔

۳۔ اور بہادری اور شجاعت ہے

بوائے اسکاؤٹ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرے۔ اس میں حمیت اور غیرت ہو اپنے اوپر بھروسہ کرے اور اپنے غریب بھائیوں کی خدمت

فروری ۱۹۳۷ء میں دلی میں تمام ہندوستان کے بوائے اسکاؤٹ جمع ہوں گے۔ لارڈ بیڈن پاول بھی آئیں گے۔ اُن کی "اسّی ویں" سال گرہ کی تقریب بھی اسی موقع پر منائی جائے گی اس جمبوری کا حال اسی چوبین دیا جا رہا ہے

سائنس کی ایجادیں

سائنس کی مدد سے دنیا میں بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں۔ تازہ کارنامہ یہ ہے کہ انگلستان کے ایک ماہر سائنس داں نے چارے کی فصلیں بجائے زمین کے لکڑی کے کٹھلوں میں تیار کی ہیں۔ گرچہ یا گائے بیلوں کے چارے کی فصل بجائے ایک سال کے دنوں میں تیار ہو جاتی ہے۔ اس طرح جانور زیادہ بہتر حالت میں رہیں گے۔ انھیں ہر وقت تازہ چارہ ملے گا۔ بجائے رکھے ہوئے سوکھے چارے کے جس میں سب طاقت ضایع ہو جاتی ہے۔

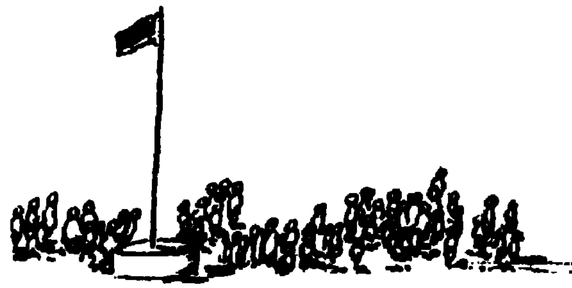
یہ فصلیں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے کٹھلوں میں اُگائی جاتی ہیں۔ ایک ہی دن گذرنے پر نئے کلّے پھوٹ آتے ہیں۔ دس دن کے اندر یہ بہت بڑے ہو جاتے ہیں اور گویا فصل تیار ہو جاتی ہے۔ باری باری سے روزانہ ایک فصل کاٹی جاتی ہے کٹھلے کے اندر مٹی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ ان کٹھلوں کے اوپر ایک تالاب سا ہوتا ہے اور اس میں حل کی ہوئی مختلف دوائیں ہوتی ہیں۔ یہ دوائیں وہی ہوتی ہیں جو زمین کے اندر موجود ہیں اور جس سے پودا اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔

ہر چوبیس گھنٹے میں تین منٹ کے واسطے پائپ کھول دیا جاتا ہے اور ان دواؤں کی بارش ان کٹھلوں پر ہوتی ہے۔ دس دن کے بعد یہ کٹھلوں سے اٹھالی جاتی ہے۔ جانور اس کو بالکل صفاچٹ کر جاتے ہیں۔ اور کشتی یا کٹھلا بالکل صاف رہتا ہے۔ اس پر کوئی خراب قسم کی خاک وغیرہ بالکل نہیں پڑنے پاتی۔ یہ بڑی آسانی سے ہر جگہ اگائی جاسکتی ہیں اور اس قدر طاقت دینے والی ہوتی ہیں کہ جانور کو زیادہ کھلانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہضم بھی جلد ہو جاتی ہیں لیکن ان فصلوں میں بیج اور بالیاں یا بھٹے نہیں لگتے۔ کسان کو بیج کے واسطے زمین میں سکا بونا پڑے گی۔ اہنا باپین



ایسے اسکاؤٹ نہ بننا۔

جھنڈا



ناجرہ بیگم

سکینہ بولی ،۔

"ابا کہاں جارہے ہو؟"

ابا نے کچھ جواب نہ دیا۔

سکینہ نے کوٹ کا دامن پکڑ لیا۔

"ابا! ابا!! کہاں جارہے ہو؟"

ابا بولے" کانگریس"۔

سکینہ نے کہا" ابا! کانگریس کیا ہوتی ہے؟"

ابا نے کہا" کانگریس۔ جہاں گاؤں کے لوگ اکٹھا ہوتے ہیں"۔

سکینہ بولی" میلا؟ تو ہم بھی چلیں گے ابا ہمیں لے چلو"۔

"تو کہاں جائے گی"۔ اور ابا اپنی پگڑی باندھنے لگے۔

سکینہ زمین پر لوٹ گئیں"۔ اوں، اوں ہم تو جائیں گے۔ اماں! ہم کانگریس جائیں گے......"

اماں نے روٹی توے پر ڈال کر پلو سے آنکھیں پونچھیں۔ اور کہا" لونڈیا کو لے جاؤنا"۔

ابا نے کہا" کہاں کہاں میں اسے گھسیٹتا پھروں گا اچھا۔ خیر چل۔ پاؤں پیدل چلنا ہوگا۔ لے اوڑھنی اوڑھ لے"۔

"ہاں ہاں میں پیدل چلوں گی"۔ اور بی سکینہ بن ٹھن، تیار ہوگئیں۔

یہ سادوا کا ذکر ہے۔ سکینہ اور ابا دکھنی لوگ ہیں۔ خاندیش میں رہتے ہیں، جہاں مرہٹوں کی بستی ہے۔ خیر۔ تو ابا کی انگلی پکڑے، اوڑھنی اوڑھے بی سکینہ چلیں۔ اور چار کوس پرے فیض پور پہنچیں کانگریس تھی، جیسے نہان کا میلا۔ اتنے آدمی سکینہ نے تو کبھی دیکھے بھی نہیں تھے۔ دُور دُور سے چلے آرہے تھے۔ پیدل۔ بیل گاڑیوں پر گھوڑوں پر۔ سب کے سنگ سکینہ بھی چلیں۔ پر

دھکّوں کے مارے پچّی تھی کہ گِری جارہی تھی۔ آخر ابّا نے گود ی لے لیا۔ اب کیا۔ اب تو مزے میں چاروں طرف دیکھتی چلیں۔

ایک بڑا سا پھاٹک تھا۔ اُس پر چھوٹی چھوٹی ہری، نارنجی، جھنڈیاں لہرارہی تھیں۔ کسی نے پوچھا "تلک نگر یہی ہے"۔ "ہاں"۔ دوسرے نے کہا "کانگریس یہی ہے"۔

پھاٹک پر کچھ سپاہی خاکی کپڑے پہنے ڈنڈے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ اور لوگوں کو راستہ بتارہے تھے۔ سکینہ ڈری۔ گاؤں میں سپاہی کا بڑا ڈر ہوتا ہے۔ ابّا کے کان میں کہا "سپاہی"۔ ابّا بولے "یہ والنٹیر ہیں۔ ڈرتی کیوں ہے۔ یہ تو گاؤں کے ہی لڑکے ہیں۔ لوگوں کو راستہ بتانے کھڑے ہیں"۔

سچ مچ۔ ایک تو سادو ہی کا لڑکا تھا۔ اُس نے ابّا کو سلام کیا اور ہاتھ سے ایک طرف کو اشارہ کیا۔ ابّا اُدھر چلے، اور بھیڑ میں کھڑے ہو گئے۔ سکینہ کو اُنھوں نے کندھے پر بٹھا لیا۔ لو اب تو خوب تماشا دکھائی دے رہا تھا۔ چاروں طرف بھیڑ تھی ایک طرف عورتیں تھیں۔ ایک طرف بہت سے

والنٹیر۔ بیچ میں چبوترا اور چبوترے کے بیچوں بیچ بانس گڑا تھا۔ اتنے میں سیٹی بجی اور ڈھیروں لڑکیاں نارنجی ساڑھیاں، سفید کرتے پہنے دوسرے پھاٹک سے آئیں اور چبوترے کے پاس کھڑی ہوگئیں۔ کچھ لڑکیاں بھیڑ میں کھڑی تھیں۔ ابّا نے بتایا کہ یہ بھی والنٹیر ہیں۔ اب دُور سے بینڈ کی آواز آئی اور سفید کپڑے پہنے چھوٹی چھوٹی بچیاں اور بچے بھاگے بھاگے آئے اور ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ ایک دم سے سناٹا ہوا۔ اور پھر ایک شور ہوا۔ اور کئی مرد سفید کپڑے سفید ٹوپیاں پہنے، شال لپیٹے۔ دوسرے پھاٹک سے آئے کچھ عورتیں بھی اُن میں تھیں۔ سب کے سب چبوترے پر آن کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ سب چلّائے۔ "جے"...... "جے......"

سکینہ اُچک اُچک کر دیکھ رہی تھی۔ ابّا نے خوب اوپر کو اُٹھا کر کہا "سکینہ دیکھ وہ جواہر لال ہیں"۔

"کون سے۔ ابّا کون سے؟"

"وہ جوان سے۔ جو سب سے آگے کھڑے ہیں"۔

"ابّا! یہ کون ہیں؟"

"یہ کانگریس کے اور ہمارے سارے ہندوستان کے سردار ہیں۔ بہت بڑے آدمی ہیں"۔

جواہر لال نے ہاتھ سے سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ ایکا ایکی بڑے زور کی گانے کی آواز آئی اور سب کھڑے ہوگئے۔ سکینہ نے دیکھا کہ والنٹیر لڑکیاں گا رہی تھیں۔ گانا ختم ہونے پر پھر سب بیٹھ گئے۔

اتنے میں ایک آدمی بھاگتا ہوا چبوترے تک آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا جھنڈا تھا۔ ہرا، سفید اور نارنجی اور اس میں ایک چراغ سا لگا تھا جس میں شعلے نکل رہے تھے۔

جواہر لال نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور اونچا اٹھا لیا۔ سب میں شور ہوا۔ ایک آدمی نے کہا۔ یہ مشعل دو سو کوس سے لوگ دوڑتے ہوئے لے کر آئے ہیں۔

اب سب لوگ خاموش کھڑے تھے۔ سکینہ نے ابا کا کندھا ہلا کر کہا "ابا! اب کیا ہوگا؟"

"اب تم دیکھنا۔ وہ سامنے لمبا سا بانس کھڑا ہے اس پر کانگریس کا جھنڈا لہرائیں گے۔"

سکینہ نے دیکھا تو اتنا لمبا بانس تھا کہ مندر سے بھی اونچا۔ سکینہ نے کہا "ابا اتنے اونچے کیسے چڑھیں گے"

ابا ہنسے۔ بولے۔ "اس کا انتظام پہلے ہی ہوگیا ہے۔ بانس کھڑا کرنے سے پہلے چرخی لگا کر اس پر رسی چڑھا دیتے ہیں تب گاڑتے ہیں۔ اب جھنڈی کو رسی کے ایک سرے میں باندھ، دوسرا کھینچیں گے۔ تو وہ اوپر چڑھ جائے گی۔"

سب لوگوں کی نگاہ بانس پر گڑی تھی۔ اور چبوترے پر لوگ بھی بانس کو



دیکھ رہے اور پکڑ کر ہلا رہے تھے۔ اتنے میں ایک والنٹیر جو سب کا افسر معلوم ہوتا تھا، دوڑتا ہوا بانس تک گیا اور رسی کو اُلٹ پلٹ دیکھنے لگا۔ سب نے کہا۔ "کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" سب گھبرانے لگے۔ تھوڑی دیر میں ایک آدمی بولا "ارے رسی چرخی پر سے کھسک گئی ہے۔ کسی نے کھینچ لی! اب کیا ہوگا؟ دیکھو کیا کرتے ہیں!"

والنٹیر افسر نے سیٹی بجائی۔ کچھ والنٹیر دوڑتے ہوئے چبوترے پر چڑھے۔ ایک والنٹیر بانس پر بندر کی طرح چڑھنے لگا۔ سب اُس کو دیکھنے لگے۔ لوگوں نے کہا۔ "ارے اتنے اونچے کبھی نہ چڑھ پائے گا۔ ساٹھ ہاتھ اونچا بانس ہے۔"

سچ مچ تھوڑی دُور جا کر والنٹیر رُک گیا۔ اور نیچے دیکھ کر سر ہلانے لگا۔ پھر اس نے افسر سے کچھ کہا۔ اور نیچے اُتر آیا۔

پھر لوگوں میں ہل چل پڑی۔ "جھنڈا تو نہیں چڑھ سکا۔ کیا ہوگا!" کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اتنے میں دوسرا والنٹیر آگے بڑھا اور اوپر چڑھنے لگا۔ آدھے راستے تو جلدی جلدی چڑھ گیا۔ اس کے بعد دھیرے دھیرے اوپر کو کھسکا۔ جُوں جُوں اوپر بڑھتا جاتا تھا۔ بانس ہلتا جاتا تھا۔ سب کی نگاہیں اُس کی گڑی تھیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ ایک ہاتھ اور دوسرا ہاتھ۔ پھر ایک پاؤں اور دوسرا پاؤں اوپر رکھتا۔ اور تھوڑا اور اوپر کھسکتا۔

آخر کو چوٹی کے قریب پہنچ گیا۔ ایک دفعہ اُس کا ہاتھ پھسلا، پھر وہ سنبھلا۔ اور رسی کی طرف ہاتھ بڑھایا اب کے تو گر ہی پڑا تھا! مگر پھر اُس نے ہمت کی اور آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر رسی کو چرخی پر چڑھایا۔

سکینہ نے ڈر کے مارے سانس روک لی تھی۔ والنٹیر بھی کانپ رہا تھا۔ اور بانس کے سرے پر جھوم رہا تھا۔ ابھی اس کا خطرہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اُس نے اب رسی کو منہ میں دبایا تاکہ اُلجھ کر پھر نہ پھسل جائے۔ اور اب نیچے اُترنے لگا۔ ایک گز جلدی سے اُترا تھا کہ رسی دُوسری ڈوریوں میں پھنس گئی۔ والنٹیر اب تھک چلا تھا۔ پر اُس کے افسر نے پھر اشارہ کیا اور اس نے رُک کر ایک ہاتھ سے بانس مضبوط پکڑا اور ہوا میں لٹک کر ہاتھ بڑھا کر رسی ٹھیک کر ہی دی۔ "شاباش۔ شاباش" سب نے کہا۔ اور اب دھیرے دھیرے منہ میں رسی دبائے والنٹیر اُترنے لگا۔ گھڑی گھڑی

نیچے دیکھتا جاتا تھا۔ نیچے اس کے ساتھی ہاتھ پھیلائے کھڑے تھے۔ جوں ہی وہ زمین کے قریب پہنچا کہ ہاتھوں ہاتھ اُس کو سب نے اُٹھالیا۔

چبوترے پر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے دوڑ کر اس کو گلے لگایا اور پھر اُس کو جواہر لال کے پاس لے گئے۔ جواہر لال نے بڑی محبت سے اس کو مبارک باد دی۔ چاروں طرف لوگ خوشی کے مارے تالیاں بجا رہے تھے۔ اور ہر ایک چاہتا تھا کہ ہم والنٹیر کو شاباشی دیں۔

اب کیا تھا۔ رسّی میں جھنڈا باندھا۔ اور جواہر لال نے والنٹیر افسر کی مدد سے رسّی آہستہ آہستہ کھینچی۔ ذرا دیر میں ترنگا جھنڈا ہوا میں لہرا رہا تھا۔

سب کا آقا

سب کا مالک، سب کا آقا ... سب کا پیدا کرنے والا
یاد میں اس کے خلقت ساری ... آبی، خاکی، نوری، ناری
سب سے افضل سب سے عالی ... شان و شوکت اس کی نرالی
کوئی بتائے کیا؟ وہ کہاں ہے ... ذرّے ذرّے میں وہ عیاں ہے
پتّی پتّی اس کی ثناخواں[1] ... ذرّے ذرّے اُس کے خواہاں
ننھے ننھے پیارے بچّو! ... اپنے رب کے دُلارے بچّو!

آؤ دعائیں مانگیں اُس سے
جو کچھ مانگیں پائیں اُس سے

(اسلم سعدی پوری)

[1] تعریف کرنے والا

دستکاری

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ

آج کل ہندوستان میں ہر طرف بیکاری ہے۔ نوکریاں ملنی جس قدر دشوار ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔ اسکولوں اور کالجوں سے لڑکے پڑھ لکھ کر جب باہر کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور کھانے کمانے کی فکروں میں پڑتے ہیں تو انھیں حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اگر کہیں نوکری مل گئی تو خیر ورنہ یہ سندیں سوائے اس کے کہ ان کو شہد لگا کر چاٹا جائے کسی کام کی نہیں۔ نوکریوں کا یہ حال ہے کہ اگر دس بیس روپے کی ایک جگہ خالی ہوتی ہے تو اس کے لئے بے شمار بی اے، ایم اے۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ پاس لوگوں کی درخواستیں پہنچ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک جگہ ایک ہی شخص کو ملے گی۔ اور پھر وہ باقی لوگ گھر کا سامان بیچ کر اور جب وہ بھی باقی نہ رہے تو فاقے کر کے اس امید پر بیٹھے رہتے ہیں کہ شاید آگے کوئی جگہ خالی ہو۔

اس مفلسی اور بیکاری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی دیسی صنعتوں اور دستکاری کی طرف سے توجہ بالکل ہٹالی ہے۔ اسکولوں کالجوں میں محض کتابی تعلیم ہوتی ہے۔ ان کو کسی قسم کا ہنر نہیں سکھایا جاتا جسے وہ پڑھنے کے بعد اپنا ذریعہ معاش بنائیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ پڑھ لکھ کر فارغ ہوتے ہیں تو دربدر نوکری کی امید میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں

اس خراب تعلیم کا یہ اثر ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کسی قسم کا ہاتھ کا کام کرنا سخت عیب سمجھتا ہے

جن لڑکوں کے ہاں پشت ہا پشت سے تجارت کھیتی باڑی اور دوسرے کام ہوتے تھے وہ بھی پڑھنے کے بعد روزی کمانے کے اُن باعزت ذریعوں کو چھوڑ کر غلامی کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ اب بتائیے کہ لوگ کس برتے پر اپنی اولاد کو پڑھائیں اس لئے کہ اگر پہلے وہ روٹی کھانے کے قابل کما لیتے تھے تو پڑھ کر فاقے ہی کرتے ہیں۔

ہر اسکول اور کالج میں اس کا انتظام ہونا چاہئے کہ لڑکے اور لڑکیاں پڑھائی کے ساتھ ساتھ ہاتھ کا کام بھی ضرور سیکھیں اور یہ لازمی مضمون ہو اگر اسکول کالج اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تو والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کوئی ہنر سکھائیں۔ لڑکوں کے لئے کپڑا بننا، بڑھئی کا کام، جلد سازی، کتابت اور بہت سی دوسری دستکاریاں ہیں جنھیں وہ اسکول سے وقت بچا کر سیکھ سکتے ہیں۔

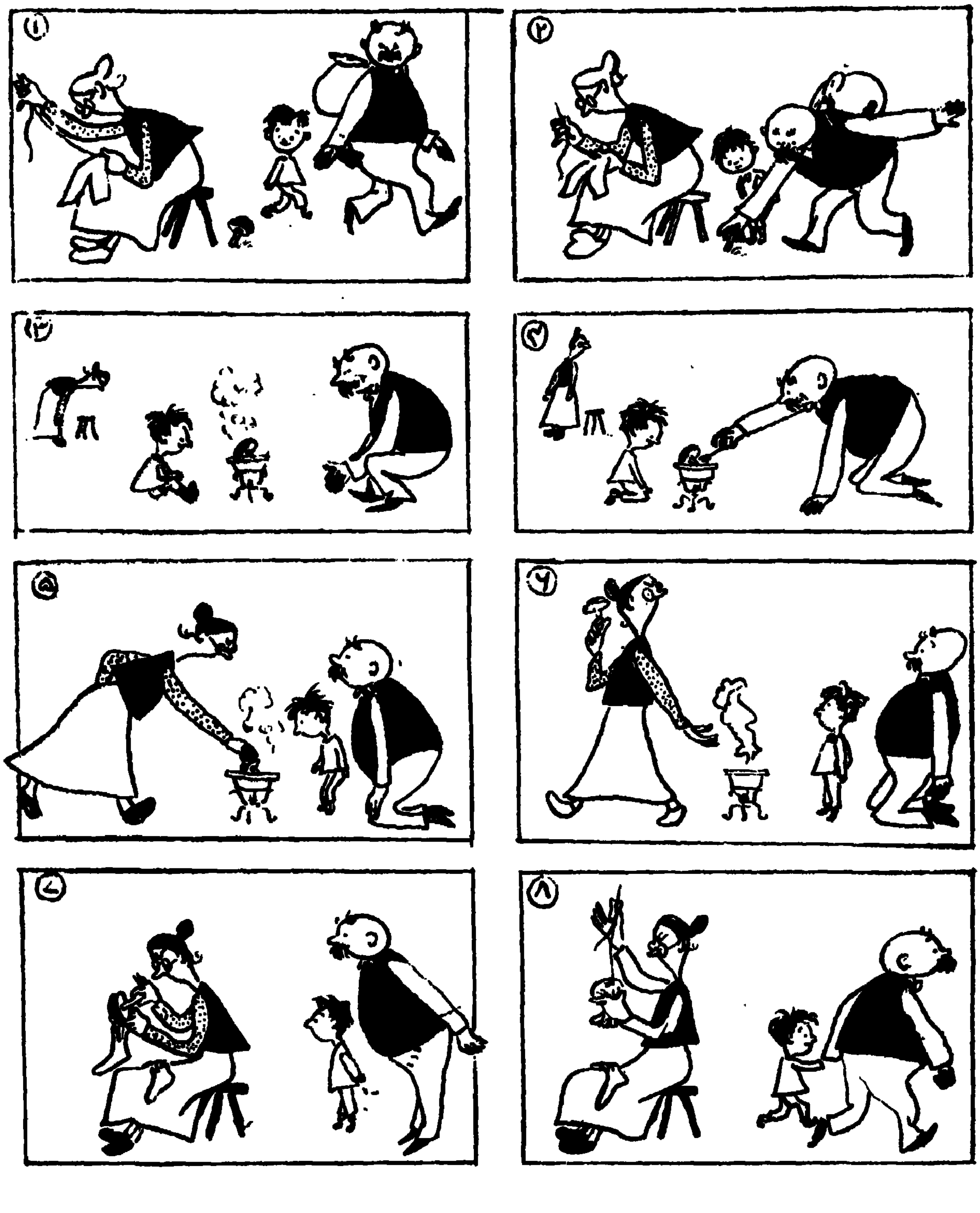
اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری لڑکیوں کو دستکاری سکھانا ہے۔ لڑکیاں بڑی آسانی سے کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا، کاڑھنا، پینٹ کرنا، گوٹا بننا، قالین بنانا اور دوسرے بہت سے کام سیکھ سکتی ہیں۔ تھوڑا بہت کام تو ہر لڑکی کے گھر کی عورتیں جانتی ہیں نئی نئی دستکاریوں کے لئے کتابوں اور رسالوں سے مدد مل سکتی ہے۔ تھوڑی سی کوشش سے اس مقصد میں کامیاب ہونا مشکل نہیں۔ بس ہمت شرط ہے۔ دستکاری فرصت کے وقت کا مشغلہ اور گھر کے سجانے کا ذریعہ ہی نہیں ہے بلکہ وقت بے وقت اس سے اپنی اور اپنے خاندان کی مالی امداد بھی ہو سکتی ہے۔

خوش حال گھروں میں سینکڑوں روپیہ درزی کی بھینٹ چڑھتا ہے اور سینکڑوں روپیہ گھر کی آرائش کا سامان منگانے میں خرچ ہو جاتا ہے گھر کی عورتیں اور لڑکیاں کیا اتنا نہیں کر سکتیں کہ مردوں کی محنت کی کمائی کو سلیقے اور کفایت شعاری سے خرچ کریں اور جو روپیہ وہ اپنے کپڑوں کی سلائی اور آرائشی سامان میں خرچ کرتی ہیں۔ اسے ضرورت کے وقت کے لئے بچائیں یا کسی غریب کی امداد ہی کر دیں

اور اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر ان ضرورتوں کو پورا کریں۔

میں اپنے پیامی بھائی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس مضمون کو محض پڑھنے کی خاطر نہ پڑھیں بلکہ اس میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس پر غور کریں اور دل سے اس کی کوشش کریں کہ کوئی نہ کوئی ایسا کام انھیں آجائے جو وقت پڑنے پر کام آسکے۔ ابھی تم خیر سے کم عمر ہو، جوان ہو کر خدا جانے تمھیں کس کس مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔ اگر تمھارے ہاتھ میں کوئی ہنر ہے تو ہرگز تمھیں کسی کی محتاجی نہ ہوگی۔ کام کرنے میں کبھی شرم نہ کرنا چاہیئے۔ سوچو کہ شرم کی بات کسی کی غلامی کرنا ہے نہ یہ کہ خود کام کرکے روٹی کھانا۔ اس خیال کو دل سے نکال دو کہ ہم کس قسم کا کام ہاتھ سے کریں گے تو لوگ ہمیں ذلیل سمجھیں گے، دراصل جو تمھیں ذلیل سمجھے گا۔ وہ خود ہی تنگ خیال اور ذلیل ہے۔ ذلت عیب کرنے میں ہے اور ہنر عیب نہیں۔

موٹو، چھوٹو نمبر ۸



اچھی کہانی

جناب مولوی الیاس احمد صاحب مجیبی

کبھی تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی پڑھا یا سنا ہے۔ ہم مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید کی زبان میں "احسن القصص" میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں بڑی اچھی اچھی باتیں ہیں۔ ہمارے سیکھنے سمجھنے اور دنیا میں ہر ایک کے کام آنے والی۔ اچھا تو آج ہم تمھیں یہ اچھی کہانی سناتے ہیں۔ اور اس میں جو گڑ کی اور سمجھنے کی باتیں ہیں وہ بھی تمھیں سمجھاتے جائیں۔

حضرت عیسیٰ مسیحؑ سے کوئی دو ہزار برس پہلے کی بات ہے کہ ہمارے سرکار حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بزرگوں اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں خدا کے ایک اور نبی یا پیغمبر گذرے ہیں حضرت یعقوب یا انھی کے بیٹے حضرت یوسفؑ تھے۔ (علیہم السلام)

حضرت یعقوب، کنعان نامی ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ کنعان اس علاقے میں ہے جو فلسطین کہلاتا ہے اوروں کی طرح اُن کے گھرانے کی بھی بس دیہاتیوں کی سی زندگی تھی۔ وہ سب مویشی چراتے تھے۔ گوشت اور دودھ اُن کا کھانا پینا اور اُون اُن کا اوڑھنا بچھونا۔

یہاں سے تھوڑی ہی دور مصر کا فرعونی راج تھا جہاں بڑے بڑے عالم فاضل تھے اور جہاں لوگ بہت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ وہ اپنے آگے کسی کو دھیان میں نہ لاتے تھے۔ خاص کر کنعانیوں کی تو اُن کے آگے کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔ مصر والے انھیں چرواہا کہہ کر بلاتے اور اپنے برابر کیا انھیں اپنی محفلوں میں گھسنے نہ دیتے، یہاں تک کہ مصری دیہاتیوں کو بھی اپنی آبادیوں میں اُن کا رہنا بسنا نہ بھاتا۔

حضرت یعقوبؑ کی کئی بیویاں تھیں اور اُن کے (۱۲) بیٹے تھے۔ سب سے زیادہ وہ حضرت یوسفؑ ہی کو چاہتے تھے خدا کو تو آگے چل کر حضرت یوسفؑ کو بھی اپنا نبی بنانا تھا۔ اسی لئے حضرت یعقوبؑ کے دل میں اُن کی محبت اوروں سے زیادہ تھی۔ مگر اُن کے دوسرے بیٹوں کو اپنی نادانی سے یہ بات بہت کھلتی تھی اور وہ آپ سے خواہ مخواہ جلا کرتے تھے۔ جسے حضرت یعقوبؑ خوب سمجھتے تھے۔

حضرت یوسفؑ ابھی (۱۷) برس ہی کے تھے کہ انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ (۱۱) ستارے ہیں اور چاند اور سورج، جو سب انھیں سجدہ کر رہے ہیں

حضرت یعقوب نے جو یہ خواب سُنا تو آپ سے فرمایا، دیکھو بیٹا! یہ خواب تم کہیں اپنے سوتیلے بھائیوں سے نہ کہہ دینا تم جانو شیطان تو آدمی کا کُھلا دشمن ہے ہی، کہیں وہ تمھارے خلاف منصوبے نہ باندھیں

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا کینہ دن پر دن بڑھتا ہی گیا۔ ایک دفعہ تو انھوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ (توبہ توبہ) اِن کا کام ہی تمام کر دیا جائے۔ یہ بات ٹھان، حضرت یعقوبؑ سے کہنے لگے کہ ابا جان! بھلا آپ یوسفؑ کے بارے میں ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہمارے ساتھ اسے بھی (جنگل میں) جانے دیجئے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ کھیلے کودے اور کھائے پیئے۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ نے ڈرتے ڈرتے حضرت یوسفؑ کو اُن کے بھائیوں کے ساتھ کر دیا پر اُن نادانوں نے وہی کیا جس کا ڈر تھا سب نے صلاح کر آپ کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ شام کو جب گھر گئے تو روتے پیٹتے باپ سے بیان کیا کہ یوسف کو تو بھیڑیا لے گیا۔ یقین دلانے کو حضرت یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا لائے جسے دیکھ کر حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:۔ یہ تمھاری باتیں ہی باتیں ہیں، پر میرے لئے اب صبر ہی کرنا ٹھیک ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر میں بس اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں

اولاد کا داغ خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر دُکھ اور صدمے کی اور کوئی بات نہیں۔ ایسے موقع پر اوبدا کے آدمی کے منہ سے اُٹک بے تُک باتیں نکل جاتی ہیں۔ جن سے خدا کی شکایت پائی جاتی ہے۔ پر دیکھو حضرت یعقوبؑ نے بس صبر سے کام لیا۔ اور کیا مجال کہ زبان سے کچھ ایسی ویسی باتیں نکلی ہوں۔

خدا کا کرنا وہ کنواں اندھا تھا جس کے پاس کچھ مسافر آکے ٹھہرے۔ سقے نے جو پانی بھرنے کو ڈول کنوئیں میں ڈالا تو اس میں حضرت یوسفؑ بیٹھ گئے۔ سمجھے بھائیوں نے مجھ پر ترس کھایا اور میرے نکالنے کی تدبیر کی ہے اب سقا کیا دیکھتا ہے کہ ڈول میں پانی کی جگہ ایک نہایت خوب صورت لڑکا بیٹھا ہے تو مارے خوشی کے اچھل ہی تو پڑا، اور قافلے والوں نے چپ چپاتے انھیں چھپا لیا اور مصر جاکر معمولی سے داموں پر مصر کے بادشاہ عزیز کے ہاتھ بیچ ڈالا

خدا کی شان خدا کا نبی اب غلام بن کے رہنے لگا زبان پر شکایت کا ایک بول نہ آیا بلکہ اس طرح اپنے آقا کی خدمت میں لگ گیا کہ عزیز اور اس کا گھر بھر دل سے چاہنے لگا خاص کر اس کی بیوی زلیخا تو ایسی ریجھی کہ اس نے آپ کو بہکانے کے سب سب جتن کئے پر آپ آگے اور پیچھے ہمیشہ اپنے آقا کے وفادار رہے اور شیطان کی چالوں سے بچے رہے۔ آپ نے فرمایا تیرا شوہر تو میرا آقا ہے۔

اب اس بات سے زلیخا نے جل کر ایسی ایسی تو مکاری اور فریب کی باتیں اور ترکیبیں کیں کہ عزیز نے حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈال دیا۔ مگر تم جانو اچھوں کے ساتھ کوئی کیسی ہی بُرائی کرے پر اُن کی نیکی اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی اب جو حضرت یوسفؑ قید خانے گئے تو وہاں کا داروغہ آپ پر ایسا مہربان ہوا کہ اس نے سارا انتظام آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

انہی دنوں شاہی محل میں دو آدمی وہاں اور تھے

دونوں نے ایک ایک خواب دیکھا سمجھ میں نہ آیا تو پریشان ہوکر حضرت یوسفؑ سے تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ تم میں کا ایک تو قید سے چھوٹ کر پھر اپنے آقا کے پاس پہنچ جائے گا اور دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا۔ خواب کی یہ تعبیریں پوری اتریں۔

خدا کا کرنا کوئی ۷ برس بعد خود بادشاہ نے ایک نرالا خواب دیکھا اور سب درباریوں کو اکٹھا کرکے بیان کیا میں نے دیکھا ہے کہ ۷ گائیں ہیں موٹی تازی۔ انھیں ۷ دُبلی پتلی گائیں نگل رہی ہیں اور ۷ بالیں ہری ہیں اور دوسری ۷ سوکھی۔ بتاؤ اس کا مطلب کیا ہے۔ دربار کے بڑے بڑے عالم کسی طرح خواب کی تعبیر نہ بتا سکے اور جھوٹ موٹ کی باتیں بنا کر رہ گئے۔ مگر وہ آدمی جو قید سے چھوٹ کے آیا تھا۔ بادشاہ کی پریشانی اور خواب کا ماجرا سن کے بول اٹھا کہ میں اس کی تعبیر بتاؤں گا۔ مجھے ایک جگہ جانے دو۔ اُسے ایک دم آپ کا خیال آیا اور سیدھا قید خانے پہنچ حضرت یوسفؑ سے کہنے لگا۔ اے سچائی کے دیوتا! بتاؤ تو سہی اس خواب کا مطلب کیا ہے۔ کیا عجب کہ اور لوگ بھی تجھے پہچان جائیں۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا ۷ برس تک تمھاری کھیتیوں میں خوب پیداوار ہوگی مگر جو کچھ کاٹو اُسے بالوں ہی میں رہنے دو کہ اناج سڑنے گلنے نہیں۔ بس اتنا الگ کر لیا کرو جو تمھارے کھانے کو بس کرے پھر ۷ برس خشکی اور مصیبت کے آئیں گے اُن میں تمھارا بچایا ہوا کام دے سکتا ہے۔

اب جو بادشاہ نے یہ تعبیر سنی اور معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ نے بتائی ہے تو بولا یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ

اب لوگ آپ کو قید سے چھڑانے آئے پر آپ نے فرمایا پہلے میرا معاملہ صاف ہونا چاہیئے اگر میں سچ مچ مجرم ہوں تو مجھے قید خانے ہی میں رکھنا چاہیئے۔ اب پھر سے آپ کے معاملے کی تحقیقات ہوئی تو خود زلیخا اور دوسری عورتوں نے بھرے دربار میں صاف صاف اقرار کیا کہ سارا قصور میرا تھا۔ وہ تو بالکل بے قصور اور سچا ہے۔ اس کی خبر آپ کو دی گئی تب آپ راضی ہوئے۔ بادشاہ نے بڑی آؤ بھگت سے لیا اور کہنے لگا:۔ میں تمھیں حکومت دیتا ہوں، تم ہی آنے والی مصیبت کا علاج کر سکتے ہو۔

آخر سرکاری خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں آگئیں اور اب یہ دیہاتی نوجوان جو غلام بن کے بکا تھا اور بدنام ہوکے قید میں بھی پڑ چکا تھا مصر کا بادشاہ ہوگیا۔ اس چرواہے نے ملک کا وہ انتظام کیا جو شہزادوں سے بھی نہ بن پڑا۔ سچ ہے نیکی کا بیج کبھی مارا نہیں جاتا ضرور پھل لاتا ہے۔

جب کال پڑا تو دنیا چیخ اٹھی اور لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ لیکن حضرت یوسفؑ نے پہلے ہی سے سب ٹھیک کر رکھا تھا کہ اپنے دیس والوں کے سوا دور دور کے لوگ آتے اور یوسفی دربار سے فیض پاکر خوش خوش جاتے۔ ایک دن خود آپ کے بھائی آئے۔ آپ نے انھیں پہچان لیا اور اُن کے ساتھ بڑا سلوک کیا۔

آخر ہوتے ہوتے کچھ ایسے سامان پیدا ہوگئے کہ برسوں کے بچھڑوں کا ملاپ ہوگیا۔ بھائیوں نے بھی آپ کو پہچان لیا اپنی نادانیوں اور کرتوتوں پر پچھتائے۔ اور معافی چاہی آپ نے سب کو کھلے دل سے معاف کر دیا۔ حضرت یوسفؑ نے اب اپنے ماں باپ کو بھی اپنے ہی پاس بلا لیا اور انھیں

بڑی عزت سے رکھا۔ اور اب یہ سارا کنبہ مصر کا مالک و مختار بن گیا۔ کوئی بیس برس پیچھے حضرت یعقوبؑ کا صبر بھی کام آگیا اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے

یہ سب آدمی کی نیک اور پاکیزہ عادتوں اور ایسے کاموں کا ایک معمولی سا کرشمہ ہے۔ دنیا کی ساری رکاوٹیں ایسے آدمیوں کی راہ سے ہٹ کے رہتی ہیں۔ آدمی خود اپنی جگہ پاک و صاف و سادہ ہو پھر دیکھو دوسرے بھی آپ کے سامنے اس سے صاف ہو جاتے ہیں۔ چاہے کوئی کیسی ہی دشمنی رکھے، اور مکاری دغابازی کرے پر ایک نہ ایک دن کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہو کے رہتا ہے۔ دیر سویر میں بھی خدا کی حکمت ہی تو ہوتی ہے مگر سچے لوگ ضرور کامیاب ہو کے رہتے ہیں اور آخر عزت پاتے ہیں۔

سائنس کے شعبدے بچوں کے لئے

ایک گلاس کو پانی سے بھر دو۔ گلاس کے منہ پر کاغذ کا ایک ٹکڑا رکھ کر ہاتھ سے دباؤ۔ اب گلاس کو الٹ دو۔ تم دیکھو گے کہ گلاس کا پانی بالکل نہیں گرتا۔

شیشے کی ایک بوتل پانی سے بھر دو [illegible] کاگ [illegible] پانی [illegible] سوراخ سے پانی گرنے لگے [illegible] سوراخ سے [illegible] سے بند کرنے سے دوسرے سے بھی پانی گرنا بند ہو جائے گا۔

---

(۳) [illegible] کی ایک [illegible] بند کی۔ [illegible] [illegible] دیکھو [illegible] ایک [illegible]

---

(٤) ایک گلاس میں [illegible] ایک نی کے ذریعے سے گلاس میں [illegible] پانی دودھیا ہوتا جائے گا۔

احمد خالد عمر
گونڈہ

[illegible] نے حضرت مولانا ابو الکلام آزاد کے ترجمان القرآن کو سامنے رکھ کر لکھا ہے پیام تعلیم [illegible] والوں میں جو زیادہ سمجھ والے ہوں وہ اسے اس میں بھی ضرور پڑھیں۔ اس میں انھیں اور اچھی [illegible] ملیں گی۔ (مجیبی)

انگور اور ناشپاتی

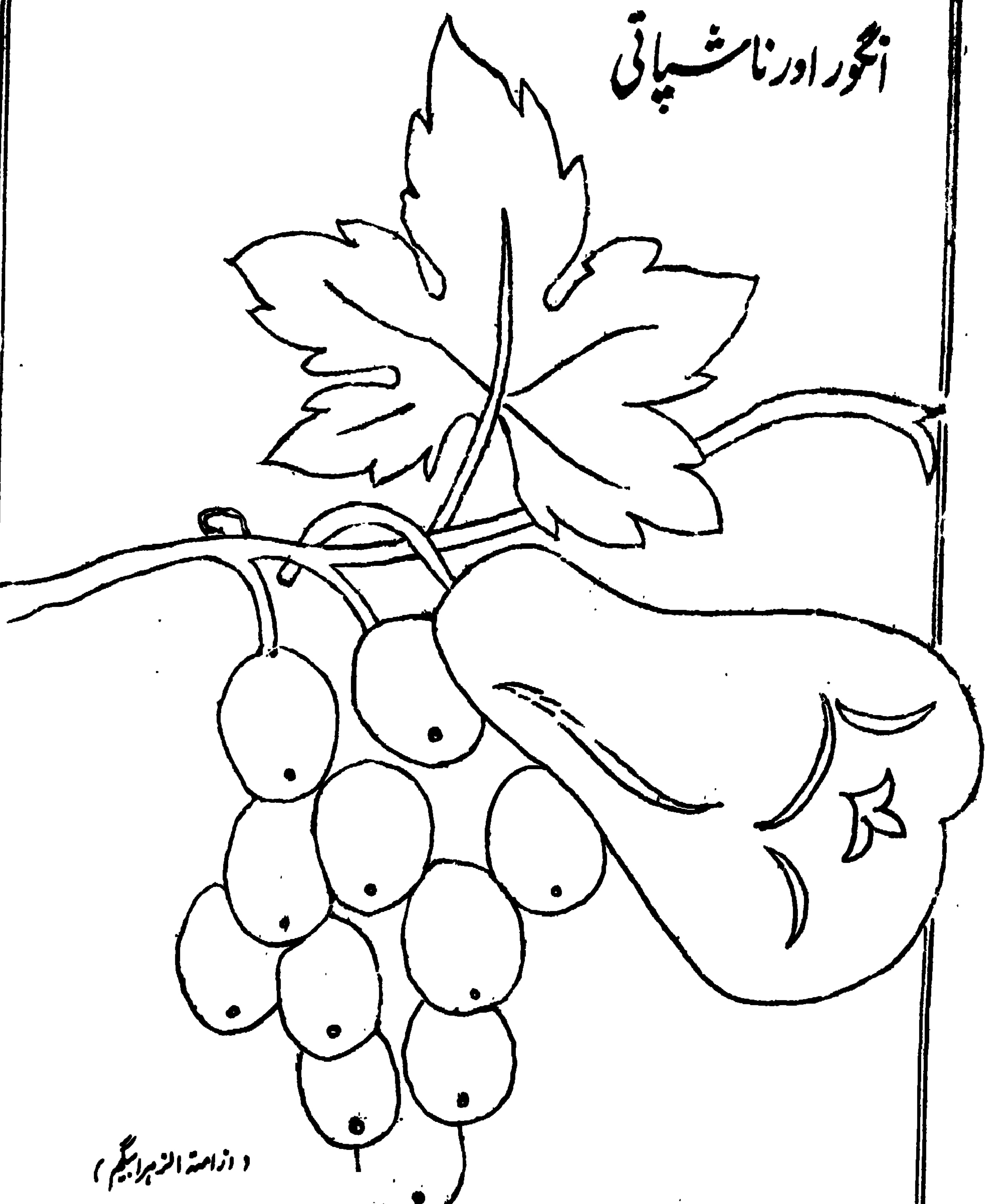
تم نے پھول تو بہت بنائے اور کاڑھے ہوں گے۔ کبھی پھلوں کی تصویر بھی بنائی ہے آج ہم تمھیں ایک ایسا نمونہ بتاتے ہیں۔ جس میں ڈرائنگ اور سلائی دونوں شامل ہیں۔ اگر اسے توجہ اور محنت سے بناؤگی تو بہت خوب صورت نمونہ تیار ہوگا۔ اگر تم نے پسند کیا تو آئندہ اور بھی عمدہ نمونے بتائیں گے۔ اس کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوگی:۔

کارڈ بورڈ بارہ انچ لمبا۔ آٹھ انچ چوڑا۔ رنگ خواہ رنگین چوک یا پانی کے۔ دھاگا رنگین اور سوئی۔ خاکے کو ڈرائنگ یا کاربن پیپر سے کارڈ بورڈ پر اتارلو۔ اب انگور میں اُودا، ناشپاتی میں زرد، پتوں میں سبز، ڈنڈیوں میں چاکلیٹ رنگ بھرلو۔ خاکے کے ہر نقطے پر موٹی سوئی سے سوراخ بنادو۔ اور ایک کند نوک والی سوئی میں دھاگا پر وکر ہر ایک سوراخ میں سے گذارتی جاؤ۔ خواہ زنجیر سے یا پیچی سے اگر پیچی ہو تو اس کو دوبارہ اس طرح دہراؤ کہ جگہ خالی نہ رہے اور دھاگا برابر برابر آجائے۔ نمونہ مکمل ہونے کے بعد سنہری کاغذ کی جھالر کاٹ کر کارڈ کے چاروں طرف گوند سے چپکا دو۔

بڑی بچیاں اس نمونے کو کپڑے پر ریشم سے کاڑھیں تب بھی نفیس ہوگا۔

(از امۃ الزہرا بیگم)

انگور اور ناشپاتی



(از امۃ الزہرا بیگم)



ناصر کی بہادری

بشیر احمد صاحب فیروزپوری

ناصر کے ماں باپ کا وطن تو بنگال تھا مگر وہ مدراس کے ایک شہر منگلور میں آرہے تھے۔ ناصر کی صحت منگلور میں اچھی نہیں رہتی تھی اس لئے ماں باپ نے اُسے اس کے چچا کے پاس بنگال بھیج دیا۔ رخصت کرتے وقت ماں نے بیٹے سے کہا......

"بیٹا! اپنے چچا کے پاس خوش رہنا۔ ہمیشہ حق بات کہنے میں بہادری دکھانا۔ اور اپنے دشمن کے ساتھ بھی مہربانی سے پیش آنا۔

چچا کا ایک لڑکا تھا۔ اس کا نام تھا نذیر۔ ناصر اور نذیر دونوں ساتھ کھیلتے۔ ساتھ ہی مدرسے جاتے۔ چچا نے ناصر اور نذیر سے کہہ دیا تھا کہ...... "بچو! پڑھو، کھیلو، کودو مگر ایک بات ہرگز نہ کرنا۔ دیکھو، ہمارے گھر کے پاس جھیل ہے۔ اس میں ناؤ میں بیٹھ کر کبھی نہ جانا۔ ایسا کروگے تو میں بہت خفا ہوں گا"

ایک روز شام کا وقت تھا۔ نذیر اکیلا ناؤ میں بیٹھ کر سیر کو چلا گیا۔ ناصر کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ مگر وہ خاموش رہا۔ دوسرے روز چچا نے دونوں لڑکوں کو اپنے پاس بلا کر کہا...... "تم دونوں میں سے ایک نے میرے حکم کے خلاف کام کیا ہے۔ بتاؤ کون ناؤ میں بیٹھ کر جھیل میں گیا تھا؟"......

...... یہ سنتے ہی ناصر نے گردن نیچی کرلی۔ مگر نذیر نے باپ سے پوچھا...... "آپ سے کس نے کہا؟ کسی نے دیکھا تھا؟" اس کے باپ نے جواب دیا...... "نہیں! مجھ سے کسی نے نہیں کہا۔ مجھے تو آج ناؤ میں ایک چاقو ایک کانٹا اور دو مچھلیاں پڑی ہوئی ملی ہیں...... میں جانتا ہوں کہ تم دونوں کے پاس ایک ہی شکل کے چاقو ہیں۔ اب تم مجھے سچ سچ بتاؤ وہ چاقو کس کا ہے؟"

ناصر کے پاس چاقو نہ تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی نذیر نے اس سے مانگ لیا تھا۔ اب وہ جلدی سے دوڑ کر گیا اپنے کوٹ کی جیب سے چاقو نکال، اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

...... ناصر نے زور سے ہونٹ بند، اور آنکھیں نیچی کرلیں۔ وہ اصل بات نہیں کہنا چاہتا تھا...... مگر چچا نے کہا: "میں خیال کرتا ہوں قصور تمہارا ہی ہے۔ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کہنا چاہتے ہو" ناصر نے جواب دیا...... میں ناؤ میں نہیں گیا تھا۔

"قصور کرتے ہو۔ چچانے کہا۔۔۔" اور پھر جھوٹ بولتے ہو؟ تمھاری سزا ہے کہ مہینے بھر کبھی گھوڑے پر نہ چڑھو۔ ہمارے ساتھ شکار میں نہ جاؤ۔ میدان اور باغ میں کھیلنا بند کرو۔ صرف مدرسے جایا کرو۔"

اب ناصر کا بُرا حال تھا۔ بچارا ہر وقت اُداس رہتا تھا۔ ایک روز دل میں کہنے لگا۔۔۔۔" افسوس چچانے میری بات کا یقین نہ کیا۔ ماں باپ پاس نہیں۔ کس سے اپنے دل کا حال کہوں۔ میں اکیلا یہاں پڑا رہتا ہوں۔ نذیر ہفتے میں تین روز چچا کے ساتھ شکار میں جاتا ہے۔ آج عائشہ (چچا کی لڑکی) کہتی تھی۔ بہت سے لڑکے مل کر گیند بلا کھیلنے گئے ہیں"

ایک دن شام کے وقت ناصر اوپر کے مکان کی کھڑکی میں سے جھانک رہا تھا۔ جھیل کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ناؤ پانی میں جا رہی ہے۔ اور اس میں نذیر بیٹھا ہے۔ اس نے سوچا۔۔۔۔ اب بڑا اچھا موقع ہے۔ سارا حال چچا سے کہہ دینا چاہیئے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر دل میں کہا۔۔۔"نہیں میں ایسا نہیں کروں گا"۔۔۔۔۔۔۔ اب ناصر نے ایک سرد آہ بھری۔ اور اپنا سر کھڑکی کی چوکھٹ پر ٹکا دیا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد ایک چیخ کی آواز جھیل کی طرف سے آئی۔ ناصر نے گھبرا کر ادھر دیکھا۔ مگر اندھیرا ہو گیا تھا۔ کچھ نظر نہ آیا: فوراً زینے سے اترا۔ دوڑتا ہوا جھیل پر گیا اور پانی میں تیرتا ہوا ناؤ کے پاس جا پہنچا۔

نذیر کی بہن چلائی۔۔۔۔۔۔ پاپا! پاپا! چلو! جلدی چلو۔ جھیل میں کوئی ڈوب رہا ہے۔ ناصر۔ بھاگ کر ابھی نیچے گیا ہے۔ شاید نذیر ڈوب رہا ہے۔ وہ اب تک چائے پینے نہیں آیا۔۔۔" باپ سنتے ہی دوڑا۔ گھر کے سب نوکر باہر آ گئے۔ دیکھا تو کنارے سے چند گز کے فاصلے پر ناؤ اُلٹ گئی ہے۔ ناصر کا ایک ہاتھ ناؤ پر ہے۔ اور دوسرے ہاتھ سے وہ نذیر کے بال پکڑے ہوئے ہے۔ نذیر کا باپ اور تین چار نوکر فوراً ناؤ میں بیٹھ کر گئے۔ چچا پاس پہنچا ہی تھا کہ نذیر کے ہاتھ سے ناؤ چھوٹ گئی۔ اور وہ پانی میں گر پڑا۔ نوکروں نے اسی وقت دونوں بھائیوں کو پانی میں سے نکال لیا۔ اور دونوں کو گھر لا کر پلنگ پر لٹا دیا گیا۔

دونوں لڑکے بے ہوش پڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد نذیر نے آنکھیں کھول دیں۔ اور ہوش میں آ گیا ناصر ابھی بے ہوش پڑا تھا۔ چہرے پر مردنی چھا رہی تھی لمبے لمبے بال پانی میں بھیگ رہے تھے۔ چچا نے بال چہرے پر سے ہٹائے تو دیکھا کنپٹی پر زخم ہے سمجھ گیا کہ بچاتے وقت سر میں کسی چیز سے ٹکر لگی ہے۔۔۔۔۔۔۔ چچا کو بڑی فکر ہوئی۔ دل میں کہنے لگا۔ کہیں یہ زخم خطرناک ثابت نہ ہو"

ناصر نے آنکھ کھول دی۔۔۔۔۔۔۔۔ اور آہستہ سے کہا۔" ہمیں اپنے دشمن کو بھی معاف کر دینا چاہیئے۔ چچا نے یہ لفظ سن لئے۔ سمجھ گیا کہ یہ لڑکا بڑا بہادر ہے۔ قصور نذیر کا تھا۔ سزا اس کو ملی۔ مگر اس نے اُف تک نہ کی۔ بلکہ اپنے دشمن کو بچانے کے لئے اپنی جان تک کی پروا نہ کی۔

رات کو ناصر سو گیا۔ گھر والوں کو بڑی فکر تھی۔ صبح ہوتے ہی چچا نے پوچھا۔۔۔۔۔۔۔ "کہو بیٹا کیسی طبیعت ہے؟" ۔۔۔۔۔۔۔۔ ناصر نے کہا۔۔۔۔۔۔۔ "کیا نذیر بچ گیا ہے؟" چچا نے جواب دیا ۔۔۔۔ "ہاں بیٹا! نذیر بچا ہے" ۔۔۔۔۔۔ ناصر نے کہا۔ "چچا میاں۔ مجھے سب کچھ یاد ہے۔ میں نے نذیر کی چیخ سنی تھی۔ میں بھاگ کر جھیل پر گیا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں نے نذیر کو بچا لیا ہے۔ میں نے اس کو بچایا ہے۔ جس نے مجھ سے دشمنی کی تھی۔ اب ماما مجھ سے بہت خوش ہوں گی۔۔۔۔۔۔ اب تو آپ کو یقین آگیا ہوگا کہ میں سچا تھا؟" ۔۔۔۔۔۔ چچا نے جواب دیا۔۔۔۔۔ "میرے بہادر بیٹے۔ اب مجھے یقین آگیا۔۔۔۔ بیشک تم سچے بہادر ہو" ۔۔۔۔۔۔۔ ناصر نے اپنا سر تکیے سے اُٹھایا اور مسکرا کر کہا۔ "پھر ذرا یہی بات کہیے" "میں پچیس روز میں اماں مجھ سے ملنے کے لئے آنے والی ہیں۔ میں اُن کے آنے سے پہلے سچا اور بہادر بننا چاہتا ہوں"

تین روز میں ناصر بالکل اچھا ہوگیا۔ چچا بہت خوش ہوا۔ چوتھے روز وہ اسے اپنے ساتھ شکار میں لے گیا اس روز شکار میں جو لطف آیا۔ پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

تراسی برس پہلے کا ٹکٹ

مکرمی تسلیم۔ جون ۳۵ء کے پیامِ تعلیم میں ایک مضمون "ٹکٹ جمع کرنے کے قاعدے" کے عنوان سے شایع ہوا ہے۔ میری نظر سے گذرا۔ اُس میں جولائی ۱۸۵۲ء میں سب سے پہلے جو دو پیسے کا ٹکٹ جاری ہوا تھا، اُس کی قیمت پانچسو روپیہ اور ۱۸۵۴ء میں جو دو پیسے کا ٹکٹ جاری ہوا تھا اُس کی قیمت ڈھائی سو روپیہ لکھی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ قیمت آسانی سے مل سکتی ہے۔

میرے ایک دوست کی بیوہ بہن کے یہاں ایک لفافہ نکلا ہے اس میں دو پیسے کا ایک ٹکٹ بھی چسپاں ہے۔ لفافے پر کاتب کے قلم کی تاریخ ۱۲۶۸ ہجری درج ہے۔ اس لحاظ سے وہ ٹکٹ اب سے تراسی برس پہلے کا ثابت ہوتا ہے۔ تصویر کے دیکھنے سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ ٹکٹ زمانۂ غدر سے پہلے کا ہے۔ ملکہ کے زمانے سے ٹکٹوں پر جو تصویریں پائی جاتی ہیں، وہ اس سے بالکل مختلف ہیں۔ ٹکٹ پر انڈیا (اوپر) ہاف آنہ (نیچے) درج ہے اور اس کا رنگ شوخ سبز ہے۔

امید ہے کہ آپ اس ٹکٹ کی فروختگی کا انتظام فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے اور ایک غریب بیوہ کی امداد فرما کر جزائے خیر حاصل کریں گے۔ امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے گا۔

شاہد حسین منیجر نگار لکھنؤ

سال گرہ نمبر پر رائیں

یہاں ہم بچوں اور بڑوں کی اُن رایوں کو نقل کرتے ہیں جو اُنھوں نے سال گرہ نمبر دیکھ کر ظاہر کی ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ہم صرف چند رائیں پیش کر سکتے ہیں۔ باقی انشاء اللہ اگلے پرچے میں۔ (ایڈیٹر)

جناب مرزا سیفی دہلوی۔ بھوپال

سبحان اللہ۔ آپ کا پرچہ ظاہری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے اب میری تعریف سے بے نیاز ہو چکا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جامعہ ملیہ کا وجود ملک و ملت کے حق میں بیش از بیش ناگزیر ثابت ہو رہا ہے۔

جناب محمد احمد سبزواری صاحب بھوپال

اگر آپ کوئی ایسا مقابلہ رکھ دیتے۔ کہ "تاسیس نمبر میں کون سا مضمون سب سے اچھا ہے"۔ تو اس کا جواب مشکل ہو جاتا آپ نے جس خوبی سے مضامین کا انتخاب کیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔ مبارک باد"۔

اختر یوسف زئی۔ آگرہ

ہم سبھوں کو بہت پسند آیا۔ رسالہ کے تمام مضمون ایک سے ایک اچھے ہیں۔ یہ نمبر بہت کامیاب رہا۔

محمد نور کھٹکھٹے بمبئی۔

یوں تو اس کے مضامین ایک سے ایک بڑھ کر اور مفید ہیں، مگر سب سے اچھا مضمون مجھے ڈاکٹر عابد حسین صاحب کا "ہماری زبان" معلوم ہوا اس کے علاوہ "ہم کیا کھائیں"۔ "گھڑی"۔ "شیخ نیازی"۔ "ننگا پربت"۔ "ہوا کا دباؤ"۔ "کیڑے جمع کرنا" بھی کچھ کم دلچسپ اور مفید نہیں نظمیں بھی ایک سے ایک بڑھ کر ایسی کہ حفظ کر لی جائیں۔

محمد یحیٰی انصاری بھوپال

رسالہ کیا ہے ایک شفیق استاد ہے، با مذاق دوست اور علم بڑھانے کی بہترین مشین ہے۔ گویا سونے کے تار میں سچے اور قیمتی موتی پروئے گئے ہیں ہر مضمون بر۔۔۔۔ نظم بجائے خود بہتر ہے۔ کسی چیز کی الگ تعریف نہیں کی جا سکتی۔

غلام یزدانی۔ حیدر آباد

ہمارے ہاں پیام ہر ایک کو بہت پسند آیا اور اکثر اس کے پڑھنے کے لئے جھگڑا بھی ہوا۔

ظہور احمد صاحب بمبئی

پیام تعلیم ہی وہ پرچہ ہے جو یورپ کے بچوں کے پرچوں کی برابری کر سکتا ہے۔

جناب حمدی سیال کوٹ

اس سے قبل میں بچوں کے لئے انگریزی سال نامے بھی دیکھ چکا تھا حقیقت یہ ہے کہ جس حسنِ مذاق سے آپ نے تاسیس نمبر ترتیب دیا ہے اور جو کوشش و کاوش آپ نے اس میں تنوع پیدا کرنے کے لئے صرف کی ہے کم از کم مجھے تو ولایتی سال ناموں میں نظر نہیں آئی۔

ملک عزیز احمد ارگوی

یوں تو اس کا کوئی مضمون بھی بے کار اور بے فائدہ نہیں لیکن ڈاکٹر عابد صاحب کا مضمون "ہماری زبان" ۔ عبدالرحمٰن نذیر کا مضمون " جامہ " پھر تنکوں پر لڑائی " ۔ " ننھے معمار " شیخ نیازی " " ہوائی سفر کا رواج " " دلچسپ مشغلے " ننگا پربت " اور " کیڑے جمع کرنا " خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

محمود علی صاحب حیدر آباد دکن

باعتبار مضامین و تصاویر وغیرہ نہایت دیدہ زیب ہے۔

محمد فصاحت دہلی

بہت اچھے اور عمدہ مضمون تھے جنہیں پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ہمارے رسالے کو اسی طرح قایم رکھے۔

سید صبغت اللہ فاطمی شملہ

تاسیس نمبر ماشاء اللہ جناب کی حسنِ تدبیر سے دن دونی ترقی کر رہا ہے خصوصاً اس مرتبہ کا تاسیس نمبر تو اور بھی اچھا ہے۔

حسینہ بیگم میرٹھ

بہت انتظار کے بعد تاسیس نمبر ملا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میری دلی دعا ہے کہ اس کا ہر ایک پرچہ اسی شان سے نکلے۔

زاہد حسین صاحب ناگپور

.... سال گرہ نمبر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی واقعی رسالہ بہت کامیاب نکلا۔ خدا پیام تعلیم کو یوں ہی ترقی دے۔

آیت اللہ بیگ عارف دہلی

اس کے اکثر مضامین تعریف کے قابل ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ "ننگا پربت" والا مضمون پسند آیا۔

زہرہ عبدالمجید خاں اٹاوہ

اگرچہ اس کے سبھی مضامین دلچسپ اور پُر از معلومات ہیں لیکن "شیخ نیازی" "ہوائی سفر کا رواج" "دنیا کی کہانی" "ننگا پربت" تو بہت ہی دلچسپ ہیں۔ "زرزائی" بھی بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ مبارک باد

احسن عمر۔ میرٹھ

پیام تعلیم کا سال گرہ نمبر مجھے بہت پسند آیا۔ خدا کرے ہمارا پیام تعلیم دن دونی ترقی کرے۔ آمین۔

موسیٰ قادری۔ حیدر آباد دکن

اس کے دیکھتے ہی میرا دل خوش ہو گیا ہیں پیام تعلیم کو جب پڑھنے بیٹھتا ہوں تو بند کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

بشیر الدین صاحب حیدر آباد دکن

تاسیس نمبر اس وقت میرے سامنے ہے اس کی شان و شوکت نفاست اور سادگی کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی مضامین کے انتخاب میں بھی ذوق سلیم کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ہماری زبان اور ہوائی سفر کا رواج میری نظر میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ہماری زبان والے مضمون کی تعریف سے میری زبان قاصر ہے۔ اعلیٰ خیالات کو ایسے سلیس اور عام فہم پیرائے میں بیاں کیا ہے کہ بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

خط کتابت

بچوں کی انجمن کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ انجمن ضرور قایم کی جائے اور اس کا نام "بزم پیام" یا "انجمن اطفال ہند" رکھا جائے۔

محمد نور کھٹکھٹے ۔ بمبئی

مجوزہ انجمن کا قیام بہت مناسب ہے۔ پیامی بھائیوں کو یقیناً اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ ایسی انجمنیں اور لیگیں تقریباً ہر بڑے رسالے نے بنا رکھی ہیں۔ یہ انجمنیں دوستی اور محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں میرے خیال میں اس کا نام "جمعیتہ الاحباب" ہونا چاہئے

اختر یوسف زئی

میں انجمن بنانے کی پُر زور تائید کرتا ہوں لیکن میں کسی طرح کی فیس کی مخالفت کرتا ہوں۔ کوئی بچہ چاہے تو وہ اپنی ہر سال گرہ یا عید بقرعید یا اسی طرح کے کسی اور تہوار اور تقریب پر کچھ رقم جامعہ کے فنڈ میں دے میں آپ کو کچھ ٹکٹ بھیج رہا ہوں۔ آپ کسی اور بھائی سے مبادلہ کرا دیجئے۔

ظہور احمد ۔ بھونڈی والا بلڈنگ بمبئی

مجھے آپا حمیدہ اختر صاحبہ کے مضمون میں یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ ٹکٹ جمع کرنے کے شوق میں وہ بھی حصّہ لینے کو تیار ہیں۔ ان کی نمائش والی تجویز بھی بہت اچھی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ آپ اسے منظور کر کے سب پیام بھائیوں کو خوشی کا موقع دیں۔ امید ہے کہ حمیدہ اختر آپا بھی اس کے لئے انعام مقرر کریں گی۔ تاکہ ہم دو انعاموں کے مستحق ہو جائیں۔

میں جرمنی کے بچوں سے خط کتابت کرنا چاہتا ہوں مہربانی فرما کر اطلاع دیجئے کہ اس کا طریقہ کیا ہوگا۔

احسن عمر ۔ آفتاب منزل ۔ میرٹھ

اس کے بارے میں آپا جان سے خط کتابت کرو۔[1]

(ایڈیٹر)

میرے پاس ہر ملک کے ٹکٹ ہیں، مثلاً اٹلی، جرمنی امریکہ، مالٹا، برطانیہ، پولینڈ وغیرہ وغیرہ۔ کوئی صاحب ٹکٹ خریدنا یا قیمت پوچھنا چاہیں تو اس پتے سے خط کتابت کریں۔

جی۔ کے۔ پوپلے ۲ بیلا روڈ۔ دہلی

میں بھی دوسرے ملکوں کے ٹکٹ جمع کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا پتہ بتائیے۔ آپا جان کا پتہ بھی درکار ہے۔ تاکہ میں انھیں خط لکھ سکوں۔

خواجہ محمد عالم

پیام تعلیم کے پچھلے خصوصاً ۳۵ء کے پرچے پڑھو۔ آپا جان کا پتہ یہ ہے۔ آپا جان معرفت پیام تعلیم مکتبہ جامعہ نئی دہلی۔

پیام تعلیم میں بڑے لڑکوں کے لئے ذرا اعلیٰ معیار کے مضامین شایع ہوں تو بہتر ہے۔ (آیت اللہ بیگ عارف دہلی

---

[1] آپا جان معرفت پیام تعلیم مکتبہ جامعہ نئی دہلی

معلومات

شمالی کیرولینا (واقع امریکہ) کے پہاڑوں میں ایک درخت پر بجلی گری تو اُس نے گرہ دار لکڑی کے ٹکڑے کو ہاتھ کی شکل میں کاٹ دیا۔ ایک شکاری نے اسے دیکھا اور ہتھیلی چھیل کر درست کر دی۔ اس ہاتھ میں رگیں تک نظر آتی ہیں۔

مصنوعی ریشم کی طرح کی ایک چیز ایسی بنائی گئی ہے جسے صابن اور پانی سے دھویا جاسکتا ہے۔ اور اس پر لکھا بھی جاسکتا ہے۔ یہ تاش کے پتوں کے کام آسکتی ہے۔

ایسا کوئلہ تیار کیا گیا ہے جو اپنا رنگ نہیں چھوڑتا۔ ہر شخص اُسے رکھ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ جن گاڑیوں میں اسے رکھا جاتا ہے وہ بالکل سفید براق ہوتی ہے۔ ان گاڑیوں کے چلانے والے بھی سفید کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ دس پونڈ وزن کا ایک بنڈل موٹے کاغذ میں لپٹا ہوتا ہے۔ بنڈل کھولے بغیر یہ کوئلے کام میں لائے جاسکتے ہیں۔

درخت وغیرہ پر چڑھنے والے جانوروں کے ہاتھ ٹانگوں کے مقابلے میں لمبے ہوتے ہیں لیکن ہمالیہ میں ایک لنگور ایسا بھی پایا جاتا ہے جس کی پچھلی ٹانگیں ہاتھوں کے مقابلے میں لمبی ہوتی ہیں۔

دانتوں کے اندر کا رُخ دیکھنے کے لئے ایک برش تیار کیا گیا ہے۔ اس کے دستے میں آئینہ لگا ہوتا ہے۔ آئینہ منہ کے اندر اس طرح رکھا جاتا ہے کہ دانتوں کی اندرونی طرف کے مقابل آئینے کا رخ رہے۔ پھر کسی دیوار یا میز پر رکھے ہوئے آئینے میں دیکھا جائے تو دانتوں کی اندرونی جانب بہت صاف نظر آنے لگتی ہے۔ ضرورت نہ ہو تو آئینہ برش کے اندر چلا جاتا ہے۔

ایک فرانسیسی نے پیرس میں ایک بائسکل تیار کی ہے۔ اس میں تین بازوؤں والا پنکھا لگا ہوا ہے۔ موجد کا دعویٰ ہے کہ پنکھا بہت تیزی سے چلایا جاسکتا ہے، اس لئے سائیکل بھی بہت تیزی سے چل سکتی ہے۔

انگلینڈ کے ایک شخص نے کوئی ایسی دوا ایجاد کی ہے جس میں پانچ منٹ تک دھات کو رکھنے سے اُس میں زنگ نہیں لگ سکتا۔

مشہور ہے کہ گنجے کے سر پر بال نہیں اُگتے مگر اب امریکہ کے ایک ڈاکٹر کونروڈ نے ایسی مشین ایجاد کی ہے جس نے اس ناممکن بات کو ممکن کر دیا ہے۔ یہ ۵۰۰ گنجوں پر آزمائی جاچکی ہے۔ چودہ سے لے کر بیس مرتبہ تک آدھ آدھ گھنٹے کے لئے اس مشین کے استعمال سے سر میں روئیں پیدا ہو جاتے ہیں اور اُس وقت یقین ہو جاتا ہے کہ بال نکل آئیں گے۔

کیمیا جاننے والے ہزاروں سال سے سونا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمیشہ ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہے۔ مگر اب پولینڈ کے ایک سائنس داں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ سونا بنا سکتا ہے۔ اس دعوے نے تمام دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اٹلی کا ڈکٹیٹر مسولینی اس سائنسداں کی سرپرستی اور اس کے لئے تمام ضروری سامان فراہم کر رہا ہے۔

کیلی فورنیا میں ایک دوربین تیار ہو رہی ہے جو دنیا میں سب سے بڑی ہوگی۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس سے کرسکتے ہو کہ اگر نیویارک میں کھڑے ہو کر شست لگاؤ تو شکاگو اور سان فرانسسکو دیکھتے ہوئے بحرالکاہل میں جہاز چلتے ہوئے دیکھو گے۔ اس کے بعد اگر اور نظر دوڑاؤ تو لندن کی سڑکیں یا پیرس کے میدان سے ہوائی جہاز اُٹھتے دکھائی دیں گے۔

رانچی کے قریب ایک اندھے (غیر مستعمل) کنوئیں سے ایک پان والے کو عجیب وغریب جانور ملا ہے۔ اس کا جسم مگرمچھ کا سا ہے دُم مچھلی کی سی اور سر سانپ کا سا۔ پان والے نے اسے کسی نہ کسی طرح گرفتار کر کے ایک پنجرے میں بند کر دیا اور پھر اس کے دیکھنے کی فیس لگا دی۔ یہ جانور صرف گوشت کھاتا ہے۔ روشنی سے اسے سخت نفرت ہے پھنکار مارتا ہے اور پنجرہ توڑ کر آزاد ہونا چاہتا ہے۔......

آج تک کسی نے ایسا عجیب وغریب جانور نہیں دیکھا تھا۔

(سائنس حیدرآباد)

دوسرے ملکوں سے خط کتابت

پیارے بھائیو! اور بہنو!

جرمنی کا نام تو تم نے سنا ہوگا۔ اپنے جغرافیہ کے سبق میں وہاں کا کچھ حال بھی پڑھا ہوگا۔ چند دن ہوئے وہیں سے میرے نام ایک خط آیا تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ جرمنی کے مدرسوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی خواہش ہے کہ ہندستان کے لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان خط کتابت کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے یعنی وہ تمھیں خط لکھیں اور تم اُن کو۔ اُن کی عمریں ۱۴ اور ۱۸ سال کے درمیان ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ خطوں کی یہ دوستی اسی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں سے ہو۔ تم لوگوں کو تو اس کا بڑا شوق ہوگا کہ ہندوستان کے باہر کے بھائیوں سے بھی دوستی ہو جائے اور تم خط کتابت کے اس سلسلے کو بہت پسند بھی کرتے ہوگے۔ لہٰذا میں نے اس قسم کی خطوں کی دوستی کے لئے ایک اسکیم سوچی ہے اور وہ یہ ہے کہ پیامِ تعلیم میں ایک فارم چھاپا جائے۔ اور اُس میں تم اپنا نام۔ پورا پتہ۔ مدرسے کا نام۔ اپنی عمر، اپنا خاص شوق اور اپنے ابا میاں کا پیشہ لکھ دو۔ جرمنی کے بچے تمہارے ناموں سے شاید یہ پتہ نہ چلا سکیں کہ تم کیا ہو۔ لڑکے یا لڑکی۔ اس لئے اس فارم میں ایک خانہ اس کا بھی ہوگا اور تم اُس میں لکھو کہ تم کیا ہو۔ اور یہ بھی کہ تمھیں انگریزی لکھنا اور بولنا آتی ہے یا نہیں۔ اور تم اُسے کب سے سیکھ رہے ہو۔ یہ تمام چیزیں نہایت احتیاط اور صفائی سے لکھنا تاکہ اُسے ہر شخص آسانی سے پڑھ لے۔ جب فارم بھر چکو تو اُسے پیامِ تعلیم میں سے کاٹ لو اور ایڈیٹر صاحب کے نام بھیج دو۔ یہاں سے وہ سب جرمنی بھیج دئے جائیں گے۔

اس خط کتابت میں یہ آسانی بھی ہے کہ تم میں سے جو انگریزی نہیں جانتا وہ فارم کو اردو میں بھی لکھ سکتا ہے۔ ہم اُسے انگریزی میں ترجمہ کرلیں گے اور بھیج دیں گے۔

اس سلسلے میں اگر کوئی چیز تمھاری سمجھ میں نہ آئے یا مختلف ملکوں کے نوجوانوں کی اس قسم کی خط کتابت کے مقصد کے متعلق تم کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو بے تکلف پیامِ تعلیم کو لکھ بھیجو۔ اس کا جواب تم کو دے دیا جائے گا۔

تمھاری آپا جان

نوٹ:۔ اس سلسلے میں مجھ سے خط و کتابت کے لئے اتنا پتہ کافی ہوگا۔ آپا جان معرفت "پیام تعلیم" مکتبہ جامعہ۔ قرول باغ نئی دہلی۔

لطیفے

ڈاک منشی خط چھانٹ رہا تھا۔ ایک خط پر لکھا تھا "میرے باپ کو ملے"۔ ڈاک منشی حیران تھا۔ کہ ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا۔ منشی صاحب! میرے لڑکے کا خط تو نہیں آیا ہے۔ منشی بہت خوش ہوا اور وہ خط اس آدمی کو دے دیا۔

بڈھا۔ صاحبزادے اسّی برس کی عمر ہونے کو آئی مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہو

نوجوان۔ قبلہ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اس عمر میں حافظے کا یہی حال ہوتا ہے۔

قدیر احمد خاں بنگش

انگریز گاہک۔ (انگریزی میں) مجھے کوئی ایسا کھلونا دکھاؤ جسے دیکھ کر ہنسی آجائے۔

ملازم نے (جو انگریزی نہیں جانتا تھا) صاحب کو لے جاکر مالکِ دوکان کے سامنے کھڑا کر دیا۔

باپ آرام کرسی پر سگرٹ کے کش لگاتا ہوا سو گیا بچہ پاس ہی بیٹھا تھا بالکل چپ چاپ۔ ماں نے کہا۔ بیٹا تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ اپنے باپ کے سوتے وقت شور نہیں مچاتے۔

بچہ۔ تم بھی چپ رہو اماں کہیں ابا کی آنکھ نہ کھل جائے اُن کے ہاتھ میں سگرٹ سُلگ رہا ہے۔ سوتے میں انگلی جلے گی تو بڑا مزا آئے گا۔

محمد عمران

آقا۔ بارش ہو رہی ہے جلدی سے پلنگ اٹھالو بھیگا جا رہا ہے۔

نوکر۔ صاحب میں پانی کے مٹکے تو اٹھالوں بھیگے جا رہے ہیں بڑی مشکل سے تو پانی ٹھنڈا ہوا ہے۔

ہاجرہ خاتون جی۔ آئی

انسپکٹر۔ (ایک لڑکے سے) سال کے دن کتنے ہوتے ہیں؟

لڑکا۔ جناب سات ہوتے ہیں۔

انسپکٹر۔ ارے ہفتے کے دن نہیں پوچھتا۔ میں تو سال کے دن پوچھتا ہوں۔

لڑکا۔ سنیچر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات اور جمعہ کے سوا کوئی دن اور ہو تو بتا دیجئے۔ (محمد فضل بھاولپوری)

ماں۔ دیکھو حامد نعمت خانے کو مت کھولنا وہاں جن رہتا ہے

حامد۔ وہی نعمت خانے میں رکھی ہوئی چیز کھالیتا ہوگا۔ پھر آپ ناحق میرا نام لگاتی ہیں۔



دنیا کی سب سے بڑی دوربین۔ اسکا قطر دوسو انچ ہے ۔

alcutta Ar Press Delhi



یہ چاروں عمارتیں ٹیڑھی ہیں - ان میں سے پہلی (داہنے ہاتھ پیسا کا جھکنگ ٹاور ہے-)

گزشتہ رات ہم لوگ بڑے آرام سے سوئے تھے مگر آج معاملہ برعکس تھا۔ آدھی رات کے قریب لزبناخ اور واملینڈ نے سانس کی تکلیف کی شکایت کی اور برابر کروٹیں بدلتے رہے۔ مسٹر مرکل میرے برابر سو رہے تھے ان لوگوں کی بےچینی سے وہ پریشان ہو رہے تھے۔ جب لزبناخ کو نیند نہ آئی تو انھوں نے موم بتی کی مدھم روشنی میں بیٹھ کر ڈائری لکھنا شروع کر دی۔ پارہ اسوقت ۲۷ ڈگری پر تھا۔

صبح اٹھنے کے بعد ہنڈو اور مزید دو قلیوں نے پہاڑی بیماری کی تکلیف بیان کی۔ اور فی الحقیقت بیچاروں کو بہت تکلیف تھی۔ ان کو نیچے پہنچانے کا سوال تھا، اور ہم میں سے کسی کا ان کے ساتھ جانا ضروری تھا تاکہ ان کو پہنچا کر دوسرے آدمیوں کو مدد کے لئے لائے۔ بدرجہ مجبوری میں ان کے ساتھ جانے کے لئے رضامند ہوا۔ چلتے وقت میں نے اندازہ کیا کہ چار پانچ دن میں واپسی ہو جائے گی۔ اب قلیوں کی تعداد سترہ سے صرف گیارہ رہ گئی تھی۔

اگرچہ میں نیچے جا رہا تھا لیکن میرا دل اپنے ساتھیوں کے ساتھ اوپر تھا۔ اور میں حسرت سے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جا رہا تھا کہ کس طرح اشنبرینر۔ شنیدر۔ ولزبناخ اور مرکل سلبرسٹل کے اوپر چڑھ رہے تھے۔ میں نے دور سے دیکھا کہ یہ لوگ اس مختصر پہاڑی کے اوپر چڑھ چکے تھے۔ دور سے اب صرف تین چھوٹے چھوٹے آدمی نظر آ رہے تھے۔ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا۔

ہمارے ساتھ اس وقت دوسری مشکل تھی۔ پہاڑ پر سے اسوقت اترنا آسان نہ تھا۔ ہر منٹ پر بیمار قلی بیٹھ جاتے تھے اور بدقت میں ان کو اٹھاتا تھا۔ ہم لوگ بالکل آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ ذرا سا راستہ گھنٹوں میں طے ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ہنڈو بالکل گر گیا۔ نربو نے بڑی مشکل سے اس کو اٹھایا۔ لیکن نیچے اترنے کے قابل دونوں بہت دیر میں ہوئے۔ خدا خدا کر کے ہم لوگ پانچویں کیمپ تک پہنچے لیکن وہاں پر سب خیمے برف سے دبے پڑے تھے۔ اس لئے ہم لوگوں کو چوتھے کیمپ تک جانا لازمی تھا۔ ہم لوگوں نے چڑھائی کے وقت جو راستہ بنایا تھا وہ بھی برفباری کے سبب غائب ہو چلا تھا۔ میں قلیوں کو برابر ہمت دلا رہا تھا۔ ہوا کی تیزی اور رات کی نزدیکی ہم لوگوں کے حواس غائب کئے دیئے رہی تھی۔ جب قلیوں نے تیز چلنا شروع نہ کیا تو میں نے خیال کیا کہ ان کو چھوڑ کر میں خود تیزی سے چوتھے کیمپ پر چلا جاؤں اور وہاں سے کچھ آدمیوں کو مدد کے لئے بھیجوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے چلا چلا کر آواز دینا شروع کی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اپنی آواز کے جواب میں دوسری آواز سنی۔ اس کے بعد دو سیاہ شکلیں میری طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں۔ یہ برنارڈ اور مولرینہ تھے۔ اندھیرا ہونے سے قبل ہم لوگ جائے پناہ پر پہنچ گئے۔ قلی قریب قریب ختم تھے۔ چنانچہ دو دن بعد نربو جاں بحق ہو گیا۔

یہاں جب میرے ساتھیوں نے اوپر والوں کا حال دریافت کیا تو میرے منہ سے (جو فی الحقیقت میرے دل کی ترجمانی کر رہا تھا) یہ الفاظ نکلے "کل وہ لوگ چوٹی پر پہنچ جائیں گے۔ اسی روز شام کو ایک پارٹی ساتویں کیمپ پر جانے کی تجویز ہوئی لیکن بدقسمتی سے موجودہ قلیوں میں سے کوئی بھی بلندی پر چڑھنے کے قابل نہ تھا۔ صرف ایک آدمی تیار ہوا جمعدار لیوا بھی خود قلیوں کا کام کرنے کو آمادہ تھا۔

۷ر جولائی - چوتھا کیمپ

گزشتہ رات کو برفباری بہت ہوئی۔ مولریڈ اور برنارڈو نے مجھکو بتایا کہ یہاں پر یہ حالت دس دن سے تھی۔ مگر او پر کی حالت اچھی تھی۔ میں خود دیکھ کر آیا تھا۔ اس لئے او پر والوں کی حفاظت کے متعلق ہم لوگوں کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ علی الصباح مولریڈ اور برنارڈ ایک قلی اور لیوا سمیت پانچویں کیمپ کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن تھوڑی دیر میں واپس آگئے کیونکہ برف کے پگھلنے کی وجہ سے ان کا آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ اس لئے آج کا نیا پلان ملتوی کیا گیا۔ دوسرے روز روانگی رکھی گئی۔

۸ر جولائی

برف برابر گرتی رہی۔ ایسی صورت میں پانچویں کیمپ تک جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ دوپہر کے وقت جب آسمان صاف ہوگیا تو ہم کو سلبرٹل کی بلندی نظر آئی۔ کچھ ہی دیر بعد کسی نے کہا "وہ لوگ تو نیچے آرہے ہیں" اور ہم نے پانچ آدمیوں کی ایک پارٹی کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا۔ بقیہ لوگ اوپر ہی رہ گئے تھے۔ "کیا ان کو فتح ہوگئی؟" ہمارے دلوں میں یکایک خیال پیدا ہوا۔ لیکن جتنی جلدی یہ خیال پیدا ہوا تھا اتنی ہی جلدی غائب بھی ہوگیا اور ہمارے دلوں میں طرح طرح کے توہمات آنے لگے۔

سات بجے شام کو ہمارے خیمے کا پردہ اٹھا اور ہمارے سامنے اشنبرنیز اور شنیدر کھڑے تھے۔ وہ اپنے پہاڑی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور برف میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک قدرتی طاقت کی مدد سے وہ لوگ آٹھویں کیمپ سے یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ مگر یہاں تک آتے آتے بالکل خستہ ہو گئے تھے۔ "چوٹی تک ہم لوگ نہ پہنچ سکے"۔ یہ پہلے الفاظ تھے جو ان کے منہ سے نکلے۔ قلیوں نے ان کے پاؤں دبانے شروع کئے اور رامونا (باورچی) نے فوراً چائے تیار کی۔ اپنے دوسرے دوستوں کے متعلق ہم لوگوں کو بہت فکر ہوئی مگر فوراً ہی معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ بھی جلد آرہے ہیں۔ اشنبرنیز نے بیان کیا کہ منزل تک وہ لوگ تقریباً پہنچ گئے تھے اور صرف چار پانچ گھنٹوں کی دیر تھی۔ لیکن موسم کی انتہا سختی اور طوفان کی وجہ سے وہ لوگ آگے بڑھنے سے مجبور تھے۔ ان ہی کے الفاظ میں منزل تک پہنچنے کی خوشی اور دوسری پارٹی کے روانہ نہ ہونے کا جو افسوس تھا اس کا حال خود اشنبرنیز کی ڈائری کے اقتباس سے معلوم ہوگا۔

"سلبرٹل پہنچنے سے قبل میں نے پارٹی کا چارج لے لیا تھا۔ یہاں سے برف کھرا کاٹنا شروع کیا تاکہ قلیوں کو چڑھنے میں آسانی ہو۔ برف کی اس سختی کے باوجود ہم لوگوں کی رفتار اچھی خاصی تھی ۲۶۴۴۴و۴۴۲ فٹ پہنچنے کے بعد ہم لوگوں کو ایک نئی دنیا نظر آئی۔ برف سے ڈھکی ہوئی زمین ہموار سطح اور نشگا پربت کی پہلی چوٹی کو دیکھ کر ہم لوگ پھولے نہ سمائے۔ یہاں تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم لوگوں نے سگرٹ پئے۔ ساتویں کیمپ سے روانہ ہونے کے تین گھنٹے بعد ہم لوگ نوسو فٹ چڑھ چکے تھے۔ میں نے تجویز کی کہ پہلے شمالی چوٹی پر چڑھا جائے۔ لیکن شنیدر نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ ان کے ذہن میں صرف بلند ترین چوٹی تھی۔

ہم لوگ آگے بڑھے تاکہ آٹھویں کیمپ کے لئے

مناسب جگہ تلاش کریں۔ ساڑھے بارہ بجے دن بناخ سلبرٹل پر نظر آئے اور خوشی کے مارے ہم دونوں بغلگیر ہوگئے۔ اس مرحلے میں شنید ر آگے بڑھ گئے اور ہم دونوں باتیں کرتے رہے مسٹر کل اور وائلینڈ قلیوں کے ساتھ آپہنچے۔ اس وقت شمالی مشرقی رخ سے ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔ ہم لوگ اسوقت ۲۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ قلی تھک کر ۷۰۰ فٹ نیچے لگا رہے تھے۔ شنید ر نیچے گئے تاکہ ان لوگوں کو اوپر آنے کے لئے آمادہ کریں۔ ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد میں بھی نیچے اُتر گیا کیونکہ شنید ر کو کامیابی نہ ہوئی تھی شام کے وقت طوفان تیز ہوگیا لیکن ہم لوگوں کو اس وقت کسی قسم کا شبہ بھی نہ تھا۔ کھانے سے فراغت پاکر ہم لوگ سوگئے ہوا میں تیزی آتی گئی اور بڑھتے بڑھتے پورا طوفان آگیا۔ ہوا کے تیز جھونکوں میں ایک خیمہ اڑ گیا جس میں مرکل۔ ولز بناخ اور وائلینڈ سو رہے تھے۔ دوسرے دن صبح کو اس خیمے کو ہم لوگوں نے بدقّت رسوں سے باندھا۔ برف کے ٹکڑے خیموں کے اندر گھُسے جا رہے تھے۔ ہم لوگوں کے سروں میں درد ہو رہا تھا اس لئے اچھی طرح سو بھی نہ سکے۔ دوسرے دن موسم کے اچھے ہونے کے خیال سے ہم لوگوں نے رات آٹھویں کیمپ (۲۴۰۴۰ فٹ) پر گذاری۔

۷ رجولائی کی صبح کو خلافِ عادت شنید ر نے ہم لوگوں کو اٹھایا۔ اوپر چڑھنے کے لئے ہمارا سامان بندھ گیا تھا جو کچھ زیادہ نہ تھا۔ صرف چوٹی پر گاڑنے کے لئے ایک جھنڈا، ایک کیمرا اور کچھ کھانے کے لئے چیزیں ساتھ تھیں لیکن ہوا اتنی تیز چل رہی تھی کہ چوٹی پر چڑھنے کا خیال ہم لوگوں کو ملتوی کرنا پڑا۔ برف کے تودے پگھل پگھل کر ادھر اُدھر بہ رہے تھے۔ دس گیارہ بجے دن کے وقت کافی اندھیرا ہوگیا تھا۔ اگرچہ ہمارے ساتھ پانچ چھ دن کی خوراک کا سامان تھا لیکن ہوا کی تندی سے کسی معمولی چیز کی تیاری بھی مشکل تھی۔ پگھلے ہوئے برف سے ہم نے اپنی پلیٹوں کو صاف کیا۔ موسم کی خرابی کا خیال اب ہم لوگوں کو پریشان کئے ہوئے تھا۔

۸ رجولائی کی صبح کو بھی کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی۔ اب خیموں میں پڑنا بھی مشکل تھا۔ چوٹی پر چڑھنے کا سوال الگ رہا۔ سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ چوتھے کیمپ واپس چلنا چاہئے۔ منزل کے قریب آکر اس طرح واپس جانا انتہائی دردناک منظر تھا۔ مجھے اور شنید ر کو تین قلیوں کے ساتھ نیچے اُترنے کا حکم ہوا۔ قلی اس وقت اپنے بستروں میں پڑے تھے ان کو گرم جگہ سے نکالنا بڑا ظلم تھا لیکن احکامات کی پابندی ضروری تھی۔ میں نے قلیوں کا سامان بندھوایا اور مسٹر شنید ر اس بات پر غور کر رہے تھے کہ دوسرے حملے کے لئے آٹھویں کیمپ پر کونسا سامان چھوڑ دیا جائے۔ اسوقت سب کی طبیعت ٹھیک تھی۔ کسی کو کچھ شکایت نہ تھی۔ جب ہم روانہ ہوئے تو مرکل۔ ولز بناخ اور وائلینڈ بھی روانگی کے لئے تیار ہو رہے تھے

جب ہم واپسی میں سلبرٹل پر پہنچے تو ہوا بہت تیز ہو گئی تھی اور نیچے اُترنا مشکل ہو رہا تھا۔ تین قلیوں سے دو بمشکل چل رہے تھے۔ مگر تیسرا (پاسنگ) بالکل ٹھیک تھا۔ ہمارے ساتھ صرف دو بستر تھے۔ ایک ہم دونوں کے لئے۔ اور دوسرا قلیوں کے لئے۔ شنید ر آگے چل رہے تھے۔ قلی بیچ میں تھے اور میں پیچھے پیچھے

چل رہا تھا تاکہ کسی خطرہ کے موقع پر ان لوگوں کو سنبھال لیں۔ سلیپ مل سے ساڑھے تین سو فٹ نیچے نیما دورجے (قلی) کے پاؤں اکڑ گئے اور اس کے لئے چلنا دشوار ہوگیا۔ بڑی مشکل سے پاسنگ کی مدد سے میں نے اسکو اٹھایا اور اس کی پیٹھ پر جو بستر بندھا ہوا تھا وہ کھل کر ایک کھڈ میں جا پڑا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے وہ گٹھری نیچے ہی جا رہی تھی۔ اب ہم پانچ آدمیوں میں صرف ایک بستر رہ گیا تھا، لہٰذا چوتھے کیمپ تک پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔ ورنہ راستہ میں سردی کے مارے ختم ہونے کا اندیشہ تھا۔ کہر کے گرنے کے سبب آگے کا راستہ بھی نظر نہ آتا تھا قلیوں کو ہمت دلا کر ہم لوگ نیچے لا رہے تھے۔ بادلوں کے صاف ہوجانے کے بعد ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو دوسری پارٹی بھی ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔

"ساتویں کیمپ پر جو خیمہ ہم لوگ چھوڑ گئے تھے وہ لگا ہوا تھا۔ چھٹے کیمپ تک پہنچتے پہنچتے میں بہت تھک گیا تھا اور ہر دس قدم چلنے کے بعد سانس لینے کے لئے رکتا تھا۔ ہوا کی تیزی کے سبب چہروں پر برف جمی جا رہی تھی جس سے بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ اس بھونچال میں ہمارے قلی پیچھے رہ گئے مجھے خیال تھا کہ وہ جلد ہی آجائیں گے۔ ان کی حفاظت کی زیادہ فکر نہ تھی کیونکہ پیچھے آنے والی پارٹی ان کو اپنے ساتھ لا سکتی تھی۔ چھٹے کیمپ پر جو خیمہ رہ گیا تھا وہ بھی برف سے دبا ہوا تھا۔ آگے بالکل اندھیرا تھا اور رکھیاٹ پہاڑی پر سے آنے کے بجائے ہم لوگ گھوم کر آئے۔ اگرچہ اس میں پانچ سو فٹ کا چکر پڑ گیا۔ میری طاقت واپس آگئی تھی مگر اب شنیدر کو تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ ہموار راستہ ملنے کے بعد جب اترنے میں آسانی ہوئی تو وہ بھی ٹھیک ہو گئے

پانچویں کیمپ تک ہم لوگ پہنچ گئے، یہاں پر علاوہ تھرمو کے کچھ کھانے کا سامان بھی تھا، اور ہم نے سیر ہو کر اس کو کھایا اس سے فراغت کر کے ہم چوتھے کیمپ پر پہنچے جہاں ٹشیلولڈ۔ برنارڈ اور مولرنیڈ نے ہمارا استقبال کیا۔ اب ہم محفوظ جگہ پر تھے"

یہاں اشنیرینز کی کہانی ختم ہوتی ہے۔ تمام رات ہم نے دوسری پارٹی کا انتظار کیا لیکن وہ لوگ نہ آئے۔ ان لوگوں کے لئے جو چائے تیار کی گئی تھی وہ بار بار گرم کی جا رہی تھی۔ برف باہر بہت پڑ رہی تھی، اور خیموں کے اندر پانچ آدمی بستروں پر پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے۔ رات زیادہ ہونے پر جب وہ لوگ نہ آئے تو ہم کو ان کے متعلق تشویش ہوئی۔

مگر کچھ دیر بعد خیال آیا کہ شاید پانچویں کیمپ پر وہ لوگ رات گذارنے کے لئے پڑ گئے ہونگے مگر یہ صرف ایک وہم تھا۔ واقعہ درحقیقت کچھ اور ہی تھا۔

غیر مفتوح ننگا پربت

دوسرے دن ہم نے لیوا کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔ ہوا کی تیزی کی وجہ سے دانت بج رہے تھے۔ اور گفتگو کرنا دشوار تھا سوال اسوقت اوپر جانے کا تھا لیکن تمام قلی بیماری کی وجہ سے تیار نہ تھے۔ جانا بہرحال ضروری تھا۔ ہم لوگوں میں سے کچھ لوگ تیار ہوئے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد بے نیل و مرام واپس آنا پڑا۔ سردی کی وجہ سے ہم لوگ ٹھٹھر سے جا رہے تھے۔ آگے بڑھنا محال تھا۔ گیارہ بجے کے قریب جب بادل کچھ ہٹے تو اوپر سے کچھ لوگ آتے ہوئے ہم کو دکھائی دیئے۔ بہت ہی بلندی پر ایک شخص بھٹکتا ہوا ادھر ادھر نظر آیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ یہ منظر فوراً ہی غائب ہو گیا۔ کیونکہ آنکھوں کے سامنے بادل آگئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد چند قلی پہنچے جن کی

زبانی معلوم ہوا کہ وہ تنہا مشکل مسٹر وائلینڈ کی تھی جو تھکن کی وجہ سے گر پڑے تھے اور جاں بحق ہو چکے تھے۔

جو توہمات ہم لوگوں کے دلوں میں تھے اب زبانی اُن کا اظہار ہونے لگا۔ بلندی پر ہمارے دوست اور قلی زندگی اور موت کی کشاکش میں مبتلا تھے۔

۱۰ جولائی - چوتھا کیمپ

رات بہت سردی تھی تقریباً ۱۸ انچ برف گری تھی۔ ڈاکٹر برنارڈ بھی تکلیف سے کراہ رہے تھے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ تکلیف ان کی اپنی بیماری کی وجہ سے نہ تھی بلکہ وہ اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ وہ اپنی اس تکلیف کی وجہ سے اپنے ساتھیوں کی مدد سے مجبور ہو گئے تھے۔

خیموں کے باہر برف جمی ہوئی تھی اور باہر نکلنے سے قبل اسکو صاف کرنا ضروری تھا۔ آج سخت طوفان ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے برف گرنے کی وجہ سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ دوپہر کے وقت کچھ لوگ نیچے اُترتے ہوئے دکھائی دئے۔ پہلے ہم لوگوں نے خیال کیا کہ تین ہمارے ساتھی تھے، اور ایک قلی۔ مگر نزدیک آنے پر چاروں قلی نکلے جس میں پاسنگ نمبر ۲ (مسٹر مرکل کا اردلی) کیتر۔ ننڈو اور مسٹر وائلینڈ کا اردلی کیکلی تھے۔ ہم تک پہنچتے پہنچتے ایک قلی تھک کر گر پڑا بمشکل اسکو اپنے کیمپ تک لائے۔ چاروں قلیوں کے ہاتھ برف سے گل گئے تھے۔ ان کو جلدی جلدی گرم کپڑے پہنائے گئے۔ اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کی مالش شروع ہوئی۔ کیتر کو سب سے زیادہ تکلیف تھی۔ اس کے ہاتھ سوجھ گئے تھے آدھی رات کے وقت اُن کے حواس یکجا ہوئے تو کیتر نے اپنی کہانی سنائی۔ زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے ہم لوگوں کو سمجھنے میں بڑی مشکل ہوئی، مگر جو کچھ اس نے کہا۔ اُسی کی زبانی سنیئے:۔

"۸ جولائی جب ہم لوگ آٹھویں کیمپ سے واپس ہوئے تو سب صاحب لوگ اچھے خاصے تھے۔ سلبرشل پہنچنے کے بعد صاحب لوگوں کی رائے ہوئی کہ رات وہیں گذاری جائے۔ کیونکہ وہ لوگ بہت تھک گئے تھے۔ ہمارے پاس اسوقت صرف تین بستر تھے۔ دو قلیوں کا اور تین صاحبوں کا۔ ولزنباخ صاحب برف پر بغیر بستر کے سوئے۔ اس رات کو ہم لوگ کھانا بھی نہ تیار کر سکے۔ ہوا بہت تیز چل رہی تھی نیما قلی تو وہیں ختم ہو گیا۔ مرکل صاحب اور وائلینڈ صاحب کے ہاتھ برف سے گل گئے تھے۔ دوسرے دن صبح کو ولزنباخ صاحب کی حالت سب سے اچھی تھی۔ ساتویں کیمپ تک آسانی سے پہنچنے کے لئے انھوں نے برف میں ایک کُدال گاڑ کر رستا باندھ دیا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے ہم لوگ آسانی سے اتر آئیں تین قلی وہیں پڑ گئے کیونکہ وہ لوگ بہت تھکے ہوئے تھے اور رات گذار کر دوسرے دن چلنے کا ارادہ تھا ہم لوگ ساتویں کیمپ پر پہنچ گئے۔ ایک گھنٹہ کے بعد ولزنباخ اور مرکل صاحب بھی آ گئے بستر نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہم کو چھٹے کیمپ پہنچ جانے کی رائے دی۔ وائلینڈ صاحب کا کچھ پتہ نہ معلوم ہوا۔ اُترتے وقت برف ہم لوگوں کے سینے تک پہنچ گئی۔ ہوا اتنی تیز چل رہی تھی کہ نیچے اُترنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ رات ایک غار کے اندر گذار دی۔ دوسرے روز جب ہم لوگ اُتر رہے تھے تو تین قلی اور آتے ہوئے ملے جو ہم لوگوں سے ایک دن پہلے روانہ ہو گئے تھے یہاں پر بھی ہوا بہت تیز تھی اور آگے والے قلیوں میں سے دو دنیا ختم ہو گئے۔ تیسرے کو ہم ساتھ لائے جو پانچویں کیمپ تک پہنچتے پہنچتے رخصت ہو گیا۔ ایک قلی پیچھے رہ گیا تھا۔ گھنٹہ بھر اسکا انتظار کرنے کے بعد ہم لوگ چوتھے کیمپ تک آ گئے۔"

بڑی مشکل سے کیتر نے اتنا بیان دیا۔ ایک ایک لفظ کئی دفعہ پوچھنے کے بعد سمجھ میں آتا تھا اس کی اس گفتگو کے بعد

ہم لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کسی شخص کا زندہ رہنا تقریباً ناممکن تھا۔

۱۲ر جولائی ہوا کی تیزی کی وجہ سے اوپر کا نظارہ مشکل تھا۔ بیمار آدمیوں کو بچانا تھا۔ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ ان سب کو نیچے پہنچا جائے صرف پانگ نیچے نہ جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر برنارڈ کا ان سب کے ساتھ جانا ضروری تھا۔ مگر یہاں کی دیکھ بھال کے لئے کوئی نہ رہتا۔ میں نے جانے کی پھر رضامندی ظاہر کی اور ڈاکٹر سے بیماروں کے لئے مزید ہدایات لے کر روانہ ہو گیا۔ اترتے وقت بہت احتیاط کرنا پڑی۔ روانگی کے کچھ دیر بعد ہم کو ڈاک لاتا ہوا آدمی ملا۔ اسکو دیکھتے ہی مجھکو گھر کا خیال آنے لگا اور اس خیال نے مجھکو ڈبو دیا کہ جب ہم وہاں تنہا پہنچینگے تو ان لوگوں کو کیا جواب دینگے۔ نہ اب ولی تھے۔ نہ الی اور نہ ولو۔ آگے بڑھ کر ہم کو کچھ باقی قلی ملے اور ان کی مدد سے بیمار قلیوں کو نیچے پہنچانے میں آسانی ہوئی۔ میدان میں پہنچکر سبزہ زار کو اتنے دنوں کے بعد دیکھ کر حیرت سی ہوئی۔ ترتیب وار خیمے ہمارے منتظر تھے ہم کو دیکھ کر وہ لہرا رہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ فتح کے بعد ہم لوگ واپس آرہے ہیں۔ کاش ہم ان کو سمجھا سکتے۔ سب لوگوں نے خیموں سے نکل کر ہمارا استقبال کیا۔ اور قلیوں کی دیکھ بھال میں سب ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ کسی نے ہاتھ سینکنا شروع کئے۔ کسی نے پٹی باندھی۔ لوگ مجھ سے حالات دریافت کر رہے تھے۔ خدا ان حالات کے بیان کرنے کی مجھکو طاقت ہی نہ دیتا تو اچھا تھا۔ شام کے وقت دو آدمی سامان لے کر چوتھے کمپ پر گئے۔

۱۳ر جولائی کی رات کو کھانے کے وقت پیٹر مولرٹیڈ اور پانگ غیر متوقع طور پر بنیادی کمپ پر پہنچ گئے کھانے وغیرہ سے فرصت پاکر پیٹر نے حسب ذیل بیان دیا۔

"کل صبح چوتھے کمپ پر موسم اچھا ہو گیا تھا اور تیز ہوا بھی رک گئی تھی۔ اشنبر یز۔ شنیدر اور میں تین چار قلیوں کے ساتھ پانچویں کمپ پر روانہ ہوئے۔ ہم لوگوں کے ساتھ کچھ سامان نہ تھا۔ صرف برف پر راستہ بنانے کا خیال تھا۔ چھ گھنٹے کی محنت کے بعد ہم لوگ اوپر پہنچے۔ راستے میں ایک قلی مرا ہوا پڑا تھا۔ میں نے برف دبا کر اس کی قبر تیار کی۔ قدرت نے یہی جگہ اس کے ابدی آرام کے لئے تجویز کی تھی۔ ذرا آگے بڑھ کر دو قلی اور مرے ہوئے پڑے تھے۔ اشنبر یز اور شنیدر ادھر اُدھر گھومے کہ گم شدہ قلیوں کا کچھ سراغ نکال سکیں۔ مگر ہوا کے تیز ہو جانے کے سبب ان کو واپس ہونا پڑا۔ شام کو ہم لوگ چوتھے کمپ واپس ہوئے۔ اوپر کسی کی زندگی کا اب ہم کو یقین نہ تھا۔ یہ طے ہوا کہ دوسرے دن چوتھا کمپ اکھاڑ دیا جائے۔

صورتِ حالات میں ایک مرتبہ پھر تبدیلی پیدا ہوئی۔ ۱۲ر جولائی کو چوتھے کمپ سے کچھ آدمی آتے ہوئے نظر پڑے۔ بہت ہی بلندی پر ایک آدمی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہوا نظر آیا اور بہت دور سے کسی کی آواز بھی سنائی دی۔ مگر پہنچا کوئی بھی نہیں۔ دوسرے دن صبح کو مسٹر مرکل کا اردلی پہنچا اور اسکی زبانی واقعات معلوم ہوئے۔ وہ غیر فطری طاقت کے ذریعہ یہاں تک پہنچ سکا تھا لیکن مسٹر مرکل کا کوئی خط اس کے ساتھ نہ تھا اگرچہ اس نے بتایا کہ وہ مع ایک قلی کے ایک غار کے اندر ابھی زندہ تھے۔ اسکی زبانی جو کچھ حالات معلوم ہوئے وہ ہمارے دوستوں کے متعلق آخری اطلاعیں تھیں جو ہم لوگوں کو ملیں۔ اس نے کہا:۔

۹ر جولائی کو جب صاحب لوگوں نے سلبرسٹل کو چھوڑا تو میں مع تین قلیوں کے پیچھے رہ گیا تھا کیونکہ ہم لوگ بہت تھکے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس صرف دو لبستر تھے۔ ۱۰ر ۱۱ر جولائی کی درمیانی رات میں ایک قلی اور ختم ہو گیا۔ صبح کو میں ایک قلی کے ساتھ ساتویں کمپ پر پہنچا تو وائلینڈ صاحب کو مرا ہوا پایا۔ خیمہ کے اندر مرکل صاحب اور ولزنباخ صاحب موجود تھے۔ اندر برف بھرا ہوا تھا۔ بڑے صاحب کے حکم سے میں نے اس کو صاف کیا۔ ہمارے

پتھر کے اندر اتنا برف بھرگیا کہ صرف ایک آدمی کے سونے کی جگہ باقی رہ گئی تھی۔ اب ہمارے پاس کھانا بھی ختم ہوگیا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ نیچے جاکر سامان لاؤں مگر بڑے صاحب کی رائے ہوئی کہ نیچے سے آنے والوں کا ہم لوگوں کو انتظار کرنا چاہئے ۱۲/۱۳ تاریخ کی رات میں ولزنباخ صاحب کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کو چھوڑ کر ہم لوگ چھٹے کمپ کے لئے روانہ ہوئے مرکل صاحب بھی مشکل سے چل سکتے تھے۔ ان کو دو کدالوں کے سہارے ہم لوگ نیچے لارہے تھے۔ چونکہ تکلیف کی وجہ سے ہم لوگ نیچے نہ جاسکتے تھے اس لئے ایک غار ٹھہرنے کے لئے تلاش کیا گیا۔ بڑے صاحب ایک قلی کے ساتھ ایک ہی بستر میں سوئے اور دونوں ایک ہی کمبل اوڑھے ہوئے تھے میرے پاس بھی ایک کمبل تھا گر بچھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ ۱۴ر جولائی کی صبح کو میں نے باہر نکل کر چلانا شروع کیا۔ چوتھے کمپ پر کوئی بھی نہ تھا اس لئے میں نے سوچا کہ نیچے چلا جاؤں۔ بڑے صاحب سے اسکا ذکر کیا اور وہ تیار ہوگئے جب میں روانہ ہوا ہوں تو بڑے صاحب اور قلی اتنے کمزور ہوگئے تھے کہ ان کو دو چار قدم چلنا بھی دوبھر تھا۔" ہانپتے کانپتے ہوئے قلی نے یہ بیان ہم لوگوں کو دیا۔

۱۵ر جولائی کی صبح کو ہوا کا رخ پہاڑ کی طرف سے تھا، کچھ چیخنے چلانے کی آوازیں ہم لوگوں نے سنیں مگر کوئی شخص آتا ہوا نظر نہ آیا۔

غرض جب مسٹر مرکل اور ان کا قلی ہم لوگوں کے منتظر تھے کہ کوئی شخص غذا لے کر ان تک پہنچے۔ ۱۵ر اور ۱۶ر جولائی کو باوجود سخت اور مخالف ہوا کے شنیڈر اور اشنبرینر نے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا مگر ان کو ناکامی ہوئی۔ وہ بار بار چڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور ہر بار ناکام ہوکر لوٹتے تھے۔

قلی بھی اوپر جانے کے لئے تیار نہ تھے۔ ۱۶ر جولائی کو وہ لوگ لیوا صحدا سکی سرکردگی میں بنیادی کمپ واپس چلے گئے صرف رامو باورچی اور ایک قلی نرلوسونام رہ گئے۔ ہمارے دو ساتھی نیچے سے اور آگئے تھے تاکہ گم شدہ ساتھیوں کی تلاش میں مدد دیں۔ ۱۷ر جولائی کو انہوں نے آخری کوشش کی۔ آہستہ آہستہ اور بڑی محنت سے انہوں نے چڑھنا شروع کیا لیکن زیادہ دور تک نہ جاسکے کیونکہ موسم خراب ہوگیا۔ اوپر سے آوازوں کا آنا بھی بند ہوگیا تھا۔ مسٹر مرکل اور ان کا ہمدرد قلی ختم ہوچکے تھے۔

مسٹر مرکل میں قدرت نے رہبری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ ان میں برداشت کی قوت بدرجہ اتم موجود تھی جس کا ثبوت انھوں نے اپنے آخری وقت تک دیا۔ وہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی نہ گھبراتے۔ ۹ر جولائی کو انھیں وائیلینڈ کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ چار دن کے بعد ان کا زبردست ساتھی ولزنباخ ان کی آنکھوں کے سامنے ختم ہوا۔ افسوس۔ صد افسوس۔ ولی مرکل جس نے اس مہم کے سر کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور جس نے خود تمام انتظامات مکمل کئے تھے۔ اس نے تکلیف کے وقت میں کسی بات کا خیال نہ کیا یہانتک کہ ایک قلی کے ساتھ بستر میں سونا منظور کیا۔ اب وہ ہمالیہ کی بلندیوں پر تن تنہا پڑا سو رہا ہے۔ ان کے ساتھ جو قلی رہگیا تھا اپنی جان بچاکر نکل سکتا تھا اس نے بھی اپنا حق رفاقت ادا کیا اور آقا کے ساتھ ساتھ ختم ہوگیا۔

۱۶ر جولائی کو لیوا نے ہم کو خبر دی کہ ولی مرکل اور قلی زندہ تھے۔ مگر ہم کو یقین نہ آیا۔ تاہم ان کے بچانے کے لئے ہم کو ہر ممکن کوشش کرنا تھی۔ تمام رات ہم نے دوبارہ تلاش کرنے کی تدابیر پر غور کیا اور بالآخر یہ طے پایا کہ دوسرے دن

صبح دس گیارہ قلیوں کے ساتھ تلاش کے لئے نکلا جائے۔
ہم لوگ کام بھی کرتے جاتے تھے اور گھر سے آئے ہوئے خطوط بھی پڑھ رہے تھے۔ ایک خط میں نے کئی بار پڑھا۔ یہ ہمارے خبروں کے مہتمم نے میونخ سے روانہ کیا تھا اور ہماری کامیابی کی خبر سننے کے لئے بیتاب تھے۔ خوش قسمتی اب ہمارا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اب بدقسمتی تھی اور ہم۔ ہم لوگوں نے اب نیچے اترنا شروع کیا۔ دو دن کے بعد ہماری ملاقات دوسرے کیمپ کے لوگوں سے ہوئی۔ وہ لوگ بھی اب اپنا خیمہ اکھاڑ چکے تھے اور تھکے ماندے نیچے اتر رہے تھے۔ اشنبریز کے پاؤں سوجھ گئے تھے اور ڈاکٹر برنارلڈ کے بال اپنے دوستوں کی فکر میں سفید ہو گئے تھے۔

راستے میں ہم لوگ برف کے ایک تودے پر بیٹھے اور اپنے مرحوم دوستوں کی یاد میں ٹوپیاں اتاریں۔ اگرچہ ہم ان کی شایان شان تکفین نہ کر سکے تھے تاہم ان کی عظمت ہمارے دلوں میں بیحد تھی کہ انہوں نے اپنے ملک کے لئے نام پیدا کیا تھا۔

شام کو بنیادی کیمپ پر پہنچکر اپنے گھر ان افسوسناک واقعات کی اطلاعیں بھیجیں۔

بنیادی کیمپ کے چاروں طرف پھول کھلے ہوئے تھے۔ یہاں کے خوش نما مناظر کو دیکھ کر ہم پہاڑی برف باری کو تھوڑی دیر کے لئے بھول گئے۔ شام کے وقت ہم لوگ آگ جلا کر اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ہمارے مرحوم دوست ویلی۔ آلی۔ دتوا اور الفریڈ ہمارے ساتھ اس مجلس میں شریک تھے۔ ان کی یاد ہمارے دلوں کو ستا رہی تھی۔ ادھر قلی بھی آگ کے پاس بیٹھے ہوئے ان واقعات کا ذکر کر رہے تھے۔ وہ ان سب باتوں کا "قسمت" کو ذمہ دار ٹھہراتے تھے۔ ہم یورپین نژاد لوگوں کے لئے بھولے بھالے پہاڑیوں کی یہ باتیں عجیب تھیں۔

روانگی سے قبل ہم لوگ ایک بار پھر اپنے مرحوم دوست الفریڈ ڈرکسل کی قبر پر جمع ہوئے فنز رولڈر نے اپنے سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے اپنے مرحوم دوستوں کی بہادری اور علو ہمتی کی تعریف کی۔ پھول چڑھا کر بادل ناخواستہ ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔ یکم اگست کو ہم لوگ پہاڑی میدان سے رخصت ہوتے۔ صرف ہمارے سائنسدان ساتھی رہ گئے تھے کہ ان کو ابھی کچھ تحقیقات کرنا باقی تھی۔

چلتے وقت ایک بار پھر ہم نے ننگا پربت کو آنکھ اٹھا کر دیکھا اپنی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کے بعد قسمت کے خلاف جو خیالات ہمارے دلوں میں تھے سب دور ہو گئے۔ اگرچہ اتنی مشقت برداشت کرنے کے بعد ہم لوگ گھر واپس جا رہے تھے اور اتنے لوگوں کی قربانی کا خیال کچھ کم تکلیف دہ نہ تھا تاہم یہ خیال بھی کافی مسرت آمیز تھا کہ یہ قربانی ہمارے نوجوانوں کے لئے مشعلِ ہدایت ثابت ہوگی۔

بچوں کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ	۴ر	چھوٹا انجن	۱ر	خلافتِ راشدہ	عہ	منتخب الحکایات	۸ر
رہنمائے قاعدہ	۲ر	بے وقوف بھالو	۱ر	دس جنتی	۵ر	چپ بپند	۸ر
بچوں کی کتاب	۴ر	تین بھالو	۱ر	نبیوں کے قصے	۵ر	موتیوں کی مالا	۳ر
آسان خوش خطی مکمل	۵ر	سب سے خوبصورت بکری	۲ر	الہامی افسانے دو حصے	عہ	نعیم پچیسی	۳ر
ہمارے نبیؐ	۳ر	چھوٹا موہن	۲ر	الاسلام	۱۰ر	لنگڑا ماموں	۲ر
آخری نبیؐ	۲ر	جانوروں کی کہانیاں	۱ر	ہمارا دین	۲ر	قیدی شیر	۴ر
مرغی اجمیر چلی	۲ر	ریاض پھول	۳ر	الورد والریحان	۲ر	ملا دوپیازا	۴ر
خزانہ	۲ر	تاج پھول	۲ر	چالیس حدیثیں	۲ر	مسلمان بچوں کے ۱۰ سبق	۳ر
موتی وپس	۲ر	دلچسپ کہانیاں	۵ر	اچھی باتیں	۴ر	اردو سبق	۸ر
لکی چوہا	۲ر	پیٹو نوجوان کا قصہ	۲ر ۸ پائی	اسلامی تاریخ کی اچھی کہانیاں		بادشاہوں کی کہانیاں	۸ر
لومڑی اور مینا	۲ر	امتیاز پچیسی	۲ر	حصہ اول	۵ر	مزے دار کہانیاں	۵ر
ننھی کتاب	۶ر	بچوں کی کہانیاں	۲ر	حصہ دوم	۵ر	بچوں کی دنیا	۷ر
منی کتاب	۶ر	عقائد اسلام	۱ر	ترکوں کی کہانیاں	۴ر	محمدی بوا	۴ر
پیاری کتاب	۶ر	ارکانِ اسلام	۲ر	مسلمان بیبیاں	۶ر	چہیتا بھائی	۸ر
دلاری کتاب	۶ر	ہمارے رسول	۵ر	خادمات خلق	۱۰ر	ولیم ٹیل	۸ر
ہماری کتاب	۶ر	آں حضرتؐ	۴ر	تاریخ ہند کی کہانیاں	۳ر	ضروری کہانیاں	۶ر
اردو کا قاعدہ	۱ر	سرکار کا دربار	۸ر	غنچۂ حکمت	۴ر	شہر، شہری، شہریت	۵ر
سائلنٹ ریڈر	۳ر	سرکارِ دوعالم	۸ر	بازیچہ	۴ر	نصیحت کا کرن پھول	۸ر
سونو کا باغ	۲ر	چار یار	۶ر	گدھے کی سرگذشت	۵ر	شہزادہ خداداد	۶ر
چھوٹا موٹا سمبو	۲ر	خلفاءِ اربعہ	۱۰ر	آویزۂ گوش	۸ر	نورالدین	۸ر
میری کہانیوں کی پہلی کتاب	۱ر	سیرۃ الرسول	عہ	کیوں اور کس طرح	۶ر	دل پسند کہانیاں	۹ر

پیامِ تعلیم



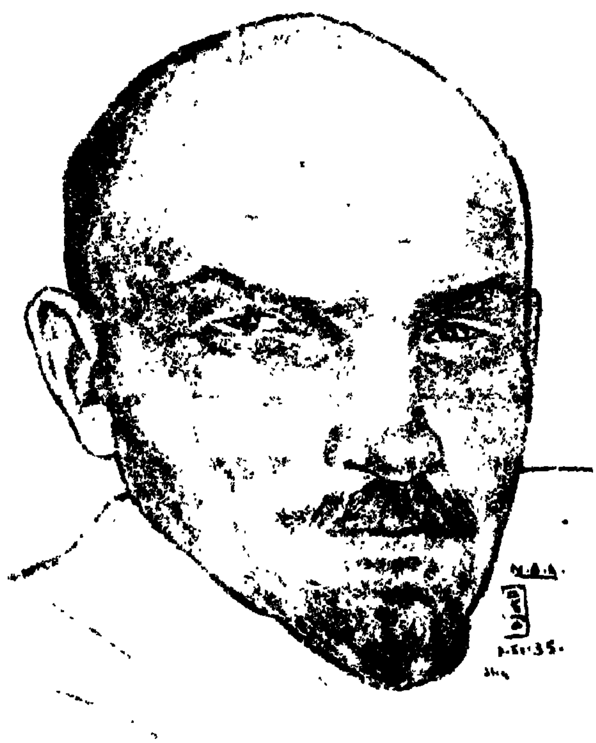
بچوّں کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ	۴ر
رہنمائے قاعدہ	۲ر
بچوں کی کتاب	۴ر
آسان خوش خطی مکمل	۵ر
ہمارے نبی	۳ر
آخری نبی	۰۲ر
مرغی اجمیر چلی	۲ر
خزانہ	۲ر
موتی و سپ	۰۲ر
مکی چوہا	۲ر
لومڑی اور مینا	۲ر
ننھی کتاب	۱/۲ر
منی کتاب	۱/۲ر
پیاری کتاب	۰۲ر
دلاری کتاب	۱/۲ر
ہماری کتاب	۱/۲ر
اُردو کا قاعدہ	ار
سائنٹفک ریڈر	۰۳ر
سونو کا باغ	۲ر
چھوٹا موٹا سمبو	۲ر
میری کہانیوں کی پہلی کتاب	۰۱ر

چھوٹا انجن	ار
بے وقوف بھالو	ار
تین بھالو	۰۱ر
سب سے خوبصورت بکری	۲ر
چھوٹا موہن	۳ر
جانوروں کی کہانیاں	۱/۲ر
ریاض پھول	۱/۲ر
تاج پھول	۱/۲ر
دلچسپ کہانیاں	۵ر
ٹیپو نوجوان کا قصہ ۲ر ۸ پائی	
امتیازہ بچیسی	۲ر
تانبیل خاں	۲ر
عقائد اسلام	۰۱ر
ارکانِ اسلام	۰۲ر
ہمارے رسولؐ	۵ر
آں حضرتؐ	۴ر
سرکار کا دربار	۸ر
سرکارِ دوعالم	۸ر
چار یار	۶ر
خلفاء اربعہ	۸ر
سیرۃ الرسول	عہ

خلافت راشدہ	عہ
دس جنتی	۵ر
نبیوں کے قصے	۵ر
الہامی افسانے دو حصے	۶ر
الاسلام	۱۰ر
ہمارا دین	۲ر
الورود والریحان	۰۲ر
چالیس حدیثیں	۲ر
اچھی باتیں	۴ر
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں	
حصہ اول	۵ر
حصہ دوم	۵ر
ترکوں کی کہانیاں	۴ر
مسلمان بیبیاں	۶ر
خادمات خلق	۱۰ر
تاریخ ہند کی کہانیاں	۳ر
غنچۂ حکمت	۴ر
بازیچہ	۴ر
گدھے کی سرگذشت	۵ر
آویزۂ گوش	۸ر
کیوں اور کس طرح	۶ر

منتخب الحکایات	۸ر
چند پند	۸ر
موتیوں کی مالا	۳ر
نعیم پچیسی	۳ر
لنگڑا ماموں	۲ر
قیدی شیر	۴ر
ملادو پیازا	۴ر
مسلمان بچوں کے سبق	۳ر
اُردو سبق	۸ر
بادشاہوں کی کہانیاں	۸ر
مزے دار کہانیاں	۵ر
بچوں کی دنیا	۷ر
محمدی بوا	۴ر
چہیتا بھائی	۸ر
ولیم ٹیل	۸ر
ضروری کہانیاں	۶ر
شہر، شہری، شہریت	۵ر
نصیحت کا کرن پھول	۸ر
شہزادہ خداداد	۶ر
نورالدین	۸ر
دل پسند کہانیاں	۹ر



لینن

مُبارک باد

پچھلے مہینے اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سلور جوبلی نہایت شان و شوکت سے منائی گئی۔ سلور جوبلی کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ۲۵ سال تک جو خیر و خوبی سے اپنے ملک پر حکومت کی ہے۔ اُس کی خوشی منائی جائے۔

حیدر آباد ہمارے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ یہ بڑائی صرف علاقے اور رقبے ہی کے لحاظ سے نہیں۔ ہر لحاظ سے ہے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کے عہد حکومت میں علمی، تعلیمی، تمدنی تجارتی حیثیت سے اس ملک نے جس تیزی سے ترقی کی ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اعلیٰ حضرت نے بچّوں کی تعلیم پر خاص طور سے توجہ فرمائی ہے آپ کے عہد میں بچّوں کے مدرسوں کی تعداد دوگنی ہوگئی ہے۔ اور ان میں نئے سے نئے طریقوں پر تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ توجہات عالی صرف حیدر آباد ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ ہندوستان کے بے شمار تعلیمی ادارے اس سر چشمہ فیض سے سیراب ہیں۔

پیامِ تعلیم پڑھنے والے تمام بچے سلور جوبلی کی اس خوشی میں دل سے شریک ہیں اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں نہایت ادب سے مُبارک باد کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

خدا کرے یہ سعادت و خوش بختی کا عہد ہمیشہ برقرار رہے۔ آمین .... (ایڈیٹر)

پیام تعلیم یوپی، سی پی، برار، میسور اور دوسری ریاستوں کے
محکمائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے
منیجر

پیام تعلیم دہلی

ایڈیٹر: محمد حسین حسان ندوی جامعی

قیمت سالانہ عمر ۔ فی پرچہ ۳ر ۔ مع ضمیمہ ۴ر

جلد ۲۰	مارچ ۱۹۳۷ء	نمبر ۳

فہرست مضامین

(پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی۔ محبوب المطابع پریس دہلی)

بچوں سے باتیں

پیامِ تعلیم میں ضمیموں کا سلسلہ بہت پسند کیا گیا ہمارا ارادہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے ضمیمے نکالتے رہیں۔ اس مہینے یہ ضمیمہ باغبانی پر ہوگا۔ جو پروفیسر اشتیاق حسین قریشی صاحب (دہلی یونیورسٹی) سے خاص طور پر لکھوایا گیا ہے۔ جو بچے اس ضمیمے کی ہدایتوں کے مطابق اپنے گھروں یا باغ میں پھلواری لگائیں وہ ہمیں۔ مضمون کی صورت میں اپنے تجربے سے ضرور مطلع کریں۔ اگلا ضمیمہ اللہ نے چاہا تو ہندوستان کی حکومت اور نئے قانون پر ہوگا۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کے جشن جوبلی کے سلسلے میں ہماری جامعہ میں بھی خاصی چہل پہل رہی۔ ۲۲ فروری کی صبح کو محمود منزل میں بڑے پیمانے پر چاء کی دعوت ہوئی۔ شام کو جامع نگر اوکھلا میں کھانے کی دعوت کا انتظام تھا۔ تیسری فروری کو تعلیمی مرکز جامعہ میں اسی قسم کی تقریب منائی گئی۔ جامعہ کا ہر چھوٹا بڑا اس خوشی کی تقریب میں دل سے شریک تھا۔

اس سلسلے میں ہماری درخواست پر حیدرآباد کے مضمون نگاروں نے کئی مضمون بھی بھیجے ہیں۔ یہ مضمون دیر سے آئے ورنہ اسی پرچے میں شائع کئے جاتے۔ جناب محمد احمد صاحب سبزواری کا دلی شکریہ۔ انھوں نے خود بھی کئی مضمون لکھے اور اپنے دوستوں سے لکھوا کر بھجوائے۔ یہ مضمون اگلے نمبروں میں شائع ہوں گے۔

اس تقریب کی خوشی میں حیدرآبادی بچوں کے لئے تین انعامی مقابلوں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ (۱) حیدرآباد کی مختصر تاریخ (آصف جاہی عہد کی) زیادہ سے زیادہ چار صفحوں میں۔ (۲) اعلیٰ حضرت حضور نظام کی زندگی کے حالات یہ بھی چار صفحوں میں۔ یہ مضمون بڑے لڑکوں کے لئے ہیں۔ چھوٹے بچے اس عنوان پر لکھ کر بھیجیں "پڑھائی کے علاوہ تمھارے مدرسے میں اور کیا کیا دلچسپیاں ہیں؟" مضمون صاف اور خوش خط ہوں اور کاغذ کے ایک ہی طرف لکھے جائیں۔ پورا پتہ اور سرپرست یا استاد کی تصدیق ضروری ہے۔

مضمون رسالہ شائع ہونے کے پندرہ روز بعد تک بھیجے جا سکیں گے۔

بچوں کی انجمن کا کام اس پرچے سے شروع کر دیا گیا ہے اس کا نام بہت غور و بحث اور بزرگوں کے مشورے کے بعد "پیامِ برادری" رکھا گیا ہے۔ بچوں کو جلد سے جلد اس برادری میں شریک ہو جانا چاہئے۔

دوسرے ملکوں سے خط کتابت کے سلسلے میں صرف بیس بچوں نے نام بھر کر بھیجے ہیں۔ یہ فارم آپا جان کے پاس بھیج دئے گئے وہ انھیں جرمنی بھیج دیں گی۔ اس خط کتابت کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے بچوں سے دوستی اور محبت بڑھے اور مختلف مشغلوں میں ایک دوسرے کو مدد پہنچائیں۔

سال گرہ نمبر کا معما جن بچوں نے حل کر کے بھیجا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حمیرا خاتون اعظم گڈھ (۲) انیس الرحمٰن حیدرآباد (۳) ملک علی امام مظفری اوریا (۴) آل فاطمہ بیگم حیدرآباد (۵) احمد طارق عمر گونڈہ (۶) عزیز احمد ارکوی گیا (۷) طلعت پانی پت (۸) شوکت بخش

(۹) سید محمد ثقلین زیدی نگینہ (۱۰) زہرا خاتون (تارہ) پانی پت۔ (۱۱) اقبال احمد شاہی چبوترہ (۱۲) شمیم آرا رحمٰن پٹنہ (۱۳) ظفر الاسلام بھوپال (۱۴) سید ممتاز الحق دستہ (۱۵) قمر الحسن قائم گنج۔ (۱۶) صلاح الدین خاں لدھیانہ (۱۷) بی ٹی عبدالوہاب بنگلور (۱۸) محمد شعیب قریشی، رام پور (۱۹) محمد احمد زبیری مارہرہ۔ (۲۰) سید محمد اختر الزماں حیدرآباد (۲۱) محمد حسن بارہ بنکی (۲۲) احسن عمر میرٹھ (۲۳) حسینہ بیگم میرٹھ (۲۴) جی کے پوپلے دہلی (۲۵) ابن الحسن۔

ان میں آخری چار بچوں کے حل صحیح ہیں۔ ابن الحسن کے حل پر تصدیق اور پتہ کچھ نہیں۔ اس لئے ان کا نام خارج کیا جاتا ہے۔ باقی تین بچوں کو انعام بھیج دئے جائیں گے۔ صحیح حل اپریل کے پرچے میں شائع کیا جائے گا۔

ان بچوں اور بچیوں نے سال گرہ نمبر کی تصویر میں رنگ بھر کر بھیجا ہے۔ (۱) بی ٹی عبدالوہاب بنگلور (۲) گوپال کشن دہلی (۳) راشدہ شیام نگم نجیبور بارہ بنکی (۴) اقبال احمد امروہہ (۵) رفیق احمد شملہ (۶) وحید احمد مارہرہ (۷) سید محمد اختر الزماں سدی پیٹھ ضلع میدک (۸) ابوالاحرار ضیاء الحسن سنگاریڈی (۹) ابن الحسن سکندر آباد (۱۰) آل فاطمہ بیگم حیدرآباد (۱۱) ملک عزیز احمد گیا (۱۲) غلام یزدانی حیدرآباد (۱۳) محمد حسن بارہ بنکی (۱۴) منظر حسین بریلی

ان میں سید محمد اختر الزماں نے سب سے بہتر رنگ بھرا ہے

اس کے بعد وحید احمد نے رفیق احمد کا نام تیسرا ہے۔

ان سب کو انعام جلد بھیج دئے جائیں گے۔

اس پرچے میں رنگ بھرنے کے لئے تصویر شائع کی جا رہی ہے۔ اس کے بھیجنے کی آخری تاریخ رسالہ شائع ہونے سے دس روز بعد تک ہے۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس آج سے پچہتر برس پہلے قائم ہوئی تھی ۲۵ رمارچ سے ۲۹ رمارچ تک اس کی پچہتر سالہ جوبلی منائی جارہی ہے۔ یہ تقریب تعلیمی نقطۂ نظر سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں اکثر و بیشتر تعلیمی معاملات پر بحث کی جائے گی جوبلی کے کارکنوں نے سہولت کے لئے مضامین کے لحاظ سے اجلاس کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے ہر شعبے کا جلسہ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ استادوں اور تعلیمی معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کو ضرور اس میں شریک ہونا چاہیئے۔ کانفرنس میں شریک ہونے کی صورت یہ ہے کہ ما[illegible] ۵ روپیے دے کر لائف ممبر ہو جائیے یا دس روپے دے کر معاونِ خصوصی اور پانچ روپیے دے کر معاونِ عمومی بن جائیے۔ اس قسم کے ممبروں کو جوبلی کے اجلاس میں شریک ہونے۔ تقریر کرنے تجویزیں پیش کرنے اور رائے دینے کا حق ہوگا۔ آپ جس قسم کے ممبر بننا چاہیں رقم آنریری سکرٹری آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کے نام بھیج دیجئے۔ تفصیل مطلوب ہو تو اوپر کے پتے سے جوبلی کا خاکہ اور پروگرام وغیرہ منگا لیجئے۔ اسی سلسلے میں اردو پریس کانفرنس بھی منعقد ہو رہی ہے اخبارات کے ایڈیٹروں کو شرکت کی عام دعوت دی گئی ہے



طیارہ

از جناب محمد یحییٰ صاحب اعظم گڑھ

دیکھئے وہ فضا میں طیارہ[۱] ؎ گرم پرواز مثل سیارہ[۲]
یہ کوئی پیکر[۳] ہوائی ہے ؎ یا کوئی مرکب فضائی ہے
جس طرف دیکھئے تگ[۵] و دو ہر ؎ گویا ساری فضا قلمرو[۶] ہے
اڑ کے لیتا نہیں ذرا بھی یہ دم ؎ کوہ[۷] و دریا سبھی ہیں زیرِ[۸] قدم
ہر طرف ہے فضا میں آوارہ ؎ کس قدر ہے عجیب نظارہ
بحر[۹] و بر سیرگاہ ہیں اس کی ؎ چند گھنٹے کی راہ ہیں اس کی
گو ہے طائر بشکل مجموعی ؎ بال[۱۰] و پر اس کے سب ہیں مصنوعی[۱۱]
ہے یہ وہ طائر بلند نظر ؎ ہم سفر جس کے ہیں مہ[۱۲] و اختر[۱۳]
نہ کوئی اس کا آشیانہ[۱۴] ہے ؎ نہ قفس[۱۵] ہے نہ آب و دانہ ہے
جب ہوا آپس میں دوڑ کی بازی ؎ دیکھئے بت بلند پروازی
پرخطر ہے مقابلہ اُن کا ؎ ہے بلا کا یہ حوصلہ اُن کا
تم بھی اے میرے نازنیں بچو! ؎ اے میرے باغ علم کے غنچو!
لو سبق اِن سے زندگانی کا ؎ رفعت[۱۶] و سعی[۱۷] و جانفشانی کا
یہ فقط علم کے کرشمے ہیں ؎ سب یہ سائنس کے تماشے ہیں
سیکھ لو تم بھی جلد علم و ہنر ؎ تم بھی ہو جاؤ جلد اک گل تر
تا کہ سارا چمن مہک اٹھے ؎ گلشنِ علم و فن مہک اٹھے

تم کو اللہ رکھے خرم و شاد
کوئی ایسی ہی شے کرو ایجاد۔

۱ہ ہوائی جہاز ۲ہ گردش کرنے والا ستارہ آج کل عربی زبان میں موٹر کو کہتے ہیں ۳ہ شکل و صورت، جسم ۴ہ سواری جہاز کشتی ۵ہ دوڑ دھوپ ۶ہ ملک تاراج دھانی ۷ہ پہاڑ ۸ہ قدموں تلے ۹ہ بحر، سمندر، بر خشکی ۱۰ہ پرند ۱۱ہ بازو ۱۲ہ بنے ہوئے ۱۳ہ چاند، ۱۴ہ سارے ۱۵ہ گھونسلا

لینن

(از جناب سجاد ظہیر صاحب بی اے (آکسن))

تم نے دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کے بارے میں یوں تو بہت کچھ سنا ہوگا۔ کسی نے ملک پر ملک فتح کر ڈالے۔ کوئی بہت بڑا فلسفی تھا، کوئی بہت بڑا عالم، کوئی بڑا شاعر گذرا ہے تو کوئی اخلاق کی اصلاح کرنے والا۔ مگر لینن کی بڑائی نئی قسم کی ہے۔ اس کا باپ روس کے ضلع کا اسکول انسپکٹر تھا، یعنی وہ اسی طرح کے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جس طرح تم اور میں۔

سنہ ۱۸۷۰ء یعنی ۶۶ برس پہلے جب لینن پیدا ہوا تو اس کے وطن روس میں بادشاہت قائم تھی۔ یہاں کا بادشاہ جسے زار کہتے تھے ایک جابر اور ظالم سرکار کا مکھیا (سردار) تھا۔ عام رعایا کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ بادشاہ اور اس کے امیر جو اس کے جی میں آتا کرتے، ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ کسان بے چارے عاجز آکر کبھی کبھی بغاوت کرتے تھے، لیکن بادشاہ کی خوں خوار فوجیں نہتے اور مظلوم کسانوں کو اپنی توپوں اور بندوقوں کے ذریعے بے رحمی کے ساتھ کچل دیتی تھیں۔ کچھ جوشیلے نوجوانوں کے دل ان حرکتوں سے تنگ آکر غصہ اور نفرت سے بھر جاتے تھے وہ بادشاہ اور اس کے امیروں پر حملے کرتے تھے۔ چنانچہ روس کے بادشاہوں پر ان ہی نوجوانوں نے بم پھینکا اور ان کا خاتمہ کر دیا۔

لینن کا بڑا بھائی الکزانڈر اسی قسم کی ایک سازش میں پکڑا گیا اور پھانسی کی سزا پائی۔ لینن اس وقت اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس پر اس بات کا بڑا اثر ہوا، اس کا دل زار شاہی کے خلاف نفرت اور غصے سے بھر گیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے بھائی کی طرح اس جذبے کو ضائع نہیں کیا، بلکہ اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اپنے درجے میں وہ ہمیشہ اول آتا تھا، ماسٹر اس کی کاپی میں ہمیشہ اس کی تعریف لکھتے تھے، اسکول کی تعلیم کے ساتھ اس نے اپنی تعلیم ایک اور طرح بھی شروع کی۔ شروع زمانے سے لے کر اس وقت تک کہ اس نے کالج کی تعلیم ختم کر کے وکالت کا امتحان پاس نہ کر لیا وہ برابر ایسی کتابیں پڑھتا رہا جس سے روس اور دوسرے ملکوں کے اصلی حالات اسے معلوم ہوں، بادشاہوں اور اُن کی لڑائیوں کے حالات نہیں بلکہ دنیا کے غریبوں اور مظلوموں کے حالات۔ ان کتابوں سے اس نے یہ سیکھا کہ دنیا میں ہر طرح کی دولت، عیش و آسائش کا سامان، مزدور، کاریگر، کسان محنت مزدوری کر کے بناتے اور پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس تمام محنت کا پھل وہ خود نہیں پاتے۔ بڑے بڑے کارخانوں میں مزدور اگر دس گھنٹے کام کرتے ہیں تو انھیں صرف ۵ گھنٹے کی اجرت ملتی ہے۔ باقی پانچ گھنٹوں کے کام سے سرمایہ دار فائدہ اُٹھاتے اور لاکھوں روپے کی دولت جمع کرتے ہیں۔ اس لئے اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ ایسے راج کا خاتمہ ہوا اور محنت مزدوری کرنے والوں کی سرکار قایم ہو۔

یہ سب باتیں اس نے دنیا کے سب سے بڑے اشتراکی (سوشلسٹ) فلسفی مارکس اور اس کے پیرووں کی کتابوں سے سیکھیں،

اس نے اپنی تعلیم کے زمانے میں صرف کتابوں کے مطالعے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ یونیورسٹی میں پہنچنے پر اشتراکی طالب علموں کے ایک خفیہ گروہ میں شامل ہوگیا۔ زار شاہی کی سختیوں کی وجہ سے اشتراکی اپنا کام کھلے بندوں نہ کرسکتے تھے۔ اس لئے جو طالب علم مارکس اور دوسرے اشتراکیوں کی کتابیں پڑھ کر ان پر بحث و مباحثہ کرنا چاہتے تھے یا جو لوگ اشتراکی خیالات کا پرچار کرنا چاہتے تھے انھیں سارا کام چھپ کر کرنا ہوتا تھا۔ باوجود احتیاطوں کے سرکار کے جاسوس ہر جگہ پہنچ ہی جاتے تھے اور روس کے سیکڑوں، ہزاروں، انقلابیوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔

لینن نے طالب علموں میں سرگرمی کے ساتھ اشتراکی خیالات پھیلانا شروع کردئے تھے اس لئے وہ پولس کی نظروں سے چھپ نہ سکا۔ آخر وہ یونیورسٹی سے نکال دیا گیا اور اس کی تعلیم کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

باپ نے بہت کوشش کی کہ اس کا داخلہ پھر سے ہوجائے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اب اس نے گھر ہی پر رہ کر پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑے دنوں بعد اسے پرائیویٹ طور پر امتحان دینے کی اجازت مل گئی۔

اس زمانے میں اس نے اپنی سوشلسٹ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ دن بھر بیٹھا موٹی موٹی کتابیں پڑھا کرتا اور ان کے نوٹ تیار کیا کرتا۔ اس کی ماں سمجھتی تھی کہ لینن قانون کی کتابیں پڑھتا ہے۔ لیکن وہ زیادہ تر وقت ان دوسری کتابوں پر صرف کرتا تھا۔ وہ اکیس ہی برس کا تھا جب اس نے مارکس کی معرکۃ الآرا کتاب "سرمایہ" پڑھ کر ختم کردی۔

تھوڑے دنوں بعد وہ وکیل ہوگیا۔ اور اپنے گھر سے روس کے پرانے دارالسلطنت سینٹ پیٹرز برگ (جسے آج کل لینن گراڈ کہتے ہیں) میں وکالت کرنے کے لئے آیا۔ لیکن اس کام میں اس کا جی نہیں لگا۔ سال بھر بعد اس نے وکالت بالکل چھوڑ دی، اور اپنا سارا وقت اشتراکی انقلابیوں کے گروہ میں صرف کرنے لگا۔

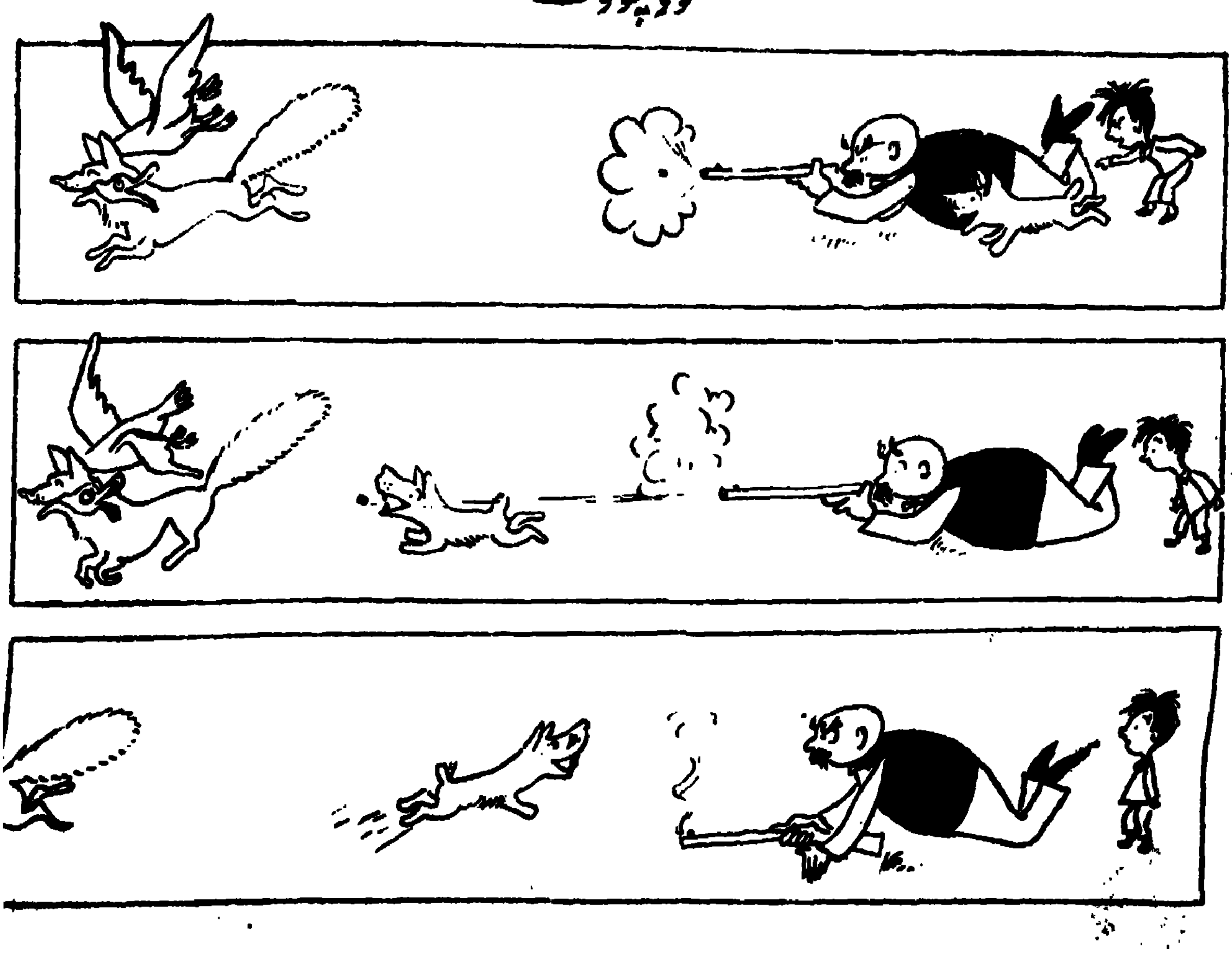
اس زمانے میں اس نے روس کے مزدوروں سے مل جل کر اُن کی اصلی حالت کو اچھی طرح سمجھا وہ ان ہی کے ساتھ رہتا تھا، اور اس نے اپنی زندگی کا مقصد یہ بنالیا تھا کہ کارخانے کے مزدوروں میں اشتراکی خیالات پھیلائے۔ روس کی پندرہ کروڑ آبادی اور ہر طبقے کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کے بعد لینن اور اس کے ساتھی اس نتیجے پر پہنچے کہ روس میں آزادی کی لڑائی کی رہنمائی مزدور طبقے کے لوگ ہی کرسکتے ہیں۔ اسی طبقے میں وہ اس بات کی صلاحیت پاتا تھا کہ روس کے تمام مظلوم عوام کے خیالات کی بہترین ترجمانی کرے۔ اسی وجہ سے مزدوروں میں کام کرتا۔ ان کے ٹریڈ یونین (انجمن) بنانا اور اُن کی ایک پولٹیکل پارٹی (سیاسی جماعت) بنانا، اس نے اپنا پہلا فرض سمجھا تھا۔ اس کے آجانے سے اشتراکی گروہوں میں جان پڑ گئی۔ مزدوروں کی ہر شکایت سُننا اور سمجھنا اور پھر انھیں سمجھانا کہ اُن کی نجات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک امیر مالکوں کی سرکار کا بالکل خاتمہ نہ ہوجائے اور خود مزدوروں کی حکومت قائم نہ ہوجائے۔ لینن صرف زبانی ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے رسالے چھاپ کر اعلان اور اشتہار شائع کرکے ان باتوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچاتا تھا۔ یہ سب باتیں قانون کے خلاف تھیں لیکن یہ روسی اشتراکی اپنی دھن کے ایسے پکے تھے کہ قید، جلاوطنی، سینکڑوں قسم کی مالی مشکلیں۔ نام بدل کر پولس سے چھپتے پھرنا، بے در بے گھر ادھر ادھر مارے مارے پھرنا۔ غرض ہزاروں طرح کی مصیبتیں پڑنے پر بھی انھوں نے اپنا کام جاری رکھا۔

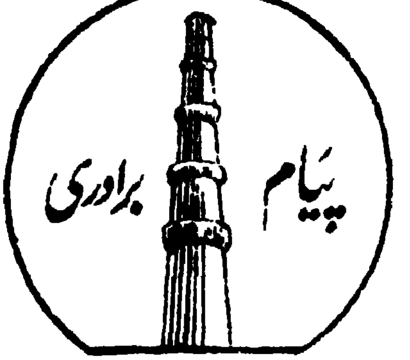
زار کی پولس نے لینن کا پیچھا نہیں چھوڑا، ڈیڑھ دو برس اس طرح کام کرنے کے بعد وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اب لینن کی زندگی میں ایک لمبا زمانہ قید، اور سائبیریا کے برفستان میں جلا وطنی کا شروع ہوتا ہے، کوئی ڈیڑھ برس کی جیل کے بعد لینن کو سائبیریا میں تین برس کی نظر بندی کی سزا ہوئی، لیکن اس زمانے میں بھی لینن بیکار نہیں بیٹھا رہا۔ اس نے ایک زبردست کتاب اور بہت سے رسالے اور مضامین۔ روسی مزدوروں کی انقلابی تحریک کے بارے میں لکھے، یہ سب چیزیں غیر قانونی طریقے سے روس میں چھاپی گئیں اور لینن کا نام روس کے غریبوں کی زبان پر رہنے لگا۔

لینن کی جلا وطنی کے زمانے میں اس کی بیوی کرپسکایا بھی اس کے ساتھ تھی اور ہر کام میں اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ لینن اور کرپسکایا اپنے انقلابی کاموں کے دوران میں ایک دوسرے سے چند سال پہلے ملے تھے اس وقت سے لے کر لینن کے آخری دم تک اس بہادر عورت نے صرف یہی نہیں کہ لینن کا ساتھ نہ چھوڑا بلکہ وہ خود اس انقلابی تحریک میں جس کا لینن سردار تھا ہر طرح حصہ لیتی رہی اور آج بھی جب لینن مر چکا ہے وہ نئے روس میں تعلیم پھیلانے میں اپنا سارا وقت صرف کرتی ہے۔ اتنی گہری محبت، باہمی ہمدردی، اور سچی دوستی کی مثال دنیا میں کم ملتی ہے،

(باقی)

موٹو چھوٹو ۹





پیام برادری

عزیزو !

بچّوں کی انجمن کا ذکر اس سے پہلے کئی پرچوں میں آچکا ہے۔ ایڈیٹر صاحب سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تمھیں اس انجمن سے بہت دلچسپی ہے اور چاہتے ہو کہ جلد سے جلد یہ قائم ہو جائے

منظم، نہایت وفادار۔ اُن کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے حضرت شاہ سلامت بھی اُن کو بہت چاہتے تھے۔ اُن کے ایک بیٹے شہزادہ میرزا جواں بخت، بہت فرمانبردار، بہت سیدھے بہت خوب صورت۔ اُن کی بھولی بھولی باتیں سن کر ہر شخص کو ان پر پیار آتا تھا۔ وہ بیگم کے کلیجے کے ٹکڑے تھے تو بادشاہ کی آنکھ کے تارے۔ !

خدا خدا کر کے شاہزادہ جواں بخت بڑی اللہ آمین کے پل کر جواں ہوئے سارے قلعہ میں ان کی شادی کے ارمان۔ نواب زینت محل بیگم نے اپنی ایک رشتہ دار کی لڑکی شاہ بیگم سے نسبت ٹھہرادی۔ دولھا چندے آفتاب تھا تو دلھن

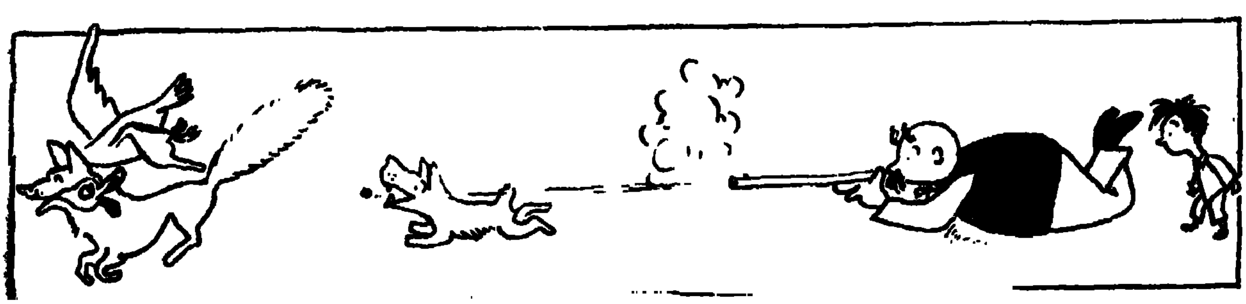
... پر ... تھا ... ہیوں بیٹے نے شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ ہر امیر و غریب اپنے شہزادے کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے نئے سے نئے کپڑے سلوانے لگا۔! سڑکوں پر صفائی اور مکانوں پر قلعی ہونے لگی۔ جگہ جگہ خوشنما دروازے اور پھاٹک بننے شروع ہوگئے صرافہ، خانم کا بازار، پری بازار، فیض بازار، دریبہ، چاندنی چوک سجائے جا رہے ہیں، جھنڈیوں اور پھولوں کی بیلوں سے سارے بازار پٹے پڑے ہیں، کہیں میوہ فروشوں نے سیب، ناسپاتی، انار اور انگوروں کی بیلیں اور ہار لٹکائے ہیں تو کہیں عطر فروشوں نے اپنی دوکانوں کو رنگ برنگ کے شیشوں اور جھاڑ فانوسوں سے آئینہ خانہ بنا رکھا ہے۔ کہیں بزازوں نے ریشم و اطلس، زربفت و کمخواب کے

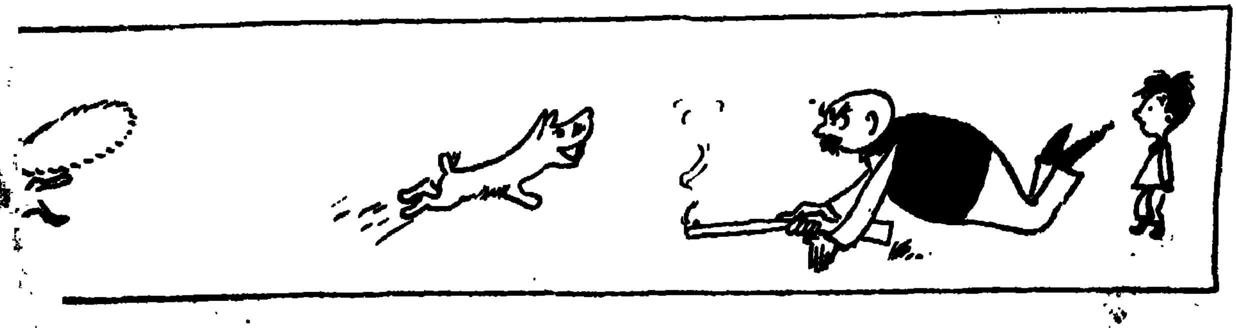
اس انجمن کی کوئی فیس نہ ہوگی۔ بس کوپن بھر کے بھیج دو البتہ ہر لڑکے اور لڑکی کے لئے ایک بیج ضروری ہوگا یہ خاص طور پر بہت خوب صورت بنوایا جارہا ہے۔ اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے صرف ۸ر مع محصول۔

اس انجمن کے سلسلے میں مجھ سے تمھیں ہر طرح کی مدد ملے گی۔ پیام تعلیم کے ذریعہ تمھارے خطوں کے جواب دوں گی تمھیں نئے نئے دوستوں کے پتے بتاؤں گی اور تمھیں مفید مشورے دیتی رہوں گی۔

بس اب تم اپنے اپنے کوپن بھر کر میرے پاس بھیج دو۔ جس جس بچے کا کوپن میرے پاس آتا جائے گا اس کا نام پیام تعلیم میں شائع ہوتا جائے گا۔ اور ممبری کی سند اس کے پاس بھیج دی جائے گی۔

تمھاری آپا جان





شہزادہ جواں بخت کی کہانی

(مرزا مظفر حسین فیضی دہلوی)

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ، خدا کا بنایا رسولؐ بادشاہ، کہتے ہیں پرانے زمانہ میں ایک بادشاہ تھے، بہادر شاہ نام۔ بڑے اچھے، بڑے نیک، بڑے بہادر، بہادر ایسے کہ ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا نہایت صبر و شکر اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا، اور شکایت کا ایک حرف بھی کبھی زبان پر نہ لائے۔!

یہ بہادر شاہ دلّی کے آخری بادشاہ تھے، ان کی تین خاص بیگمیں تھیں ایک سے ایک لائق فائق، جن میں سب سے چھوٹی بیگم کا نام تھا، نواب زینت محل، نہایت تمیزدار، نہایت منتظم، نہایت وفادار، اُن کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے حضرت بادشاہ سلامت بھی اُن کو بہت چاہتے تھے، اُن کے ایک بیٹے تھے شہزادہ میرزا جواں بخت، بہت فرمانبردار، بہت سیدھے، بہت خوب صورت۔ اُن کی بھولی بھولی باتیں سن کر ہر شخص کو ان پر پیار آتا تھا، وہ بیگم کے کلیجے کے ٹکڑے تھے تو بادشاہ کی آنکھ کے تارے۔!

خدا خدا کر کے شاہزادہ جواں بخت بڑی اللہ آمین کے ساتھ پل کر جواں ہوئے سارے قلعہ میں ان کی شادی کے ارمان تھے۔ نواب زینت محل بیگم نے اپنی ایک رشتہ دار کی لڑکی شاہ زمانی بیگم سے نسبت ٹھہرا دی۔ دولھا جیسے آفتاب تھا تو دلھن جیسے ماہتاب۔! بادشاہ سلامت کی قلعہ کے اندر ہی شادی کرنے کی صلاح تھی، بیگم کی ضد تھی کہ "ہم شہر ہی میں شادی رچائیں گے، آخر دلّی والے بھی کیا یاد کریں گے کہ کسی کی شادی ہوئی تھی، قلعہ میں کون دیکھنے آئے گا" اس پر حضرت بادشاہ سلامت بھی یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ "خیر، جیسی بیگم کی مرضی!" پھر کیا تھا، ساری دلّی میں ڈھنڈورا پٹ گیا، شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ گھر گھر یہی چرچا تھا۔ مہینوں پہلے سے شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ہر امیر و غریب اپنے شہزادے کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے نئے سے نئے کپڑے سلوانے لگا۔! سڑکوں پر صفائی اور مکانوں پر قلعی ہونے لگی۔ جگہ جگہ خوشنما دروازے اور پھاٹک بننے شروع ہو گئے صرافہ، خانم کا بازار، پری بازار، فیض بازار، دریبہ، چاندنی چوک سجائے جا رہے ہیں، جھنڈیوں اور پھولوں کی بیلوں سے سارے بازار پٹے پڑے ہیں، کہیں میوہ فروشوں نے سیب، ناشپاتی، انار اور انگوروں کی بیلیں اور ہار لٹکائے ہیں تو کہیں عطر فروشوں نے اپنی دوکانوں کو رنگ برنگ کے شیشوں اور جھاڑ فانوسوں سے آئینہ خانہ بنا رکھا ہے۔ کہیں بزازوں نے ریشم و اطلس، زربفت و کمخواب کے

تھال در دالانوں پر لپیٹ رکھے ہیں تو کہیں صرافوں نے ہزاروں روپئے کے سونے اور چاندی کے جڑاؤ زیوروں سے اپنی دکانوں کو مالا مال کر دیا ہے! غرض ان دنوں سارا شہر دلہن بنا ہوا نظر آتا ہے۔!

فراشخانے سے آگے اور لال کنویں سے ادھر تہور خاں کی مسجد سے ملا ہوا بیگم کا محل اب تک موجود ہے۔ اگرچہ اس محل میں اب بہت کچھ ردّ و بدل ہو گئی ہے اور بالکل پہچانا نہیں جاتا، لیکن یہی محل اس وقت " نواب زینت محل کے کٹرے کے نام سے مشہور تھا۔ یہیں سے ان شاہزادہ جواں بخت کی شادی ہوئی تھی! بیگم کے حقیقی ماموں نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر اس شادی کے منتظم خاص تھے۔ چونکہ بیگم خود بھی اپنے گھر سے آسودہ تھیں، مہینہ بھر تک خوب دل کھول کر مہمانی اور دعوتیں ہوتی رہیں رانڈ بیواؤں کی منہ مانگی مرادیں بر آئیں۔ غریب اور یتیموں کو مالا مال کر دیا، مٹھائی اور نقدی کے علاوہ کئی سو نئے جوڑے اور پوشاکیں غریب غربا کو پہنچا دی گئیں۔!

برات کی رات دلّی، نئی نویلی دلہن کی طرح سجائی گئی تھی اس کی بہار بس کچھ دیکھنے ہی کے قابل تھی، جس کا بیان نہیں ہو سکتا بس یوں سمجھ لو کہ فتحپوری سے دریا گنج تک سعادت خاں کی نہر کے دو طرفہ درختوں پر رنگ برنگ کے قمقمے ایسے جگمگ جگمگ کر رہے تھے کہ ہر درخت پر نگاہ جم کر رہ جاتی تھی، پانی میں ان کا رنگین عکس، اور اس میں سجے سجائے خوشنما بجرول، اور کشتیوں کا ادھر سے ادھر گشت کرتے پھرنا کچھ کم دلکش سین نہ تھا! برات کے راستے پر دو رویہ بانس کے ٹھاٹھر بندھے تھے، جن پر لگے دو شاخے اور پنج شاخے کنولوں میں مومی شمعیں جھلا جھل جل رہی تھیں! ان کی روشنی میں رات کو دن کا دھوکا ہو رہا تھا۔

آج کی رات بازاروں میں وہ چہل پہل اور گہما گہمی ہے کہ ایسی کبھی دلّی میں دیکھنے میں نہیں آئی، خدا اسے نظر بد سے بچائے، چاندنی چوک کیا ہر بازار میں ریل پیل کا یہ حال ہے کہ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے۔ ایک کے اوپر ایک گرا پڑتا ہے، رنگ برنگ کے لباسوں اور قیمتی پوشاکوں کا ایک زندہ سمندر ہے کہ سارے شہر میں پڑا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔!

سڑکوں پر چھڑکاؤ کے مارے چلنا تک دشوار ہے بہشتی سرخ قند کے پٹکے اور سبز رنگ کی سیلیاں باندھے، ان پر سنہری روپہلی گوٹے ٹانکے، بانکے چھیلا بنے، کندھوں پر ٹھنڈے پانی کے مشکیزے لئے، کٹورے بجاتے "تانیں اڑاتے" ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے ہیں۔! کچھ مالی موگرے اور بیلے چنبیلی کے ہار پھول ہاتھوں پہ لئے ادھر ادھر ٹہل رہے ہیں، لوگ ان کی خوشبو سے خود بخود بے چین ہو کر خریدنے کے لئے پھولوں کی ٹوکریوں پر گرے پڑتے ہیں۔!

جا بجا شامیانے کھنچے ہوئے ہیں بلکہ بعض بازاروں میں شامیانوں کی کثرت کے سبب سارا بازار چھت سے پٹا ہوا معلوم ہوتا ہے، کہیں کہیں سجی سجائی دوکانوں کے آگے اچھے اونچے تخت بچھے ہیں، جن پر سفید براق سی چاندنیاں بچھائے، گاؤ تکئے لگائے، کچھ آجلے پوش بیٹھے خوش گپیاں کر رہے ہیں، کہیں نوبت رکھی ہے، خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں کہیں ناچ رنگ کی محفل گرم ہے، شوقین لوگ ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ کچھ شوقین مزاج زرق برق کپڑے پہنے اپنی اپنی جگہ دو دلعلے بنے آپس میں ہنسی مذاق کرتے ادھر سے ادھر دھکا پیل کرتے پھر رہے ہیں، کوئی کسی بچے کو کندھے پر سوار کئے، ایک کی انگلی پکڑے، دو بچوں کو آگے آگے لئے

راستہ بتاتا چلا جا رہا ہے، کوئی گھوڑے یا بگھی پر سوار ہو کر نکلا ہے، دو با وردی سائیس آگے آگے ہٹو بچو کرتے چلے جاتے ہیں، مگر رستہ ہے کہ نہیں ملتا۔ بہت سی عورتیں اور بچے اکثر کردل۔ کوٹھوں اور چھتوں پر برات کا سین دیکھنے کے انتظار میں سرِ شام ہی سے پہرے کے پرے جمائے بیٹھے ہیں۔

لو صاحب۔ وہ برات کا جلوس بھی آ پہنچا، اب ذرا ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اِسب سے آگے آگے ایک سوار تُرہی بجا کر راستہ صاف کرتا چلا آتا ہے، اس کے پیچھے دو گھوڑے اور چار سانڈنی سوار نوبت، نقارے اور دھونسے بجاتے، ہٹو بچو کرتے چلے آتے ہیں۔ ان کے بعد دو ہاتھی روشن چوکی رکھے، نشان اور پھریرے اڑاتے چلے آ رہے ہیں، پیچھے پیچھے آتش باز ہاتھوں میں سرخ مہتابیاں لئے طرح طرح کے پھولدار انار اور اڑان گولے چھوڑتے، لوگوں سے سبحان اللہ اور واہ واکی داد لیتے ہنستے کھیلتے چلے جاتے ہیں، ان کے بعد کچھ نقیب چوبدار زر دوزی جبّے پہنے، اُن پر سنہری پٹکے باندھے سونے کے عصا ہاتھوں میں لئے خبردار، ہوشیار باش کہتے چلے جا رہے ہیں، پیچھے چوکی پہرے کے جوان نئی نئی وردیاں پہنے، کندھوں پر بندوقیں رکھے، چار چار کی قطار میں اپنے بینڈ باجے پر چپ چاپ قدم ملاتے چلے جا رہے ہیں، ان کے پیچھے سواروں کے رسالے فوجی نشان اور بیرقیں اڑاتے، بینڈ کی آواز پر اُن کے گھوڑے ہنہناتے تیزی سے قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔! اُن کے پیچھے چند بینڈ باجے والوں کی ٹکڑیاں اور اُن کے بیچ میں کہاروں کے غول کے غول لال سبز اور رنگ برنگ کی وردیاں پہنے، جن پر گنگا جمنی گوٹے ٹنکے، کندھوں پر علم نشان لئے دو دو کی قطار میں چلے جا رہے ہیں، بعضوں کے ہاتھوں میں خوب صورت کاغذی پھول ہیں، بعضوں کے ہاتھوں میں خوشنما گلدستے، کسی کے ہاتھ میں سونے چاندی کی نقشین طشتریوں اور تھالیوں کے کاغذی جھاڑ ہیں، اور کسی میں ہلکی پھولدار کٹوریوں اور گلاسوں کے تختے ہیں۔ کوئی اپنے سر پر کاغذی ہاتھی گھوڑوں کو بٹھائے چلا جاتا ہے، اور کسی کے سر پہ پریوں کا سایہ ہے۔

جلوس کے دونوں طرف قندیلوں اور جھاڑ فانوس والوں کی قطار نے باغ و بہاری اور برات کی رونق کو اور بھی دوبالا کر دیا ہے۔ بین باجے والے اپنی شکیں پھلائے، سننے والوں کو مدہوش بنائے چلے جا رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے باغ و بہاری ختم ہوئی تھی کہ نقیب و چوبدار اور شاگرد پیشہ زرق برق پوشاکیں پہنے چاندی سونے کے بھاری بھاری عصا اور گرز کندھوں پر رکھے آداب و کورنش تسلیمات و مجری بجالاتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے درمیان پچیس تیس کہاریاں، رنگین جوڑے پہنے، زیوروں میں لدی، سروں پر سونے چاندی کی کشتیاں اور خوان دھرے ہنستی بولتی چلی جا رہی ہیں، ان میں دلہن کے لئے بھاری بھاری جوڑے اور مٹھائی ہوگی، بہت سے لوگ خوان پوشوں ہی کی خوبی اور بھڑک دیکھ کر دنگ رہ گئے وہ مقیش و بادلہ کا کیکری کام تھا کہ بیان سے باہر، بھلا دلہن کے جوڑوں کی خوبی اور قیمت کا پوچھنا ہی کیا، سبحان اللہ۔!

اب نفیری والوں کا نمبر تھا، شہر کے نامی گرامی نفیری والے، نیچے نیچے گھیردار سپید براق سے انگرکھے پہنے، سر پہ دوپلی اور کامدار ٹوپیاں بانکپن سے رکھے، منہ میں چاندی کی نفیریاں لئے، مستانے سروں میں مزیدار غزلیں ٹھمریاں اور سہاگ کٹوریاں بجاتے، تھوڑی تھوڑی دور پر ٹھیر ٹھیر کر دلہا

پہلیں سیتے۔ لوگوں کی تعریف پر جھک جھک کر چاروں طرف سلام کرتے چلے جاتے ہیں ان کے پیچھے شہر کے تمام شرفا اور معززین اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑے زیب تن کئے اپنے مہابلی بادشاہ سلامت کی وفاداری کا دم بھرتے، اُن کے سب سے لاڈلے بیٹے شاہزادہ جواں بخت کی صورت کے پروانہ بنے، دولہا کے ہاتھی کو اپنے جھرمٹ میں لئے پیادہ پا ساتھ ساتھ چلے جا رہے ہیں۔

اہا ہا ذرا اس ہاتھی کو دیکھنا کیسا سونے چاندی کے زیوروں میں غرق، جھاڑ، فانوسوں کی روشنی میں جھم جھم کرتا جھومتا جھامتا چلا آتا ہے۔ پیٹھ پر مخمل و کمخواب کی سچے کام کی جھول پڑی، گلے میں سونے کے تعویذ، ہیکل اور طوق پہنے، مستک پر نہایت خوب صورت جھومر پڑا، دانتوں پر سونے کے جھانجھن اور خول چڑھے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں چکاچوندھ پیدا کر رہے تھے۔ اس پر سونے کی عماری میں زربفت و کمخواب کا نکوان جوڑا زیب تن کئے، سر پہ مندیل اور مندیل پہ سچے موتیوں کا بیش قیمت زرتار سہرا باندھے، ہمارے جواں بخت، جواں سال، شاہزادہ میرزا جواں بخت صاحب نوشہ بنے، ناز و انداز سے آنکھوں ہی آنکھوں میں رعایا برایا کا سلام اور دعائیں لیتے چلے آ رہے ہیں بغل میں ایک نوعمر شہزادے شہ بالا بنے بیٹھے مسکرا رہے ہیں، عماری کی پشت پر دو عصا بردار زرق برق پوشاکیں پہنے کھڑے ہیں۔ ایک اپنے ہاتھوں میں طلائی کام کا نہایت بھاری چتر تھامے تو دوسرا سونے کے دستہ کا قیمتی جھالر دار پنکھا لئے جان عالم نوشہ صاحب کی ہوا بازی کر رہا تھا، خلقت کی نگاہ جوں ہی دولہا شاہزادے کے چہرہ پر پڑی ہر چھوٹا بڑا ادب سے ہاتھ باندھ کر ایک دفعہ جھک گیا، اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے بندگی و آداب بجا لا کر عمر و اقبال کی ترقی کی دعائیں دینے لگا، بڑی بوڑھی عورتوں نے دور ہی سے چٹ چٹ بلائیں لے کر ایک ہی سانس میں سینکڑوں دعائیں دے ڈالیں، بچوں نے دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر سلام کرنا اور خوشی کے مارے اُچھلنا کودنا شروع کیا، دوکانوں اور کوٹھوں پر سے گلاب اور چنبیلی، موتیا اور بیلے کے ہار پھولوں کی بارش ہونے لگی، چاروں طرف سے اس قدر پھول برسائے گئے کہ سڑکوں پر پھولوں کا فرش بچھا ہوا معلوم ہوتا تھا، دوکاندار گنگا جمنی کشتیوں میں سونے چاندی کے عطردان لئے، سنہری اور روپہلی ورق لگی ہوئی گلوریاں، پن سپاری اور لونگ الائچیاں رکھے، زردوزی کے بیش قیمت ہار اور پھول لئے نوشہ اور معزز براتیوں کا عطر پان کرنے کو موجود تھے دوکانداروں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے ہر دلعزیز نوشہ اور معزز براتیوں کا خیر مقدم کیا، ہر ایک نے بڑھ بڑھ کر معزز مہمانوں کا عطر پان کیا، چاندی کے گلاب پاشوں سے کیوڑہ اور گلاب چھڑکا گیا، زردوزی ہار گلے میں ڈالے، سنہری روپہلی پھولوں کے ساتھ روپوں کی مٹھیاں بھر بھر کر نوشہ پر سے نچھاور کیں، اور اپنے مقدور کے مطابق نوشہ کو شاہ جہانی اور عالمگیری اشرفیاں نذر گزرانیں، نوشہ کے اشارہ پر تحویلداروں نے نذرانہ قبول کیا اور دوکانداروں کی کشتیاں روپوں سے بھر کر اسی وقت واپس کر دیں۔ دوکانداروں نے ہاتھ جوڑ کر مجرئی عرض کیا اور بے اختیار ہو ہو کر دعائیں دینی شروع کیں، ادھر سے "حضرت نوشاہ سلامت زندہ باد" اور "اقبال و دولت پائندہ باد" کا نعرہ بلند ہوا، اُدھر "مہابلی صاحب عالم کی جے" "حضور نوشہ میاں کی جے" کے جیکارے رات کے سناٹے میں گونج رہے تھے۔!

نوشہ کی سواری کے پیچھے دائیں بائیں دو ہاتھی تھے، داہنے جانب کے ہاتھی پر چاندی کے ہودے میں نوشہ میاں کے نانا نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر اور شاہزادہ میرزا فخرو ولیعہد بہادر

شاہانہ پوشاکیں پہنے، چوگوشیہ ٹوپیاں سروں پر رکھے سچے موتیوں کے طرے لگائے، ڈاڑھیاں چڑھائے، گھٹنے سے گھٹنا ملائے، بیٹھے جلوس وبارات کے انتظام میں مصروف ہیں ساتھ ہی برابر والے ہاتھی پر چاندی کے ہودے میں جناب رزیڈنٹ صاحب بہادر اور ان کے اے، ڈی، سی، انگریزی لباس میں ملبوس، بیٹھے اپنے شہزادہ کے ساتھ خلقت کی محبت وعقیدت کو غور سے دیکھ رہے ہیں!

ان کے پیچھے دو دو ہاتھیوں کی قطار چلی آرہی ہے جن میں سے کسی پر نواب صاحب لوہارو سوار ہیں کسی پہ نواب صاحب پاٹودی کسی ہاتھی پر نواب صاحب دوجانہ کی سواری آرہی ہے تو کسی پر ٹھاکر صاحب پلول براجمان ہیں، ہاتھیوں کے بعد دولہا کی ماں نواب زینت محل بیگم صاحبہ کی پینس، ان کے پیچھے پینسوں، پالکیوں، ہواداروں، بگھیوں اور گاڑیوں کا دور تک تانتا بندھا ہوا ہے۔

غرض اس شان وشوکت سے شاہزادہ جواں بخت کی بارات جا رہی تھی، یوں تو آٹھ دن سے گہما گہمی ہو رہی تھی۔ آج بری جا رہی ہے، کل ابٹنا آئیگا، روز کوئی نہ کوئی نئی چہل پہل کا سامان تھا، لیکن آج دولہا کی سواری دیکھ کر خلقت کا دل باغ باغ ہوا جاتا تھا، ہر طرف سے ماشاء اللہ اور چشم بد دور کا غلغلہ بلند تھا، خدا خدا کرکے پہر رات گئے جاکر کہیں برات دلہن والوں کے گھر پہنچی ایک رات اور ایک دن وہاں ٹھیری رہی، دوسرے روز عصر مغرب کے درمیان قاضی شہر نے نکاح پڑھایا، شہر کے تمام شریف اور معزز ہندو مسلمان اس نکاح میں شریک تھے، پھولدار خوب صورت طشتریوں میں پان سپاری اور بلور کی پرچوں میں آدھ آدھ سیر سونے کے ورق لگے ہوئے بالوشاہی ریشمی رومالوں میں بندھے ہوئے تقسیم کئے گئے۔!!

چنانچہ دوسرے روز شب میں بارات دلہن اور جہیز کو لیکر بڑی دھوم دھام اور شان وشکوہ کے ساتھ الٹی واپس ہوئی۔ کاغذی باغ وبہاری کے تختے اور جھاڑ دلہن کے گھر پر کل لٹ چکے تھے، اس کے بدلے آج چاندی سونے چینی وبلور کے برتن اور دوسری قسم کا جہیز کا سامان کہاروں کے سر پر تھا جس کی خوبی اور تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک الگ دفتر چاہئے ہوگا۔

آج جلوس کی وہ صورت اور اس کے ساتھ وہ فوج فرا نہ تھی، نہ رزیڈنٹ جاگیرداروں کے ہاتھی تھے، نہ نوبت نشان اور روشن چوکی! آگے آگے نفیری والے دم پر دم بیلیں لیتے، پیچھے دولہا کا ہاتھی، اور ان کے پیچھے ایک ہاتھی پہ نواب صاحب بہادر اور دوسرے پر ولی عہد صاحب بہادر، ان کے بعد دلہن کی فینس اور جہیز اور اس کے بعد بیگمات کے ہوادار اور دیگر فینس پالکیاں تھیں۔ اس پر بھی خلقت کا وہی عالم تھا، ہر طرف سے مبارک سلامت کا غلغلہ بلند ہو رہا تھا، نذرانوں پہ نذرانے پیش ہو رہے تھے، ادھر سے روپوں اور اشرفیوں کی بارش ہو رہی تھی، پھر بھی شہدوں کا یہ حال تھا کہ ایک کے اوپر ایک گرے پڑتے تھے، نواب صاحب اور شہزادے صاحب اور حضرت بادشاہ سلامت اور ولی عہد صاحب کی دہائی دے رہے تھے، بس یہی آوازیں کانوں میں چلی آرہی تھیں۔ "اللہ کی امان، نبی کا سایہ، رسولؐ کا صدقہ، دلوائیے، بنے بنی کا جوڑا سلامت رہے، دلوائیے، اللہ رسولؐ کے سایہ میں دونوں پھلیں پھولیں ہم شہدوں کا حق دلوائیے، دہائی ہے نواب صاحب کی، دلوائیے ہم عمر بھر سے دعائیں کرتے چلے آرہے ہیں۔ کچھ تو پھینکئے، کچھ تو دلوائیے، غرض نواب صاحب تھیلی کا منہ کھول کر اشرفیاں روپے اور پیسے نوشہ پر سے نثار کرکے پھینکتے۔ شہدے تھوڑی دیر کے لئے ان کے لوٹنے اور سمیٹنے میں لگ جاتے، اس کے بعد

پھر وہی صدائیں تھیں اور وہی آوازے۔

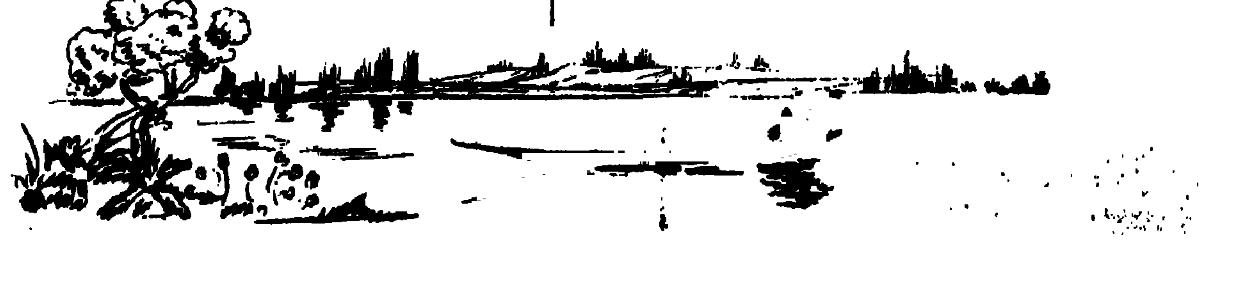
غرض خدا خدا کرکے بارات آدھی رات گئے دولہا کے مکان پہنچی اور ان شہدوں سے جان چھوٹی۔! یہ سب کچھ تھا لیکن اس کے برعکس سارے راستے خلقت کی محبت و عقیدت کا حال عجیب تھا، لوگوں کو بس نہ تھا کہ وہ جوش رخ، خوشی میں شہزادہ پر سے اپنی جانیں قربان کر دیتے! ایک مقام پر دیکھا سڑک کے کنارے ایک اونچی جگہ مجمع سے الگ کسی گاؤں کی چار پانچ جاٹنیاں، لال سبز لہنگے پہنے، چندریاں اوڑھے موٹے موٹے چاندی کے زیوروں میں لدی، لمبے لمبے گھونگھٹ نکالے، سروں پر پیتل کے گھڑے اور گلسے لئے، گھڑی منڈھے گا رہی تھیں یکایک شہزادہ صاحب کی توجہ ادھر ہوئی، نواب صاحب فوراً سمجھ گئے، ایک عصا بردار کو اشارہ کیا اسی وقت راستہ صاف کرا دیا گیا، وہ جاٹنیاں قریب بلائی گئیں۔ پاس پہنچ کر انھوں نے اپنے پاؤں رہنے، وہ لٹیاں پر سے پوجا اتاری، دیوتا سر پر شہزادہ صاحب کے درشن کئے، اور ہنسی خوشی اسی طرح گاتی ہوئی جانے لگیں تو نواب صاحب کے اشارے سے ان کی لٹیاں اشرفیوں اور روپوں سے بھر کر ان کے سروں پر رکھ دی گئیں۔

اس فیاضی کو دیکھ کر بہت سے دلوں کی کلیاں کھل گئیں اور بہت سی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہ نکلے!

ایک دوسرے موقع پر کسی بلند جگہ ایک غریب باپ اپنے اکلوتے بچے کو کندھے پر لئے کھڑا بارات کا تماشہ دکھا رہا تھا، بچہ نو برس کی جان مخمل کی شیروانی پہنے، سر پر فیروزی سیلا باندھے، طرّہ لٹکائے گلے میں ایک زردوزی پرتلہ پڑا، اس میں ایک چھوٹی سی تلوار لٹکتی، باپ کے کندھے پر کھڑا دونوں ننھے ننھے ہاتھوں سے شہزادہ صاحب کو مجرئی عرض کر رہا تھا، شہزادہ صاحب کی نظر ادھر جا پڑی، ننھے سے بچے کا یہ سجا سجایا لباس، اور اس کی بھولی بھولی ادائیں کچھ دل کو بھا گئیں، فوراً عصا بردار کو اشارہ کیا، اس نے مہاوت کو۔ مہاوت نے ہاتھی کو اشارہ کیا، ہاتھی نے ایک قدم آگے بڑھ کر بچہ کو باپ کے کندھے سے اٹھا مہاوت کے حوالہ کیا، مہاوت نے عصا بردار کو دیا، عصا بردار نے شہزادہ کے حضور میں پیش کیا، شہزادہ صاحب نے بچہ کو گود میں لے کر پیار کیا، بچے اور اس کے باپ کا نام دریافت کیا، سر پہ ہاتھ پھیر کر دعا دی پھر اس کو اسی طرح ہاتھوں ہاتھ باپ کی گود میں واپس کر دیا۔! لو صاحب، اس بچہ کے باپ کی تقدیر جاگ گئی، اسی دن سے اس بچہ کے نام دس روپیہ کا وثیقہ حضرت بہادر شاہ بادشاہ کی سرکار سے عمر بھر کے لئے مقرر ہو گیا۔

راستہ بھر میں ایسے کتنے ہی واقعات پیش آئے، لیکن یہ تماشے دیکھنے والے اب کہاں، اور جو دو چار موجود بھی ہیں ان کی آنکھوں سے آنسو ہی کسی طرح نہیں تھمتے! وہ بیان کریں تو کیا۔ ایسے تماشے دیکھنے والے آخیر میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ "میاں دلی اور دلی والوں نے ایسی شادی نہ کبھی دیکھی تھی اور نہ کبھی دیکھنے کی امید! میاں دلی کی رونق اور میاں کی آخری اسلامی سلطنت کو تو دشمنوں کی نظر کھا گئی، خدا ان سے سمجھے!

باقی سدا رہے نام اللہ کا!



خط کتابت

مکرمی تسلیم "پیام تعلیم" میں میں نے ٹکٹوں کے مبادلے کے لئے لکھا اور اس سلسلے میں میرے پاس خطوں کا تانتا بندھا رہا۔ بہت سے بھائیوں سے دوستی ہوگئی۔ ٹکٹوں کا مبادلہ بھی ہونے لگا۔ اور اس طرح میرے پاس ٹکٹوں کا کافی ذخیرہ ہوگیا۔ میں نے ٹکٹ جمع کرنے والے حضرات کو ٹکٹوں کے بارے میں ہر قسم کی امداد پہنچانے سے ذرا دریغ نہ کیا اور نہ کروں گا۔ جس کسی نے جو کچھ پوچھا اس کا برابر جواب دیتا رہا۔ پیام تعلیم میں بعض اور بھائیوں نے بھی ٹکٹوں کے مبادلے کے لئے لکھا تھا دو دو چار چار خط لکھنے کے بعد جواب ملا بعض پیامی بھائیوں نے ٹکٹ تو منگا لئے مگر مبادلے میں ٹکٹ ابھی تک وصول نہیں ہوئے۔ اسی طرح مجھے .. ٹکٹوں کا نقصان ہوا۔ پیامی بھائیوں کو اس طرح نہ کرنا چاہیے کیوں کہ یہ خلاف تہذیب ہے اور مفت میں پیام تعلیم کا نام بدنام ہوتا ہے۔ آئندہ جو حضرات مبادلہ کرنا چاہیں انھیں چاہئے کہ پہلے اپنے یہاں کے ٹکٹ روانہ کریں۔ بعض لڑکے نام اور پتہ غلط لکھتے ہیں۔ اس لئے دوبارہ پتہ لکھتا ہوں۔

براہ کرم یہ حضرات جن کو ٹکٹ روانہ کئے ایک مہینے سے زیادہ ہوگیا مبادلہ کے ٹکٹ جلد روانہ فرمائیں۔

(۱) عزیز احمد صاحب (۲) فضل الرحمٰن صاحب موسیٰ قادری اور محمد قاسم عبدالرؤف سے مبادلہ ٹکٹ اور خط و کتابت مفقود ہے۔ دوبارہ جاری کردیں۔

پتہ:۔ (بشیر احمد ۹۰۲ سلطان بازار مارکٹ روڈ حیدرآباد دکن)

مکرمی تسلیم سالنامہ پڑھ کر دل کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ سب ہی مضمون مجھے پسند آئے۔ نصیر کی بہادری، اچھی کہانی، نظم، وقت کی قدر، دستکاری، جھنڈا۔ مظہر الحق آنولہ

مکرمی تسلیم۔ بچوں کی انجمن ضرور قایم کی جائے۔ اس کا نام بزم پیام یا انجمن ترقی اطفال رکھا جائے۔ یہ انجمن دوستی اور محبت پیدا کرنے کا بہتر ذریعہ ثابت ہوگی۔ میں جرمنی کے لڑکوں سے خط کتابت کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے میں جاپان کا بہت ممنون ہوں۔ کہ انھوں نے وہاں کے طلبا سے ہماری واقفیت کرائی ہے فارم پر کرکے ارسال خدمت ہے۔ ایم۔ یوسف نسیم نوشہروی بہاولپور

مکرمی تسلیم۔ سالگرہ نمبر پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اگرچہ انتظار کی تکلیف بڑی سخت تھی لیکن پھر سالگرہ نمبر پڑھ کر بھی دل خوش ہوگیا۔ انجمن کی تجویز بہت اچھی ہے۔ زہرا خاتون بانی پت

جناب من تسلیم۔ آپ کے پرچہ کی بدولت۔ مجھے بھی ٹکٹ جمع کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ اس وقت میرے پاس ریاست حیدرآباد کے بیشمار ٹکٹ موجود ہیں۔ میں انھیں دوسرے ملکوں کے ٹکٹوں سے تبدیل کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی صاحب مبادلہ کرنا چاہیں تو اس پتہ پر خط کتابت کریں۔ پتہ:۔
سید شاہ بلیغ الدین حسین ورنکل کالج نلگنڈہ۔ ریاست حیدرآباد دکن۔

مکرمی تسلیم۔ بچوں کی انجمن جلد قایم کیجئے یہ یقیناً پیامی بھائیوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی اور اس سے ان کے آپس میں ربط و اتحاد کا ایک سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ مجھے دوسرے ملکوں کے بچوں سے تعلقات قائم کرنے کا کافی عرصہ سے شوق تھا لیکن اس شوق کو پورا کرنے کا کوئی موقع نہ تھا اب میں جناب کا مشکور ہوں کہ جناب نے مجھے اس شوق کو پورا کرنے کا موقع دیدیا ہے۔ والسلام سید صبغۃ اللہ فاطمی شملہ

ترکوں کے تفریحی مشغلے

(از ابن یامین)

بڑی لڑائی سے پہلے ترکوں کو جنگی کھیلوں کے علاوہ دوسرے کھیلوں سے کچھ ایسی رغبت نہ تھی، لیکن اب قریب قریب ہر کھیل کھیلا جاتا ہے۔ ترک نوجوانوں اور لڑکوں نے فٹ بال دوڑ اور ورزش وغیرہ میں اچھی خاصی ترقی کی ہے۔ اس کے علاوہ خود اُن کے بعض قومی کھیل بہت دلچسپ ہیں مثلاً ایک کھیل یہ ہے کہ دو ٹولیاں گھوڑوں پر سوار، جھوٹ موٹ کے لئے نیزے یا کھجور کے ڈنٹھل لئے ہوئے ایک دوسرے کا پیچھا کرتی ہیں جب گھوڑے خوب تیز ہو جاتے ہیں تو ایک ٹولی دوسری ٹولی پر حملہ بول دیتی ہے اور یہ مصنوعی نیزے پھینک کر مارتی ہے۔ دوسری ٹولی کے لوگ یا تو اس وار سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، یا پھر پھینکے ہوئے نیزوں پر نہایت تیزی اور صفائی سے قبضہ کر لیتے ہیں۔

مینڈھوں کی لڑائی کا بہت ہی رواج ہے۔ گاؤں کے باہر سبزے پر یہ تماشا ہوتا ہے ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں، ان دیو ہیکل مینڈھوں کے سینگ خاص طور پر شاندار اور بڑے ہوتے ہیں۔ یہ اپنے سروں کو بڑی زور سے ٹکراتے ہیں۔ ایک دفعہ سر لڑانے کے بعد دوسری دفعہ پیچھے ہٹ کر پھر اسی تیزی سے سر لڑاتے ہیں۔ مینڈھے سدھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور لڑائی میں خوب کرتب دکھاتے ہیں مرغوں کی پالیاں بھی بہت شہرت رکھتی ہیں سائپرس میں تو مرغ کے پروں کو اس طرح

بجلتے ہیں کہ اس کی شکل خیالی پردار گینڈے کی سی ہوجاتی ہے

ورزش اور پہلوانی کا بھی شوق ہے پیشہ ور پہلوانوں کی کشتیوں کا دنگل بھی ہوتا ہے کشتی لڑنے والوں میں عموماً ایک ترک اور ایک حبشی ہوتا ہے جسم پر زیتون کا تیل مل کر اسے خوب چکنا کر لیتے ہیں اور پھر قریب قریب اسی طرح لڑتے ہیں جیسے ہمارے یہاں کے پہلوان لڑتے وقت جسم پر چڑے کا صرف ایک لنگوٹ ہوتا ہے۔ ترک پہلوان دنیا میں کافی مشہور ہیں۔

کٹ پتلی کے تماشے کا سا بھی ایک کھیل یہاں ہوتا ہے۔ دفتی کی چھوٹی چھوٹی شکلیں بنا کر اُسے رنگتے ہیں اور ایک چادر پر لٹکا دیتے ہیں اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ڈوری اور تاروں کی مدد سے اُن سے طرح طرح کی حرکتیں کراتے ہیں ایک شخص باجا بجاتا ہے۔ تماشا دکھانے والا بولتا جاتا ہے۔ ہوشیار بازی گر اسی طرح قصے کہہ ڈالتے ہیں۔

گھوڑ دوڑ میں بھی لوگ دلچسپی لیتے لگے ہیں۔ انگورا اور استامبول (قسطنطنیہ) میں گھوڑ دوڑ کے اچھے اچھے میدان بن گئے ہیں۔ سلطان عبدالحمید کے زمانے میں گھوڑ دوڑ کی قانوناً ممانعت تھی۔ سلطان کا خیال تھا کہ اس سے جوے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ نئی حکومت نے جوے کا قانون تو بحال رکھا لیکن عمدہ گھوڑے پیدا کرنے کے لئے گھوڑ دوڑ کا حکم دے دیا۔

اندلس کے پرانے کھیل سانڈوں کی لڑائی (اس میں ایک آدمی ایک تندرست بیل سے لڑتا ہے اور آخر کار اُسے مار ڈالتا ہے) کو رواج دینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن حکومت نے اس میں یہ شرط لگا دی ہے کہ تندرست سانڈ کا ناحق خون نہ بہایا جائے۔

نئے کھیلوں میں فٹ بال کا شوق ہو چلا ہے۔ ابھی اگرچہ قاعدے قانون کی پابندی زیادہ نہیں کی جاتی۔ لیکن امید ہے کہ آئندہ اس کھیل میں بہت ترقی ہوگی۔ ٹینس بھی رفتہ رفتہ ترقی کر رہی ہے۔ ریچھ کا شکار بھی بہت جوش و خروش سے کھیلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ریچھ اگر ایک دم نہ

مار ڈالا جائے تو اکثر مڑ کر اپنے دشمن پر حملہ کر دیتا ہے۔ اور اپنے زبردست جبڑوں سے دشمن کا پیٹ پھاڑ دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کھیل پر لطف ہو گیا ہے۔ یہاں کا خاص تفریحی مشغلہ مچھلی کا شکار ہے۔ آبنائے باسفورس میں تقریباً ہر قسم کی مچھلیاں ہیں۔ سوفر مچھلی بہت پسند کی جاتی ہے۔ یہ وزن میں آدھ سیر سے ڈیڑھ سیر تک ہوتی ہے مچھلیاں پکڑنے کے مختلف اور عجیب طریقے ہیں۔ مثلاً سوفر مچھلی روشنی کی طرف لپکتی ہے۔ اس لئے یہ رات کے وقت پکڑی جاتی ہے پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ رات کے وقت لمپ کی کرنیں پانی پر ڈالتے ہیں۔ کانٹا بھی خاص قسم کا ہوتا ہے۔ اس پر پارہ چڑھاتے ہیں۔ بعض شوقین انگیٹھی بھی ساتھ لاتے اور تازہ تازہ مچھلی بھون کر کھاتے ہیں۔

شطرنج یہاں بھی اسی نام سے مشہور ہے اور بالکل ہندوستانی شطرنج کی طرح کھیلا جاتا ہے۔ سلطان عبدالحمید کے زمانے میں یہ کھیل بہت ہر دل عزیز تھا۔ کاہل مزاج سلطان بھی خوب کھیلتا تھا۔ کہیں کہیں تاش بھی کھیلتے ہیں لیکن جوئے اور پانسے کی اسلام میں ممانعت ہے۔ اس لئے یہ کھیل معیوب سمجھا جاتا ہے اور کھیلنے والے اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے۔

ترکی بچوں کو لٹو نچانے کا بہت شوق ہے لٹو سخت لکڑی کے ہوتے ہیں۔ خراد پر چڑھے ہوئے اُن پر دھاریاں بنی ہوتی ہیں۔ انگوٹھے اور انگلی پر ڈورے کی مدد سے گھمائے جاتے ہیں۔ کھیلنے والے کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مقابل کے لٹو کو مار کر گرا دے

پتنگ بازی بھی خوب ہوتی ہے۔ موسم بہار یا جاڑے میں آسمان پر ہزاروں پتنگیں دکھائی دیتی ہیں۔ اُن میں کاغذ کی دم بھی لگاتے ہیں۔ دمڑے میں لکڑی کی نوک دار کھپچی دوسری پتنگوں کو پھاڑنے کے لئے لگاتے ہیں۔

ایک کھیل ہوپ اسکاچ ہے۔ (اردو میں اسے لنگڑی کہتے ہیں) یہ ہمارے ہندوستان میں بھی کھیلا جاتا ہے۔ زمین پر دو لمبی لکیریں کھینچ کر کئی خانے بناتے ہیں اور ایک ٹانگ سے گٹی یا ٹھیکری ایک خانے سے دوسرے خانے میں لے جاتے

ہیں۔ گومی اور گلی ڈنڈے کا بھی رواج ہے
اخروٹوں کے بھی مختلف کھیل ہیں۔ ایک
یہ ہے کہ لکڑی کے چکنے تختے کو ڈھلواں رکھ کر اس
پر سے اخروٹ لڑھکاتے ہیں۔ ہر لڑکا باری باری
سے لڑھکاتا ہے۔ جس کسی کا اخروٹ نیچے پڑے
ہوئے اخروٹوں سے جا لگتا ہے وہ اِن سب
اخروٹوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ کھیل ہوتا رہتا
ہے اور جس جس کے اخروٹ ختم ہوتے جاتے ہیں
وہ اُٹھتا جاتا ہے۔ دوسرا کھیل یہ ہے کہ بہت
سے اخروٹ ایک گول حلقے میں رکھتے ہیں اور
دور ہٹ کر اخروٹ ہی سے نشانہ لگاتے ہیں
اس نشانہ بازی سے جتنے اخروٹ ہٹ جاتے
ہیں وہ مارنے والے کے ہوتے ہیں۔
ایک اور کھیل ہے۔ اس کا نام بجیک ہے
یہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں کھیلتے ہیں۔ گاؤں
کے سامنے سبزے پر حلقے بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور
جیبی چاقو ہاتھ کی الٹی طرف رکھ کر اس طرح اچھالتے
ہیں کہ سیدھا گرے اور زمین میں گڑ جاتے۔
ترکی کے لڑکے بوڑھے اور نوجوان سب
چڑیوں کو جال، پھندے اور لاسے سے پکڑتے ہیں
خزاں کے موسم میں چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ جنوبی
ملکوں کی طرف، قسطنطنیہ کے اوپر سے اُڑتے
دکھائی دیتے ہیں۔ یہ چڑیاں زیادہ تر بٹیریں
ہوتی ہیں۔ اور آبنائے باسفورس کے کنارے
اترتی ہیں۔ یہاں شکاری پہلے ہی سے تاک میں
لگے رہتے ہیں۔ اور بے چاری چڑیاں بیٹھتے
ہی گرفتار ہو جاتی ہیں۔ اس موسم میں
کیا غریب کیا امیر سب کے گھر میں بٹیریں
ہی بٹیریں دکھائی دیتی ہیں۔

ٹکٹوں کی خبریں

شاہ اڈورڈ ہشتم (اب ڈیوک آف ونڈسر) کے ٹکٹ یکم ستمبر ۳۶ء سے انگلینڈ اور مراکش میں جاری ہوئے تھے۔ انگلینڈ میں آدھے پنس کے ہرے ایک پنس کے لال ڈیڑھ پنس کے کتھئی اور ڈھائی پنس کے نیلے چار مختلف ٹکٹ۔ مراکش کے چار مختلف علاقوں میں جو اسپین فرانسیسی اور انگریزی حکومت کے ماتحت ہیں گیارہ مختلف ٹکٹ جاری ہوئے تھے۔ یہ اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ انگلینڈ کے ٹکٹوں پر "مراکو ایجنسیز" لکھ دیا جاتا ہے جس طرح بعض ہندوستانی ریاستیں گوالیار پٹیالہ نابھا وغیرہ برٹش انڈیا کے ٹکٹوں پر اپنی اپنی ریاست کا نام چھاپ دیتی ہیں پہلے پہل سابق شاہ اڈورڈ ہشتم کے صرف تین ٹکٹ پہلی ستمبر ۳۶ء کو صرف پانچ روز کے لئے جاری ہوئے تھے۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ لوگ انھیں پسند بھی کرتے ہیں؟ عام لوگوں نے یہ ٹکٹ زیادہ پسند نہ کئے تاہم خاص عہدے داروں کی رائے سے چاروں قسم کے ٹکٹ۔ تاج پوشی تک کے لئے جاری رہنے دئے گئے۔

اب جو شاہ اڈورڈ نے راج پاٹ چھوڑ دیا ہے تو ان ٹکٹوں کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے دنیا بھر میں ٹکٹ کے شوقین انھیں حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ چند ہی مہینے چلیں گے اور پھر ڈھونڈے بھی نہ ملیں گے۔ اسی کم یابی کی وجہ سے ان کی قیمت بہت جلد بڑھ جائے گی۔

انگلینڈ کے مقابلے میں مراکش کے ٹکٹ زیادہ قیمتی ہیں اس لئے کہ یہ ایک چھوٹی سی کم آباد جگہ ہے خط کتابت بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں نہ تو ملک کے اندر اور نہ باہر کے لوگوں سے۔

یہ عنوان اس پرچے سے شروع کیا گیا ہے۔ اور ٹکٹ جمع کرنے والوں نے شوق اور دلچسپی ظاہر کی تو اسے مستقل کر دیا جائے گا۔ ایڈیٹر۔

اب تک جس قدر ٹکٹ جاری ہوئے ہیں ان میں اڈورڈ کے ٹکٹ سب سے کم عرصے تک جاری رہیں گے۔ اس لئے کم یاب ہو جائیں گے۔ ڈھائی پنس والا نیلا ٹکٹ اب بھی کم یاب ہے۔ اس لئے کہ اس کا استعمال کم ہے۔

منیجر شاد کمپنی

تمھیں تو معلوم ہے کہ آں جہانی شہنشاہ جارج پنجم کو بھی تمھاری طرح ٹکٹ جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اُن کے ٹکٹوں کا ذخیرہ بھی بہت ہی نایاب تھا ایسا کہ دنیا میں شاید ہی کسی کے پاس نکلے۔ اس کی قیمت "آنکنے والوں کی نظر میں" بائیس سے ساٹھ لاکھ روپے تک ہے۔ پچھلے شہنشاہ اڈورڈ ہشتم نے (اب ڈیوک آف ونڈسر) کبھی اس شوق میں حصہ نہیں لیا۔ مگر باپ کے انتقال کے بعد انھوں نے اس ذخیرے کو باقاعدہ مرتب کرنے کا انتظام کیا۔ موجودہ شہنشاہ کو بھی اس شغلے سے دلچسپی نہیں ہے مگر شہزادی الزبتھ نے ٹکٹ جمع کرنے میں کچھ دلچسپی ظاہر کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بات شہنشاہ جارج کو ان ٹکٹوں کے بارے میں کسی فیصلے پر مائل کرے خیال ہے کہ اس ذخیرے کا کوئی حصہ علیحدہ نہیں کیا گیا ہے۔ اور تمام

ٹکٹ جمع کرنے والوں کو امید ہے کہ یہ اسی طرح کم رہے گا اس لئے کہ ہما ذخیرے میں ایسے ایسے نادر اور نایاب ٹکٹ ہیں کہ پھر ان کا جمع کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

اٹلی کی حکومت نے حبشہ میں مختلف قیمتوں کے چار ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ یہ روم میں چھپے ہیں ان پر اٹلی کے بادشاہ امانویل کی تصویر ہے ساتھ ہی چھوٹے سے حلقے میں حبشہ کے مختلف شہروں کے منظر ہیں۔ اگرچہ یورپ کی بہت سی حکومتوں نے حبشہ پر اٹلی کی فتح کو تسلیم نہیں کیا ہے تاہم ان ٹکٹوں کے تسلیم کرنے سے قانونی طور پر انکار نہیں کیا گیا ہے۔

امریکہ میں ٹکٹ جمع کرنے والوں کی انجمن بڑی کوشش سے چندہ جمع کر رہی ہے۔ اس سے برٹش گینا کا ایک سینٹ والا ٹکٹ خریدا جائے گا۔ یہ ٹکٹ جس کی صرف یہی ایک کاپی ہے۔ دنیا میں سب سے نادر ٹکٹ سمجھا جاتا ہے اس کی قیمت آٹھ ہزار پونڈ ہے۔ یہ اس وقت مسٹر ہند آرتھر کے پاس ہے ۱۹۲۲ء میں یہ پانچ ہزار پونڈ میں بکا تھا۔ اس وقت خیال تھا کہ مرحوم شہنشاہ جارج پنجم اسے اپنے ذخیرے کے لئے خرید لیں گے۔ لیکن آخر کار مسٹر ہند نے اسے خرید لیا۔ اب امریکہ سے باہر کا ایک شخص اسے خریدنا چاہتا ہے۔ لیکن امریکہ کی انجمن اس کوشش میں ہے کہ اسے خرید کر اپنی قوم کو پیش کر دے۔



ہمارے دیس کے کچھ درخت

(از محمد احمد صاحب سبزواری)

ہمارا ہندوستان بہت بڑا ملک ہے۔ اتنا بڑا کہ اسے براعظم کہہ سکتے ہیں، اونچے۔ اونچے پہاڑ، بڑے بڑے زخار دریا۔ سرسبز اور زرخیز میدان۔ گھنے جنگل، پلیٹو وادیاں، آبشار غرض کیا چیز ہے جو یہاں موجود نہیں۔ جنگل ہندوستان کے ۶۰۰۰ فی صدی حصے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بہت کم ہوگئے ہیں۔ ایک زمانے میں تو قدم قدم پر جنگل تھے۔ اب ان کا بہت سا حصہ کٹ گیا ہے۔ لوگوں نے زمینیں صاف کر کے ان پر کھیتی باڑی شروع کردی ہے

ویسے تو جنگل کے نام سے لوگ گھبراتے ہیں، اس میں درندے، سانپ، بچھو وغیرہ ہر طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ شاید تمھارا بھی یہی حال ہو۔ مگر بھائی جنگل کے فائدے بھی بے شمار ہیں۔ اس کی وجہ سے ملک کی آب وہوا اچھی ہوتی ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے۔ درختوں کی جڑیں پانی جذب کرتی ہیں۔ اس لئے سیلاب کم آتے ہیں۔ پھر مکان میز کرسی اور دوسری چیزیں بنانے کیلئے لکڑی۔ مویشیوں کے لئے چارہ، جلانے کو ایندھن۔ اکثر دوائیں مثلاً کنین مختلف قسم کے گوند، ربر، تارپین، چھال، لاکھ۔ کاغذ بنانے کے لئے بانس اور گھاس یہ سب چیزیں جنگلوں ہی سے حاصل کی جاتی ہیں۔ تو آج تمھیں ان ہی جنگلوں کے چند مفید اور کارآمد درختوں کا حال سناتے ہیں۔

بانس

بانس کی بہت سی قسمیں ہیں، لمبے، چھوٹے موٹے، پتلے، ٹھوس، لچک دار، گرہ دار صاف سخت وغیرہ۔ چنانچہ ہندوستان میں (۱۰۷) قسم کے بانس ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر یہ خودرو اُگتے ہیں۔ اور بعض جگہ ان کو باقاعدہ کھیتوں میں لگایا جاتا ہے۔ مشرقی اور جنوبی ہندوستان میں بانس کی بڑی کثرت ہے اس کا درخت عموماً ۴۰ / ۵۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ ایک بانس

دوسرے بانس کی جڑ میں نکلتا ہے۔ اور بانسوں سے گھنے جنگل تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کی پتیاں باریک اور نکیلی ہوتی ہیں۔ یہ پتیاں جانور بڑے شوق سے کھاتے ہیں بعض علاقوں میں اس کی نرم کونپلیں ترکاری کے کام آتی ہیں۔ بانس میں گیہوں کی طرح کا بیج بھی ہوتا ہے۔ لوگ اس کی روٹی پکا کر کھاتے ہیں۔ طباشیر اور تیرخشت جو یونانی حکیموں کے علاج میں استعمال ہوتی ہے۔ بانس ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ طباشیر بانس کے اندر سے نکلتی ہے اور شیرخشت بانس کے اوپر گوند کی طرح جم جاتی ہے

بانس سے سینکڑوں چیزیں مثلاً تیر کمان، میز کرسی، پٹاریاں، ڈلیاں، توشے دان، پنکھے، جھاڑو چھڑیاں اور کھلونے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو پورا کا پورا مکان بانس سے تیار کرتے ہیں۔ آسام اور برما میں ایک قسم کا بانس پیدا ہوتا ہے جو ۱۲۵ فٹ لانبا اور ۲۵، ۳۰ انچ گول ہوتا ہے۔ اس کی پوریوں سے ڈول، گملے، بالٹیاں اور صندوقچے بنائے جاتے ہیں

بانس سے ایک خاص قسم کا گودا حاصل ہوتا ہے جو کاغذ بنانے کے لئے بہت مفید ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان کے جنگلوں سے اتنا گودا حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ ساری دنیا کے کاغذ بنانے کے لئے کافی ہو۔ مگر یہاں ابھی کاغذ کی صنعت کو اتنی ترقی نہیں ہوئی جتنی کہ ہونا چاہیے۔ اگرچہ بعض مقامات پر کاغذ بننے لگا ہے۔ بنگال و بمبئی وغیرہ میں کئی کارخانے کھل گئے ہیں۔

ببول

اس کا دوسرا نام کیکر ہے۔ یہ خشک آب ہوا میں خوب پھلتا پھولتا ہے۔ ہندوستان کے اکثر حصوں میں اس کی بڑی کثرت تھی۔ سندھ میں اب بھی بہت ہے۔ اس کا درخت ۲۰، ۲۵ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اس میں ایک ڈیڑھ انچ لمبے کانٹے ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا زردی مائل پھول بھی لگتا ہے۔ اس کی نرم شاخوں کی مسواک بنتی ہے۔ ببول کی مسواک دانتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس سے ایک قسم کا گوند نکلتا ہے۔ جو دوا میں کام آتا ہے۔ ویسے بھی یہ گھی شکر میں ملا کر کھایا جاتا ہے۔

اس کی چھال سے مختلف قسم کے رنگ حاصل ہوتے ہیں۔ چمڑا پکانے کے لئے تو ہندوستان میں اس سے بہتر کوئی درخت ہے ہی نہیں۔ کانپور میں جو چمڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ ہر سال کئی لاکھ من چھال سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔ اس کے پتوں اور پھلیوں سے بڑی عمدہ روشنائی تیار ہوتی ہے اس کی لکڑی سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ دیہات میں اس سے کسان اپنا ہل، رہٹ اور گاڑیاں بناتے ہیں۔ جہاں ببول کی کثرت ہوتی ہے وہاں اس سے ایندھن کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس کی آنچ تیز ہوتی ہے۔

ساگون

ساگون کا درخت برما اور دکن میں بکثرت ہوتا ہے۔ اس کی لکڑی بہت عمدہ ہوتی ہے نہ تو یہ پانی میں گلتی ہے اور نہ سڑتی ہے۔ نہ اس کو دیمک لگتی ہے۔ جہاز اور ریل کے ڈبے اسی لکڑی سے بنائے جاتے ہیں۔ ساگون کی بنی ہوئی دو ہزار برس کی چھتریاں بعض بہت پرانے مندروں پر آج تک صحیح و سالم موجود ہیں۔ جہاں اس کے بڑے بڑے جنگل ہیں۔ وہاں اس کے لٹھے کاٹ کر ایک کونے میں جمع کرتے رہتے ہیں پھر ہاتھیوں،

کے ذریعے اس کو ندی کے کنارے لاتے ہیں۔ ہاتھی اپنی سونڈ سے ایک بڑا لٹھا ادھر سے ادھر آسانی سے لے جاتا ہے۔ پھر ان لٹھوں کو دریا میں بہا دیا جاتا ہے۔ اور یہ بہتے بہتے بندرگاہوں تک آجاتے ہیں۔ وہاں سے یہ ادھر ادھر دوسرے ملکوں کو روانہ کردیئے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں سے ہر سال انگلستان، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کو ساگون کی لکڑی کافی تعداد میں روانہ کی جاتی ہے ساگون کی پتیوں سے ایک قسم کا رنگ بھی نکلتا ہے ریشم کیڑا جو لسر کہلاتا ہے اور آسام میں بکثرت ہے۔ اسی درخت کی پتیوں پر پرورش کیا جاتا ہے۔

صندل

صندل کا درخت جنوبی ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں ہوتا، حیدرآباد، ملابار، کورگ اور کوئمبٹور میں اس کے درخت موجود ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ریاست میسور میں ہیں۔ دنیا میں صندل کی جتنی بھی سالانہ پیداوار ہے۔ اس کا ۷/۸ حصہ یہیں پیدا ہوتا ہے ریاست نے ۱۹۱۶ء میں ایک کارخانہ روغن صندل تیار کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ آج کل یہ تجارتی اصولوں پر چل رہا ہے۔ اور خوب نفع کما رہا ہے

صندل میں ایک قسم کی عمدہ ہلکی اور بھینی خوشبو ہوتی ہے۔ چنانچہ رنگ اور خوشبو کی تیزی کے لحاظ سے اس کی ادنیٰ اور اعلیٰ کئی قسمیں ہیں۔ قدیم زمانے میں جونپور اور لکھنؤ میں روغن صندل تیار ہوتا تھا۔ مگر اب اس صنعت کا بڑا مرکز صرف قنوج رہ گیا ہے۔ اس کا عطر ۵-۱۰ روپے تولہ سے ۲۰، ۲۵ روپے تولہ تک فروخت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خود صندل بھی خوشبو کے لئے فروخت ہوتا ہے۔ اس کا برادہ بھی بکتا ہے۔ صندل کی لکڑی سے قیمتی سامان تیار ہوتا ہے۔

ناریل

دنیا میں شاید ہی کوئی درخت ناریل سے زیادہ مفید ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مختلف قسم کی ایک ہزار چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ اس کا درخت ۳۰-۱۰۰ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ پتے صرف اوپر چوٹی پر ہوتے ہیں۔ پھل بھی پتوں کی جڑوں میں لگتے ہیں۔ ۵، ۶ سال کے بعد اس میں پھل آنا شروع ہوتے ہیں اور ۱۰۰ سال تک برابر آتے رہتے ہیں۔

ساحلی مقامات پر یہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بنگال، مدراس، میسور، ٹراونکور اور بمبئی میں اس کی کثرت ہے۔ اس کے تنے سے تاڑی بھی نکلتی ہے جس کو لوگ بڑی خوشی سے پیتے ہیں۔ مگر تاڑی نکلنے سے پھل خراب ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ان درختوں سے جن میں عمدہ پھل لگتے ہیں۔ تاڑی نہیں نکالتے، ناریل کے لانبے پتوں سے مختلف قسم کی چیزیں مثلاً پنکھے، جھاڑوئیں وغیرہ تیار ہوتی ہیں۔ ناریل کے اوپر جو ایک دوسرا خول ہوتا ہے اور اس پر جو ریشہ جما رہتا ہے۔ اس سے برش، چٹائیاں، رسیاں اور دوسری مفید چیزیں تیار ہوتی ہیں۔

وہ چیز جسے ہم کھوپرا کہتے ہیں۔ ناریل میں پھل کی شکل میں نہیں لگتی۔ بلکہ پہلے ایک سفید سا عرق موٹے خول میں جمع ہوجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ گاڑھا ہوتا اور کھوپرے کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ کھوپرہ بطور میوہ کے استعمال ہوتا ہے اور اس سے طرح طرح کی مٹھائیاں تیار کی جاتی ہیں۔ کھوپرے سے تیل بھی نکلتا ہے۔ اور جو پھوک بچ جاتا ہے وہ

مویشیوں کو بطور کھل کے کھلایا جاتا ہے۔

یورپ میں اس پھل کی بہت مانگ ہے۔ اور ہندوستان سے ہر سال کثیر تعداد میں باہر جاتا ہے وہاں کے لوگ ناریل منگاکر اس کا ریشہ خود الگ کرتے ہیں۔ اور ریشے سے مختلف چیزیں بناتے ہیں تیل نکال کر اسے صاف کرتے اور پھر جما لیتے ہیں اسے ناریل کا مکھن کہا جاتا ہے۔ یہ مکھن دودھ کے مکھن سے بھی زیادہ مفید اور مزے دار سمجھا جاتا ہے اس کے علاوہ تیل سے صابن، ویسلین اور دوسری روغنی چیزیں تیار کرتے ہیں۔ ہندوستان میں آج کل ناریل کا تیل گھی میں ملاکر خوب فروخت کیا جا رہا ہے اور بڑے شہروں میں تو خالص گھی ملنا ہی دشوار ہے۔

نیم | اس درخت کو کون نہیں جانتا۔ ہندوستان میں جس کثرت سے یہ ہے اور کوئی دوسرا درخت نہیں ہر دو چار گھروں میں سے ایک میں نیم کا درخت ضرور ہوتا ہے۔ اس کی اونچائی ۱۵ - ۲۰ فٹ ہوتی ہے۔ یہ سدابہار درخت ہے۔ صرف سال کے تھوڑے سے حصے میں اس کی ٹہنیاں بہت جھڑ جاتی ہیں۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد پھر وہی بہار آجاتی ہے۔ اس کی بھی ۲ ، ۳ قسمیں ہوتی ہیں۔ یہ درخت بھی بہت مفید ہے۔ مگر کثرت کی وجہ سے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ اس کے پتے، پھول، پھل چھال غرض ہر چیز مفید ہے۔ اس کی نرم کونپلیں بطور دوا استعمال ہوتی ہیں۔ اس سے عرق تیار کیا جاتا ہے۔ نیم کا صابن بھی بنایا جاتا ہے۔ جو خارش اور ایسی قسم کے دوسرے امراض کے واسطے مفید ہے۔ اس کے پتوں کی دھونی سے مچھر بھاگ جاتے ہیں۔ اس کی لکڑی سے غریب کاشتکار اپنے آلات و اوزار بناتے ہیں۔ اس کی نرم شاخوں سے مسواک کا کام لیا جاتا ہے۔

بہرحال ہمارے دیس کے جنگل قسم قسم کے سینکڑوں درختوں سے بھرے پڑے ہیں اور ہر ایک ایک درخت کے بے شمار فائدے ہیں۔ ہم نے یہاں صرف چند کا حال لکھا ہے اگر تم نے دلچسپی کا اظہار کیا تو آئندہ بھی ان کا حال تم کو سنائیں گے ÷

معلومات

یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ امریکہ کی ریاستوں یا حکومتوں سے مل کر بنا ہے اسی لئے اسے ریاستہائے متحدہ امریکہ کہتے ہیں۔ اب اس میں ایک ریاست اور بڑھ گئی ہے یہ امریکہ کے ساحل سے صرف چند میل کے فاصلے پر ہے۔ اب تک نقشے میں اس کا نام نہ تھا اس کا نام (MUSSCANGUS) ہے اب نئے نقشے میں اسے شامل کر لیا گیا ہے۔ اور یہاں رہنے والوں کو وہی حق حاصل ہو گئے ہیں جو امریکہ کی دوسری ریاستوں کو۔

ایک ہسپتال کے مرہم پٹی کے کمرے میں یکایک ایک زخمی کتا داخل ہوا اور اپنی زخمی ٹانگ ڈاکٹر کے گھٹنے پر رکھ دی سب اس کے عقل و شعور پر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر نے فوراً زخم دھویا اور مرہم پٹی کر دی۔ کتا دم ہلاتا ہوا اسپتال سے چلا گیا۔

ایک چولھا ایجاد ہوا ہے جو گرمی یا آگ سورج کی کرنوں سے حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح ایک بجلی کا موٹر ایجاد کیا گیا ہے۔ اس میں دس ملین گھوڑوں کی طاقت ہے۔ اور یہ تمام طاقت سورج کی کرنوں سے حاصل کی جاتی ہے۔

ایک نئے قسم کا بہت مختصر سا پیانو ایجاد ہوا ہے یہ بہت ہلکا ہے گھروں، اسکولوں اور سفر کی حالت میں بہت کار آمد ثابت ہوتا ہے اس کی چوڑائی تین انچ لمبائی چھ انچ اور اونچائی کوئی آٹھ انچ ہے۔ اس سے ہر چیز تولی جا سکتی ہے۔

مرغیوں کے ننھے ننھے بچے ایک دوسرے کے خوب ٹھونگیں مارا کرتے ہیں۔ اس سے بعض چوزے زخمی ہو کر مر جاتے ہیں۔ اس لڑائی کو روکنے کے لئے امریکہ میں ایک شخص نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے۔ یہ چوزے کی چونچ پر منڈھ دیا جاتا ہے جب چوزہ سر زمین کی طرف جھکاتا ہے تو یہ آلہ اوپر اٹھ جاتا ہے۔ اور چونچ دانہ چگنے کے لئے آزاد ہو جاتی ہے۔ لیکن جب یہ سر جھکا کر دوسرے چوزے کے ٹھونگ مارنا چاہتا ہے تو آلہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اور چوزے کو آگے کی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

ایک ایسی مشین گن ایجاد ہوئی ہے جس میں ریڈیو کا بھی انتظام ہے۔ تاکہ متعدد توپخانوں میں ایک دوسرے سے بات چیت ہو سکے۔

برازیل جنوبی امریکہ میں ایک بڑی بھاری ریاست ہے اور بڑے گھنے اور شاندار جنگلوں کے واسطے مشہور ہے ان جنگلوں میں ہر قسم کے اور طرح طرح کے عجیب و غریب جانور اور کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے درخت بھی ہوتے ہیں۔

کچھ سال پہلے کمپنیا پاس کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کی منڈی کی عمارت بہت چھوٹی ہے انھوں نے اسے توڑ کر اور بڑی عمارت بنانے کا ارادہ کیا۔ قصبے کے دو بڑے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ کہ اس کے توڑنے سے سینکڑوں ابابیلوں

کے گھونسلے برباد ہو جائیں گے ۔ برازیل کے لوگوں کو چڑیاں بہت
پسند نہیں ۔ ابابیلوں سے
تو انھیں بڑی ہی الفت ہے ۔ کیونکہ ابابیلیں کیڑے مکوڑوں پر
حملہ کرکے ہمیشہ ان کے خلاف جنگ کرتی رہتی ہیں ۔ یہ کیڑے
برازیل کے رہنے والوں کو بہت تنگ کرتے ہیں ۔

پس شہر کے سمجھ دار آدمیوں نے ایک اور نئی منڈی کی عمارت دوسری جگہ بنانے کا قصد کر لیا اور پرانی کو میونسپلٹی کا چڑیا گھر بنا دیا ۔ جب تک وہ چڑیاں وہاں رہیں کی عمارت ان کے قبضہ میں رہے گی ۔ اب جہاں پہلے سودے والوں کی چیخ پکار مچی رہتی تھی سوائے چڑیوں کے بولنے کے اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی ۔ جب وہ دوسرے ملکوں کو اڑ جاتی ہیں جیسے ہمارے یہاں ہوتا ہے ۔ تو بہت سے آدمی اس ابابیلوں کے ہوٹل کو صاف کرنے اور درست کرنے میں لگا دئے جاتے ہیں ۔ تقریباً ایک لاکھ گھونسلے یہاں موجود ہیں ۔ اور بہت سے آدمی یہاں دیکھنے آتے ہیں ۔

ابن یامین

ڈاکٹر الفریڈ نوبل ایک بڑا لائق سائنس داں گذرا ہے ۔ یہ ملک سویڈن کا رہنے والا تھا ۔ اس نے سائنس میں کئی اہم ایجادیں کیں ۔ بہت سی چیزیں بھی دریافت کیں ۔ ایلومنم گلیسرین ۔ وی اردمیٹ ۔ ڈائنامیٹ وغیرہ ۔ اس کی دریافت کی ہوئی چیزوں اور ایجادوں میں سب سے زیادہ مقبولیت ڈائنامیٹ کو ہوئی ۔ جنگ روس و جاپان (۱۹۰۵ء) میں ڈائنامیٹ بہت خرچ کی گئی ۔ اس تجارت سے ڈاکٹر نوبل کروڑ پتی بن گیا کچھ عرصہ بعد اُسے احساس ہوا کہ اس کی ایجادیں انسان کی بربادی کا زبردست آلہ ہیں ۔ چنانچہ اس نے گناہ کے کفارے کے طور پر کروڑوں روپے صرف کرکے ناروے اور سویڈن میں شفا خانے اور مدرسے قایم کئے ۔ اس کے علاوہ عظیم الشان سرمائے سے ایک فنڈ قایم کر لیا جس کے سود سے پانچ انعام ملتے رہیں گے ۔ انھیں ڈاکٹر نوبل کے نام پر نوبل پرائز کہتے ہیں ۔ اس انعام کی تعداد آٹھ ہزار پونڈ یعنی موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے ۸ لاکھ روپیہ اور سابق شرح تبادلہ کے لحاظ سے ۱۲ لاکھ روپیہ ۔ یہ انعام اُن لوگوں کو ملتے ہیں جنھوں نے دوران سال میں طبعیات ۔ کیمیا ۔ علم ادب اور علم طب ۔ صلح و امن پر بہترین کتاب لکھی ہو ۔ انعام پانے کے لئے کسی ملک اور قوم کی خصوصیت نہیں ہر شخص اس کا مستحق ہو سکتا ہے ۔

تقسیم انعامات کا کام ایک کمیٹی کے سپرد ہے جس کا صدر مقام شاک ہالم (سویڈن) ہے ۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ انعام قیصر جرمنی کو اس کے بعد پریذیڈنٹ روزویلٹ کو صلح و امن کے صلے میں ملا ۔ پولینڈ کی ایک خاتون میڈم کیوری کو سائنس کی نئی ایجادات (ریڈیم معلوم کرنے) کی وجہ سے دو دفعہ یہ انعام ملا ۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں بنگال کے مشہور انگریزی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور کو اُن کے ادبی کمالات کے اعتراف میں یہ انعام ملا ۔ سر سی ۔ وی رامن کو بھی جو مدراس کے مشہور سائینسداں ہیں سائنس کی ایک نئی ایجاد پر یہ انعام مل چکا ہے ۔ ہر ہٹلر نے تمام جرمنوں کو اس سال حکم دیا ہے ۔ کہ کوئی جرمن نوبل پرائز قبول نہ کرے ۔ اس سال کا نوبل پرائز (صلح و امن) ایسے شخص کو دیا گیا ہے جو جرمنی کا مخالف ہے ۔ اس کی جگہ خود ہر ہٹلر نے ۸ ہزار پونڈ کے تین انعام مقرر کئے ہیں تاکہ اہل جرمنی کی مختلف علوم و فنون اور سائنس میں حوصلہ افزائی ہو ۔

ایم ۔ یوسف نسیم نوشہروی بھاولپور

لطیفے

ایک بنیا کئی برس تک اِدھر اُدھر سفر کرنے کے بعد وطن واپس آیا۔ اس کے پانچوں بھائی اسٹیشن پر لینے آئے سب کے لمبی لمبی داڑھیاں تھیں۔ لالہ جی نے پوچھا۔ یہ اتنی بڑی بڑی داڑھیاں کیوں رکھ چھوڑی ہیں پانچوں بھائی بولے "آپ استرا جو لے گئے تھے۔

اُستاد ۔جب پانی برف کی صورت میں بدل جاتا ہے تو اس میں کیا فرق ہو جاتا ہے ؟

شاگرد (بیساختہ) اس کی قیمت میں فرق ہو جاتا ہے

از رادھے شیام نگم درجہ فتحپور ضلع بارہ بنکی

اُستاد ۔ ایک چیز دوسری چیز سے گھٹانے کے لئے جنس یکساں ہونی چاہئے مثلاً ہم چار کتابوں سے تین دواتیں یا آٹھ بلیوں میں سے چار ہاتھی نہیں نکال سکتے ؟

ذہین شاگرد ! لیکن جناب پانچ بکریوں سے دو سیر دودھ نکال سکتے ہیں۔

ایک گنوار مسافر ۔ بھائی ۱۲ بجے والی ٹرین یہاں سے کے بجے چھوٹتی ہے۔

دوسرا مسافر ۔ وہ یہاں سے غالباً ۱۲ بجکر ۲۵ منٹ پر ضرور چھوٹ جائے گی۔

از ہوشچندر درجہ سوم مدرسہ فتحپور بارہ بنکی

استاد ۔ (نقشے کی طرف اشارہ کرکے) سورت دکھاؤ۔

بیوقوف لڑکا ۔ (منھ آگے کرکے) لیجئے دیکھ لیجئے۔

استاد ۔ (خفا ہوکر) ابے نالائق نقشے میں دکھلا۔

بیوقوف لڑکا (نقشہ کے پیچھے کھڑا ہوکر) لیجئے مگر یہاں سے آپ صاف نہیں دیکھ سکیں گے۔

استاد ۔ (لڑکوں سے) بتاؤ سردی اچھی ہوتی ہے یا گرمی ؟

ایک لڑکا ۔ گرمی

استاد ۔ کیوں

لڑکا ۔ گرمیوں میں ہمیں رات کو پڑھنا نہیں پڑتا۔

از راؤ عزیز مسعود خاں درجہ ۶ مظفرنگر (یو۔پی)

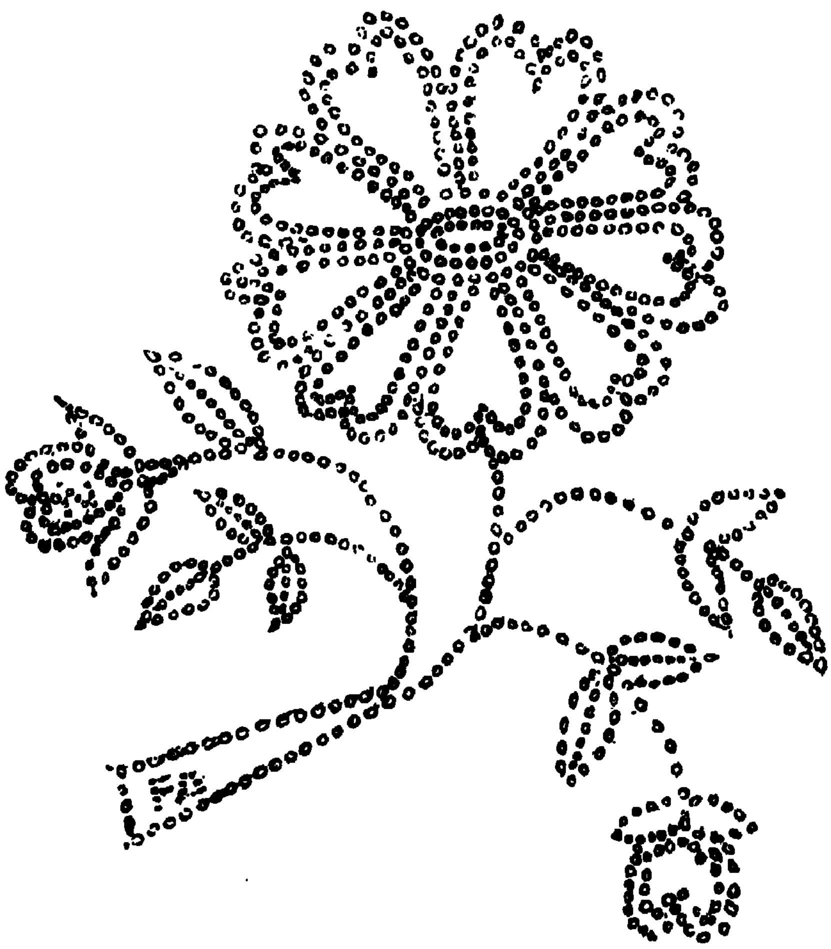
موتیوں کا پھول

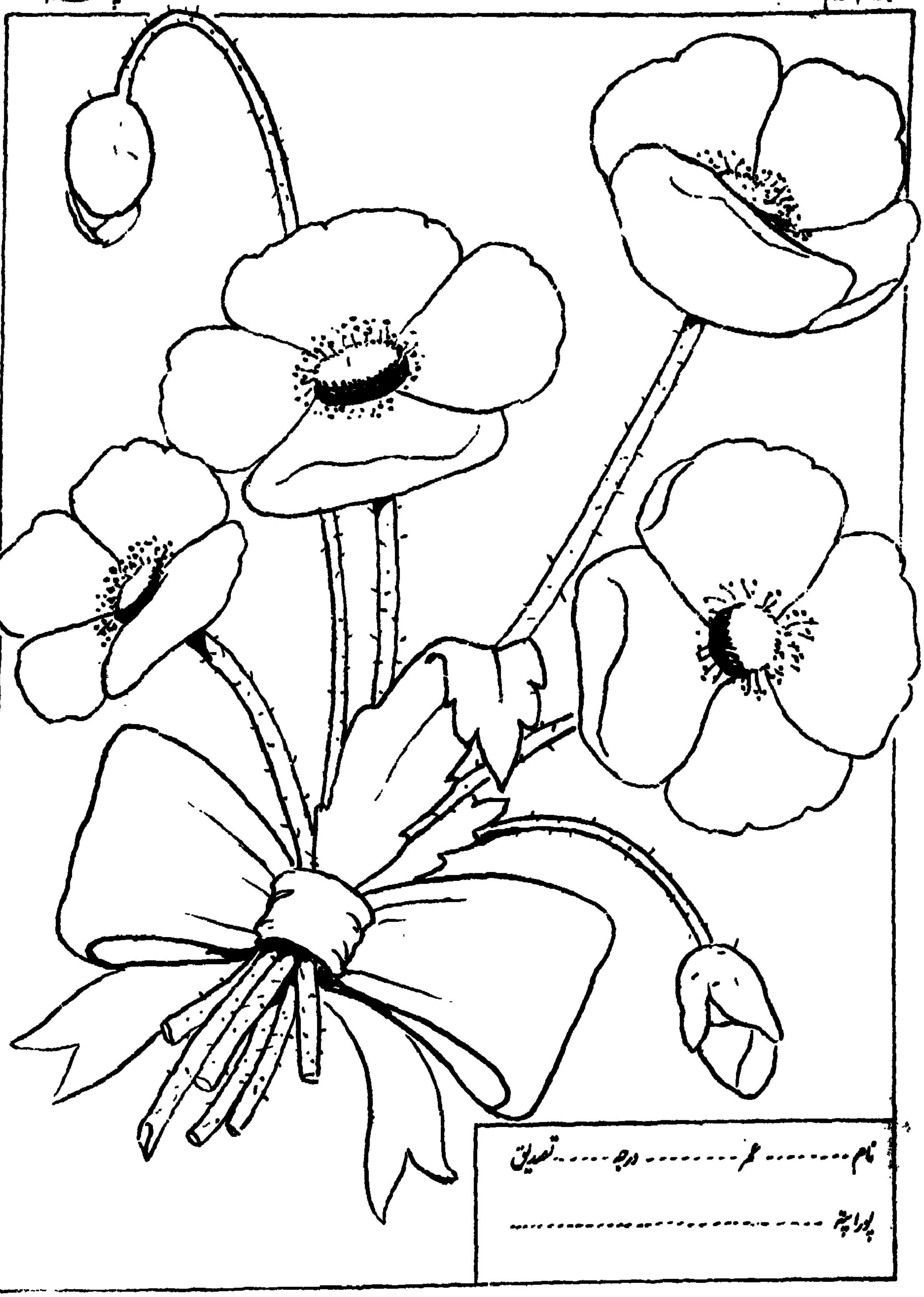
ضروری چیزیں سبز پوتھ، سرخ پوتھ، زرد پوتھ، باریک سوئی، ریل کا دھاگا۔

یہ پھول کشتی پوش اور ٹی کوزی پر اچھا معلوم ہوگا۔

ترکیب۔ کپڑے پر کاربن پیپر کے ذریعے اتار لیا جائے۔ اور ہر نقطے پر سوئی سے ایک ایک پوتھ ٹانکی جائے۔ پھول سرخ رنگ سے اور پھول کا درمیانی حصہ زرد سے۔ پتے اور ڈنڈیاں سبز اور کلیاں سرخ رنگ سے بنائی جائیں

"فاطمہ صغرا"





نام .... عمر .... درجہ ...... تصدیق

پورا پتہ ....



ہمالیہ پہاڑ کا نقشہ اس میں ایورسٹ پہاڑ کے مختلف مہموں کے راستے دکھائے گئے ہیں علاوہ اس کے ان مقامات کو بھی ظاہر کیا گیا ہے جہاں ان مہموں کے کیمپ لگائے گئے تھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس کس جگہ کون کون سے جانور ہوتے ہیں ۔



مہم کے ارکان ۱۹ ہزار فٹ کی بلندی پر -

ایورسٹ٭ کی داستان

از پروفیسر آل احمد سرورؔ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ، اُن کی اونچی اونچی چوٹیاں جو اپنے غرور میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں آخر ہمارے لئے اتنی کشش کیوں رکھتی ہیں؟ ان کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے آخر اتنی کدو کاوش کیوں انہیں تو موسم کے انقلابات، برف باری کی صدیوں ہوا اور بارش کے تند و تیز حملوں نے ویسے ہی خستہ حال بنا رکھا ہے۔ اپنی برتری فوقیت ہمت و جرأت دکھانے کے لئے پہاڑوں کی سختیاں برداشت کرنا کوئی عقلمندی کی بات تو معلوم ہوتی نہیں جبکہ ہم اپنے ہوائی جہازوں اور غباروں کی مدد سے ان سے بھی کہیں اونچے اڑ سکتے ہیں لیکن نہیں! بات کچھ اور ہے۔

یہ چوٹیاں جو آسمانوں کی دوست فضاؤں کی رازدار اور ہواؤں کی دم ساز ہیں اصل میں انسان کی قدرتی جوہروں کو اُبھارنے کے لئے ہیں۔ ویسے تو یہ جوہر ہر انسان میں پائے جاتے ہیں، مگر یوں ظاہر نہیں ہوتے ان کے لئے ضرورت ہے اچھی تندرستی کی استقلال کی اور بلند ہمتی کی چونکہ پہاڑوں کی بلندی سر کرنے کے لئے ان باتوں کا ہونا ضروری ہے اسی لئے انسان ان پہاڑوں کی طرف کھنچتا ہے۔ پہاڑ انسان کو انسان بناتے ہیں اور یہی ان کی کشش کا حقیقی راز ہے۔

ہمارے دیس میں جو صحیح معنوں میں جنت نشان کہلاتا ہے جہاں بھی چلے جاؤ لہلہاتے باغ اور لمبے چوڑے میدان ہیں۔ ان کی گود میں سینکڑوں دریا کھیلتے ہیں۔ ان ہی دریاؤں کی بدولت ہمارا وطن اس قدر زرخیز اور خوب صورت ہے۔ شمال میں ہمالیہ پہاڑ ہے۔ جو پورب سے پچھم کوئی پندرہ سو میل پھیلا ہوا ہے۔ اسی کے سینے سے ہمارے ملک کو خوب صورت اور زرخیز بنانے والے دریا نکلتے ہیں۔ اور اسی کی چوٹیاں یوں سمجھو کہ انسانی ہمت کا منہ چڑاتی ہیں کیوں کہ ان میں سے کئی ایک پر ابھی تک کسی کا قدم نہیں گیا۔

ایورسٹ، کانچن چنگا، ننداد یوی، ننگا پربت

٭ یہ چوٹی ستمبر ۱۹۵۳ء میں سر ہو گئی اس کی تفصیل آگے بتائی جائے گی

ان میں سے سوائے نندا دیوی کے کسی چوٹی کو ابھی تک فتح نہیں کیا جا سکا ۔ ایورسٹ ان میں نسبتاً سب سے آسان سمجھی جاتی ہے ۔ مگر یہ سب سے اونچی، اس کی اونچائی نئی تحقیقات کی رو سے ۲۹۱۴۰ فٹ قرار دی گئی ہے ۔ ایورسٹ کے بعد دوسرا نمبر کے ٹو (K 2) کا ہے یہ کشمیر کے شمال میں قراقرم کے سلسلے میں واقع ہے تیسری کانچن چنگا ہے اس کی اونچائی ۲۸۰۰۰ فٹ ہے اس کے آس پاس برف کے تودوں کے ایسے ڈھال بن گئے ہیں کہ انھیں پار کر کے چوٹی تک پہنچنا ناممکن سمجھا جاتا ہے ننگا پربت کا موسم نہایت خراب ہے ۔ اسے بھینٹ لینے کی بری طرح چاٹ لگ گئی ہے ۔ یہ ۲۶۰۰۰ فٹ بلند ہے اور گل مرگ سے دکھائی دیتی ہے ۔ نندا دیوی کمایوں کے علاقے میں ہے اس کے چاروں طرف بہت زبردست کبھی نہ پگھلنے والے برف کی فصیل ہے ۔ جس کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں سوائے اس خوفناک درے کے جس میں سے رشی گنگا شور کرتی ہوئی اپنا سر نکالتی ہے ہمالیہ پہاڑ میں ایک دو نہیں چھیاسی چوٹیاں ۲۴۰۰۰ فٹ سے زیادہ اونچی ہیں ۔

ان چوٹیوں تک پہنچنے کی ہر سال جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ بعض حلقوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتیں ۔ چند تنگ نظر اسے فضول خرچی سمجھتے ہیں، بعض کے نزدیک انسانی جانوں کو اس طرح خطرے میں ڈالنا جرم ہے ۔ چند ایسے بھی ہیں جن کے خیال میں ان چوٹیوں کی خوب صورتی، دل فریبی، معصومیت اور کشش انسان کے قدم پہنچنے سے ختم ہو جائے گی ۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں ۔ مگر اسکاٹ (Scott) شیکلٹن (Shackleton) نانسن (Nansen) اور میلوری (Mallory) کو ہیرو تسلیم کرنے والے اس خیال سے کبھی اتفاق نہیں کر سکتے ۔ انسان نہ صرف آگے بڑھنے کے لئے پیدا ہوا ہے بلکہ بلند ہونے کے لئے بھی ۔ انسانیت اسی کا نام ہے اور ہر وہ چیز جو انسانیت کو مکمل کر سکے تعریف کے قابل ہے ۔

ایورسٹ کو سر کرنے کا خیال کوئی پرانا خیال نہیں ہے ابھی حال میں پیدا ہوا ہے ۔ یہ پہاڑ عالموں کے حساب سے کوئی تین کروڑ سال سے موجود ہے ۔ دنیا کی تاریخ میں یہ کوئی بڑی مدت نہیں پھر ہزاروں سال سے ہندوستان کی آبادی ان پہاڑوں کا احترام اور پوجا کرتی رہی ہے ۔ ان کی گود میں روحانی

اطمینان وسکون تلاش کرتی اور پاتی رہی ہے وہ جگہیں جہاں سے شمالی ہند کے مشہور دریا نکلتے ہیں یہ معلوم کب سے عام تیرتھ بنی ہوئی ہیں۔ ہر سال جاتری ہزاروں کی تعداد میں سردی کی تکلیف اٹھا کر دشوار گزار راستوں کو طے کرکے ان پہاڑوں سے گھرے ہوئے مقامات تک پہنچتے ہیں ان کی چوٹیوں کو پاک، پوتر اور دیوی دیوتاؤں کا استھان سمجھتے ہیں غالباً اسی وجہ سے اُن کے دل میں وہاں تک پہنچنے کا خیال تک نہ آیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جیسے معمولی انسان دیوی دیوتاؤں کے آرام میں خلل ڈالیں۔

بہر حال یہ واقعہ ہے کہ ہمالیہ کی اونچی چوٹیوں تک پہنچنے کا خیال اسی زمانے میں پیدا ہوا۔ فرانسس ینگ ہزبنڈ (F. Young Husband) جس نے ایورسٹ اور ہمالیہ پر کئی اچھی کتابیں لکھی ہیں ایک جگہ لکھتا ہے کہ جب اس نے ۱۸۸۶ء میں پہلی دفعہ بعض اونچی چوٹیاں دیکھیں تو اُنھیں فتح کرنے کا خیال دل میں آیا ہی نہیں پہلا جذبہ حیرت اور پھر ایک حسرت کا تھا جو اس قدر بلندی اور شان شوکت دیکھ کر دل میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت انسان کی ہمت اتنی بلند نہ تھی کہ ان کی فتح کے خواب دیکھ سکتا۔ اس وقت اتنی بلندی کے نظارے سے روح کو تازگی پہنچانا ہی بڑی چیز تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب انسان زیادہ سے زیادہ ۲۳۰۰۰ ہزار فٹ کی اونچائی تک پہنچا تھا۔ اٹھائیس ہزار فٹ تو غبارے میں اڑ کر بھی مشکل سے پہنچ سکتا تھا اتنی اونچائی پر وہ بے ہوش ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی نظر بلند ہوئی اور ہمت بڑھی پہلے نسبتاً کم اونچی چوٹیاں فتح ہوئیں ممری (Mummery) کی فتح نے نگا پربت پر حملے کا حوصلہ پیدا کیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں کے ٹو (K 2) پر چڑھائی کے لئے ایک مہم ہندوستان آئی لیکن یہ ناکام رہی اور صرف ۲۴۰۰۰ فٹ کی ایک چوٹی تک پہنچ سکی۔

بڑی لڑائی سے پہلے کا بس اتنا ہی کارنامہ ہے اب لوگوں کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ محض اونچائی چڑھائی میں رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتی بلکہ پہاڑوں کی فتح کی داستان انسان کی بڑھتی ہوئی ہمت و جرأت کی زبان حال سے گواہ ہے۔

پہلے پہل ۱۹۲۱ء میں رائل جیاگریفکل سوسائٹی

کے ایک خاص جلسے میں ایورسٹ کی فتح کا خیال ظاہر کیا گیا۔ بحث کے وقت اس ارادے کا بڑے جوش سے خیر مقدم ہوا۔ ایک ایورسٹ کمیٹی اسی غرض سے بنائی گئی۔ اس کمیٹی کا قائم کرنا ضروری تھا ایورسٹ کی فتح کوئی ایسا کام تو تھا نہیں کہ چند لوگ اپنی تنہا کوششوں سے اس میں کامیاب ہو جاتے یہ تو بھی بڑی جان جوکھوں کا کام تھا اس میں بہت عرصے تک استقلال سے کوشش کی ضرورت تھی۔ پھر بھی یہ یقین نہ تھا کہ مورچہ سر ہو جائے گا اس لئے سمجھ دار لوگوں نے پہلے ہی یہ محسوس کر لیا کہ اس مہم کے لئے ایک باقاعدہ اور طاقتور جماعت کی بار بار کوشش کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ ایورسٹ کی فتح کی کوششیں تمام تر اسی کمیٹی کی احسان مند ہیں۔

ایورسٹ نیپال کے مشرقی سرے پر ہے۔ چاروں طرف سے اونچے پہاڑوں کا سلسلہ اسے گھیرے ہوئے ہے۔ دارجلنگ سے یہ چوٹی دکھائی دیتی ہے مگر اس کے قریب پہنچنے کے لئے بڑا لمبا پھیر کھانا پڑتا ہے لوگ یا تو سکم (Sikkim) ہو کر جاتے ہیں یا دریائے برہم پتر کے کنارے کنارے ....، فٹ پر ایک گلیشیر کے دامن میں بودھ مت والوں کی ایک

گپھا کے قریب سے اصل چڑھائی شروع ہوتی ہے۔

چڑھنے والے یہیں اپنا مستقر (Base Camp) بناتے ہیں۔ ان کے ساتھ بہت ساز و سامان ہوتا ہے کپڑے، کھانے پینے کا سامان، آلات، دوائیں، خیمے، رسیاں اور چڑھائی کے دوسرے سامان قلیوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہوتی ہے جو بوجھ اٹھاتی ہے اور ہر منزل پر خیمے گاڑتی ہے۔ یہ قلی خاص انتظام کے ذریعے جمع کئے جاتے ہیں کیوں کہ اتنی اونچائی پر بوجھ لے کر چڑھنا اور موسم کی خرابی کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں پورا راستہ مختلف منزلوں میں بانٹ لیا جاتا ہے ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنا اور تیز و تند ہواؤں، موسم کی خرابی، سخت سردی اور برابر گرنے والے پتھروں کا مقابلہ کرنا سچ مچ بڑے خطرے کا کام ہے۔

ایورسٹ کی چڑھائی میں مستقر سے چوٹی تک یہ لوگ چھ کیمپ رکھتے ہیں اور برابر کوشش کی جاتی ہے کہ آخری منزل یا کیمپ چوٹی سے زیادہ سے زیادہ قریب رکھا جائے۔ تاکہ چڑھنے والوں کو چوٹی تک پہنچنے میں کم سے کم تکلیف ہو یہ سفر ایک دو دن کا سفر تو ہے نہیں کہ گئے اور چلے آئے۔ ہفتوں کا کام ہے اور ہفتوں اتنی

بلندی پر سونا، رہنا، چڑھنا بلکہ کبھی کبھی قلیوں کو چڑھانا ہوتا ہے۔ آتنا ہی نہیں۔ جب برف گرنے لگے سردی زیادہ یا ہوا تیز ہو جائے تو ان لوگوں کی مشکلیں اور بڑھ جاتی ہیں اب ہم تمہیں ان ہی مشکلوں اور ان سے مقابلے کا کچھ حال سناتے ہیں۔

پہلی یعنی ۱۹۲۱ء والی مہم اصل میں ایورسٹ کی چوٹی کا راستہ معلوم کرنے روانہ ہوئی تھی۔ اس وقت تک ہماری معلومات بس اتنی تھیں کہ ایورسٹ کی چڑھائی ۲۹۰۰۲ فٹ ہے اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا اوپر کا حصہ کچھ ایسا دشوار گزار نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مہم کی کامیابی کے لئے اتنی معلومات بالکل ناکافی تھیں۔ یہ مہم آیندہ مہموں کے لئے تمام ضروری معلومات اور مواد فراہم کرنے کی غرض سے بھیجی گئی تھی۔ اس کا خیال شروع ہی سے ایورسٹ تک پہنچنے کا نہ تھا۔ ہاں یہ ارادہ ضرور تھا کہ اگر راستہ اور پہاڑ پر حملہ کرنے کا طریقہ دریافت ہو جائے تو اوپر تک پہنچنے کی کوشش ضرور کی جائے۔

اس مہم کے لیڈر (سردار) کرنل ہاورڈ بری (Howard Bury) تھے اس وقت یہ خیال عام تھا کہ اوپر کی ہوا میں آکسیجن[۱] کی کمی مہم کے ختم کرنے کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ اس لئے چوٹی تک پہنچنے کی امید ذرا کم تھی۔ ہاورڈ بری نے میلوری کو جو اس جماعت کا سب سے ممتاز رکن اور بقول ینگ ہسبنڈ اپنے زمانہ کا بے مثل چڑھنے والا تھا، اس گلیشیر کی طرف بھیجا جو ایورسٹ کی شمالی جانب سے نیچے کو آتا ہے۔ میلوری اس کی جڑ تک پہنچا مگر اس کی مایوسی کی کوئی حد نہ تھی جب اسے سامنے نہایت خوفناک اور ایسی برفانی فصیلیں حائل ملیں جنہیں پار کرنا ناممکن تھا۔ چوٹی کا اوپر کا حصہ اب بھی آسان نظر آتا تھا مگر اس تک پہنچا کیسے جائے۔ یہی سوال مشکل تھا۔ اس برفانی فصیل میں میلوری کو صرف ایک خلا یا درز نظر آئی جسے اس نے نارتھ کول (North Col.) کا نام دیا۔ اچھی طرح دیکھ بھال کے بعد میلوری نے فیصلہ کیا کہ شمالی جانب سے نارتھ کول تک پہنچنا ناممکن ہے اور آیندہ کوششیں مشرقی جانب سے ہونی چاہئیں چنانچہ ساری جماعت ایورسٹ کے مشرقی سرے پر جمع ہوئی اور ایک زبردست کوشش کے بعد میلوری نارتھ کول

---

[۱] یہ ایک گیس ہے سانس لینے کے لئے ہوا میں اس کا وجود ضروری ہے مگر جتنا اوپر آسمان کی طرف جاؤ یہ کم ہوتی جائے گی۔

کی بلندی ([illegible] فٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا وہ لکھتا ہے کہ "اس کے بعد دور تک نہ راستہ میں دشواری تھی نہ کوئی خطرہ، مگر اور اوپر جاکر ہوا بہت تیز چل رہی تھی جس کی وجہ سے تازہ برف کثرت سے گر رہی تھی، یہ خطرے سے خالی نہ تھی"۔

اتنی دیکھ بھال کے بعد میلوری کو واپس ہونا پڑا مگر مہم کا مقصد حاصل ہوگیا تھا یعنی چوٹی تک پہنچنے کا راستہ دریافت کرلیا گیا تھا۔ یہی راستہ اب تک ہر مہم نے اختیار کیا ہے۔

اگلے سال دوسری مہم جنرل بروس ([illegible]) کی نگرانی میں ایورسٹ کی فتح کے ارادے سے روانہ ہوئی۔ بروس خود تو زیادہ اونچائی تک نہ جاسکتا تھا۔ اس کا کام، مہم کا انتظام و انصرام، حملے کے لئے ہدایات دینا، اور قلیوں کو جمع کرکے ان میں اس کام کا ولولہ اور شوق پیدا کرنا تھا۔ قلیوں کا مسئلہ ہر کوہستانی مہم کے لئے بہت اہم ہوتا ہے کیوں کہ چڑھنے والوں کے لئے خیمے، کھانے اور کپڑے اور دوسری ضروری چیزوں کا لے جانا لازمی ہے۔ ان کے بغیر ایک قدم نہیں جاسکتے۔ اور چونکہ اتنی بلندی پر چڑھنا ہی مشکل کام ہے اس لئے بوجھ لے جانے کے لئے قلی ضروری ہیں جن کی عمر پہاڑوں پر بوجھ ڈھوتے گذرتی ہے، مگر باوجود ساری عمر پہاڑوں میں گذارنے کے یہ قلی جلد ہمت ہار جاتے اور موسم کی ذراسی خرابی سے بدحواس ہو جاتے ہیں۔ بہت سی مہمیں ان قلیوں کی پست ہمتی کی وجہ سے ناکام ہوئی ہیں اس لئے قلیوں کو ایک منظم صورت میں رکھنا، اور ان میں اس کام کے لئے ہمت و شوق پیدا کرنا بجائے خود بہت بڑا کام ہے جس پر ساری مہم کی کامیابی کا دار مدار ہے۔ بروس کے پاس خوش قسمتی سے اصل حملے یعنی چوٹی تک پہنچنے کے لئے میلوری، نارٹن، سمرویل اور فنچ جیسے زبردست سیاح موجود تھے۔ یہ سب ہر طرح اپنی قوتوں کے شباب پر تھے۔

اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اونچائی پر ہوا میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے سانس لینے میں دقت ہوتی ہے، چہ جائیکہ پہاڑ پر چڑھنا۔ اور منزل بہ منزل طے کرکے رات کو وہاں سونا۔ اس لئے اس مہم کے سامنے ایک بڑا سوال یہ تھا کہ بلندی پر آکسیجن مہیا کرنے کے ذرائع اختیار کئے جائیں یا نہیں؟

آکسیجن پیدا کرنے کے لئے جو ہلکے سے ہلکا آلہ

ہوتی ہے اُس کا وزن تقریباً پندرہ سیر بیٹھتا تھا اور پندرہ
سیر لے کر اتنی بلندی پر چڑھنا بجائے خود ایک عذاب ہے
اس بات میں اختلاف تھا کہ آکسیجن لے جانے میں جو زحمت
ہے وہ نہ لے جانے کے نقصان کی برابر ہے یا نہیں ۔ آخر
تجربہ کے طور پر اس کو ساتھ رکھا گیا ۔

مارچ ۱۹۲۲ء کے آخر میں یہ پارٹی دارجلنگ سے
روانہ ہوئی اور ضلع کے برہمنوں اور لاماؤں نے اس کی کامیابی
کے لئے دعائیں مانگیں ۔ ان دعاؤں سے قلیوں کی ہمتیں
دوچند ہو جاتی ہیں ۔ جلد ہی یہ لوگ ایورسٹ تک پہنچ گئے
اور اصل حملے کی تیاریاں شروع کر دیں ۔

مگر یہ مہم جو اس قدر امیدوں سے چلی تھی کوئی بھی
خاص کارنامہ نہ دکھا سکی ۔ آکسیجن استعمال کرنے والوں
کے شانوں پر اتنا بوجھ تھا کہ یہ لوگ زیادہ دور تک نہ جا سکے
اور جن لوگوں نے بغیر آکسیجن کی مدد کے چڑھنے کی کوشش
کی، وہ بلندی پر پہنچ کر تندرست نہ رہ سکے ۔ بڑی مشکل
سے میلوری اور نارٹن (۲۶۲۳۵) کی بلندی تک پہنچ
سکے ۔ ۸ر جون کو جبکہ تیز دھوپ کی وجہ سے نارتھ کول
کے ڈھال پگھل گئے، اور سات قلیوں کی جانیں گئیں،
اس جنگ کو ملتوی کرنا پڑا اور یہ مہم ناکام واپس لوٹ آئی،
ایورسٹ، یا قطبین کہیں بھی کوئی پارٹی جائے،
یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ جو لوگ آخری اور اصل حملہ کرنے
والے ہیں انھیں جہاں تک ممکن ہو سکے، شروع شروع
میں آرام دیا جائے تاکہ وہ وقت پر نسبتاً تازہ دم ہوں
مگر یہ اصول عملی دنیا میں نہیں چل پاتا ۔ اور شروع شروع
ہی میں ایسی مشکلات درپیش ہو جاتی ہیں کہ مہم کے بہترین
آدمیوں کی مدد کی ضرورت پڑ جاتی ہے ۔ نارتھ کول کے
ڈھال درحقیقت مشکل اور خطرناک ہیں اس لئے ان پر چڑھتے
وقت ساری مہم کو زور لگانا ہوتا ہے اور اکثر اس کی وجہ
سے اوپر جا کر آدمی اپنی پوری قوت اصل حملہ پر صرف
نہیں کر سکتے ۔ اس دفعہ بھی نارتھ کول تک پہنچنے کے
لئے بڑی دقت اٹھانا پڑی ۔ یہ حصہ درحقیقت تمام
راستہ میں سب سے مشکل اور دشوار گذار ہے، کیونکہ
تقریباً ۱۲۰۰ فٹ تک نہایت خوفناک ڈھال ہے
جس میں دو سو سے تین سو فٹ تک گہرے غار ہیں
اور ہر وقت (Avalanche) برفانی طوفان
کا خطرہ رہتا ہے ۔ چنانچہ میلوری اور نارٹن کی مدد کے بغیر
چارہ نہ تھا اور قلیوں کو لے جانے، رستے باندھنے اور
راستہ بنانے میں انھیں اتنی محنت اٹھانی پڑی کہ وہ

...کے قابل نہ رہے۔ یہ امر مسلم ہے
...اور نارٹن سے بہتر چڑھنے والے شاید ہی پیدا

...دوسری دقت جو اس مہم میں ہوئی یہ تھی کہ ان کا ...کیمپ جہاں سے یہ چوٹی پر حملہ کرنے والے تھے، زیادہ ...پر نصب نہ ہو سکا۔ یہ صرف ۲۵۰۰۰ فٹ تھا اور ...فٹ کی چڑھائی اور واپسی، ایک دن میں قریب قریب ...تھی۔

چنانچہ یہ مہم بھی ناکام رہی۔ لیکن اس سے ایک اچھا نتیجہ نکلا۔ وہ یہ انسان اتنی بلندی پر کئی روز تک رہ سکتا ہے۔ اس سے پہلے ۲۱۰۰۰ فٹ آخری حد سمجھی جاتی تھی اور عام خیال تھا کہ ۲۳۰۰۰ فٹ پر سونا ناممکن ہے اور اگر پہلی رات نیند بھی آگئی تو دوسری رات، بالکل جاگنا پڑے گا۔ نتیجہ اس کے ...نکلا۔ پہلی رات ذرا بے چینی سے گذری، دوسری پہلی سے بہتر اور تیسری رات کو انسان سو سکنے کے قابل ہو گیا۔ گویا انسان کا جسم اپنے ماحول سے مطابقت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ ایک اہم دریافت تھی۔

۱۹۲۴ء میں تیسری مہم ایورسٹ کی فتح کے ...ہوئی۔ اس کے لیڈر بھی جنرل بروس تھے اور نارٹن کو نایب مقرر کیا گیا تھا۔ میلوری ...جیسے تجربہ کار آدمی بھی شریک تھے۔ اس کے علاوہ نئے آدمیوں میں اروِن، جافری بروس اور اوڈیل قابل ذکر ہیں۔ اب کی دفعہ اس مہم کی کامیابی کی قوی امیدیں تھیں اور ہر ممکن انتظام کر لیا گیا تھا۔ بروس بخار کی وجہ سے تبت کے میدانوں سے آگے نہ بڑھ سکا اور یہ مہم نارٹن کی قیادت میں مستقر تک پچھلی مہموں سے پہلے پہنچ گئی۔ پہلے تین کیمپ نصب کرنے میں عام طور پر بڑی دیر ہو جاتی تھی اس لئے اس دفعہ خاص انتظامات کیے گئے اور چھ دن کے اندر ۲۱۰۰۰ فٹ پر تیسرا کیمپ نصب ہو گیا۔ اب مصیبت شروع ہوئی۔ مغرب سے تند و تیز ہوائیں چلیں اور انھوں نے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ طوفانی کیفیت کی وجہ سے درجہ حرارت بہت گر گیا اور تازہ برف نے مشکلات میں اور اضافہ کر دیا۔ مگر ان جواں مردوں نے فطرت سے اپنی جنگ جاری رکھی۔ تھوڑے دن کے لئے نیچے اتر آئے اور جب موسم کی خرابی کچھ کم ہوئی تو جلدی جلدی دوبارہ تینوں کیمپ نصب کئے اور بغیر بہت سا وقت خراب کئے چوتھا کیمپ نارتھ کول پر قایم کیا۔ اس دوران میں چار قلیوں کو یقینی موت سے

بچّوں کی کتابیں

تیغ طلا	۸ر
بگلا بھگت	۵ر
گڑیا کا گھر	عہ
اسّی دن میں دنیا کا سفر	۱۰ر
پانچ ہفتے غبارے میں	۱۲ر
بحر جنوبی کا سفر	۷ر
صبح ملال، شام غم	۶ر
الحمرا کے افسانے	۶ر
مرغی جھبیر چلی	۲ر
تنبیل خاں	۲ر
نیت کا پھل	۲ر
شیدلا	۳ر
چھدو	۳ر
ماں	۳ر
شہزادی گلنار	۴ر
عذاب	۴ر
بچّوں کی نظمیں	۵ر
بچّوں کے اسماعیل	۶ر
حوا عصمہ ملیہ	۳ر
بہار کے پھول	۳ر ۵ پائی
ہندوستان ہمارا	عہ

تاج گیت	۱۰ر
مالکہ بیگم	۱ر
تل کا لڈو	۱ر
چوہے نامہ	۱ر
سپاہی زادہ	۲ر
سنہری گیت	۵ر
بچّوں کے گیت	۳ر
پھولوں کی ڈالی	۴ر
بیاض گل	۸ر
جونپور کا قاضی	۵ر
سدا بہار	۱۲ر
پیام ہند	۳ر
نغمہ وطن	۳ر
بھارت کے گیت	۲ر
چڑیا گھر	۴ر
دیانت	۲ر
شریر لڑکا	۴ر
قوم پرست طالب علم	۴ر
بچوں کا انصاف	۴ر
اسکول کی زندگی	۴ر
محنت	۴ر

ثریا کی گڑیا	۵ر
جادو کا نقط	۵ر
پر پرواز	۵ر
دیار عجیب	۸ر
عجائب خانہ سمندر	۱۲ر
کائنات	۵ر
آسمانی دولت	۱۲ر
دنیا کے بسنے والے	۶ر
تعلیمی کھیل	۴ر
علمی پہیلیاں	۶ر
علمی کہانیاں	عہ
ہندوستانی پہیلیاں	۲ر
آئین حکومت ہند	۶ر
سیاحوں کی کہانیاں - ۸ر۴ پائی	
ایجادات	۱۰ر ۵ پائی
کاریگری	۶ر
دانایان فرنگ	۱۰ر
امداد باہمی	عہ
قدیم تہذیبیں	عہ
سمندر کی کہانیاں	ار ۵ پائی
ایورسٹ کی کہانی	عہ

توت نخ آمون	عہ
پرندے اور ان کی زندگی	۱۳ر ۵ پائی
نباتات اور نباتاتی خوراک	۱۲ر ۱۱ پائی
کیڑے مکوڑے	عہ
مشق خوش نویسی	۲ر
بچّوں کا حساب	
حصہ چہارم	۹ر
" پنجم	۱۰ر
" ششم	۹ر
باغبانی پروجکٹ	۸ر
میلاد النبی پروجکٹ	۶ر
ستارے کی گڑیا	۳ر
شہزادہ عزیز	۴ر
پہاڑی ماں	۳ر
دکھ کے بعد سکھ	۳ر
تقدیر اور تدبیر	۳ر
پادری کا قصہ	۳ر
چالاک چور	۳ر
سمندر کی سنہری پری	۳ر
بقراط اور جالینوس	۳ر
ایک سست لڑکا	۳ر

بچّوں کی کتابیں

بچوں کا رسالہ "پیامِ تعلیم" جس دفتر سے نکلتا ہے اس کا نام "مکتبہ جامعہ" ہے۔ مکتبہ جامعہ میں بچوں کی سب سے اچھی کتابیں ہر وقت بغرضِ فروخت موجود رہتی ہیں۔ قصے کہانیاں کتابیں، سفرنامے، نظمیں ڈرامے، غرض جو کتابیں بچوں کے لئے چھپتی ہیں ہم فوراً منگا لیتے ہیں۔ اور سب شہروں اور سب مشہور لکھنے والوں کی تمام کتابیں اپنے یہاں جمع رکھتے ہیں۔ تاکہ جب کبھی کسی بچے کو یا کسی اسکول کے کتب خانے کو کسی کتاب کی ضرورت ہو فوراً مکتبہ سے مل جائے۔

دہلی، لاہور، لکھنؤ، الہ آباد، حیدرآباد وغیرہ شہروں میں بچوں کے لئے بڑی اچھی اچھی کتابیں چھپی ہیں اگر ان مقامات سے علیحدہ علیحدہ پارسل منگائے جائیں تو کتابوں سے زیادہ پارسلوں پر خرچ ہو جاتا ہے اس لئے اب ہمیشہ یاد رکھئے کہ جب کسی کتاب کی ضرورت ہو تو ہم کو لکھئے۔ فرمائش بھیجنے سے پہلے ہماری فہرست بھی منگوا کر دیکھ لیجئے۔

کتابیں منگانے کا آسان طریقہ

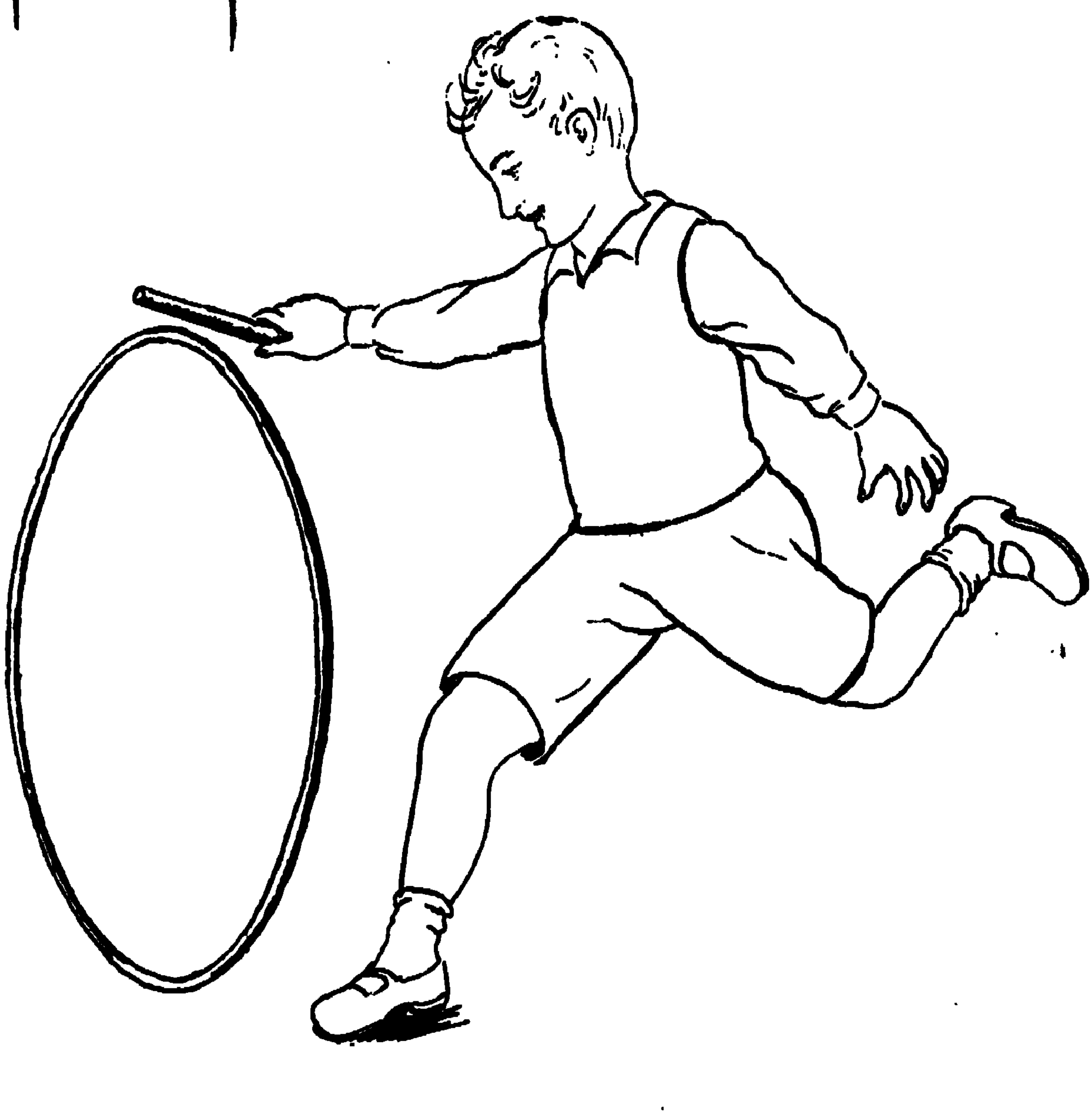
کتابیں منگانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کی فرمائش ایک روپے سے زیادہ کی ہے تو منی آرڈر سے رقم بھیج دیجئے یا وی پی منگوا لیجئے۔ اگر آپ کوئی ایسی کتاب منگانا چاہیں جو ایک روپے سے کم کی ہے تو کتاب کی قیمت کے علاوہ ۲ر کے ٹکٹ لفافے میں رکھ کر ہمارا پتہ بہت خوش خط لکھ کر ڈاک میں ڈال دیجئے۔ کتاب آپ کو ان رجسٹرڈ پیکٹ سے بھیج دی جائے گی۔

کوئی کتاب ہماری فہرست میں درج نہ ہو اور وہ آپ منگوانا چاہیں تو دام نہ بھیجئے۔ یا تو وی پی سے منگوائیے یا دام بھیجنے سے پہلے خط لکھ کر دریافت کر لیجئے کہ ہم مہیا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

سب کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

پیام تعلیم



بچوں کی کتابیں

تنغ ملا	۵ر	تاج گیت	۱۰ر	ثریا کی گڑیا	۵ر	توت غم آموں	عہ
بگلا بھگت	۵ر	راکھ بگو	۱ر	جادو کا نقطہ	۵ر	پرندے اور ان کی زندگی	۱۳ر ۵ پائی
گڑیا کا گھر	عہ	[illegible]	۱ر	پر پرواز	۵ر	نباتات اور نباتاتی خوراک	۱۳ر ۱۱ پائی
اسی دن میں دنیا کا سفر	۱۰ر	چوہے نامہ	۱ر	دیار عجیب	۸ر	کیڑے مکوڑے	۸ر
پانچ ہفتے غبارے میں	۱۳	سپاہی زادہ	۲ر	عجائب خانۂ سمندر	۱۲	مشق خوش نویسی	۲ر
بحر جنوبی کا سفر	۲ر	سنہری گیت	۵ر	کائنات	۵ر	بچوں کا حساب	
صبح ملال شام غم	۲ر	بچوں کے گیت	۳ر	آسمانی دولھا	۱۲	حصہ چہارم	۹ر
الحمرا کے افسانے	۶ر	پھولوں کی ڈالی	۴ر	دنیا کے بسنے والے	۶ر	〃 پنجم	۱۰ر
مرغی امیر علی	۲ر	بیاض گل	۸ر	تعلیمی کھیل	۴ر	〃 ششم	۹ر
تامیسل خاں	۲ر	جونپور کا قاضی	۵ر	علمی پہیلیاں	۶ر	باغبانی پروجکٹ	۸ر
نیت کا پھل	۲ر	سدا بہار	۱۲ر	علمی کہانیاں	عہ	میلاد النبی پروجکٹ	۶ر
رشید لا	۳ر	پیام ہند	۳ر	ہندوستانی پہیلیاں	۲ر	ستارے کی گڑیا	۳ر
چھدو	۲ر	نغمۂ وطن	۳ر	آئین حکومت ہند	ع	شہزادہ عزیز	۴ر
ماں	۳ر	بھارت کے گیت	۳ر	سیاحوں کی کہانیاں	۵ر ۴ پائی	پہاڑی ماں	
شہزادی گلنار	۴ر	چڑیا گھر	۴ر	ایجادات	۱۰ر ۵ پائی	رکمہ کے بعد سکھ	
عقاب	۴ر	دیانت	۲ر	کاریگری	۶ر	تقدیر اور تدبیر	۳ر
بچوں کی نظمیں	۵ر	شریر لڑکا	۴ر	دانایان فرنگ	۱۰ر	پادری کا قصہ	
بچوں کے اسمٰعیل	۶ر	قوم پرست طالب علم	۴ر	امداد باہمی	عہ	چالاک چور	۳ر
جواہر لطیہ	۴ر	بچوں کا انصاف	۴ر	قدیم تہذیبیں	عہ	سمندر کی سنہری پری	۳ر
بہار کے پھول	۳ر ۵ پائی	اسکول کی زندگی	۴ر	سمندر کی کہانیاں	۱ر ۵ پائی	بقراط اور جالینوس	۳ر
ہندوستان ہمارا	عہ	محنت	۴ر	ایورسٹ کی کہانی	عہ	ایک سست لڑکا	۳ر



ایورسٹ کی مہم کے قلی کیمپ نمبر ۱ سے نمبر ۲ کی طرف جا رہے ہیں



قلی بھاری بھاری بوجھ لئے ہوئے برف کے تودوں پر چل رہے ہیں

پیامِ تعلیم دہلی

پیامِ تعلیم یوپی، سی پی، بہار اور میسور کے محکمہائے تعلیم میں سرکاری طور پر منظور ہے

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی جامعی

جلد ۲ — اپریل سنہ ۱۹۳۷ء — نمبر ۴

فہرستِ مضامین

قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے ؏ — فی پرچہ تین آنے (۳؍) — مع ضمیمہ چار آنے ۴؍

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی، محبوب المطابع پریس

بچّوں سے باتیں

دوسرے ملکوں سے خط کتابت کے فارم برابر آرہے ہیں ہم انھیں آپا جان کے پاس بھیجتے جاتے ہیں وہ انھیں جرمنی بھیج رہی ہیں۔ وہ علی گڈھ کی کانفرنس کی وجہ سے بہت مصروف ہیں۔ اسی لئے اس کے بارے میں وہ اس پرچے میں کچھ نہ لکھ سکیں۔

بچوں کی برادری کا کام بھی برابر بڑھ رہا ہے بہت سی بچوں نے فارم بھیجے ہیں۔ لیکن بیج کی قیمت سوائے محمد نور کھلکھلے بمبئی کے کسی نے نہیں بھیجی۔ اسی لئے وہ ممبر ہی رہے اور ان کا نمبر پہلا ہے۔ بعض بچوں نے چھپے ہوئے کوپن کی جگہ الگ کاغذ پر اپنے نام لکھ کر بھیجے ہیں آپا جان فرماتی ہیں کہ یہ قاعدے کے خلاف ہے بچوں کو صرف چھپے ہوئے کوپن بھر کر بھیجنا چاہئیں یہ کوپن ہر پرچے میں شائع ہوگا۔

باغبانی کا ضمیمہ بچوں نے عام طور پر پسند کیا۔ بہت سی بچوں نے اس کے بارے میں متعدد باتیں پروفیسر اشتیاق حسین قریشی صاحب سے پوچھی ہیں۔ اس سے ان کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔

نئے قانون والا ضمیمہ وقت پر تیار نہ ہو سکا۔ پچھلے پرچے میں بھی محض ضمیمے کی وجہ سے دیر ہوگئی تھی۔ رسالے کو وقت پر تمھارے ہاتھوں میں پہنچانا ہمارے خیال میں سب سے زیادہ ضروری تھا اسی لئے یہ ضمیمہ اب مئی کے پرچے میں شایع ہوگا۔

بچوں کی سہولت کے لئے ہم نے۔ پچھلے پرچہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ رنگ بھرنے کی تصویر اور انعامی مقابلے کے مضمون اشاعت کی تاریخ سے دس دن بعد تک قبول کئے جائیں گے اس کا مطلب یہ تھا کہ پرچہ اگر پہلی تاریخ کی جگہ پندرہ تاریخ کو شائع ہوا ہے تو بچے ۲۵ تاریخ تک رنگ بھر کر یا مضمون لکھ کر بھیج سکتے ہیں بعض بچوں کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ اس لئے ان دونوں مقابلوں کی تاریخ پندرہ اپریل تک اور بڑھائی جاتی ہے۔

ایورسٹ کی داستان اس مہینے ختم ہو جائے گی۔ بچوں نے ننگا پربت اور اس کہانی کو اتنا پسند کیا کہ ہمیں مجبوراً یہ دونوں مضمون کتابی صورت میں شائع کرنا پڑے کتاب اپریل کے آخر تک تیار ہو جائے گی۔ قیمت کا اعلان بعد میں ہوگا۔

ٹکٹوں کی خبروں کے بارے میں اکثر بچوں کی رائے ہے کہ اسے مستقل کر دینا چاہئے ہمارا بھی یہی ارادہ تھا اب یہ خبریں ہر پرچے میں شائع ہوں گی۔ یہ خبریں ہم خود بھی فراہم کریں گے۔ بچے بھی ہماری مدد کریں۔

مئی کے پرچے میں کئی مضمون بہت دلچسپ اور اچھے اچھے شائع ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ بچے ان کا بےچینی سے انتظار کریں گے۔

رات کی دُعا

جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیرؔ، از دہلی

اے دو جہاں کے مالک، اے دو جہاں کے والی
قدرت تری انوکھی، رحمت تری نرالی

کرتا ہوں شکر تیرا، اے کردگار میرے
دن خیر سے گزارا، مولا! نثار تیرے

اب رات ہوگئی ہے! آرام پاؤں گا میں
کچھ مانگ کر مرادیں، سونے کو جاؤں گا میں

یارب! رہیں سلامت، ماں باپ میرے پیارے
جسم ان کے ہوں توانا، غم ان کے دور سارے

وہ خوش رہیں جہاں ہیں، یہ آرزو ہو میری
حق اُن کے سب ادا ہوں، یہ جستجو ہو میری

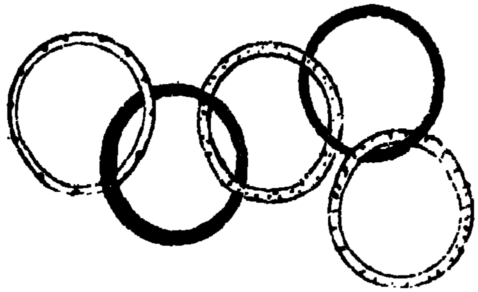
بھائی بہن سے الفت دل سے سدا کروں میں
محتاج ہوں جو اُن کی حاجت روا کروں میں

مجھ کو بھی میرے خالق! وہ زندگی عطا کر
جو علم اور عمل سے بھرپور ہو سراسر

اچھا بس اب مجھے تو آرام سے سلا دے
پھر تندرست اور خوش کل صبح کو جگا دے

آمین

چوڑیاں



محترمہ ہاجرہ بیگم

منہیاری آئی کہ لڑکیاں بالیاں دوڑیں۔ لال، سبز، آسمانی۔ ہر رنگ کی چوڑیاں، گرد بانکیں، کریلیاں۔ موٹی سے موٹی اور باریک سے باریک لے لو۔

کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ چوڑیاں آتی کہاں سے ہیں؟ ہم تو بچپن میں پوچھتے تھے تو ہمارے بڑے کہتے تھے۔ "جرمنی سے" یا "جاپان" سے لیکن کچھ روز ہوئے کہ معلوم ہوا کہ ہر قسم کی چوڑیاں ہندوستان میں بن سکتی ہیں۔

پچھلے مہینے فیروز پور جانے کا اتفاق ہوا چھوٹا سا قصبہ ہے۔ لیکن وہاں کے بازاروں میں نہ کپڑے کی دکانیں نظر آئیں نہ کھانے پینے کی بلکہ جہاں دیکھو چوڑیاں ہی چوڑیاں بھری پڑی ہیں! میں نے اپنے میزبان سے کہا "یہاں چوڑیاں بہت نظر آتی ہیں" وہ بہت بگڑے۔ بولے "کیا آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہندوستان کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں فیروز آباد سے چوڑی بن کر جاتی ہے۔

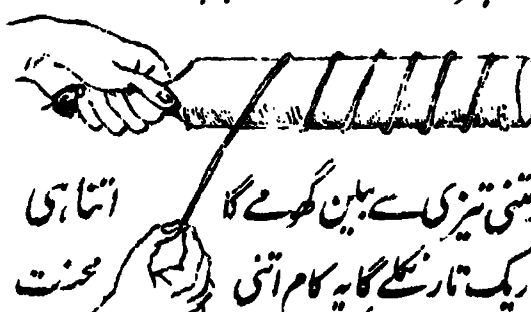
یوں تو بڑے بڑے کارخانے چوڑی بنانے کے ہیں۔ لیکن گھروں پر بھی کام ہوتا ہے۔ محلے کے محلے شیشہ گروں کے ہیں۔ اور تو اور کمہاروں تک نے برتن بنانے چھوڑ دئے ہیں اور جولاہے جو انصاری کہلاتے ہیں۔ کپڑا نہیں بنتے بلکہ سب چوڑی کا کام کرتے ہیں۔

یہ تو خیر سب جانتے ہیں کہ چوڑی لاکھ یا شیشہ کی بنتی ہے لیکن یہ شاید تمھیں نہ معلوم ہو کہ یہی چوڑی جو چھن سے ٹوٹ جاتی ہے کم سے کم بیس آدمیوں کی محنت سے تیار ہوتی ہے تو اس کا بھی کچھ حال سن لو۔

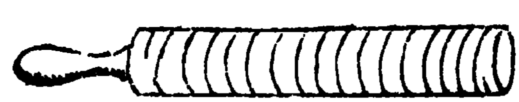
اول تو کچھ لوگ شیشہ بناتے ہیں پھر شیشہ کارخانہ میں جاتا ہے یہاں پر "تار کھینچنے والے" چوڑی بنانا شروع کرتے ہیں۔ یہ تو تم کو معلوم

ہی ہوگا کہ شیشہ پگھل جاتا ہے۔ تار کھینچنے والے نہایت تیز آنچ کے سامنے کام کرتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ شیشہ کی گولی لے کر اس قدر گرم کریں کہ وہ کھینچنے سے گندھے ہوئے آٹے کی طرح کھنچنے لگے۔ لیکن اتنی گرم نہ ہو کہ ٹوٹ جائے۔

اب ایک ہاتھ میں سوا گز کا بیلن لے کر اس شیشہ کا تار اس پر چڑھاتے ہیں۔ تیز آنچ کے سامنے بیلن کو تیزی سے گھماتے ہیں اور بیلن کے گھومنے سے "سپرنگ" کی طرح تار اس پر لپٹتا جاتا ہے۔

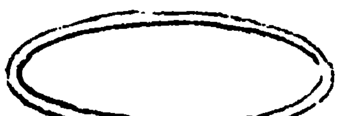


جتنی تیزی سے بیلن گھومے گا اتنا ہی باریک تار نکلے گا یہ کام اتنی محنت کا ہوتا ہے کہ تار کھینچنے والا دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں کر سکتا اور اس کو آرام لینا ہوتا ہے تیار ہو جانے پر بیلن بھٹی میں جاتے ہیں یہاں پر آنچ میں تار پکایا جاتا ہے۔



پکنے کے بعد اب "بیلن" "کاٹنے والوں" کے پاس جاتا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ اوزار سے سب چوڑیوں کو کاٹ دیں اور وہ بیلن پر سے اتر آئیں۔

اب جو چوڑیاں نکلیں ان کی شکل ایسی ہوتی ہے۔



اب "برابر کرنے والوں" کی باری آئی۔ انھوں نے ایکٹلین گیس کی لو کے سامنے ایک ایک چوڑی کو دبا کر سیدھا کر دیا اس کے بعد چوڑی "جوڑنے والوں" کے پاس گئی جس جگہ چوڑی کا منہ کھلا ہوا تھا وہ لیمپ کی لو میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ شیشہ پگھل کر بالکل مل جاتا ہے۔



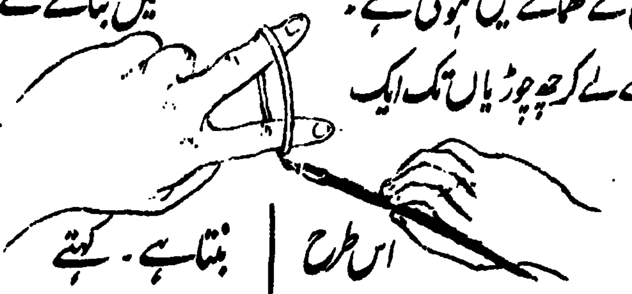
اب چوڑی اصل حالت پر آئی۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ پہننے کے قابل ہو گئی۔ ابھی کہاں۔ ابھی تو بھدا سا شیشے کا ایک گول تار ہے۔ اب اس کو خوب صورت



بنایا جاتا ہے۔ اس کی ترکیب بھی سن لو۔ پہلے تو
چوڑی کو چپٹا بناتا ہے۔ پھر اس کے اوپر خوب
صورت نقش بنانے ہیں پھر پالش کرنا ہے۔

چپٹا بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ چوڑیوں کے
بیلن کو نہایت تیز گھومتے ہوئے پہیے سے رگڑ
دیتے ہیں۔ نقش کاٹنے کے لئے ایک اور اوزار ہوتا
ہے۔ جس کی نوک پر ہیرے کی کنی لگی ہوتی ہے
اس سے مختلف خط اور طرح طرح کے نمونے ڈال
دیتے ہیں۔

چوڑی کا رنگ تو خیر شروع میں بنتے وقت
ہی شیشہ میں ملا دیتے ہیں۔ اب اس پر اوپر سے
پھول پتے لگا سکتے ہیں۔ بعض چوڑیوں پر تام چینی
کے مصالحہ سے سفید پھول رکھتے ہیں۔ تام چینی کا
گیلا مصالحہ چھوٹے چھوٹے برش سے چوڑی پر رکھتے
ہیں۔ چوڑی دو انگلیوں میں پکڑ کر گھماتے ہیں ساری
کاری گری چوڑی کے گھمانے میں ہوتی ہے۔
ایک سے لے کر چھ چوڑیاں تک ایک
وقت میں گھمائی
جا سکتی ہیں۔ اور
اس طرح



ایک ایک روز میں کئی کئی توڑے تیار ہو جاتے ہیں
ایک توڑے میں کئی درجن چوڑیاں ہوتی ہیں۔
ہاں درجن ۲۴ چوڑیوں کا ہوتا ہے!

فیروز آباد میں گلہریوں کی دُمیں نہیں ہوتیں
یہ نہیں کہ پیدائشی نہیں ہوتیں بلکہ جونہی بچہ ذرا بڑا
ہوا کہ لڑکوں نے پکڑ کر کاٹ لی۔ پھر اس کے بال
لے کر مرغی کے پر سے باندھتے ہیں اور یوں برش
بناتے ہیں۔

سب سے مشکل کام ہے "ہِل رکھنا"۔ بھئی
اب یہ نہ پوچھنا کہ ہِل کے کیا معنے۔ کیوں کہ مجھے
خود بھی نہیں معلوم۔ البتہ کام بتا سکتی ہوں۔

ایک چھوٹی سی بوتل میں سنہرا مصالحہ
ہوتا ہے۔ یہ جرمنی سے آتا ہے اور ایک ایک
بوتل کی قیمت ۱۶؍ ۱۶؍ روپیہ ہوتی ہے۔ فیروز آباد
کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ مصالحہ ہندوستان
میں بنانے لگے تو لکھ پتی ہو جائے لیکن
ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں
آیا کہ کاہے سے
بنتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں سونا

ہوتا ہے۔ خیر۔ یہ مصالحہ چھوٹے سے چمچہ میں نکال کر رکھ لیتے ہیں۔ اور وہی گلہری کے برش لے کر اس سے پھول پتے سنہری بناتے ہیں۔ اسی کو ہل رکھنا کہتے ہیں۔

ہل رکھنے کے بعد چوڑی پھر کارخانہ جاتی ہے اور وہاں پر بھٹی ہیں دوبارہ پکتی ہے جس سے رنگ نکھر جاتا ہے۔ اس کے بعد "گنوایوں" کے پاس گننے جانے کے لئے۔ "ٹکیوں" کے پاس چھوٹی بڑی الگ کرنے کے لئے۔ اور پھر آخر میں پارسل بنانے والے کے پاس چوڑی پہنچتی ہے۔

سب سے مشکل کام تو گولی اٹھانے اور تار کھینچنے کا ہوتا ہے اس کے کرنے والے جوان مرد ہوتے ہیں۔ دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں کر سکتے اور اس میں مشق کی بھی بہت ضرورت ہے، اس کے لئے دو روپیہ روز اجرت ملتی ہے۔

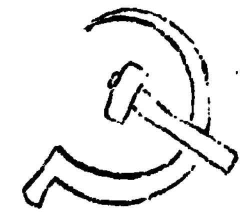
اس کے بعد "ہل" کا کام مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا مصالحہ اتنا قیمتی اور کام اتنا باریک ہوتا ہے کہ پہلے ہل کا کام کرنے والے کو بارہ آنہ فی توڑا ملتا تھا۔ اب یہی ملتا ہے۔ اس کو بھی بڑے مرد کرتے ہیں اور جوان لڑکے سیکھتے ہیں۔

پھول رکھنا۔ یا نگ رکھنا آسان کام ہوتا ہے لڑکے لڑکیاں عورتیں سب کرتی ہیں اور ۲ر فی توڑا پاتی ہیں۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ چھ سات سال کی عمر سے وہ اپنے بڑوں کے ساتھ کام میں لگ جاتے ہیں۔ جس گھر میں جاؤ چوڑیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور مرد۔ عورتیں بچے بوڑھے سب لالٹین کی مدھم روشنی میں چوڑیاں گھما رہے ہیں۔ فیروزآباد کے لوگ کہتے ہیں کہ فیروزآباد میں کوئی بھوکا نہیں مر سکتا کیوں کہ اگر کوئی اور ذریعہ کمانے کا نہیں ہوتا تو اتنا تو ہر ضعیفہ کر سکتی ہے کہ گھر گھر جا کر ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے ٹکڑے اور پرانی بوتلیں وغیرہ جمع کر کے لے آئے۔ شیشہ گر ان کو پگھلا کر موٹی موٹی گنوارو چوڑیاں بنا دیتے ہیں۔

ہر قسم کی چوڑی اور ڈزاین کا نام الگ ہوتا ہے مثلاً۔ پان کا پتہ، چار بندکی، کٹے پھول، دل پھینک چوڑی۔ دل پسند چوڑی وغیرہ وغیرہ

لینن (۲)



جناب سجاد ظہیر صاحب بی۔اے (آکسن)

۱۸۹۷ء میں لینن سائبیریا سے سزا کاٹ کر باہر آیا تو اُسے زیادہ دنوں تک روس میں رہنے کا موقع نہیں ملا۔اس نے اپنا کام بند نہیں کیا اور پولس نے اسے ستانا نہیں چھوڑا اس کے دوستوں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ رُوس چھوڑ دے اور یُورپ کے کسی دُوسرے ملک میں رہ کر اپنا کام جاری رکھے۔

روس سے باہر آکر لینن ان تمام روسی انقلابیوں سے ملا جن کو زار شاہی سے تنگ آکر مجبوراً اپنا وطن چھوڑ دینا پڑا تھا۔اس کی ذہانت، تیزی، علم اور خلوص کا سکہ سب پر بیٹھ گیا۔وہ روس کے اشتراکی انقلابیوں کے اخبار کا اڈیٹر ہوگیا۔یہ اخبار جس کا نام "اسکرا" یا "چنگاری" تھا۔روس میں چھپا چھپا کر پہنچایا جاتا تھا۔روس کے مزدور اور لینن کی پارٹی کے لوگ اس اخبار کو پڑھ کر اپنی جماعت کو مضبوط بنانے کے طریقے سیکھتے تھے لینن کے اس زمانے کے لکھے ہوئے مضامین آج تک پڑھے جاتے ہیں۔

لینن نے ان لوگوں کی سختی سے مخالفت کی جن کے دل میں غریبوں کی ہمت، عقلمندی یا جانبازی کی طرف سے ذرا بھی شک ہوتا تھا، یا وہ لوگ جو روس کی ظالمانہ سرکار یا اس کے مددگاروں سے کسی قسم کا بھی سمجھوتا کرنا چاہتے تھے وہ اپنے ساتھیوں میں بھی ایسے لوگوں کو بالکل نہیں پسند کرتا تھا جو بس زبانی باتیں بنایا کرتے تھے۔اسے ایسے لوگوں سے بڑی نفرت تھی جو مبالغہ کرتے تھے یا دون کی لیا کرتے تھے اور کسی قسم کی ابن الوقتی کو تو وہ کبھی برداشت ہی نہ کرسکتا تھا۔لینن کی ان باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سے لوگ اس سے خفا ہو گئے۔لیکن اس کا یہ بھی نتیجہ ہوا کہ جو لوگ اس کے ساتھ رہ گئے وہ ایسے پکے نڈر، اور سُلجھے ہوئے خیال کے لوگ تھے کہ انہوں نے رُوس کے غریب مزدوروں پر بہت جلد اپنا گہرا اثر پیدا کرلیا۔اور ایک ایسی پارٹی، ایسی جماعت بنالی جس سے نہ صرف روس کی سرکار ڈرنے لگی بلکہ جس کا اثر دنیا کے اور دوسرے اشتراکی گروہوں پر بھی پڑا۔اس پارٹی کا نام "بالشویک پارٹی" تھا۔جب روس میں ۱۹۰۵ء کا انقلاب شروع ہوا تو لینن روس واپس پہنچ گیا تھا اور وہاں اس نے انقلابی تحریک کو چلانے میں پوری مدد دی لیکن یہ انقلاب کامیاب نہیں ہوا اور زار شاہی پہلے کی طرح قایم رہی۔ لینن کو مجبوراً پھر روس کے باہر چلا جانا پڑا۔

۱۹۰۵ء کے انقلاب کی ناکامیابی کی وجہ سے بہت سے کم ہمت لوگ مایوس ہوگئے۔بعضوں نے مزدوروں کا ساتھ چھوڑ دیا۔بعض یہ کہنے لگے کہ ۱۹۰۵ء کا انقلاب قبل از وقت شروع کر دیا گیا تھا اور اس عظیم الشان انقلاب سے مزدوروں اور کسانوں اور غریبوں کا کچھ بھی فائدہ

نہیں ہوا۔ بعض لوگ زندگی کی اصلی باتوں کو چھوڑ کر ضرورت سے زیادہ مذہبیت کی طرف جھکنے لگے۔

لینن نے ان تمام کمزوریوں کو اپنے سے دور رکھا صرف یہی نہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے گروہ میں ایسی پیدا نہ ہونے دی۔ شکست ہوجانے پر بھی ہار نہیں مانی اور ان تمام لوگوں کو جو ذرا بھی کمزوری یا بد دلی کا ثبوت دیتے تھے بغیر کسی معاملے کی سختی کے ساتھ غلط راستے پر جانے سے روکا۔ اسی زمانے میں اس نے فلسفہ پر بھی ایک بڑی زبردست کتاب لکھی جس میں اس نے انقلاب کے دشمن فلسفیوں کی دھجیاں اڑا ڈالیں۔

اس زمانے میں وہ یورپ کے مختلف شہروں میں رہا کرتا تھا۔ اس کی بیوی برابر اس کے ساتھ رہتی تھی لینن خفیہ خط و کتابت کے ذریعہ روس کے تمام حالات جانتا رہتا تھا۔ روس سے آکر خفیہ طور پر بالشویک کام کرنے والے اس سے ملتے رہتے۔ یہ لوگ اخبار، رسالے اور کتابیں روس میں ہمیشہ بھیجا کرتے اور اس طرح سے وہ مسلسل اپنی تحریر کو غریبوں میں پھیلاتے لینن ان کو یہ سکھاتا تھا کہ تمہارا کام صرف یہی نہیں ہے کہ تم اپنے عقیدوں کو لوگوں میں پھیلاکر ان کو اپنا پیرو بناؤ، بلکہ جس کسی گروہ پر بھی، جہاں کہیں بھی جس طرح سے بھی کسی قسم کا ظلم سرکار یا اس کے مددگاروں کی طرف سے ہوتا ہوا دیکھو، چاہے وہ مزدوروں کا گروہ ہو چاہے کسانوں کا، چاہے طالب علموں کا، چاہے متوسط درجہ کے لوگوں کا۔ تمہارا پہلا فرض ہے کہ مظلوم کی مدد کرو ان میں ایکا کرو، مزدور اور کسان بھائیں بناؤ۔ ان کو ظالم کی مخالفت کرنا اور ان سے لڑنا سکھاؤ اور اس طرح سے عمل کے ذریعے سے ان کو بتاؤ کہ جب تک زار کا راج الٹ نہ دیا جائے، اس وقت تک ان کی نجات ممکن نہیں۔

اسی طرح لینن دن رات اپنے کام میں لگا رہتا تھا جب ۱۹۱۴ء میں بڑی جنگ چھڑی تو لینن اور اس کے بالشویک ساتھی ہی صرف ایسے تھے جنھوں نے اس لڑائی کی مخالفت کی لینن نے صاف صاف کہا کہ یہ لڑائی غریبوں کی لڑائی نہیں ان کو اس کی مخالفت کرنا چاہیئے۔ ان کا کام تو یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی سرکاروں کی مشکلوں سے فائدہ اٹھا کر انقلاب کی تحریک کو کامیاب بنائیں اور غریبوں کا راج قایم کرنے کی کوشش کریں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جب لڑائی میں ہار کر زار روس کی سرکار کمزور پڑی تو انقلابی تحریک بڑے زور شور سے بڑھی اور زار کو زبردستی تخت سے اتار دیا گیا۔ لینن فوراً روس واپس پہنچا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس بات کی کوشش کرنے لگا کہ روس میں مزدوروں اور کسانوں کا راج قایم ہو جائے۔

اس زمانے میں لینن نے اپنی پارٹی کی اتنی اچھی طرح سرداری کی کہ رفتہ رفتہ ان کا اثر مزدوروں، کسانوں اور سپاہیوں پر پوری طرح پھیل گیا اور آخر کار ان کی اتنی طاقت بڑھ گئی کہ انھوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ یہ نئی حکومت جو قایم ہوئی اور جس کا صدر لینن مقرر ہوا، دنیا میں پہلی ایسی حکومت تھی جس میں دنیا کے مظلوموں نے سلطنت کی باگ ڈور خود اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ ہر ہر شہر اور گاؤں میں غریبوں کی پنچائتیں (روسی زبان میں ان کو "سوویٹ" کہتے ہیں) قایم ہوئیں اور ہر طرح کا کاروبار انھوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

روس کے انقلاب کی کامیابی کا سہرا صرف ایک لینن

کے سر پر رکھنا غلط ہوگا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ لینن نے انقلاب کے جہاز کو اس اچھائی کے ساتھ ساحل تک پہنچا دیا کہ اس کی ہستی کا گہرا نشان نہ صرف روس کی موجودہ حکومت پر بلکہ تمام دنیا کے غریبوں کی تحریکوں پر پڑ گیا ہے۔ آج تمام دنیا کے اشتراکی لینن کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں، اور اس کی کتابیں پڑھ کر سوشلزم کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں لینن کے پیرو موجود نہ ہوں۔

ایک گرے ہوئے غریب یا ستائے ہوئے ملک کو ترقی کے راستے پر لگا دینا، ایک ایسی جماعت کی نہ صرف روس میں بلکہ تمام دنیا میں بنیاد ڈالنا جس کا کام دنیا کے مظلوموں اور مصیبت زدوں کو اپنا سر اونچا کر کے چلنا سکھانا ہے، ظلم اور جبر سے ہر طریقے سے لڑنا، ایک ایسی دنیا بنانے کی کوشش کرنا جس میں نہ امیر ہوں گے نہ غریب بلکہ ہر شخص جو محنت کرے گا آرام سے رہے گا، یہ تھے وہ اصول جو لینن نے دنیا میں پھیلائے اور جن کو اس نے خیال کی دنیا سے نکال کر اصلیت کی دنیا میں پہنچا دیا۔

اس شخص کے بارے میں اس کے ایک دشمن نے کہا ہے کہ "میں دنیا میں کسی دوسرے ایسے شخص کو نہیں جانتا جو چوبیس گھنٹے انقلاب میں ڈوبا رہتا ہے، جو سوائے انقلاب کے اور کسی چیز کا خیال ہی نہیں کرتا، اور جو سوتا بھی ہے تو انقلاب ہی کے خواب دیکھتا ہے۔

شاید تم یہ سمجھتے ہو گے کہ یہ تو بڑا سوکھا ساکھا سا ڈراؤنا آدمی ہوگا، لیکن ایسا نہیں۔ اپنی بوڑھی ماں سے ملنے کے لئے لینن ہمیشہ بے چین رہتا۔ جلاوطنی کی وجہ سے وہ برسوں اس سے الگ رہتا لیکن وہ برابر اسے خط لکھتا رہتا۔ ایک مرتبہ تو اس نے اپنی ماں سے ملنے کے لئے بہت لمبا سفر کیا اور اپنی ماں کو روس سے باہر بلا کر اس سے ملا۔

اسٹالین نے بیان کیا ہے کہ جب تک وہ لینن سے نہیں ملا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اور بڑے آدمیوں کی طرح لینن بھی ہوگا، یعنی ذرا مغرور، ناک بھوں چڑھائے، عقلمند لمبا چوڑا۔ لیکن اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب ایک کانفرنس میں اس نے دیکھا کہ لینن کانفرنس شروع ہونے سے بہت پہلے آ کر بے تکلفی کے ساتھ تمام ممبروں سے مل کر باتیں کرنے لگا، اور ان میں اس طرح سے مل گیا کہ جیسے کوئی خاص بات ہی نہیں۔

اور یہ حالت لینن کی انقلاب کے بعد بھی رہی۔ اتنی بڑی حکومت کا صدر ہونے کے باوجود، اور دنیا کی اتنی بڑی تحریک کا لیڈر رہتے ہوئے بھی وہ غریب مزدوروں اور کسانوں سے اس طرح سے ملتا تھا اور ان سے اس طرح کی باتیں کرتا تھا کہ وہ اسے اپنا دوست سمجھ کر اپنے دل کی ساری باتیں اس سے کہہ دیتے تھے اور بچوں سے تو اسے خاص طور پر محبت تھی۔

جنوری ۱۹۲۴ء میں جب لینن اس دنیا میں باقی نہیں رہا اور جب ماسکو میں اس کا جنازہ لاکھوں آدمیوں کے خاموش غم کے ساتھ ساتھ قبر کی طرف بڑھا تو صرف روس ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں لینن کا ماتم کیا گیا۔

کشمیری سیب

(منشی پریم چند آنجہانی)

منشی پریم چند کو تم خوب جانتے ہوگے۔ افسوس اب وہ ہم میں نہیں۔ بلکہ وہاں گئے۔ جہاں سے آج تک کوئی نہیں لوٹا دیکھو انھوں نے یہ اپنی آپ بیتی کسی صفائی اور بھولے پن سے سنائی ہے۔ جس میں ہم سب کے سیکھنے کی باتیں ہیں یہ ہندی کے مشہور رسالہ "ہنس" میں نکلی تھی۔ ہم اسے یہاں اردو حروف میں لکھتے ہیں۔ "مجیبی"

کل شام کو چوک میں دو چار ضروری چیزیں خریدنے گیا تھا۔ پنجابی میوہ فروشوں کی دکانیں راستے ہی میں پڑتی ہیں۔ ایک دوکان پر بہت اچھے، رنگیلے گلابی سیب سجے نظر آئے۔ جی للچا اٹھا۔ آج کل پڑھے لکھوں میں وٹامین اور پروٹین کے الفاظ کا بہت چرچا رہتا ہے۔ پہلے ٹماٹر کوئی مفت بھی نہ پوچھتا مگر اب یہ غذا کا ضروری جزو بن گیا ہے۔ گاجر بھی پہلے غریبوں کے پیٹ بھرنے کی چیز تھی۔ امیر تو بس اس کا حلوا ہی کھاتے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ گاجر میں بھی بہت وٹامین ہے۔ اس لئے گاجر کو بھی دسترخوان پر جگہ ملنے لگی ہے۔ سیب کے لئے تو اب یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک سیب اگر روز آ کھائے تو حکیموں یا ڈاکٹروں کی ضرورت ہی نہ رہے ان سے بچنے کے لئے تو ہم کڑوا نیم تک کھا سکتے ہیں۔ سیب تو رس اور مزے میں اگر آم سے بڑھ کر نہیں تو اس سے کم بھی نہیں۔ ہاں بنارس کا لنگڑا، لکھنؤ کی دسہری اور بمبئی کے الفانسو کی بات اور ہے۔ اُن کی ٹکر کا پھل تو دنیا بھر میں دوسرا نہیں ہے۔ مگر ان میں وٹامین اور پروٹین ہے، یا نہیں۔ ہے بھی تو کافی ہے یا نہیں۔ ابھی تک کسی یورپی ڈاکٹر کی تحقیق دیکھنے میں نہیں آئی۔ سیب کی تو ایسی تحقیقات ہو چکی ہے۔ اب وہ صرف مزے کی چیز نہیں ہے۔ اس میں فائدہ بھی ہے۔ ہم نے دکان دار سے بھاؤ چکایا اور آدھ سیر سیب مانگے

دکان دار نے کہا: بابوجی بڑے مزے کے سیب آئے ہیں، خاص کشمیری، آپ لے جائیے کھاکر خوش ہوں گے۔ میں نے رومال نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا: چن چن کے رکھنا۔ دکان دار نے ترازو اُٹھا اپنے نوکر سے کہا: لڑکے، آدھ سیر کشمیری سیب لاؤ۔ چھانٹ کے لانا۔ لڑکا چار سیب لایا۔ دوکان دار نے تول، ایک لفافے میں انھیں رکھ اور رومال میں باندھ مجھے دے دیا۔ میں نے چار آنے اس کے ہاتھ پر رکھے۔

گھر آکر لفافہ جوں کا توں رکھ دیا۔ رات میں سیب یا کوئی دوسرا پھل کھانے کا فائدہ نہیں ہے پھل کھانے کا وقت صبح ہوتا ہے۔ آج صبح منہ ہاتھ دھوکر جو ناشتہ کرنے کو ایک سیب نکالا تو سڑا نکلا کوئی ایک روپے بھر جگہ گل گئی تھی۔ سمجھا۔ رات دکان دار نے دیکھا نہ ہوگا۔ دوسرا نکالا۔ مگر یہ آدھا سڑا ہوا تھا۔ اب کچھ شبہہ ہوا کہ دکان دار نے مجھے دھوکا تو نہیں دیا؟ تیسرا سیب نکالا۔ یہ سڑا تو نہ تھا مگر ایک طرف دب کر بالکل پچک گیا تھا۔ چوتھا دیکھا۔ وہ یوں تو بے داغ تھا۔ مگر اس میں ایک کالا سوراخ تھا۔ جیسا اکثر بیروں میں ہوتا ہے۔ کاٹا تو اندر ویسے ہی دھبے جیسے کانے بیروں میں ہوتے ہیں۔ ایک سیب بھی کھانے کے لائق نہیں۔

چار آنے پیسوں کا تو اتنا غم نہ ہوا، جتنا سماج (قوم) کی اس بد اخلاقی کا۔ دکان دار نے جان بوجھ کر میرے ساتھ دھوکا کیا۔ ایک سیب سڑا ہوا ہوتا تو میں اسے قابلِ معافی سمجھتا۔ سوچتا اس کی نظر نہ پڑی ہوگی۔ مگر چاروں کے چاروں خراب نکلیں۔ یہ تو کھلا دھوکا ہے!

مگر اس دھوکے میں میں بھی شریک تھا میرا اس کے ہاتھ میں رومال دے دینا اُسے دھوکا دینے کا محرک ہوا۔ اس نے بھانپ لیا کہ یہ حضرت اپنی آنکھوں سے کام لینے والے آدمی نہیں۔ نہ اتنے چوکس کہ گھر سے پھیرنے کو آئیں گے۔ آدمی بے ایمانی بھی جب ہی کرتا ہے جب اسے موقع ملتا ہے۔ بے ایمانی کا موقع دینا چاہے اپنی سستی ہی سے ہو یا کسی پر جلد اعتبار کر لینا بے ایمانی میں شریک ہونا ہے۔ پڑھے لکھے بابوؤں پر تو اب کوئی اعتبار نہیں

کرتا۔ کسی تھانے یا کچہری یا کمیٹی میں جائیے۔ آپ کی ایسی دُرگت ہوگی کہ آپ نازک سے نازک موقع پر بھی اُدھر کا رخ نہیں کریں گے۔

سوداگر کی ساکھ ابھی تک بنی ہوئی تھی۔ یوں ترازو میں چاہے چھٹانک آدھی چھٹانک نے ہیں مگر آپ اُنھیں پانچ کی جگہ بھول میں دس کا نوٹ دے آتے تو آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کے دام بالکل محفوظ ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار میں نے محرم کے میلے میں ایک خونچے والے سے ایک پیسے کی ریوڑیاں لیں اور پیسے کی جگہ اٹھنی دے آیا۔ گھر آکر جب اپنی غلطی معلوم ہوئی تو خونچے والے کے پاس دوڑا گیا۔ امید نہیں تھی وہ اٹھنی پھیرے گا۔ مگر اس نے بڑی خندہ پیشانی سے اٹھنی واپس کر دی۔ بلکہ الٹی مجھ سے معافی مانگی، یہاں کشمیری سیب کے نام سے سڑے ہوئے سیب بیچے جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بازار میں جاکر میری طرح آنکھیں بند نہ کر لیا کریں گے۔ نہیں تو کشمیری سیب ہی ملیں گے۔

زندگی کا پیام

(از حضرت خاور صاحب جبلپوری)

وطن کے پیچھے لڑ کر مرنیوالے اپنی قبروں میں　　خدا کے فضل سے بے انتہا آرام پاتے ہیں
بھلا کب ہر کسی کو ایسی اچھی موت ملتی ہے　　سوا اُنکے جو پیارے وطن کے کام آتے ہیں
ہزاروں زندگیاں قرباں ایسے مرنیوالوں پہ　　جو سچائی پہ قائم رہکے اپنا سر کٹاتے ہیں
جسے کہتے ہیں عزت وہ قدم بوسی کو آتی ہے　　وہ عزت جسکے قدموں پر شہنشاہ سر جھکاتے ہیں

قیامت تک نہیں بھولے گی دنیا ان کے افسانے
حقیقت میں وہ زندہ ہیں جو ایسی موت پاتے ہیں

بدری صنعت

از جناب محمد عنایت حسین صاحب طالب علم
عثمانیہ یونیورسٹی

احمد آباد بیدر بہت پرانا تاریخی شہر ہے بہمنی حکومت کا دار السلطنت رہ چکا ہے۔ ٹوٹی پھوٹی عمارتیں اور کھنڈر آج بھی پرانے زمانے کی شان و شوکت کی یاد تازہ کرتی ہیں محمود گاوان کا مشہور مدرسہ بھی اسی شہر میں تھا اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کا سب سے پہلا مدرسہ تھا جو یہاں قایم ہوا تھا۔ اس مدرسے میں مختلف علم و فن تقریباً اسی طرح پڑھائے جاتے تھے جس طرح آج کل ہماری یونیورسٹیوں میں۔

تم نے بدری بٹنوں یا برتنوں کا نام سنا ہوگا یہ اسی جگہ کے بنے ہوتے ہیں۔ اس شہر میں یہ صنعت آج سے نہیں بہت پرانے زمانے سے ہے۔ بعض مورخوں کے خیال میں راجہ بھیں کے زمانے سے یہ راجا اب سے کوئی ۲۴ سو برس پہلے اس شہر پر حکومت کرتا تھا۔ اس زمانے کی چیزوں پر دیوی دیوتاؤں اور مندروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اس صنعت نے بہمنی بادشاہوں کے زمانے میں خاص طور پر ترقی کی جبکہ مورتوں اور مندروں کی جگہ بیل بوٹے، خوش نما پودے، پھول پتیاں غرض مختلف قسم کی گلکاریاں ہونے لگیں۔ ابھی حال میں یہاں کے قلعے کی صفائی ہوئی تو سونے چاندی کے برتن نکلے۔ انھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں کس عمدگی اور نفاست سے چیزیں بنائی جاتی تھیں۔

بیدر کی اس صنعت نے ہندوستان ہی میں نہیں انگلستان میں خاصی شہرت اور مقبولیت حاصل کی ۱۸۵۱ء میں یہاں کی بنی ہوئی چیزیں لندن کی نمائش میں رکھی گئی تھیں۔ اور وہاں کے لوگوں نے انھیں بہت پسند کیا۔

آج کل بیدر میں مختلف قسم کی آرائشی اور نمائشی چیزیں تیار ہوتی ہیں ہاتھوں اور گلے کے بٹن۔ پاندان، صندوقچیاں حقے، قلمدان، کشتیاں، چوڑیاں، تمغے، گلدان، اگالدان، چھوٹی چھوٹی رکابیاں، صراحیاں، ڈبیاں، سگرٹ کیس وغیرہ

کہتے ہیں کہ بیدر میں اس صنعت نے اس لئے ترقی کی کہ یہاں ایک خاص قسم کی مٹی پائی جاتی ہے جو سانچے

بنانے کے لئے بہت عمدہ ثابت ہوئی ہے ان چیزوں کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز بنانا ہوتی ہے اس کا ایک مٹی کا سانچہ تیار کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس پر موم کی تہ جمادی جاتی ہے۔ اس پر مٹی کی تین تہیں اور جمائی جاتی ہیں۔ جب یہ مٹی خشک ہو جاتی ہے تو آگ کی گرمی سے موم خالی کر لیا جاتا ہے۔ اب اس خول میں جست اور تانبے کا پگھلا ہوا مادہ بھر دیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر بعد سانچہ کو توڑ کر ڈھلی ہوئی چیز باہر نکال لی جاتی ہے اب مختلف اوزاروں سے اس کے کھردرے پن کو دور کیا جاتا ہے اور نیلے تھوتھے کا خام سیاہ رنگ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پرکار سے حسب خواہش نقش یا بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ ان نقوش کو فولادی قلم سے کھود کر گہرا کر لیا جاتا ہے پھر ایک فولادی قلم کے ذریعہ ان نقوش میں چاندی یا سونا بھر دیا جاتا ہے اور ریگ مال سے صاف کر کے اس پر سیاہی چڑھائی جاتی ہے۔ اس سیاہی سے سونا یا چاندی پر کوئی اثر نہیں ہوتا البتہ جست سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی زمین کا کام دیتا ہے۔ بس گویا اب چیز تیار ہو گئی۔ اب یہ چیز کسی سیاہ چیز کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اس پر چاندی یا سونے کے پھول بیل، اور نقوش چمکتے ہوئے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

آج کل اس صنعت کا حال بہت خراب ہے۔ اور شہر میں اس کے صرف دو کارخانے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مدرسہ ہے جہاں بچوں کو اس صنعت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو تیار شدہ مال کی نکاسی کا کوئی اچھا انتظام نہیں ہے۔ مال بہت دیر میں فروخت ہوتا ہے۔ اس وجہ سے دوسرے لوگوں کو یہ کام شروع کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ چونکہ مال تیار کرنے والے پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں اس لئے وہ اس میں کوئی نئی نئی باتیں اور جدتیں پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ اسی پرانے طریقے پر مال تیار کرتے ہیں اور نمونے اور وضع بھی وہی پرانی ہے۔ حالانکہ اب ان چیزوں کا فیشن نہیں رہا اور اس وجہ سے لوگ ان کو زیادہ تعداد میں نہیں خریدتے۔ بہرحال اگر ان خرابیوں کو دور کر دیا جائے تو اب بھی یہ صنعت کافی ترقی کر سکتی ہے۔

جزیرہ سائمن میں شارک کا شکار



اس تصویر میں شارک مچھلی کے شکار کا طریقہ دکھایا گیا ہے۔ شاید تمھیں معلوم ہو کہ شارک بہت خطرناک مچھلی ہے۔ اس کا شکار بہت ہمت وجرأت اور جان جوکھوں کا کام ہے، اس کے شکار کا سہرا دو ہی آدمیوں کے سر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک پہلے پانی میں کودتا ہے۔ جانتے ہو کس لئے؟ اس لئے کہ مچھلی اسے ہڑپ کرجانے کے لالچ میں پانی کے اوپر آجائے یہ گویا اس کے لئے زندہ چارہ ہوتا ہے۔ جوں ہی شارک اس پر حملہ کرتی ہے وہ فوراً ایک رسی کے ذریعے جو کشتی سے لٹکی ہوتی ہے اوپر چڑھ آتا ہے اتنے میں دوسرا آدمی سیدھا مچھلی پر کودتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک خطرناک چھری ہوتی ہے اور وہ پوری تیزی اور پھرتی سے ایسا بھرپور ہاتھ مارتا ہے کہ دم کے دم میں مچھلی کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ سچ مچ یہ کام بہت خطرے کا ہے اور یہ دونوں بہادر اپنی جان ہتیلی پر رکھ کر اسے انجام دیتے ہیں پھر بھی یہ سن کر تمھیں حیرت ہوگی کہ بہت کم حادثے پیش آتے ہیں ۔

جنت

از محترمہ ڈاکٹر بیگم عبدالغنی صاحبہ ایم ۔ بی ۔ ہومیو
لاہور

ذکیہ ۔ (۶ سال کی بچی) امی جان! ذرا آپ جوتا اُتار دیں۔

ماں ۔ کیوں کیا بات ہے؟

ذکیہ ۔ امی جان! کل استانی بی کہہ رہی تھیں۔ کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ میں کل سے آپ کے پاؤں کی طرف دیکھتی رہی۔ مجھے تو نظر آئی نہیں۔ میں نے سوچا شاید جوتے کے اندر چھپی ہو۔

ماں ۔ (مسکرا کر) ایسا بھی کیا بھولا پن بیٹی! اس طرح پاؤں کے نیچے جنت تھوڑا ہوتی ہے۔

ذکیہ ۔ اچھی امی! ننگے پاؤں چل کے دکھاؤ۔ اُوں اوں میں تو جنت ضرور لوں گی۔ استانی بی کہتی تھیں۔ اس میں دودھ کی نہریں اور بہت عمدہ باغ ہوں گے پھل دار درخت انگور و انار ہوں گے۔ سونے کے تخت اور مخمل کے گدے ہوں گے۔

ماں ۔ (پاؤں اٹھا کر) دیکھو نیچے کچھ ہے؟

ذکیہ ۔ تو امی جان استانی بی غلط تو نہیں کہہ سکتیں آخر وہ استانی بی ہیں۔

ماں ۔ بیٹی استانی بی کا یہ مطلب نہیں کہ پاؤں اٹھائیں تو نیچے جنت نظر آجائے گی۔

ذکیہ ۔ تو پھر؟

ماں ۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ ماں کے قدم بہ قدم چلو۔ یعنی ماں کا کہا مانو۔ جو وہ کہے وہی کرو۔ تو پھر تمھیں جنت مل جائے گی۔ ماں کا کہا ماننے سے آرام کی زندگی بسر کرو گی۔ لوگ بھی خوش رہیں گے۔ خدا بھی راضی ہوگا۔ پھر تمھیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جو چاہو گی وہ ملے گا۔ اور جو خواہش کرو گی وہ پوری ہوگی۔

دیکھو ذکیہ اس روز میں نے تم سے کہا تھا کھڑکی پر سے نہ کودو۔ تم نہ مانیں آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمھارے گھٹنے میں چوٹ آگئی۔ کئی روز مرہم پٹی ہوتی رہی جب جا کر آرام ہوا۔ ایک روز ننگے پاؤں پھرنے سے منع کرتی رہی مگر تم نے میرے کہنے کی پروا نہ کی تمھارے پاؤں میں کانچ چبھ گیا۔ اور کئی روز تم درد سے تڑپتی رہیں، اگر تم کہنا مان لیتیں تو یہ تکلیفیں ہرگز نہ ہوتیں۔ اسی طرح جب تم میرا کہنا نہیں مانتیں تو ضرور تکلیف اٹھاتی ہو۔ اور جب مان لیتی ہو۔ تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ دیکھو ایک دن تم اور ارشد آپس میں لڑ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ جو بدلہ نہ لے گا وہی اچھا سمجھا جائے گا۔ تم جھٹ سے ہٹ کر دور بیٹھ گئیں وہ تمھیں مارنے دوڑا۔ تو اس کا پاؤں کرسی سے اٹک گیا۔ اور دھڑام سے گر پڑا۔ تمھیں میرا کہنا یاد آگیا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ تمھیں مارنے کی کوشش میں گرا تھا۔ تم نے جلدی سے اٹھ کر اسے اٹھایا۔ کپڑے جھاڑے اور پیار کیا۔ کہنا ماننے اور اس نیکی کے

بدلے میں تمہارے ابا جان نے تمھیں خوب صورت گڑیا لاکر دی۔ اور تمھیں پیار کیا وہ بھی خوش ہوئے تم بھی خوش ہوئیں۔

۔اچھا! پھر جنت کہاں ملے گی۔ امی!

۔بس اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں کہنا مانتی رہوگی تو کہنا ماننے کی عادت ہو جائے گی۔ پھر بڑی ہو جاؤ گی تو بڑے بڑے کام کرنے کو کہوں گی۔ اور تم میرا کہنا اسی طرح مانتی رہو گی۔ تو پھر تمھیں جنت مل جائے گی۔

۔آپ بڑے بڑے کام کیا کیا کرائیں گی امی؟

۔میں کہوں گی۔ قرآن مجید پڑھو۔ اس کے معنے سیکھو۔ پھر میں کہوں گی کہ جو نصیحتیں قرآن شریف میں لکھی ہیں، ان پر عمل کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اس کے رسولؐ کا حکم مانو۔ میں کہوں گی۔ بڑوں کا ادب کرو۔ چھوٹوں کو پیار کرو، جھوٹ کبھی نہ بولو، سب کی خدمت کرو۔ سب کو خوش رکھو، کسی کی امانت میں سے خرچ نہ کرو، کسی کو تکلیف نہ دو کسی کا دل نہ دکھاؤ، علم حاصل کرو، دوسروں کو علم سکھاؤ، غریبوں کی مدد کرو، ننگے کو کپڑا دو۔ بھوکے کو روٹی کھلاؤ، گمراہ کو راستہ بتاؤ۔ بیمار کی خدمت کرو، کوئی تمھارے ساتھ برا سلوک کرے تو بھی تم اس کی بہتری چاہو، اور اچھا سلوک کرو۔ میں کہوں گی سادہ لباس پہنو۔ شرم و حیا کا خیال رکھو۔ سادہ کھانا کھاؤ۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاؤ، بتاؤ پھر تم میرا کہنا مانو گی۔

ذکیہ ۔میں ساری عمر محنت کروں گی۔ کوشش کروں گی کبھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گی۔ خواہ کتنا بھی مشکل کام آپ کہیں گی۔ میں کر لیا کروں گی۔ مگر امی ا میں جنت ضرور لوں گی۔

ٹکٹوں کی خبریں

شاہ ایڈورڈ ہشتم کے تخت سے اُترنے اور نئے بادشاہ جارج ششم کے تخت پر بیٹھنے کی وجہ سے ٹکٹوں میں پھر تبدیلی کی ضرورت ہوئی ضروری انتظام تو ہو رہے ہیں مگر دیر بہت لگے گی۔ کارونیشن (دربار تخت نشینی) تک تو ان کا تیار ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے یہ طے کیا گیا ہے کہ اس وقت شاہی نوآبادیوں کے لئے کارونیشن ٹکٹ شائع کر دئے جائیں۔ اصل جارجین (جارج ششم کے) ٹکٹ تو کہیں ایک سال میں تیار ہو پائیں گے۔

کارونیشن ٹکٹ

کارونیشن ٹکٹ نوآبادیوں کے لئے ایک ہی طرح کے ہوں گے ان پر بادشاہ اور ملکہ کی تصویر ہوگی شاہی نشانات بھی ہوں گے۔ تاج۔ تلوار گولا اور شاہی عصا۔ کارونیشن کی تاریخ اور نوآبادی کا نام بھی ٹکٹ پر لکھا جائے گا۔ ٹکٹوں کا سائز اور نمونہ ان ہی ٹکٹوں کا ہوگا جو شاہ آں جہانی جارج پنجم کی سلور جوبلی کی یادگار میں جاری ہوئے تھے۔ یہ ٹکٹ ایک ہی رنگ میں ہوں گے ۴۵ نوآبادیوں اور زیر اثر علاقوں میں تین کم قیمت کے ٹکٹ جاری ہوں گے۔ ان کا مجموعہ ۱۳۵ ہوگا۔ یہ سیٹ بہت مقبول ہوں گے اور چوں کہ غالباً یہ نسبتہً کم عرصے تک چلیں گے۔ اس لئے ٹکٹ جمع کرنے والوں کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ انھیں جلد حاصل کر لیں۔

سرکاری طور پر تو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ ہندوستان میں نئے جارجین ٹکٹ کب سے چلیں گے۔ لیکن ویسے یقین کیا جاتا ہے کہ ابھی مہینوں کی دیر ہے۔ غالباً سال کے آخر تک بازار میں آئیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کی کئی ریاستیں اپنی ریاستوں میں باتصویر ٹکٹ جاری کرنے کے بارے میں غور کر رہی ہیں۔ اور سنا جاتا ہے کہ بھوپال نے تو ایسے ٹکٹوں کے لئے آرڈر بھی بھی دے دیا ہے یہ بھی افواہ ہے کہ بھوپال نے زیادہ قیمت کے ٹکٹ بھی بنوائے ہیں۔ لیکن یہ افواہ غلط معلوم ہوتی ہے۔

جرمنی میں نمائش

جرمنی میں حال میں ٹکٹوں کی ایک نمائش کی گئی ہر ہٹلر جرمن کی پچھلی نوآبادیات واپس لینا چاہتا ہے یہ نمائش اسی مطالبے کی تائید میں ہے ٹکٹ جو نمائش میں رکھے گئے نوآبادیاتی تھے۔ خالی جگہوں میں پوسٹر تھے جن میں تفصیل سے ان نوآبادیوں کی اہمیت بتائی گئی تھی۔

ایک شاعر کی عزت افزائی

روس نے اپنے یہاں کے مشہور شاعر پشکن کی سو سالہ برسی کی یادگار میں تین ٹکٹوں کا ایک سیٹ جاری کیا ہے۔ ان ٹکٹوں پر شاعر کی تصویر ہوگی۔ سنا ہے یہ کوئی ڈھائی کروڑ کی تعداد میں چھپیں گے۔ اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا یہ ڈاک خانے میں بھی استعمال ہوں گے۔

سچ کا جادو

سید عابد حسین صاحب مرحوم لکھنوی

مرحوم عابد حسین عرف ننّن میاں کا ایک ڈراما پیام تعلیم پڑھنے والوں کی نظر سے گذر چکا ہے۔ "سچ کا جادو" اسی سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ اس ڈرامے کا مواد یقیناً اس سبق سے لیا گیا ہوگا۔ جو عام طور پر درسی ریڈروں میں "سچ کا اثر" کے عنوان سے مندرج ہے اور جس میں یہ قصہ نثر میں لکھا گیا ہے۔ یا اس نظم سے ماخوذ ہوگا۔ جس کو جناب حالی نے نظم کیا ہے۔ مرحوم عابد حسین پیامی بھائیوں کی طرح بچے ہی تھے۔ کیوں کہ وہ ابھی اٹھارہ سال کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ان کی زندگی کا چراغ بجھ گیا۔ اس لئے ان کو وہی فطری باتیں پسند تھیں جو عموماً لڑکوں کے لئے پسند ہوا کرتی ہیں۔ یہ ڈراما بھی بالکل بچکانہ ہے۔ اگرچہ وہ کم سن تھے۔ مگر ان کو اپنی زبان اور قوم کی خدمت کا بے حد خیال تھا یہ ڈراما انھوں نے ایک رات میں چار گھنٹے بیٹھ کر لکھا تھا۔ اور "حرشیں حیدر" نامی فلم سے متاثر ہوکر۔ اسلامی روایات سے ایک سچا واقعہ ڈرامے کی صورت میں پیش کیا۔ ان کو اسلامی روایات ڈراموں کی صورت میں لکھنے کا بے حد شوق تھا اس ڈرامے کو لکھنے کے بعد انھیں یہ دھن سوار ہوئی کہ کسی طرح اس کو اسٹیج کیا جائے۔ بنارس میں ایک ڈرامائی کلب ہے جس کو یونیورسٹی کے چند طلبا اور اسکولوں کے اساتذہ نے قائم کیا تھا۔ چنانچہ اسی کلب میں یہ ڈراما کھیلا گیا۔ اس میں دو کیرکٹر ایسے ہیں جن کو نہ تو کسی طالب علم نے قبول کیا اور نہ کسی ماسٹر نے اور وہ دونوں پارٹ "قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" کا مصداق بن کر رہ گئے۔ ان میں سے ایک پارٹ تو میں خود بتائے دیتا ہوں یعنی ڈاکوؤں کے سردار کا۔ بھلا دوسرا پارٹ آپ سوچئے تو کہ کون سا ہوگا؟

پیام تعلیم پڑھنے والے وہ بچے جن کی عمریں ۱۲، ۱۳ تک ہیں اگر مجھ کو اس پارٹ کا نام لکھ کر روانہ کر دیں گے تو میں ہر ایک کو "آداب المراسلہ" کی ایک جلد بطور انعام روانہ کر دوں گا۔

اظہر علی فاروقی

کھیل میں کام کرنے والے

عبدالقادر جیلانی	عمر ۱۲ سال
حضرت صالحہؒ	اُن کی والدہ ماجدہ
اُستاد	خانقاہ جیلان کے مہتم، عمر ۵۵ سال۔
کاروانِ سالار (رہبرِ قافلہ یا قافلے کا سردار)	ایک عربی النسل شخص عمر ۴۵ سال
ڈاکوؤں کا سردار	عمر ۴۰ سال
سلطان	ڈاکوؤں کا جاسوس۔
چند دوسرے ڈاکو	

سین:-

جیلان کی ایک خانقاہ

بعد نمازِ عصر۔

عبدالقادر۔ یاحضرت! میرا ارادہ ہے کہ میں بغداد جاکر تحصیلِ علم کروں۔

اُستاد۔ ہاں میں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا لیکن ابھی تم چھوٹے ہو۔

عبدالقادر۔ جی نہیں۔ میری طبیعت اب نہیں لگتی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔

استاد بہت خوب اگر نہیں مانتے ہو تو خدا حافظ۔ خدا عمر اور علم میں برکت دے۔ ایک قافلہ بغداد جارہا ہے۔ اور اس کا کاروان سالار ابھی مجھے ملنے آئے گا۔ میں سب طے کئے دیتا ہوں۔

(کاروانِ سالار آتا ہے)

استاد وہ دیکھو کاروانِ سالار آرہا ہے۔

عبدالقادر۔ بہت خوب

کاروان سالار۔ السّلام علیکم یا شیخ!

اُستاد۔ وعلیکم السّلام و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف

کاروانِ سالار۔ الحمدللہ۔ اچھا ہوں۔ کل روانگی کا ارادہ ہے۔ اس نے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

استاد۔ بڑی عنایت فرمائی۔ جزاک اللہ (شیخ عبدالقادر کی طرف اشارہ کرکے) یہ میرے شاگرد ہیں اور تحصیل علم کے لئے بغداد جانا چاہتے ہیں

کاروان سالار میاں صاحب زادے! تمھارے ساتھ کون جائے گا۔

عبدالقادر (مسکراکر) میرے ساتھ؟ وہ رہے گا جو ابراہیمؑ کے ساتھ آگ میں تھا۔ جس نے موسیٰؑ کو فرعون کے ظالم پنجے سے نجات دی۔ جو یوسفؑ کے ساتھ کنوئیں میں تھا جس نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا

(کاروان سالار اور استاد ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں)

کاروان سالار شاباش۔ مرحبا۔

استاد۔ آفریں[1] باد بریں ہمت مردانہ تو۔ دیکھو بیٹا یہ سب کچھ سہی! لیکن ابھی دو تین سال اپنا جانا ملتوی رکھو۔

عبدالقادر۔ یاحضرت! مجھے اجازت دیجئے۔ اور دعائے خیر سے یاد فرمائیے۔

استاد۔ اچھا۔ خدا کو سونپا، خدا حافظ (کاروان سالار سے) مہربانی فرماکر اس بچے کی حفاظت کیجئے گا اور ہر طرح دیکھ بھال رکھئے گا۔ اس کا احسان میری گردن پر ہوگا۔

کاروان سالار۔ بسروچشم! آپ کا ارشاد سرآنکھوں پر

(سب جاتے ہیں)

جیلان میں ایک مکان کے اندر، باورچی خانے میں، حضرت صالحہ بیٹھی چاء تیار کر رہی ہیں۔ ایک ٹوکری میں کھجوریں رکھی ہیں۔ ایک طرف چار کی پیالیاں۔ چاء پرچیں اور کچھ تشتریاں رکھی ہیں۔ حضرت صالحہ دل ہی دل میں کہہ رہی ہیں۔

حضرت صالحہ۔ خدایا! خیر کر۔ آج بہت دیر ہوئی میرا دل دھڑک رہا ہے۔ نہ جانے کیا بات ہے کہ عبدالقادر اب تک نہیں آیا۔ وہ تو ایسا سیدھا اور نیک لڑکا ہے کہ کہیں راہ میں رکتا ہی نہیں۔ مدرسے سے سیدھا گھر آتا ہے۔ (گھبراکر دروازے کے پاس جاتی ہیں) ارے اللہ! تیرا ہی سہارا ہے تو ہی کفیل ہے (دروازے سے پھر واپس آتی ہیں) میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ خدایا رحم کر۔ الٰہی خیر کیجو۔

(دروازہ کھلتا ہے اور شیخ عبدالقادر آتے ہیں)

حضرت صالحہ (خوش ہوکر) کہاں تھے بیٹا! آج بہت دیر ہوئی۔ کیا بات ہے؟

عبدالقادر اماں! اب میں پڑھنے کے لئے بغداد جارہا ہوں۔ کل ہی قافلہ روانہ ہوجائے گا۔ بیاپے مولانا نے بھی اجازت دے دی ہے۔ اماں آپ بھی اجازت دے دیجئے۔

حضرت صالحہ۔ نا بیٹا! ابھی جلدی کیا ہے۔ چار پانچ سال کے بعد جانا۔ پردیس میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ (آب دیدہ ہوکر) نا میرے لال۔ ابھی نہ جاؤ۔

---

[1] تیری اس مردانہ ہمت پر شاباش

عبدالقادر۔ اماں! آپ پڑھنے سے روکتی ہیں۔
آپ تو کہتی تھیں کہ طالب علموں کے قدموں کے نیچے
فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ پھر کیا تکلیف ہوگی
حضرت صالحہ (دل میں) اب یہ رکنے والا نہیں۔ اچھا
بیٹا! میں اجازت دیتی ہوں مگر ایک شرط
ہے۔
عبدالقادر وہ کیا ہے اماں!
حضرت صالحہ۔ دیکھو بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ اور
ہمیشہ سچ بات کہنا۔
عبدالقادر بہت اچھا اماں! اچھا اب اجازت
دے دیجئے
حضرت صالحہ (آب دیدہ ہوکر) لو یہ لو چالیس درہم
تمہارے سفر خرچ کے لئے۔
عبدالقادر قمیص کی جیب میں رکھنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی ماں اُن کو آستین میں سی دیتی ہیں
(روکر) جاؤ بیٹا۔ خدا حافظ۔
عبدالقادر سلام علیک۔ خدا حافظ
حضرت صالحہ وعلیکم السلام، بڑی عمر ہو۔ جس
طرح پیٹھ دکھلاتے جاتے ہو۔ اسی طرح منہ دکھانا
اللہ بیلی۔
سین۔ ڈاکوؤں کا غار۔ رقص و سرود میں مشغول ہیں
ان کا سردار آتا ہے۔ سب مودب کھڑے ہو جاتے ہیں)
سردار (قہقہہ لگا کر) خوب! یہ کیا ہو رہا ہے۔
سب ڈاکو۔ حضور ہو کیا رہا ہے۔ ادھر تو حضور کا انتظار
تھا اور ادھر سلطان اب تک نہیں آیا۔

سردار (متعجب ہوکر) ایں! اب تک نہیں آیا (ادھر
ادھر دیکھتا ہے)
وہ آرہا ہے۔ سلطان، سلطان! سلطان!!
تم چپ کیوں ہو؟
سلطان حضور! ایک بڑا زبردست قافلہ آرہا ہے۔
اونٹ زر و جواہر سے لدے ہیں مگر.......
سردار مگر کیا؟
سلطان حضور! سب مسلح ہیں۔ اور ظاہرا بہت قوی
اور تنومند بھی معلوم ہوتے ہیں۔
سردار (قہقہہ لگا کر) ہش، بزدل کہیں کا! (تلوار
دکھا کر) یہ کیا ہے؟
یہ وہ تلوار ہے جو پہلے تو سر کو کاٹے
اور سر کاٹ کے دشمن کی کمر کو کاٹے
میرے بہادر ساتھیو مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے
اور امید ہے کہ تم مرتے دم تک میرا ساتھ نہ چھوڑو گے
ایک ڈاکو حضور! سورج پورب سے نکلنا چھوڑ دے
برف گرمی سے پگھلنا چھوڑ دے۔ لیکن ہم آپ کا
ساتھ نہ چھوڑیں گے۔
(سب ڈاکوؤں سے) بولو۔ کہو تیار ہیں۔
سب مل کر تیار ہیں! تیار ہیں!!
سردار مرحبا! آفریں۔ (دل میں) نہ جانے کیوں
میرا دل کانپ رہا ہے۔ اور اس قافلے کو لوٹتے
ہوئے میرے ہاتھوں میں کیوں رعشہ ہو رہا ہے
(ڈاکوؤں سے) تیار ہو جاؤ
(سب چلے جاتے ہیں)

وہی جنگل بیابان۔۔ ۔۔۔۔ رات کا وقت

سردار ۔ سلطان تم اونچے درخت پر چڑھ جاؤ (ایک ڈاکو سے) ۔ اور تم اس درخت کے نیچے جھاڑی میں گھس کر بیٹھ جاؤ (دوسرے ڈاکو سے) اور تم دوڑ کر فوراً جاؤ ۔ اور جنگل کے کنارے والی خندق میں لیٹ جاؤ (تیسرے سے) تم اس کے پاس والی گھنی جھاڑی میں چلے جاؤ ۔ مگر دیکھو سر باہر رہے ۔ سلطان قافلہ دیکھتے ہی سیٹی بجانا ...... خبردار ہوشیار رہنا۔

(سب اپنی اپنی جگہ جاتے ہیں ۔ سلطان سیٹی بجاتا ہے اور قافلہ داخل ہوتا ہے)

ڈاکوؤں کا سردار (کاروان سالار سے) خبردار جو آگے قدم بڑھایا ۔ حوالے کر دو مال و اسباب ۔

کاروان سالار (چلاکر) میرے ہمراہیو ! عزت و آبرو کا وقت ہے ۔ بیابان جنگل ہے ۔ نہ کوئی مونس ہے اور نہ کوئی مددگار ۔ اگر مرنا ہے تو مردوں کی طرح مرو ۔ اور بہادروں کی طرح جان دو ۔

عبدالقادر (سردار سے) نکال تلوار

(ڈاکو قافلے کو لوٹتے ہیں ایک شور و داویلا مچ جاتا ہے تلوار چلتی ہے کوئی لٹھ بازی کرتا ہے کوئی کشتم کشتا ۔ سردار کی تلوار ہاتھ سے گر جاتی ہے ۔)

عبدالقادر اٹھا اپنی تلوار ۔ اور دکھا مردمی

سردار تلوار اٹھاتا ہے اور نہایت بے رحمی سے چلاتا ہے عبدالقادر کی تلوار گر جاتی ہے

سردار بتا تیرے پاس کیا ہے؟

عبدالقادر میرے پاس چالیس درہم ہیں ۔

(سردار جیب ٹٹولتا ہے اور نہ پاکر غصے میں) بول کہاں ہیں ؟

عبدالقادر میرے پاس ۔

سردار کہاں ہیں ؟

عبدالقادر میری قبا میں

(سردار ایک ڈاکو سے کہتا ہے) ڈھونڈھو (ڈاکو ڈھونڈھتا ہے اور نہیں پاتا ہے)

سردار (جھنجھلاکر) زیادہ ہنسی اچھی نہیں ۔ بول کہاں ہیں! جھوٹ بولتا ہے

عبدالقادر (مسکراکر) میں انشاء اللہ جھوٹ نہیں بول سکتا ۔ جھوٹوں پر خدا لعنت بھیجتا ہے ۔ اس کے علاوہ میں نے اپنی ماں سے جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کیا ہے ۔ میں اپنے وعدے سے نہیں بدل سکتا ۔

(آستین پھاڑ کر دیتا ہے)

سردار (شرمندہ ہوکر) لعنت ہے میری زندگی پر اور تف ہے میری بے حیائی پر ۔ ایک ناسمجھ بچہ اپنی ماں کا حکم ماننے میں اس طرح تیار اور اپنے وعدے پر یوں ثابت قدم رہے ۔ اور ایک میں نجس انسان ہوں کہ اپنے خدا کی بارگاہ میں سینکڑوں وعدے کرکے اس سے بدل گیا ۔ (روکر) افسوس اس خدا سے وعدہ خلافی کی ۔ جو سارے جہان کا حقیقی مالک ہے ۔ رزاق ہے ۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا پردہ فاش نہیں کرتا ۔ بدکاروں کی بدی کو چھپاتا ہے ۔ ایسی زندگی پر

تو مرنا ہی بہتر

عبدالقادر اتنے آزردہ نہ ہو ۔ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا اپنے برے کاموں سے توبہ کرو ۔ اپنے معبود کی بندگی میں سر جھکاؤ ۔ اس ذلیل کام کو چھوڑ دو ۔ خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا ۔

(ڈاکو کا سردار اپنا سر جھکاتا ہے ۔ اور تمام زر و جواہر واپس کر دیتا ہے)

سلطان یہ کیا ہے سرکار ؟

سردار سچ کا جادو اور اس بچے کی زبان کا اثر

سائنس کے شعبدے

(بچوں کے لئے)

ایک پیالہ پانی سے بھر لو ۔ پانی کی سطح پر کافور کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال دو ۔ یہ بڑی تیزی کے ساتھ چھوٹے سے گرداب کی شکل میں گھومنے لگیں گے اس کے بعد پنسل کی نوک تیل میں بھگو کر پیالے میں ڈبو دو ۔ ہر ایک ٹکڑا پیالے کے کنارے سے جا لگے گا ۔ اور ان کی حرکت بند ہو جائے گی ۔

دو سلنڈر لے کر جو ہائیڈروکلورک ایسڈ (نمک کے تیزاب) اور امونیا سے تر کئے ہوئے ہوں آپس میں ملاؤ ، دونوں کے ملنے سے سفید رنگ کے بادل پیدا ہو جائیں گے ۔

پھول کو پانی سے تر کر کے سلفر ڈائے اکسائڈ کے سلنڈر میں ڈالو ۔ پھول کا رنگ فوراً اڑ جائے گا ۔ پھر وہی پھول گندھک کے تیزاب کے حل میں ڈبو دو ۔ تھوڑی دیر میں رنگ آ جائے گا ۔

ایم یوسف نسیم نوشہروی

خشخاس کو دھاگے میں پرونا | خشخاس کو دودھ میں دو دن بھیگا رہنے دو ۔ جب خوب پھول جائے تو بہت باریک سوئی سے باریک ریشم کا تار خشخاس کے دانوں میں پرو لو ۔ اب اس ہار کو دھوپ میں لٹکا دو ۔ خشخاس سوکھ کر اپنی حالت پہ آ جائے گی اور دانے چھوٹے چھوٹے ہو جائیں گے لیکن تار میں پروئے ہی رہیں گے ۔ اس طرح تم اپنے دوستوں کو اس دلچسپ شعبدے سے حیران کر دو گے ۔

از ایم اے جدی

حیدر آباد دکن

معلومات

ایک امریکن ماہر سائنس نے سنتروں کے معائنے کے لئے ایک مشین بنائی ہے۔ یہ ایک گھنٹے میں ساڑھے بیس ہزار سنترں کا معائنہ کر سکتی ہے۔ اس کے سامنے سنتروں کا ڈھیر لگا دیا جاتا ہے اور ایک بٹن دبانے سے مشین خود بخود اچھے سنترے داہنے طرف کے بکس میں ڈال دیتی ہے اور خراب سنترے بائیں طرف پھینک دیتی ہے۔

ٹوکیو (جاپان) ایک پروفیسر نے اعلان کیا ہے کہ وہ سونا بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ ان کے سونے کا امتحان بھی کیا گیا۔ یہ اصلی سونے سے اس قدر مشابہ ہے کہ دونوں میں مشکل سے تمیز کی جا سکتی ہے بہت سے فائدوں میں بھی یہ سونے سے کم نہیں پھر بھی قیمت میں ایک اور سو کا فرق ہے۔

ان ہی پروفیسر صاحب نے "تانبا اور الیمونیم ملا کر ایک اور دھات تیار کی ہے جاپان کے تجارتی وزیر نے تجربے کے لئے اس کے بٹن، کانٹے اور چمچے بنانے کا حکم دیا ہے۔

جاپان میں اب کاغذ کے برساتی کوٹ تیار ہونے لگے ہیں کپڑے کی برساتیوں کو واٹر پروف بنانے کے لئے جو تیل استعمال کئے جاتے تھے وہ بدبودار اور مہنگے ہوتے تھے۔ لیکن ان کاغذی کوٹوں پر ایک خاص تیل تنگ آئل لگایا جاتا ہے، یہ سستا ہوتا ہے اور اس میں بدبو بھی نہیں ہوتی۔

اٹلی کے ایک عالم نے ایسی کل بنائی ہے جس میں سے شعاعیں نکلتی ہیں یہ شعاعیں اگر آدمی پر ڈالی جائیں تو وہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ آدمی پر ان شعاعوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آدمی اگر کرسی یا کسی اور چیز پر بیٹھا ہو تو وہ نظر آئے گی۔

انگلستان کی مشہور کھلاڑی عورت مس میری ایڈ یلہ ویٹن تیس سال کی عمر میں عورت سے مرد بن گئی ہے۔ اب یہ مسٹر ویٹن کے نام سے مشہور ہے۔

ڈنمارک میں مکھن بہت پیدا کیا جاتا ہے۔ اوسطاً ہر دو آدمیوں کے پاس ایک گائے ہے۔

میری لینڈ (امریکہ) میں خون چوسنے والی مکھیوں کی بہتات سے کسانوں کو مجبوراً اپنی گایوں کو کپڑے پہنانے پڑے جن کی شکل پاجامے سے ملتی تھی۔

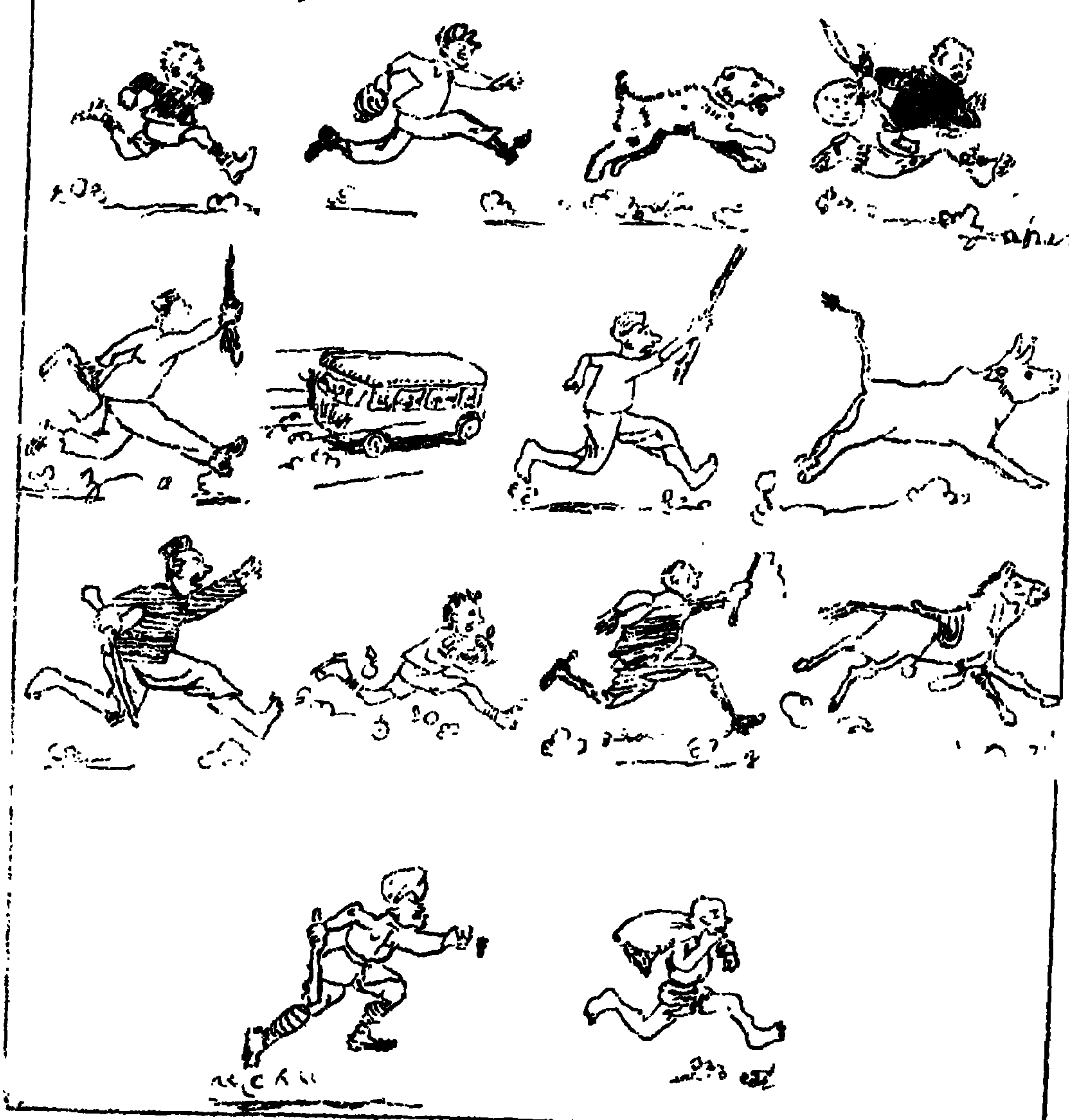
شملے کے پاس ہمالیہ کے دامن میں ایک ایسی بکری دیکھی گئی ہے جس کے کان پندرہ انچ لمبے ہیں۔

سلیسیا (پولینڈ) میں ایک عورت ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئی تھی۔ اب اس کی عمر ۱۱۰ سال کی ہے اس کے پچاسی پوتے، ۱۰ پڑپوتے اور ۴۰ پوتوں کے پوتے ہیں وہ کہتی ہے کہ دل زندہ رہنا چاہئے پھر بڑھاپے کی کوئی پرواہ نہیں۔

سال گرہ نمبر کے معمے کا حل

وعدے کے مطابق اس پرچے میں ہم سال گرہ نمبر کے معمے کا حل چھاپ رہے ہیں۔ اسے دیکھ کر بچے اپنی اپنی غلطیاں درست کرلیں۔

(ایڈیٹر)



لطیفے

تانگے والا ۔ (مسافر سے) کہاں جائیے گا حضور ؟
مسافر ۔ سسرال
تانگے والا ۔ سسرال کہاں ہے سرکار
مسافر ۔ اسی شہر میں۔

ڈاکٹر ۔ (مریض سے) تمہاری عمر ؟
مریض ۔ اپنے بیٹے سے دُگنی
ڈاکٹر ۔ تمہارے بیٹے کی کیا عمر ہے ؟
مریض ۔ مجھ سے آدھی۔ (تارہ)

باپ ۔ آج حساب کا پرچہ تھا کتنے سوال ٹھیک ہیں ؟
حمید ۔ اباجان بس ایک غلط ہے۔
باپ ۔ پوچھے کتنے تھے۔
حمید ۔ دس
باپ ۔ شاباش باقی نُو تو ٹھیک ہیں نا
حمید ۔ نہیں اباجان وہ تو میں نے کئے ہی نہیں۔

ماں ۔ بیٹا آج میری ایک سہیلی آرہی ہیں۔ اگر تم شرارت نہیں کروگے تو مٹھائی دوں گی۔
بچہ ۔ نہیں اماں یہ نہیں ہوسکتا ابا کہتے ہیں رشوت لینا بڑی بری بات ہے۔ (آمنہ عمر)

لوہار اپنی دوکان پر گرم لوہا ہتھوڑے سے کوٹ رہا تھا ایک بھولا بھالا بچہ سامنے کھڑا دیکھنے لگا۔ دیر تک نہ ہٹا تو دوکان دار نے ہنسی میں ڈرانے کے لئے گرم لوہا اس کی طرف بڑھایا لڑکے نے ہنس کر کہا۔ "میں ڈرنے والا نہیں ہوں اگر تم مجھے دوانی دو تو میں زبان سے چاٹ لوں"
دوکان دار نے دوانی اس کے ہاتھ پہ رکھ لوہے کی طرف اشارہ کیا "لو چاٹو"
لڑکے نے دوانی کو چاٹ کر اپنی جیب میں رکھا اور ہنستا ہوا بھاگ گیا۔

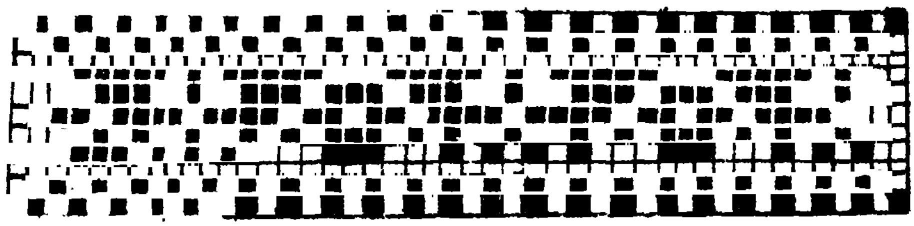
ایک صاحب کو سمندر کے سفر کا پہلا اتفاق ہوا تھا۔ جہاز پر کئی بار تے ہوئی۔ ذرا کم زوردل کے تھے گھبرا گئے جہاز کے کپتان نے تسلی دے کر کہا جہاز کے سفر میں متلی وتی کی شکایت سبھی کو ہوتی ہے کوئی مرتا نہیں"
مسافر نے جواب دیا خدا کے لئے ایسا نہ کہئے "میں مرنے کی امید پہ تو زندہ ہوں"

استانی نے بچی سے پوچھا۔ آٹھ آنے چھ پائی کا گھی دو آنے کے آلو ایک آنہ تین پائی کی پیاز اور چھ پائی کی مرچیں بتاؤ کیا ہوا۔
بچی نے جواب دیا " آلو کا بھرتہ " (ریاست)

باپ ۔ (بیٹے سے) روپیہ بھنا لاؤ۔
بیٹا ۔ (ماں پاس جاکر) اماں روپیہ بھون دو۔ ابا نے کہا ہے۔ (سید احمد علی)

کروشیا میں پیچ کی بیل کی ترکیب

فاطمہ صغرا



کروشیا سے پہلے ۲۰۰ خانے لمبی زنجیر (چین) بنائیں اس پر اس زنجیر بن گئی ۔ دو جالیوں کی دو لائنیں بنائیں ۔

اس کے بعد پھر اس طرح شروع کریں

پہلی لائن میں:۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱۱ اب خ

دوسری " " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۲ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۲ اب خ ۔ اک خ ۔ اب خ ۔ ۱ اک خ

تیسری " " " ۱ اب خ ۔ ۲ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔

چوتھی " " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۲ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۲ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔

پانچویں " " " ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ

چھٹی " " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۵ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ

ساتویں " " " ۱ اب خ ۔ ۵ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔

آٹھویں " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ

نویں " " ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ

دسویں " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ

گیارھویں " " ۱ اب خ ۔ ۲ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۲ اک خ ۔ ۱ اب خ

بارھویں " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ

تیرھویں " " ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔

چودھویں " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۳ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔

پندرھویں " " ۱ اب خ ۔ ۵ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۲ اک خ ۔ ۱ اب خ

سولھویں " " ۱ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۵ اک خ ۔ ۱ اب خ ۔ ۱ اک خ ۔ اب خ ۔ (بس اسی طرح پوری بیل بنا لیجئے

نوٹ:۔ ترکیب میں بند خانے (ذیل) کو "ب" لکھا گیا ہے اور کھلے خانے یعنی خالی کو "ک" لکھا گیا ہے اور "خ" خانہ لکھنے کی بجائے لکھی گئی ہے۔

پیامِ برادری

عزیز بچو اور بچیو! بڑی خوشی کی بات ہے کہ تمھیں اپنی انجمن سے اتنی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ ابھی اسے قائم ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں تاہم تمھارے جوش اور دلچسپی سے یقین ہوتا ہے کہ ہماری انجمن خوب کامیاب ہوگی۔ انجمن کا نام اکثر بچوں نے پسند کیا ہے۔ البتہ بیج کے نمونے سے دو ایک کو اختلاف ہے۔ بعض بچوں نے چاند ستارے بنا کر بھیجے ہیں ایک بیانی نے لکھا ہے کہ تاج محل یا جامعہ کی عمارت ہونا چاہیئے۔ تو بھئی بات یہ ہے کہ میں نے اور دوسرے صاحبوں نے ان باتوں اور ان کے علاوہ دوسری تجویزوں پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ یہ سب تجویزیں ایک ایک کر کے ہمارے سامنے آئیں اور ہم سب نے آخر میں یہی طے کیا کہ انجمن دلی میں بنی ہے اس لئے یہیں کی ایک مشہور اور تاریخی چیز بیج پر ہونی چاہیئے۔ پھر بھی بیج کے بارے میں کوئی اچھی تجویز یا نمونہ بنا کر بھیجیں گے تو اس پر غور کیا جائے گا۔

معلوم ہوتا ہے تم میں سے اکثر نے میرا خط غور سے نہیں پڑھا۔ شاید اسی لئے تم نے اپنے فارم بھر کر بھیج دئے مگر بیج کی قیمت نہیں بھیجی۔ تمھارے کوپن ہم نے احتیاط سے رکھ دئے ہیں جب بیج کی قیمت آجائے گی تو فہرست میں شامل کرلیں گے۔

ایک کوپن ایسا بھی آیا ہے جس پر تین بچوں کے نام ہیں حالانکہ ایک کوپن صرف ایک ہی بچے کے لئے کارآمد ہے۔ اب یہ کوپن بےکار ہوگیا۔ ان بچوں کو چاہیئے کہ دوسرے کوپن بھر کر بھیجیں۔

میں آج کل مصروف بہت ہوں۔ ایک ہفتہ مصروفیت کا اور ہے اس کے بعد تمھارا ہی کام کروں گی۔ امید ہے کہ تم سب خیریت سے ہوگے اور خوش اور مطمئن۔

تمھاری آپا جان

میں پیامِ برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط ....

پتہ ....

....

....

عمر ....

خاص شوق ....

نوٹ:۔ پیامِ برادری میں وہ تمام بچے شریک ہو سکتے ہیں جو چھپا ہوا کوپن بھر کر بھیج دیں خریدار ہوں یا نہ ہوں۔ بچو۔

خط کتابت

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ۔ بڑی اچھی بات ہے کہ پیام تعلیم ترقی کر رہا ہے ۔ میری تجویز ہے کہ آپ اس کو ذرا بڑے لڑکوں (جن کی عمر ۱۴، ۱۵، ۱۶ برس کے قریب ہو) کا پرچہ بنا دیجئے ۔ کیونکہ ہندوستان بھر میں صرف یہی اُردو کا ایک رسالہ اس قابل نظر آتا ہے ۔

اب میرا امتحان ختم ہوگیا اور میں بڑی محنت سے ٹکٹ جمع کرنے میں مشغول ہوں جن بھائیوں نے مجھے مبادلے کے لئے ٹکٹ بھیجے ہوں اور ان کو میں نے واپس ٹکٹ نہ بھیجے ہوں وہ مہربانی کرکے مجھے خبر دیں ۔ اور جن بھائیوں کے پاس میرے ٹکٹ ہوں وہ بھی میرے ٹکٹ واپس کردیں یا ان کے بدلے میں دوسرے ٹکٹ بھیج دیں ۔

میرے پاس کینیا یوگنڈا ۔ جاپان ۔ فرانس ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ ۔ انگلستان ۔ افریقہ زیکو سلو یکیا ۔ افغانستان ۔ جرمنی ۔ ہنگری ۔ اٹلی ۔ آئرلینڈ ۔ حیدرآباد ۔ جے پور اور چند نئی دہلی کے ٹکٹ ہیں ۔

اگر کوئی بھائی مندرجہ بالا ممالک کے ٹکٹوں کا مبادلہ کرنا چاہیں تو ایران ۔ اسپین ۔ سویڈن ناروے ۔ منگولیا ۔ روس ۔ عراق شام ۔ تبت ۔ چین کے سوائے ۲ ۔ ۱ اور ۵ ۔ ٹمن کے ۔ ہانگ کانگ ۔ رومانیا ۔ گاٹ نا ۔ برازیل ۔ نیوفاؤنڈ لینڈ ۔ گولڈ کوسٹ ۔ نائجیریا ۔ مصر اور سوائے حیدرآباد اور جے پور کے ہندوستانی ریاستوں کے ٹکٹ بھیج دیں ۔ راقم سعد الخیری کوچہ چیلان دفتر عصمت دہلی

مکرمی تسلیم ۔ انتظار کے بعد مارچ کا پیام تعلیم وصول ہوا ۔ اس کا مضمون مجھ کو لینن بہت پسند آیا خدا کرے اس کی طرح ہم سب بچے بھی اپنے ملک کے لئے کچھ کرسکیں ۔ اور سب مضمون بھی بہت اچھے ہیں ابھی ضمیمہ "باغبانی" بہت اچھا ہے میں اپنے تجربہ کے بعد آپ کو اطلاع دوں گا ۔ امید ہے کہ پروفیسر صاحب آئندہ بھی باغبانی پر دلچسپ اور کارآمد باتیں لکھتے رہیں گے ۔

میں بھی کچھ دن سے ٹکٹ جمع کر رہا ہوں ۔ بہت اچھا ہو اگر ہر ماہ مجھ کو ٹکٹوں کی خبریں ملتی رہیں ۔　　　حسن عمر

مکرمی ۔ سلام علیکم ۔ مسلمان حکمرانوں اور دوسری مشہور مسلمان ہستیوں کے حالات اور تصویریں پیام تعلیم میں شائع کی جائیں ۔

اگر کوئی افغانستان کے سکوں کے ساتھ حیدرآباد کے اور ٹیپو سلطان کے سکے بدلنا چاہیں تو مجھے اطلاع دیں ۔

امان اللہ خاں جماعت پنجم مڈل اسکول میرن شاہ

مخدوم و مکرم ۔ سلام و آداب ۔ گذشتہ سنیچر کو انگلینڈ سے میرے ایک دوست کا خط آیا ۔ اس نے دہلی دربار اور (۱۹۳۱) (INAUGURATION OF NEW DELHI) کے ٹکٹ مانگے ہیں ۔ کیا ۱۹۱۱ء میں دربار کے موقع پر خاص ٹکٹ چلے تھے ؟ میرے پاس ۱۹۳۱ء کے چند ٹکٹ البم میں لگے ہوئے ہیں نکالے نہیں جاسکتے ۔ آپ کے پاس یہ ٹکٹ نہوں تو مہربانی فرماکر کہیں سے دلوا دیجئے ۔ میں ٹکٹوں کی مناسب قیمت دینے کو تیار ہوں ۔

اختر یوسف زئی ۔ بپٹسٹ مشن ہائی اسکول آگرہ

نئی کتابیں

ہمارے نبی کے صحابہ :-

"از مولوی اعجاز الحق صاحب قدوسی"

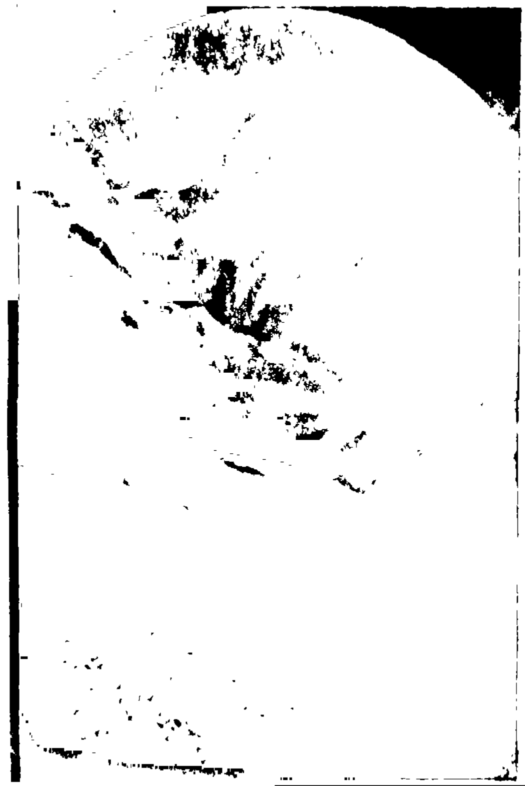
جناب مولوی قدوسی صاحب نے اس کتاب میں آن حضرتؐ کے صحابہ کے حالات بہت سہل انداز میں لکھے ہیں۔ کتاب میں انھوں نے بہت سے عنوان قائم کئے ہیں۔ مثلاً توحید، عبادت، معاشرت، ان عنوانوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے عنوان ہیں مثلاً توحید کے نیچے رسول پاک کی محبت، دین و ایمان کے لئے مصیبتیں وغیرہ اخلاق کے نیچے حیا و شرم، بھیک مانگنے سے پرہیز، سخاوت خاکساری وغیرہ، ہر عنوان کے مناسب کسی صحابی کا قصہ ایسے اچھے انداز میں نقل کیا ہے کہ پڑھ کر دل پر اثر ہوتا ہے مسلمان بچوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی، کتاب کی لکھائی چھپائی معمولی ہے اور کاغذ بہت گھٹیا قسم کا ضخامت ۱۲۰ صفحے ہے لیکن قیمت آٹھ آنے (۸؍) پھر بھی زیادہ ہے۔ کتاب یہ ملنے کے پتے آٹھ نو درج ہیں۔ مکتبہ ابراہیمیہ۔ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن سے بھی مل سکتی ہے۔

اورنگ آباد دکن :-

از محمد معین الدین صاحب طالب علم مدرسہ فوقانیہ دارالشفا

مئی ۳۶ء کے پیام تعلیم میں معین الدین صاحب کا ایک مضمون اورنگ آباد کے متعلق چھپا تھا اسی مضمون کو گھٹا بڑھا کر انھوں نے ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس میں اورنگ آباد اور اس کے آس پاس کے کئی مشہور تاریخی جگہوں کے مختصر حالات ہیں۔ مثلاً۔ دولت آباد خلد آباد، ایلورا، ایجنٹا وغیرہ، کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں ان تاریخی جگہوں کے متعلق تمام ضروری باتیں آگئی ہیں اس کی ضخامت کل ۱۶ صفحے ہے اور قیمت صرف ۱؍ امید ہے کہ بچے اپنی معلومات اور اپنے ایک بھائی کی ہمت بڑھانے کے لئے اس کتاب کو خریدیں گے ملنے کا پتہ کوچک بزم ادب کٹل منڈی حیدرآباد دکن

اوریسٹ کی چوٹی کے چند مختلف منظر





یہ تصویریں پروفیسر عبدالرحمن خاں صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نوازش سے فراہم ہوئی ہے

اوریسٹ کی چوٹی کے چند مختلف منظر





یہ تصویریں پروفیسر عبادالرحمن خاں صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نوازش سے فراہم ہوئی ہے

بسا میں نارٹن اور سمرویل نے بڑی کوشش کی اگرچہ یہ کوشش کی قیمت بہت گراں پڑی کیونکہ ان کا اثر آگے چل کر ان کی استعداد اور قوت برداشت پر پڑا۔ ایک بار پھر ساری جماعت نیچے اتر آئی اور قلیوں کے جمع کرنے میں مصروف ہوئی۔ اُس وقت دوبارہ جانے کے لئے صرف پندرہ قلی تیار ہوئے۔ ان پندرہ قلیوں کی مدد سے ایورسٹ پر تین زبردست حملے کئے گئے۔

پہلی جون کو میلوری اور بروس نے ۲۵۰۰۰ فٹ پر پانچواں کیمپ نصب کیا مگر دوسرے دن قلیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور سوائے پسپائی کے کوئی چارۂ کار نہ چھوڑا۔ نارٹن اور سمرویل نے قلیوں کی ایک نئی جماعت کے ساتھ ایورسٹ کی تاریخ میں پہلی دفعہ پانچویں کیمپ کے بعد ۲۶۸۰۰ فٹ پر ایک چھٹا کیمپ نصب کیا اور ۴ جون کو ایورسٹ کی بلندی پر ایک زبردست چڑھائی کی۔ اس دفعہ یہ بہادر ۲۸۰۰۰ فٹ تک پہنچ گئے۔ یعنی منزل مقصود صرف ایک ہزار فٹ رہ گئی تھی۔ یہاں ابھی تک کسی انسان کا قدم نہیں آیا تھا۔ مگر اس کے آگے ان کی پچھلی جان فشانیوں کی تھکن نے انھیں نہ بڑھنے دیا۔ نارٹن سمرویل سے کچھ آگے چلا مگر سو فٹ کے بعد اس کی طاقت نے بھی جواب دے دیا۔

اس ناکامی کے بعد کوئی اور ہوتا تو پسپا ہو جاتا مگر شیر دل میلوری نے ایک اور حملہ کی ٹھانی اس نے نوجوان اروِن کو اپنے ساتھ لیا، آکسیجن پیدا کرنے کا آلہ کندھوں پر لادا اور چھ جون کو پانچویں کیمپ اور ساتویں کو چھٹے کیمپ پر پہنچ کر دم لیا۔ یہاں سے اُس نے اُوڈیل کو جو پانچویں کیمپ میں مدد کے لئے موجود تھا، خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دی تھی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے خاموشی۔

اوڈیل نے دوسرے دن چھٹے کیمپ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ لکھتا ہے کہ "چڑھائی کے دوران میں اس نے اوپر نظر اٹھائی تو ۲۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر جو چٹان ہے اور جسے طے کرنے کے بعد ہزار فٹ کی آخری چڑھائی آتی ہے، اُس نے دو پرچھائیاں سی دیکھیں۔ اس کے دیکھتے دیکھتے ایک آگے بڑھا اور غایب ہو گیا، اور تھوڑے وقفہ کے بعد دوسرا بھی فضاؤں میں گم ہوتا معلوم ہوا۔ اس کے بعد بادلوں نے سارے منظر کو چھپا لیا۔" اُوڈیل کا خیال ہے کہ یہ

میلوری اور اروِن تھے ۔ مگر اس وقت دن کے دو بجے تھے اس لئے ان لوگوں کا منزلِ مقصود سے اتنا دور ہونا قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا ۔ ممکن ہے اوڈیل فریب نظر (Optical Illusion) میں مبتلا ہو کیونکہ میلوری جیسا مشاق اور ہوشیار آدمی دو بجے تک اتنا پیچھے نہ رہ سکتا تھا ۔ اوڈیل نے اس روز شام تک ان لوگوں کا چھٹے کیمپ کے قریب انتظار کیا ۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ رات کو کیمپ میں صرف دو آدمی رہ سکتے تھے ، وہ پانچویں کیمپ کو لوٹ آیا ۔ دوسرے دن پھر ان کی تلاش میں نکلا اور جب اس نے ۲۷۰۰۰ فٹ تک ان کا کوئی نشان نہ پایا تو اسے یقین ہوگیا کہ ایورسٹ نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے دامن میں سلالیا ۔ ایورسٹ کے یہ عاشق بہت گستاخ ہوچلے تھے ، ان کی دست درازی سے دیوی کے آرام میں خلل پڑ رہا تھا ۔ دیوی اسے کیسے گوارا کرسکتی تھی ۔

میلوری اور اروِن کے انجام کے متعلق ابھی تک قیاس آرائیاں ہورہی ہیں ۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نوجوان مرد چوٹی تک پہنچ گئے تھے اور چونکہ دیر میں پہنچے تھے اس لئے واپسی میں رات ہوگئی اور ایورسٹ کے سینہ پر ایک رات ، شرطیہ موت کا پیغام ہے ۔ نارٹن کا خیال ہے کہ یہ لوگ کسی حادثہ کا شکار ہوئے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ حادثہ چڑھائی کے وقت پیش آیا ہو یا واپسی کے وقت ۔ بہرحال واقعہ کچھ بھی ہو میلوری اور اروِن دونوں نے اپنی جانیں اس راہ میں قربان کردیں ۔ وہ خود مر گئے مگر کتنوں کے دلوں میں ان کے کارناموں نے زندگی کی لہر دوڑادی ۔ وہ مرنے کے باوجود زندہ ہیں ۔ ان کی ہمت ، ان کی جرأت ، ان کی بہادری کی داستان زندہ ہے اور ہر سیاح کے دل کو گرماتی اور اُسے ایورسٹ کو زیر کرنے کی ترغیب دلاتی ہے ۔ ایورسٹ اپنی چوٹی کو اور بلند نہیں کرسکتی مگر انسان کی ہمت ایورسٹ سے اور بڑھتی ہے ۔

یہ مہم ایورسٹ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی ۔ اس میں دو بہترین چڑھنے والوں کی جانیں گئیں مگر پھر بھی اس مہم سے بعض اچھے نتیجے نکلے ۔ اس میں انسان ۲۸۱۰۰ فٹ کی بلندی تک پہنچا اس میں اوڈیل دو دفعہ ۲۷۰۰۰ فٹ کی بلندی تک چڑھا اور اس نے دس دن ۲۳۰۰۰ سے زیادہ اونچائی پر بسر کئے اور اس مہم میں قلیوں نے ۲۶۸۰۰ فٹ پر چھٹا کیمپ نصب کرنے میں مدد دی

اس کے بعد آٹھ سال گذر گئے اور ایورسٹ برف کا تاج سر پر رکھے اپنی فتح اور انسان کی شکست پر مسکراتی رہی۔ آخر ۱۹۳۲ء میں تبت کی حکومت نے ایک اور مہم کی اجازت دی۔ تبت کے لوگ بڑے قدامت پسند ہیں اور انھیں ان مہموں میں بھی سیاسی اغراض کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ خیر تو ۱۹۳۳ء میں ایورسٹ پر چوتھے حملہ کی تیاری کی گئی۔ اسی زمانہ میں ایک ہوائی مہم ایورسٹ کے اوپر پرواز کرنے کے لئے برطانیہ سے بھیجی گئی۔ اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ ایورسٹ کی چڑھائی کے لئے اچھے نقشے اوپر سے لئے جائیں تاکہ چڑھنے والوں کو اس سے کچھ مدد ملے۔ مگر دراصل اس مہم پر جو روپیہ خرچ کیا گیا وہ اسراف ثابت ہوا کیونکہ یہ امر ابھی ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ جس چوٹی کے اوپر اڑے تھے وہ ایورسٹ تھی یا کوئی اور۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں جب لوگ ۴۰ ہزار فٹ تک اونچا اڑ سکتے ہیں، ۲۹۱۴۰ فٹ تک اڑنا کوئی قابل تعریف بات نہیں۔ خیر تو جب چوتھی مہم کی تیاریاں شروع ہوئیں اس وقت پچھلے سیاح اس قابل نہیں رہے تھے، اس لئے ایک سب آدمی نئے چنے گئے اور رٹلج (Ruttledge) ہمالیہ پہاڑ سے واقفیت کی وجہ سے ان کا لیڈر مقرر کیا گیا۔ یہ خود بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ اونچائی تک جانے کے قابل نہ تھا مگر تجربہ اور انتظامی قابلیت کی وجہ سے سب سے زیادہ اس کام کے لئے موزوں تھا۔ مارچ کو یہ پارٹی دارجلنگ سے روانہ ہوئی۔ اس دفعہ آکسیجن کے استعمال کے خلاف رائے ہوئی اور اگرچہ آکسیجن پیدا کرنے کا آلہ بھی ساتھ رکھا گیا مگر رٹلج نے جسم کو بلندی پر رہنے کا عادی بنانے پر زیادہ زور دیا۔ تاکہ اوپر پہنچ کر ہر شخص بجائے تھکا ہوا ہونے کے اپنے کو تازہ دم محسوس کرے۔

۸ مارچ کو اس جماعت نے دارجلنگ چھوڑا تھا ۱۶ اپریل کو یہ مستقر پر پہنچ گئی اور ۱۷ کو اس نے اپنے خیمے اس جگہ نصب کر لئے۔ ۲۰ اپریل کو یہ لوگ پہلے کیمپ پر قابض ہو گئے، دوسرا کیمپ ۱۹۸۰۰ فٹ کی بلندی پر ہوا۔ دوسری مئی کو یہ لوگ تیسرے کیمپ میں منتقل ہو گئے جو نارتھ کول کے نچلے سرے پر ۲۱۰۰۰ فٹ پر واقع تھا۔ اس کیمپ میں سامان خورونوش اس قدر جمع کیا گیا تھا کہ یہ مستقر سے قریب قریب بے نیاز ہو گیا تھا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ شروع شروع میں اس قدر تاخیر، مہم کے حق میں آگے چل کر بہت مضر ثابت

ہوئی ۔ وقت ہر جگہ قیمتی ہے مگر ایورسٹ پر تو یہ انمول ہے اسے زیر کرنے کے لئے ان چند کھلے ہوئے دنوں سے پورا پورا فایدہ اٹھانا چاہئیے جو وہ مانسون (موسمی ہوا) کے چلنے سے پہلے دیتی ہے ۔ مئی سے پہلے شمالی مغربی ہوائیں بہت تیز رہتی ہیں ۔ مئی کے مہینہ میں اور مانسون شروع ہونے سے پہلے ہی چند کھلے دنوں میں ایورسٹ فتح ہو سکتی ہے ۔ ورنہ ہمیشہ تازی برف اور ہوائیں اس کی حفاظت کرتی ہیں ۔

تیسرے کیمپ کے نصب ہو جانے کے بعد چڑھائی کا سب سے مشکل حصہ سامنے آیا یعنی نارتھ کول ۔ اور ان لوگوں کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا جب انھیں معلوم ہوا کہ آٹھ سال کے مختصر سے عرصے میں یہ حصہ بالکل بدل گیا تھا ۔ پچھلے راستوں کا نام نشان تک نہ تھا ، ڈھال بدل گئے تھے اور پچھلے برف کے تودوں کی جگہ ایک خوفناک بالکل سیدھی فصیل سامنے کھڑی تھی ۔ ۸ مئی سے ۱۵ مئی تک تمام جماعت نے اپنی پوری کوشش ، برف میں قدم جمانے ، رسیاں باندھنے ' اور قلیوں کو اوپر چڑھانے میں صرف کیں ، تب جا کر نارتھ کول سر ہوا ۔

مگر اس کے بعد پھر طوفانی ہوائیں چلنے لگیں اور پانچ قیمتی دن ضائع ہو گئے ۔ اس کے بعد خبر آئی کہ خلیج بنگال میں موسمی ہوا کی آمد آمد ہے ۔ اب جلدی پڑی ۔ رٹلیج صاحب جن کے لئے زیادہ چڑھائی دشوار تھی بنفس نفیس چوتھے کیمپ تک گئے ، جلد جلد احکامات صادر کئے اور حملہ کی تیاری کی ۔ ۲۲ تاریخ کو پانچواں کیمپ ۲۵۰۰۰ فٹ پر نصب ہو گیا اور چھٹے کی تیاری ہوئی ۔

لیکن ایک ہفتہ تک تند و تیز ہواؤں نے پھر پریشان کیا ۔ اسمتھ اور شپٹن جو پانچویں کیمپ تک پہنچ گئے تھے ، آخر مجبور ہو کر لوٹ آئے اور ۲۷ تاریخ تک کوئی آگے قدم نہ بڑھا سکا ۔

۲۸ کی صبح صاف اور روشن تھی ۔ ہیرس ، ویگر ، برنی اور لانگ لینڈ تیزی سے پانچویں کیمپ تک پہنچے اور وہاں سے چل کر آٹھ قلیوں کی مدد سے بڑی دقتوں سے ۲۷۴۰۰ فٹ پر ایک چھٹا کیمپ قایم کیا ۔ اتنی اونچائی پر دراصل چار چھ گز مربع زمین ملنا بھی مشکل ہے ۔ اس لئے خیموں کا نصب کرنا آسان کام نہیں ۔

اس کے بعد لانگ لینڈ نے قلیوں کو لے کر پانچویں کیمپ کا رخ کیا اور بڑی مشکل سے ان کی جانیں سلامت رہیں کیوں کہ واپسی میں ہوا پھر تیز ہو گئی تھی ۔ ہیرس اور ویگر

آخری حملہ کے لئے اوپر رہ گئے۔ ان کی رات اچھی نہیں گذری۔ ایک تو اتنی بلندی پر اچھی طرح نیند نہ آئی دوسرے تھکن کا غلبہ تمام جسم کو چور چور کئے ہوئے تھا۔ غرض یہ لوگ ۳ بجے اٹھ بیٹھے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں برف کو پگھلا کر ناشتہ کیا اور پانچ بج کر ۴۰ منٹ پر اپنے خیمہ سے نکل کر شیوجی کے استھان پر پہنچ کر دم لینے کی نیت سے چلے۔

اس وقت تک پہاڑ کے اس سمت میں دھوپ نہیں نکلی تھی اس لئے انھیں سردی نے بہت ستایا۔ ان کا خیال تھا کہ انھیں چڑھائی میں زیادہ دقت نہ ہوگی مگر معلوم یہ ہوا کہ ...۲۸ فٹ کے قریب چڑھائی اتنی آسان نہیں ہے۔ بلکہ گئی بڑی بڑی چٹانوں اور تازی برف نے راستہ کافی مشکل بنا دیا ہے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ دو بجے تک چوٹی پر پہنچ جانا چاہیے تھا تاکہ شام ہونے سے پہلے چھٹے کیمپ میں واپس ہو سکیں۔ کیوں کہ مقصد صرف ایورسٹ تک پہنچنا ہی نہیں، زندہ و سلامت واپس آنا بھی ہے۔ ساڑھے بارہ بجے تک یہ لوگ ۲۸۱۰۰ فٹ پہنچ پائے تھے۔ یہ وہی بلندی تھی جو ۱۹۲۴ء میں نارٹن طے کر چکا تھا۔ اس رفتار سے شاید چار بجے تک چوٹی پر پہنچنا نصیب ہوتا مگر یہ لوگ زندہ لوٹ نہ سکتے تھے اس لئے یہاں پہنچ کر بادل ناخواستہ واپسی پر مجبور ہوئے۔

میں نے درحقیقت بادل ناخواستہ کا لفظ غلط استعمال کیا۔ کیوں کہ اس بلندی پر پہنچ کر انسان کو مایوسی یا کامیابی کا احساس بہت کم رہ جاتا ہے۔ احساسات اس قدر مردہ ہو جاتے ہیں کہ نہ تو کوئی اچھا منظر دل کو لبھا سکتا ہے اور نہ ناکامی کے خیال سے کوئی تکلیف ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہر قدم آگے بڑھانا ایک مصیبت ہوتا ہے اور اس کے لئے بعض اوقات زبان سے یہ دہرانا پڑتا ہے کہ ہم آگے جا رہے ہیں۔ تب کہیں جا کے قدم اٹھتا ہے۔ اس وقت زندگی کا تمام حاصل، ایک میٹھی نیند، ایک گرم چائے کی پیالی یا ایک آرام کی جگہ معلوم ہوتی ہے۔

غرض چار بجے تک یہ لوگ چھٹے کیمپ تک واپس آ گئے اور چوں کہ یہاں اسمتھ اور شپٹن اگلے حملے کے لئے موجود تھے اس لئے انھیں پانچویں کیمپ تک اترنا پڑا۔

اب ان دوسرے جواں مردوں کی باری تھی۔ اور انھیں کی کامیابی پر ساری مہم، بلکہ انسانیت کی کامیابی کا دارومدار تھا۔ ان کی رات بھی خراب گذری اور دوسرے دن برف باری کی وجہ سے یہ لوگ کیمپ سے نکل نہ سکے

اور یہ سارا دن اور ساری رات بھی انھیں ۲۷،۲۰۰ فٹ کی بلندی پر گذارنی پڑی۔ تیسرے دن صبح سردی بے حد تھی اور یہ لوگ ½۷ بجے سے پہلے تیار نہ ہو سکے۔

شپٹن تھوڑی دور ساتھ دے کر بیٹھ رہا۔ اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہو گئی۔ اب اسمتھ اکیلا رہ گیا اور اسے بھی تازہ برف اور دشوار گذار چٹانوں نے پریشان کیا۔ ۱۱ بجے تک وہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں چند روز پیشتر بیہ رِس اور ونگر پہنچے تھے اور جہاں آٹھ سال پیشتر نارٹن اپنی جرات و ہمت کا جھنڈا نصب کر چکا تھا، اس کے بعد اس کی طاقت جواب دے گئی اور یہ ایورسٹ سے ہار مان کر لوٹ آیا۔ لوٹا تو اس قدر خستہ تھا کہ وہ چھٹے کیمپ پر پہنچ کر ۱۳ گھنٹے تک سویا۔ دوسرے دن وہ نیچے اترا اور بعد خرابی بسیار چوتھے کیمپ میں جا داخل ہوا۔

تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ انسان اپنے بس بھر کوشش کے بعد، پھر ناکام ہو چکا تھا۔ ایورسٹ کی تنہائی میں کوئی مخل نہ ہونے پایا۔ دیوتاؤں نے سربلندی و سرافرازی کا جو سفید تاج اسے پہنایا تھا اس کی عظمت بدستور قایم تھی۔ دنیا کی یہ سب سے اونچی چوٹی اپنی فتح پر مسکرا رہی تھی اور برف کے ٹکڑے، ادھر ادھر سے اس کے قدموں پر نثار ہو رہے تھے، ہوائیں اس کی فتح کے گیت گاتی معلوم ہوتی تھیں اور سورج بھی اسے سجدہ کر رہا تھا۔

تین سال گذر گئے اور ۱۹۳۶ء[۱] میں یعنی اس سال پھر رٹلج کی زیر نگرانی پانچویں دفعہ ایک اور مہم تیار ہوئی۔ یہ لوگ تمام ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وایرلیس (بے تار برقی) نے انھیں موسم کے حالات بہم پہنچائے، انھوں نے اپنی رفتار سے دنیا کو اطلاع دی۔ مگر ابکی بار ایورسٹ نے انھیں بالکل منہ نہیں لگایا۔ گویا انھیں بالکل نالایق سمجھ کر دھتکار دیا۔ پچھلے سالوں میں ایورسٹ کی چوٹی پر ایک نہیں دو تین حملے ہوتے تھے، ابکی تو موسم ایسا خراب رہا کہ یہ لوگ مشکل سے نارتھ کول تک پہنچ سکے۔

اس سال کی مہم نے صرف ایک قابلِ ذکر دریافت کی۔ جب یہ لوگ مشرقی سمت سے نارتھ کول پہنچنے کی سعی میں ناکام ہوئے تو مجبور ہو کر اسمتھ اور شپٹن نے مغربی سمت کی دیکھ بھال کی۔ برسوں پہلے میلوری جیسا ہوشیار اور تجربہ کار اس کے خلاف فیصلہ دے چکا تھا، لیکن ان حضرات کی رائے ہے کہ اس سمت سے بھی نارتھ کول پر چڑھائی ہو سکتی ہے اور ایورسٹ کی بلندی پر

[۱] یہ مضمون [illegible] میں لکھا گیا تھا۔

حملہ کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال ممکن ہے اس دریافت سے آنے والی مہموں کو کچھ فایدہ پہنچے۔ اب تک تو انسان کو اس جنگ میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا ہے۔ مگر بلندی کی کشش ہر ناکامی کے بعد بڑھتی ہے۔ میلوری اور ارون ہی نہیں، ایورسٹ کے فدائیوں میں ایک اور شخص مارس ولسن کا بھی شمار ہے۔ یہ حضرت ۱۹۳۳ء میں ہوائی جہاز لے کر ہندوستان آئے تھے۔ بیچارے کو اگرچہ پہاڑوں پر چڑھنے کا کوئی تجربہ نہ تھا مگر ایورسٹ کی کشش انھیں کشاں کشاں یہاں لے آئی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ایورسٹ کے قریب پہنچنے کے لئے اتنا بڑا پھیر کھانے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے بیس، اکیس ہزار فٹ کی بلندی پر اترا جائے اور اس کے بعد وہاں سے چند روز میں ایورسٹ کو زیر کیا جا سکتا ہے۔ حکومت نے ان کی بے سروپا باتیں دیکھ کر ان کا ہوائی جہاز ضبط کر لیا۔ بیچارے بہت دنوں زیر نگرانی رہے۔ آخر چھپ کر نکل بھاگے، تبدیل لباس کرکے، ایورسٹ کی طرف چلے۔ گرفتاری کے ڈر سے رات کو سفر کرتے تھے پھر بھی رٹلج کی مہم سے آدھے وقت میں مستقر تک پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ ایک قلی اور ایک چھوٹا سا خیمہ تھا۔ تیسرے کیمپ کی بلندی تک پہنچے تھے کہ قلی نے جواب دے دیا۔ آپ نے اب بھی ہمت نہ ہاری اور تنہا آگے بڑھنے کے لئے روانہ ہوئے قلی سے یہ کہہ گئے کہ تم ایک ہفتہ تک میرا انتظار کرو اور اگر اس عرصے میں، میں واپس نہ آؤں تو سمجھ لینا کہ میں اس دنیا میں نہیں۔ پھر تم واپس جا سکتے ہو۔ قلی نے بجائے ایک ہفتہ کے دو ہفتہ انتظار کیا مگر ولسن کی کوئی خبر نہ پاکر مجبوراً لوٹا اور اخبارات کو اطلاع دی۔ گذشتہ سال شپٹن ایورسٹ کے گرد وپیش کے نقشے تیار کرنے گیا تھا اس نے تقریباً ۲۲ ہزار فٹ کی بلندی پر ولسن کی ہڈیاں پائیں اور انھیں وہیں برف میں دفن کر دیا جہاں مغربی ہوائیں براہ راست ایورسٹ کی پیشانی چھو کر آتی اور اس کی قبر کو بوسہ دیتی ہیں۔ میلوری اور ارون کے ساتھ مارس ولسن کا نام بھی ایورسٹ کے فدائیوں میں درج ہے، یہ بیچارہ ناواقف اور ناتجربہ کار تھا۔ مگر ایورسٹ تک پہنچنے کی لگن اس کے دل میں تھی اور اس آرزو میں اُس نے جان دی۔ اُس نے اپنے خون سے ایورسٹ کے فدائیوں میں اپنا نام لکھا ہے۔

نارٹن، رٹلج بلکہ ہر مہم کے لیڈر نے شکست کے

[illegible] ہم کسی حال میں مایوس نہیں
[illegible] درست کو صحیح کرنے کے لئے کوشش برابر
[illegible] رہے گی۔" جب یہ لوگ جو اس کام کی مشکلات
[illegible] بھی طرح واقف ہیں اور اس راہ

میں اس قدر قربانیاں کر چکے ہیں [illegible]
تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم مایوس ہو جائیں۔ [illegible]
کی اونچائی تو جتنی ہے اتنی ہی رہے گی، مگر انسان کی
ہمت ہر ناکامی سے دوچند ہوتی ہے۔

بچوں کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ	۴ر	چھوٹا انجن	۱ر	خلافت راشدہ	عہ	منتخب الحکایات	۸ر
رہنمائے قاعدہ	۴ر	بے وقوف بھالو	۱ر	درس حقی	۵	چند پند	۸
بچوں کی کتاب	۴ر	تین بھالو	۱۰ر	نبیوں کے قصے	۵	سوتیوں کی مالا	۳ر
آسان خوش خطی مکمل	۵	سب سے خوبصورت بکری	۲ر	الہامی افسانے دو حصے	۶	نعیم کچپی	۴ر
ہمارے نبی	۳ر	چھوٹا موہن	۳ر	الاسلام	۱۰	لنگڑا ماموں	۲ر
آخری نبی	۲ر	جانوروں کی کہانیاں	لا ر	ہمارا دین	۲ر	قیدی شیر	۴ر
مرغی اجمیر علی	۲ر	ریاض پھول	۳/ر	الورد الریحان	۲ر	ملا دو پیازہ	۴ر
خـــزانہ	۲ر	تاج پھول	۲/ر	چالیس حدیثیں	۲ر	مسلمان بچوں کے سبق	۴ر
موتی و پسی	۲ر	دلچسپ کہانیاں	۵ر	اچھی باتیں	۴ر	اردو سبق	۸ر
مکی چوہا	۲ر	پٹھیو نوجوان کا قصہ	۲ر ۸ پائی	اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		بادشاہوں کی کہانیاں	۸ر
لومڑی اور مینا	۲ر	امتیاز بچپی	۲ر	حصہ اول	۵	مزے دار کہانیاں	۵
ننھی کتاب	۲ر	تانبیل خاں	۲ر	حصہ دوم	۵	بچوں کی دنیا	۶ر
منی کتاب	لا ر	عقائد اسلام	۱ر	ترکوں کی کہانیاں	۴ر	محمدی بوا	۴ر
پیاری کتاب	۶ر	ارکان اسلام	۲ر	مسلمان بیبیاں	۶ر	چہیتا بھائی	۸ر
دلاری کتاب	۲ر	ہمارے رسولؐ	۵ر	خادمات خلق	۱۰ر	ولیم ٹیل	۸ر
ہماری کتاب	۲ر	آں حضرتؐ	۴ر	تاریخ ہند کی کہانیاں	۳ر	ضروری کہانیاں	۶ر
اردو کا قاعدہ	۱ر	سرکار کا دربار	۸ر	غنچۂ حکمت	۴ر	شہر، شہری، شہریت	۵
سائلنٹ ریڈر	۴ر	سرکار دو عالم	۸ر	بازیچہ	۴ر	نصیحت کا کرن پھول	۸ر
سونو کا باغ	۲ر	چار یار	۶ر	گدھے کی سرگذشت	۵ر	شہزادہ خداداد	۶ر
چھوٹا موٹا سمبو	۲ر	خلفائے اربعہ	۸ر	آویزۂ گوش	۸ر	نورالدین	۸ر
میری کہانیوں کی پہلی کتاب	۱ر	سیرۃ الرسول	عہ	کیوں اور کس طرح	۶ر	دل پسند کہانیاں	۹


پیام تعلیم
F.SINGH



مصورِ فطرت



حیرانی

پیام تعلیم کو یوپی، سی پی، بہار، میسور اور دوسری ریاستوں [illegible] سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ نمبر

پیامِ تعلیم

دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی جامعی

قیمت سالانہ عہ - فی پرچہ ۲ر - مع ضمیمہ ۳ر

نمبر ۵	مئی سنہ ۱۹۳۷ء	جلد ۲۰

فہرست مضامین

([illegible] صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی، محبوب المطابع برقی پریس دہلی)

بچوں کی باتیں

پیام برادری سے بچے دلچسپی لے رہے ہیں۔ ممبروں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے مگر ذرا آہستہ آہستہ۔ محترمہ آپا جان کو تم سے بہت کچھ امیدیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بہت جلد تم بڑی تعداد میں اس میں شامل ہو جاؤ گے۔

اُن کی ہدایت کے مطابق دوسرے صفحے پر دوسرے ملکوں سے خط کتابت کرنے والوں کے نام بھی شائع کئے جا رہے ہیں ان بچوں کو جواب کے لئے جلدی نہیں کرنی چاہئے۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مسلمانوں کی بہت بڑی انجمن ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم سے دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ اردو میں اچھی اچھی کتابیں شائع کرتی ہے اور طالب علموں کی مدد کرتی ہے۔ اس کو قائم ہوئے کوئی پچاس سال گذر چکے ہیں۔ اس کی پچاسوں سال گرہ پچھلے مارچ طلائی (سنہری) جوبلی کے نام سے علی گڑھ میں منائی گئی۔ اس سلسلے میں بہت سے جلسے ہوئے مضمون سنائے گئے اور تجویزیں پاس ہوئیں۔ ایک بڑی عمارت میں نمائش کا بھی انتظام کیا گیا اس میں بڑے لوگوں کے ہاتھوں کی کھینچی ہوئی تصویریں تھیں پرانے زمانے کی قلمی (ہاتھ کی لکھی ہوئی) کتابیں تھیں۔ مختلف مسلمان اسکولوں کے صنعت وحرفت کے اچھے اچھے کام تھے۔ ایک جگہ اندھوں کے اسکول کے ایک استاد دو تین بچوں کے ساتھ بیٹھے تھے کچھ بچے پڑھ رہے تھے کچھ کرسیاں بن رہے تھے، استاد کے پاس ٹائپ کی مشین تھی۔ مگر اسے چلانے سے بجائے لفظوں کے کاغذ پر نقطے سے ابھر آتے تھے، اندھے بچے اسی نقطوں والی عبارت کو فر فر پڑھتے تھے۔

جامعہ نے بھی تعلیمی مرکز اور ثانوی مدرسے کے کچھ لڑکوں کا کام نمائش میں بھیجا تھا۔ ایک بڑے سے کمرے میں مختلف درجوں کا کام علیحدہ علیحدہ بڑی خوب صورتی اور سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ یوپی کے محکمۂ تعلیم کے ڈائرکٹر مسٹر دیر نے جامعہ کے کام کو بہت پسند کیا۔ نمائش کے ختم ہونے پر انعام کی تقسیم کا جلسہ ہوا۔ اسکولوں میں سب سے زیادہ انعام سونے اور چاندی کے تمغوں کی صورت میں جامعہ کے مدرسوں کو ملا، ٹرافی بھی اُن ہی کے حصے میں آئی۔

مارچ کے رنگ بھرنے کی تصویروں کے مقابلے میں کل انیس بچوں اور بچیوں نے حصہ لیا۔ نام نیچے لکھے جاتے ہیں ظہیر الدین آگرہ۔ محمد ذکریا حیدرآباد دکن، رحیمہ بیگم میمود ابربا، وحید احمد مارہروی، سید خیر الدین جامعہ نگر اوکھلا، اشفاق حسین لشکر گوالیار، محمد اظہر فتحپور بارہ بنکی، ملک علی امام ابراگیا۔ حمیرا خاتون۔ اعظم گڑھ، محمد شعیب رام پور، ریاض الدین پراچہ مدراس۔ احمد حسن حیدرآباد، عتیق احمد کلکتہ، محمد جعفر خریدار نمبر ۲۰۲ ۱۔ معین الدین علی گڑھ۔ محمد حسن بارہ بنکی احمد حسن بارہ بنکی، غلام ربانی حیدرآباد، رفیق احمد۔ شملہ،

انوار الحق فیروز پور چھاؤنی ، ضیاء الحسن شکارپور - سید محمد اختر الزماں میدک - حیدر آباد دکن - احسن عمر میرٹھ - اظہر حسین غازی آباد - ام البلقیس کراچی - عزیز احمد ارکی گیا - منظر علی علوی نئی دہلی - مجیب حسن زبیری امروہہ - مس کے عبد اللہ

اس مرتبہ ہمارے آرٹسٹ صاحب نے رنگ بھری ہوئی تصویروں کی بہت تعریف کی - ان کا خیال ہے کہ بچوں نے رنگ بھرنے میں امید سے زیادہ ترقی کی ہے - صفائی ستھرائی - رنگوں کا انتخاب غرض سب باتیں تعریف کے قابل ہیں - تصویروں کے انتخاب میں انھیں بہت پریشانی ہوئی آخر انھوں نے فیصلہ کیا کہ ان بچوں کو ایک سے انعام بھیج دئے جائیں۔

احمد حسن حیدر آباد ، معین الدین علی گڑھ ، محمد جعفر ، احسن عمر میرٹھ ، محمد حسن بارہ بنکی - محمد اطہر بیگ بارہ بنکی - اظہر حسین غازی آباد - شعیب رامپور - احمد حسن بارہ بنکی - سید منیر الدین جامعہ نگر اوکھلا - محمد زکریا حیدر آباد - رفیق احمد شملہ حمیرا خاتون اعظم گڑھ ، رحیمہ بیگم میمو (برما) بلقیس کراچی مس عبد اللہ[1]

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سلور جوبلی کے انعامی مقابلے کے سلسلے میں کل ۴ مضمون وصول ہوئے جن بچوں نے مضمون بھیجے ان کے نام یہ ہیں۔

بشیر الدین راک لینڈ ، عبد الرحمٰن موسیٰ قادری

ان میں بشیر الدین کا مضمون سب سے اچھا سمجھا گیا۔ اس کے بعد عبد الحی کا - اس کے بعد مبشر احمد انھیں انعامات بھیج دئے جائیں گے۔

نیچے ان لڑکے اور لڑکیوں کے نام لکھے جاتے ہیں جنھوں نے دوسرے ملکوں سے خط کتابت کے فارم بھر کر بھیجے ہیں۔

انگریزی فارم

سلطان محمود جامعہ نگر اوکھلا ، ام ای ملا رنگون صادق میاں جامعہ نگر - شمس الدین جامعہ نگر ، محمد صلاح الدین خان لدھیانہ ، ظہیر الدین آگرہ ، مسعود احمد خان بلوار ، بشیر اعظمی سیالکوٹ ، اعجاز احمد خاں گورداسپور ، (اردو میں فارم بھرا ہے) گوپال کشن پوپلے دہلی - عبد العزیز نوشہرہ دوابا جالندھر ، منیر احمد صدیقی سارن ، رفیع الشان صدیقی شاہجہاں پور ، محمود الحسن دہلی غازی صلاح الدین خان گورداسپور (اردو میں فارم) ظہیر الدین ہاشمی حیدر آباد ، اس صبغت اللہ فاطمی شملہ ، محمد اختر خاں ، یوسف زئی آگرہ - ام یوسف نسیم بھاولپور - محبوب الرحمٰن لائل پور ، محمد جعفر حیدر آباد ام سے نسیم خاں امراوتی ، مبشر احمد حیدر آباد ، محمد عبد الرحمٰن موسیٰ قادری حیدر آباد - عبد الحمید نارتھ ارکاٹ ، محمد عبد الولی فاروقی گلبرگہ ، امان اللہ خاں میرن شاہ - محمد نور کمشکلے بمبئی - ایس مسعود فضل حسیور ، آمنہ عمر میرٹھ - منیر الدین خاں جامعہ نگر - عبد القادر جامعہ نگر ، اختر علی خان شاہ آباد - ارتضیٰ الرحمٰن جامعہ نگر محمد علی طفیل جامعہ نگر محمد میاں جامعہ نگر ، سعید الظفر جامعہ نگر - میر منتجاب الدین خان*

---

[1] تمہارا کوپن کھو گیا ہے - اپنا پتہ بھیج دو - آئندہ کوپن الگ کاٹو گی تو تمھیں مقابلے میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

* محمد انور لائل پور - محمد حسن بارہ بنکی - عزیز احمد گیا - ملک علی امام دوبرا - سجود علی رام پور - صلاح الدین خاں بسی پٹھاناں - ام الفت حسین آرہ - عبد الصمد دہلی - ایس ہم منظر دار حسنارہ

تتلی

حضرت دردؔ کاکوروی

اُڑتی پھرتی ہے چمن میں کس لئے تو یہ بتا
سونگھتی پھرتی ہے کیوں ہر گل[1] کی خوشبو یہ بتا

یہ تری پروازِ[2] رقصاں[3] یہ تری رنگیں ادا
کس قدر ہے خوش نما یہ جامۂ زریں[4] ترا

یہ تری پیاری ادائیں یہ ترے منقوش[5] پر
ننھی مُنّی تو ہے رقاصۂ[6] چمن کی سر بسر

ہر طرف گلشن میں یہ کیوں جھومتی پھرتی ہے تو
کچھ تو کہہ پھولوں کا منہ کیوں چومتی پھرتی ہے تو

اللہ اللہ کیا ترے خوش رنگ پر ہیں نازنیں
حُسن ٹپکا پڑ رہا ہے رُخ سے تیرے مہ جبیں

چھینٹے ہیں آبِ[7] زمرد کے کہ ہیں یہ نقشِ زر[8]
چھوٹے چھوٹے یا ستارے ہیں پروں پہ جلوہ گر

اُڑتی پھرتی ہیں چمن میں پھول کی یہ پتیاں
یا تری ہستی ہوئے گل میں ہے جلوہ کناں

تجھکو فطرت نے بنایا یوں ہے نازک جاں نثار
پیاری تتلی تیری ہستی ہو کسی گل پر نہ بار

گل بستاں میں ہر روئے گل پر جھومتی رہ تو یوں ہی
بوستانِ نقشِ فطرت چومتی رہ تو یوں ہی

اُڑ کے جاتی ہے کدھر کیوں شوخیاں کرنے لگی
تجھ سے کیا پیاری صبا اٹکھیلیاں کرنے لگی

میں ہوں جس گلزار میں فردوس کی منزل ہے تو
ہاں مگر۔ ہے تو۔ ہرجائی بڑی مشکل ہے یہ

ہے مگر ہرجائی ہونے میں بھی کچھ حکمت تری
شوخ بچوں سے تو ڈرتی ہے نہ ہو ذلت تری

ہاں نہ تجھکو دیکھ پائے کوئی بچہ بھاگ جا
بھاگ جا او پیاری تتلی اچھا اچھا بھاگ جا

شوخ بچے توڑ ڈالیں گے ترے پر کھیل میں
دردؔ کی سُن اور جا اپنی ہوائی ریل میں

---

۱ پھول ۲ اُڑنا ۳ ناچ۔ گویا تیرے اُڑنے میں بھی ناچ کا انداز ہے ۴ سونے کا لباس ۵ نقش کئے ہوئے ۶ ناچنے والی
۷ زمرد کا پانی ۸ سونے کا نقش

چائے کی دعوت

(محترمہ ہاجرہ بیگم)

یہ مضمون ہماری ان ننھی پیامی خریداروں کے لئے ہے جن کو ابھی باورچیخانے میں جانے کی اجازت نہیں ملتی ہے۔ اس لئے بڑی لڑکیاں پڑھ کر ناک بھوں نہ چڑھائیں!

کیوں بھئی۔ تم اپنی سہیلیوں کی دعوت تو کرتی ہوگی لیکن چائے تیار کرنے کا بوجھ امی پر پڑتا ہوگا۔ دل تو تمہارا یہی چاہتا ہوگا کہ ایسی دعوت کرو جس میں تم سارا کام اپنے ہاتھ سے کرو۔ تمہاری مدد کے لئے میں یہ مضمون لکھ رہی ہوں۔ پہلے کچھ ہدائتیں سن لو:۔

(۱) دعوت دینے سے پہلے امی کی اجازت لے لو (۲) پہلی مرتبہ زیادہ مہمان نہ بلاؤ گڑبڑ ہو جائے گی (۳) کل سامان کی فہرست ایک مرتبہ اپنی امی کو دکھا دو گھڑی گھڑی مانگ کر انھیں دق نہ کرو۔ اب ترکیب سنو[1]:۔

[1] ہاں یہ دو مہمانوں کے خیال سے لکھا ہے۔ زیادہ ہوں تو زیادہ سامان چاہئے۔

راحتِ جان

سامان | دو بڑے یا چار چھوٹے سنترے یا اگر سنترے نہ ملیں تو تین بڑے پکے امرود اور ایک نیبو۔ چار بڑے چمچے بھر شکر۔ دو چمچے (چائے کے) بھر نمک۔ ایک چمچہ (چائے) گول مرچ پسی ہوئی۔

ترکیب | سنترے کو چھیل کر پھانکوں کو خوب صاف کرلو اور چٹکی سے پکڑ کر پھانک کا باریک چھلکا الگ کرلو کہ گودا رہ جائے۔ اس گودے کو ایک بڑے شیشے یا چینی کے پیالے میں ڈالتی جاؤ۔ اگر امرود ہے تو امرود چھیل کر باریک باریک قتلے کاٹ لو۔ بیج والا حصہ الگ کردو اور پیالے

ڈال دو۔ اوپر سے شکر اور نمک مرچ ڈال دو
نیبو کاٹ کر نچوڑ دو۔ سنترے میں نیبو کی ضرورت
نہیں۔ اب ڈھک کر رکھ دو اور کوئی پندرہ منٹ
کے بعد چمچہ سے ہلا دو۔ تم دیکھو گی کہ پیالے میں
رس بھرنا شروع ہو گیا ہے۔ جتنی دیر تک رکھا
رہے گا اتنا ہی مزے کا ہو گا۔ اس لئے چائے
کے وقت سے دو گھنٹے پہلے تیار کرنا چاہئے

گڑیا کیک

سامان | تین گول بسکٹ۔ چھ چھوٹے چمچے
بھر شکر۔ تین چمچہ بھر بالائی۔ ایک پیالی دودھ
ذرا سا کترا ہوا ناریل اور بادام اور آٹھ دس کشمش

ترکیب | بسکٹوں کو صاف تشتریوں میں ایک
ایک الگ الگ رکھ دو۔ اب تھوڑا تھوڑا دودھ
تینوں تشتریوں میں ڈال دو اور اوپر سے ایک
ایک چمچہ بالائی ڈال کر پھیلا دو۔ پھر دو دو چمچے
شکر چھڑک دو۔ سب کے اوپر سے ناریل اور
بادام اور کشمش تھوڑا تھوڑا ڈال دو اور رکھ دو۔
یہ بھی دو گھنٹے پہلے بنانا چاہئے تو بسکٹ پھول کر
ملایم ہو جائیں گے اور چمچے سے کھاؤ گی تو پیسٹری
کا مزہ دیں گے۔

سینڈوچ یا توس

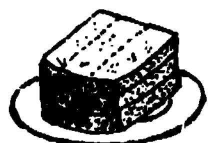
سامان | چھ پتلے پتلے ڈبل روٹی کے توس
بغیر سکے ہوئے۔ آدھی گولی مکھن۔ آدھا چمچہ پسا
ہوا نمک۔ آدھا چمچہ کالی مرچ پسی ہوئی۔ آدھا
چمچہ پسی ہوئی رائی۔ دو بڑے بڑے ٹماٹر۔

ترکیب | ٹماٹر کے پتلے پتلے ٹکڑے کاٹ
لو۔ مکھن کو ذرا آگ کے سامنے ملایم کر کے نمک
مرچ اور رائی ملا دو۔ اب روٹی کے توس پر
ایک ایک طرف تھوڑا تھوڑا یہ مکھن لگا دو۔ پھر
ایک توس کے اوپر ٹماٹر کے تھوڑے قتلے
رکھ کر اوپر سے دوسرا توس رکھو اور چھری سے
بیچ میں سے کاٹ دو۔ اگر ایسا کاٹو گی تو اچھا
رہے گا  اب ان دوہرے
تکونوں کو آہستہ سے اٹھا کر پلیٹ میں سجا دو۔

میٹھے توس

سامان | چھ پتلے پتلے ڈبل روٹی کے توس بغیر
سکے ہوئے۔ آدھی گولی مکھن یا بالائی۔ چھ چمچے۔
چار چمچے چھوٹے جام یا جیلی۔

ترکیب | مکھن اور جام یا مکھن اور بالائی کو
چھری سے خوب ملا لو۔ اب ایک توس کے
اوپر تھوڑا سا لگاؤ پھر اس کے اوپر دوسرا توس رکھو
اور اس پر لگاؤ اور اس کے اوپر سے تیسرا توس رکھو
اور چھری سے تین ٹکڑے



کر دو۔ اب ان تین تہ کے
ٹکڑوں کو سنبھال کر ایسے ہی اوپر نیچے رکھے
ہوئے پلیٹ میں سجا دو۔ اسی طرح باقی تین توس
کا بناؤ۔

چائے

سامان | چائے کی پتی اور گرم پانی دودھ ایک
پیالی۔ شکر ایک پیالی۔

ترکیب | پہلے چائے دانی کو ذرا سے گرم
پانی سے دھو لو۔ پھر جتنی پیالیاں ہیں اتنے ہی
چمچے چائے کی پتی ڈالو اور ایک چمچہ
یا دو چائے دانی کے حصے کا ڈالو۔ اب
اوپر سے ابلتا ہوا پانی ڈال کر ڈھکنا ڈھک دو
تین منٹ کے بعد پیالی میں چائے ڈال کر
ذرا سا دودھ اور ایک چمچہ شکر ڈال دو۔

چائے وقت کے وقت ہی بنانا چاہیے۔
ورنہ ٹھنڈی اور بدمزہ ہو جائے گی۔ پانی جیسے
ہی ابلنے لگے ویسے ہی اتار لینا چاہیے۔

تمہاری دعوت کامیاب جبھی ہو گی جب
دسترخوان اور برتن صاف ستھرے ہوں گے
صاف کپڑے سے ایک ایک پیالی اور
تشتری کو پونچھنا چاہیے۔ پھر بیچ میں کھانے
کی چیزیں اور ہر مہمان کے سامنے ایک ایک
پیالی اور ایک ایک خالی طشتری چاہیے۔ بیچ
میں اگر چھوٹے سے گلاس میں پانی بھر کر دو
چار پھول لگا دو گی تو کیا ہی بہار دے گا۔

اگر یہ دعوت کامیاب رہی تو اب کے
اور ایسی ہی چیزوں کی ترکیب بتاؤں گی جس
میں ذرا چولھے کے پاس بھی جانا پڑے۔

شملہ کی سیر

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ

کیوں بچو! تم نے شملہ بھی دیکھا ہے؟ آؤ آج تمھیں اس مشہور پہاڑی مقام کی سیر کرادیں جہاں وائسرائے گرمیوں کے دن گذارتا ہے۔

اگر دہلی سے شام کے پانچ بجے کی گاڑی سے روانہ ہوں تو پانی پت، کرنال، انبالہ وغیرہ ہوتے ہوئے صبح کے ۵ بجے کالکا پہنچ جائیں۔ یہ جگہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ یہاں سے شملہ جانے کے لئے گاڑی بدلنی پڑتی ہے۔ شملہ جانے والی ریل کی پٹڑی ہمارے ہاں کی ریل کی پٹریوں سے بہت پتلی ہوتی ہے اسی طرح شملہ کی گاڑی بھی ہمارے ہاں کی گاڑیوں سے بہت پتلی ہوتی ہے درجے بھی چھوٹے چھوٹے اور تعداد میں کم۔ ایک انجن کے بجائے اس میں دو انجن لگائے جاتے ہیں، ایک آگے کی اور ایک پیچھے کی طرف۔ یہ اس وجہ سے کہ چڑھائی پر گاڑی لے جانے کے لئے زیادہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ گاڑی ہمارے ہاں کی گاڑیوں کی نسبت بہت آہستہ چلتی ہے۔ جوں جوں اوپر چڑھو منظر خوبصورت ہوتا جائے گا۔ ایک طرف آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ تو دوسری طرف ایسے گہرے کھڈ کہ دیکھ کر ڈر لگے اور سر چکرا جائے۔ کھڈوں میں تم ایسے اونچے اونچے درخت دیکھو گے کہ اس سے پہلے میدانوں میں تم نے کہیں نہ دیکھے ہوں گے۔ جگہ جگہ پانی کے نالے سے بہتے دکھائی دیں گے۔ بعض جگہ بڑے چشمے بھی نظر آئیں گے۔ وہ سب دریا جو ہمارے میدانوں میں بہتے ہیں پہاڑوں ہی سے نکلتے ہیں۔ یہی چھوٹے چھوٹے نالے اور چشمے آگے چل کر مل جاتے ہیں اور چوڑے چوڑے دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں کسی کسی جگہ پہاڑوں پر سیڑھیاں سی بنی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ دراصل پہاڑی کھیتیاں ہیں۔ یہاں میدانوں کی طرح صاف زمین تو ملتی نہیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر تھوڑی تھوڑی جگہ صاف کر کے اس پر کھیتی کرتے ہیں۔ اصل میں اس پتھریلے مقام پر کھیتی کرنا ان ہی کاشتکاروں کا کام ہے۔ ایک اور عجیب بات تمھیں یہ نظر آئے گی کہ ریل سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی چلتی ہے اور اکثر آدھا دائرہ سا بن جاتا ہے۔ تم اپنے درجے میں بیٹھے سب درجوں کی کھڑکیاں اور اس میں سے نکلے ہوئے لوگوں کے سر دیکھ سکتے ہو۔ مگر دیکھو پہاڑ کی ریل میں جھانکنے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ خصوصاً جب سرنگ آئے تو ہرگز سر یا ہاتھ باہر نہ نکالنا۔ یہ سرنگ کیا چیز ہے؟ پہاڑ پر جہاں ریل جانے کی جگہ نہیں ملتی پہاڑ کاٹ کر اس کے لئے راستہ بناتے ہیں۔ یہ ایک پتلی گلیاری سی ہوتی ہے

تمام کی تمام پتھر کی۔ دور سے ذرا سا سوراخ معلوم ہوتا ہے مگر جب گاڑی اندر جائے گی تو معلوم ہوگا کہ ایسی تپلی نہیں بلکہ اتنی ہے کہ گاڑی آسانی سے گذر جائے۔

راستے میں اکثر اسٹیشن ملتے ہیں۔ پہاڑی اسٹیشن بھی عجیب ہوتے ہیں۔ بہت چھوٹے چھوٹے۔ کوئی حصہ اونچا کوئی نیچا۔ اگرچہ شملہ سب پہاڑوں سے بڑا مقام ہے مگر اس کا اسٹیشن بھی چھوٹا ہی سا ہے۔ شملہ آنے کے لئے موٹریں بھی ملتی ہیں جن میں آرام سے سفر کرسکتے ہیں۔ موٹر کالکا سے شملہ ساڑھے تین گھنٹے میں پہنچا دیتی ہے اور ریل ساڑھے چھ گھنٹے میں۔ جو لوگ لمبے سفر سے گھبراتے ہیں وہ موٹر ہی میں سفر کرتے ہیں۔

اب تم شملہ کے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہاں بہت سے قلی ہوں گے جو اشارہ پاتے ہی تمہارا اسباب اپنی کمر پر لادلیں گے اور جہاں کہو گے پہنچا دیں گے۔ یہ لوگ بڑے ایماندار ہوتے ہیں۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں کہ قلی کے ساتھ اپنا ایک آدمی ساتھ ضرور ہے۔ ان کو صرف گھر کا پتہ بتا دینا کافی ہے۔ اسباب گھر پر تم سے پہلے پہنچ جائے گا

شملہ سب پہاڑوں سے زیادہ گنجان آباد ہے اس کے بازار بڑے بڑے ہیں اور بعض مرتبہ سیر کرتے ہوئے دھوکا ہوجاتا ہے کہ دہلی کے کسی بازار میں سیر کر رہے ہیں۔ گرمیوں میں یہاں کی آبادی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ پنجاب اور نئی دہلی کے اکثر سرکاری دفتر اس زمانے میں یہیں آجاتے ہیں۔

یہاں کے مکان تمہارے ہاں کے مکانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ بڑے بڑے سرکاری نوکروں اور امیروں کی کوٹھیوں کو چھوڑ کر عام طور پر مکان چھوٹے چھوٹے اور بے صحن کے ہوتے ہیں۔ ایک ایک عمارت پانچ پانچ چھ چھ منزل کی جس میں کئی کئی چھوٹے چھوٹے "سٹ" ہوتے ہیں۔ زمین لکڑی کی۔ مگر اب پکے بنانے لگے ہیں چھت ڈھالو ہوتی ہے اور اوپر جست لگایا جاتا ہے۔ تاکہ بارش کا پانی سب بہہ جائے۔ جو گھر کھڈوں میں اور پہاڑ کی اوٹ میں ہوتے ہیں ان میں دھوپ نہیں آتی۔ کبھی شملہ جانا ہو تو تلاش کرکے ایسا گھر لینا جس میں خوب ہوا، روشنی اور دھوپ آتی ہو۔ اگر ایسا گھر نہ ہوا تو تمہاری صحت خراب ہوجائے گی۔ ٹھیرنے کے لئے چھوٹے بڑے بہت سے ہوٹل بھی ہیں۔ بعض تو ایسے شاندار اور خوبصورت کہ دیکھا کرو۔ مثلاً "سیسل ہوٹل" "کلارک ہوٹل" اور "سٹروپول ہوٹل"۔

سب سے نیچی سڑک جس پر موٹریں بھی چلتی ہیں "کارٹ روڈ" ہے۔ اسٹیشن سے سیدھے چلے جاؤ تو تین ساڑھے تین میل کے بعد تم کو چھوٹا شملہ ملے گا۔ اس جگہ پنجاب وغیرہ کے دفتر اور سرکاری مکان ہیں۔ یہ چھوٹا شملہ کہلاتا ہے۔ "مال روڈ" یہاں کی سب سے اونچی اور شاندار سڑک ہے۔ یہ سڑک "کارٹ روڈ" سے چار ساڑھے چار سو فٹ کی بلندی پر ہے۔ ایک طرف "سمر ہل" تک جاتی ہے اور دوسری طرف جیکو کا چکر لگا کے چھوٹے شملہ پر ختم ہوجاتی ہے۔ یہ دس بارہ میل لمبی اور خوب چوڑی سڑک ہے۔ وسطی حصے میں بڑی بڑی دکانیں ہیں، جہاں ہر قسم کا سامان ملتا ہے۔ مگر بھئی یہاں سے ہم کچھ نہ خریدیں گے۔ ہر چیز دو گنے داموں پر ملتی ہے چلو

"لوئر بازار" میں چل کر چیزیں خریدیں۔ لوئر بازار "کارٹ روڈ" سے تقریباً دو ڈھائی سو فٹ بلندی پر ہے یہ خاصا بڑا بازار ہے یہاں ہر قسم کی چیزیں ملتی ہیں اور قیمتیں بھی مال روڈ سے کم ہوتی ہیں۔ اگرچہ ہمارے یہاں کی قیمتوں سے پھر بھی زیادہ ہی ہیں۔ "لوئر بازار" اور "اپر بازار" (مال روڈ کی دکانیں اپر بازار کہلاتی ہیں) کے بیچ میں ایک "مڈل بازار" بھی ہے۔ یہاں سب کشمیریوں ہی کی دکانیں ہیں اور کشمیری کام کی چیزیں ملتی ہیں۔

اچھا اب بازاروں کی سیر ہو چکی چلو گرجا میدان چلیں۔ یہ گرجا میدان کیا؟ بھئی یہ ایک خاصا لمبا اور خوب چوڑا میدان ہے جو مال روڈ سے بھی اوپر ہے۔ اس کے وسط میں ایک بڑا سا گرجا ہے جس پر گھنٹہ لگا ہے ایسی کھلی جگہ شملہ میں کہیں نہ ملے گی۔ لوگ زیادہ تر مال روڈ اور گرجا میدان ہی پر سیر کو جاتے ہیں۔ مگر یہاں کسی میلے کچیلے غریب آدمی کو آنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی آجائے تو سپاہی گردن ناپے گا۔ تم جانو بڑے لوگ بچارے غریبوں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یہاں تو بس رنگ برنگ کی ساڑھیاں، وضع وضع کے فراک، قسم قسم کے سوٹ، ہزاروں کتے اور ہزاروں بچے ہی نظر آئیں گے۔ اکا دکا فیشن ایبل برقعہ بھی نظر پڑ جاتا ہے۔ یہ غیر ملکی ہمارے غریب بھائیوں کو کتے سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کے کتوں کو تو اجازت ہے کہ وہ ہر جگہ ٹھاٹ سے سیر کرتے پھریں مگر یہ مجال نہیں کہ کوئی غریب ہندوستانی ان جگہوں پر چلا جائے۔ ہاں جو امیر ہیں ان کو روکتے یہ بھی ڈرتے ہیں۔

اب گرجا میدان سے ایک طرف سیدھے چلے جاؤ تو تمھیں "لکڑ بازار" ملے گا۔ بھئی یہ نام کیسا؟ چلو تم دیکھ کے خود ہی سمجھ جاؤ گے۔ دیکھو سب دکانیں لکڑی کی چیزوں سے بھری پڑی ہیں۔ ہر قسم کی چھوٹی بڑی لکڑی کی چیزیں یہاں ملتی ہیں۔ یہ شملہ کا سب سے اونچا بازار ہے، اب لکڑ بازار سے سیدھے چلے جاؤ تو جیکو کا چکر لگا کے چھوٹے شملہ پہنچ جاؤ گے۔ یہ چکر سات آٹھ میل کا ہوگا۔ جیکو شملہ کی سب سے اونچی چوٹی کا نام ہے اور اس کا چکر سات آٹھ میل کا ہے۔

اب چلو ایک اور چیز دکھا لائیں۔ ایک بہت بڑا میدان ہے جو اناڈیل کہلاتا ہے۔ یہ جگہ شاید شملہ میں سب سے نیچے ہے۔ یہ ایک آدھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا بیضوی شکل کا میدان ہے جو چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ سر بفلک پہاڑوں کے بیچ میں یہ عجیب بہار دکھاتا ہے۔ پہاڑ کاٹ کاٹ کر بڑی محنت سے اسے تیار کیا گیا ہے۔ گھوڑ دوڑ، کرکٹ اور ہر قسم کے کھیل یہاں ہوتے ہیں۔

سمر ہل بہت پر فضا اور صحت بخش مقام ہے۔ یہاں وسط شملہ کی طرح گنجان آبادی نہیں ہے بلکہ بہت کھلی ہوئی جگہ ہے۔ اس جگہ وائسرائے لاج اور تمام سرکاری مکانات ہیں۔ مشوبرا، سنجولی بھی شملہ سے قریب ہیں۔ اور بہت خوبصورت مقامات ہیں۔ سرکاری دفتر سب کے سب مال روڈ پر ہیں۔

اب تھوڑا سا حال شملہ کے موسم کا بھی سن لو۔ دسمبر اور جنوری میں بہار، انتہا سے زیادہ سردی پڑتی ہے

تمام پہاڑ، کھنڈ، درخت مکانات برف سے سفید ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں رہنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو یہاں کے باشندے ہیں، ورنہ ہم لوگ تو اسے بمشکل ہی برداشت کرسکتے ہیں۔ یہاں کی گرمی بھی ایسی جیسی ہمارے ہاں نومبر میں ہوتی ہے۔ مگر دلچسپ موسم تو برسات کا ہے بعض وقت اس قدر بادل چھاجاتا ہے کہ زمین آسمان سب ایک ہوجاتا ہے اور سوائے اپنے گھر کے کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ کھڈوں اور پہاڑوں پر بادل ایسے پڑے دکھائی دیتے ہیں جیسے دُھنی ہوئی روئی کے بڑے بڑے گالے۔ ابھی ابھی سخت بارش ہو رہی ہے ابھی آسمان صاف ہوگیا چمکیلی دھوپ نکل آئی تم یہ سوچ کر کہ اب کھُل گیا ہے سیر کو نکل کھڑے ہوئے کچھ دُور گئے تھے کہ پھر بادل گھر گیا اور بارش ہونے لگی تم بمشکل تمام تربتر گھر واپس آئے تمھیں واپس آئے ذرا ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر آسمان صاف نظر آنے لگا غرض اس زمانے میں موسم کا ذرا اعتبار نہیں۔ بغیر چھتری اور برساتی کے ہرگز باہر نہ نکلنا۔ اچھا بھئی اب خوب سیر ہوچکی۔ خدا حافظ

حسابی معمّے اور پہیلیاں

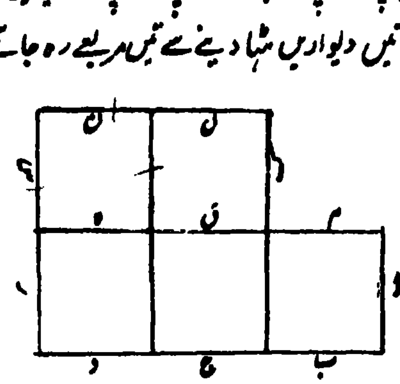
(۱) نو کے عدد کو اگر ایک سے نو تک ہر ایک عدد سے ضرب دیں اور پھر حاصل ضرب نو ہی رہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنے ایک بیٹے کو دس دوسرے کو تیس اور تیسرے کو پچاس پان دے کر کہا۔ انھیں بیچ لاؤ۔ مگر تینوں ایک ہی بھاؤ سے بیچنا۔ اور قیمت بھی برابر برابر لانا۔ تو بتاؤ ان تینوں نے کس بھاؤ پر پان بیچے۔ اور کیا دام انھیں ملے

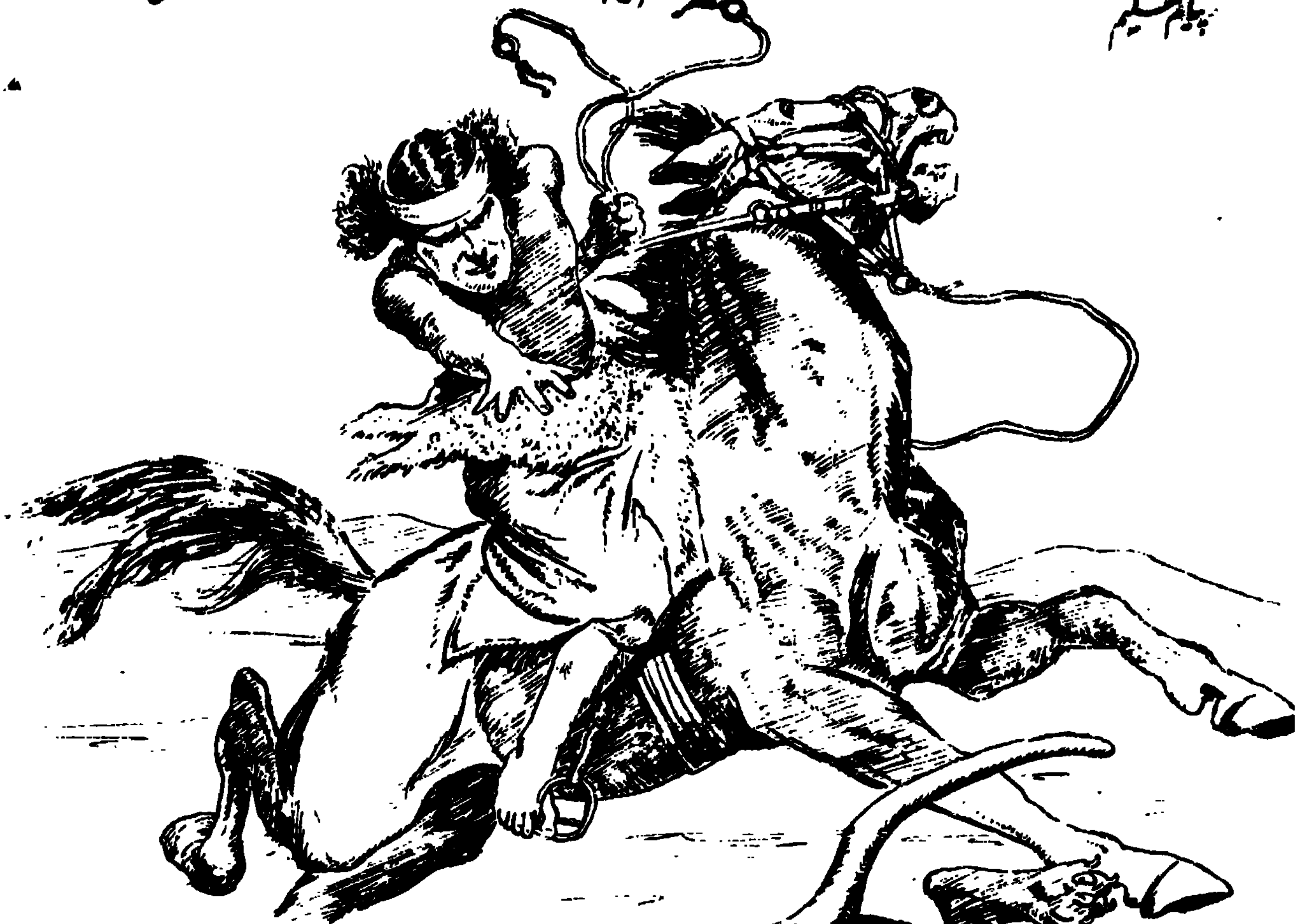
(۳) ۵۰ فٹ گہرے کنوئیں کی تلی میں ایک مینڈک سیڑھیوں کی طرح کے پتھروں پر کودنا شروع کرتا ہے ۳ فٹ ہر دن چڑھتا ہے اور ۲ فٹ ہر رات میں نیچے گر پڑتا ہے تو بتاؤ وہ کتنے دنوں میں کنوئیں سے باہر نکل آئے گا۔

(۴) ایک اگر چار سے جائے تو رہیں چار کے چار ؛ دو اگر چار سے جائیں تو رہیں چار کے چار
تین اگر چار سے جائیں تو رہیں چار کے چار ؛ اور چار اگر چار سے جائیں تو رہیں چار کے چار

(۵) ان پانچوں مربعوں میں سے کون سی تین دیواریں ہٹا دینے سے تین مربعے رہ جاتے ہیں۔



خواجہ محمد باقر سہارن پوری



بُولیس سے شکار

شیر کے شکار کا یہ طریقہ عجیب و غریب ہی بہت ہولناک اور پرخطر اکرتے یہ ہیں کہ گھوڑے پر سوار ہوکر شیر کا پیچھا کرتے ہیں۔ ہاتھوں میں ایک رسی ہوتی ہے اسے بولیس کہتے ہیں۔ بولیس کے تین سرے ہوتے ہیں۔ ان سروں پر وزنی لٹو ہوتے ہیں۔ سوار موقع پاکر ایسے انداز سے اور صفائی سے گھما کر رسی پھینکتا ہے کہ شیر الجھ کر رہ جاتا ہے اور کچھ ایسے پھندے پڑ جاتے ہیں کہ کتنی ہی کوشش کرے ان پھندوں سے نکل نہیں سکتا اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ لٹوؤں سے شیر کے چوٹ بھی لگتی ہے اور پھندے بھی اسی کی وجہ سے پڑتے ہیں۔



جارج ششم کی تاج پوشی

(از۔ برج بھوشن لال فتحگڈھ)

تم نے یہ خبریں اخباروں میں پڑھی ہوں گی کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم کے تخت سے اترنے پر موجودہ شہنشاہ جارج ششم کے نام سے تخت پر بیٹھے ہیں۔ اسی (مئی کے) مہینے میں تاج پہننے کی رسم ادا کی جائے گی۔

آؤ ہم آج تم کو ان کی زندگی کے تھوڑے سے حالات بتائیں۔ شہنشاہ جارج ششم شہنشاہ ایڈورڈ کے چھوٹے بھائی یعنی آنجہانی جارج پنجم کے منجھلے بیٹے ہیں۔ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء کو یارک کاٹج سنڈرنگھم میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے بہت ذہین اور ہوشیار تھے۔ چنانچہ چھوٹی ہی عمر میں کافی تعلیم حاصل کر لی۔

جب ذرا جوان ہوئے اور کوئی اٹھارہ سال کی عمر ہو گئی تو ایک جہاز کے افسر بنائے گئے۔ اس جہاز پر انھوں نے مختلف ملکوں کی سیر کی۔ سیر و سیاحت سے آپ کو خاص دلچسپی تھی۔

تم نے بڑی لڑائی کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ لڑائی ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی۔ اس میں انگریز بھی شامل تھے۔ جب یہ لڑائی شروع ہوئی تو اس میں انھوں نے بھی حصہ لیا۔ جٹ لینڈ کی لڑائی میں شریک رہے اور اس میں بہت مقبولیت حاصل کی۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد پھر اپنی جگہ پر مقرر ہو گئے۔ ۲۲ سال کی عمر یعنی ۱۹۱۷ء میں رائل ایر فورس میں شامل ہوئے اور بہت سے کام کئے یہاں تک کہ ۱۹۲۰ء میں ڈیوک آف یارک بنائے گئے۔ سابق شہنشاہ ایڈورڈ (جو اس وقت ولی عہد تھے) زیادہ تر سیر و سیاحت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا کام بھی اکثر آپ ہی کیا کرتے تھے۔ ۲۸ سال کی عمر میں ان کی شادی کر دی گئی۔ یہ تو تھی ان کی مختصر سی سوانح عمری۔ اب تمھیں تاج پوشی کے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔

تاج پوشی کی رسم ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کو ہوگی۔ اس کے لئے انتظام ہو رہے ہیں۔ بادشاہ کے سر پر کینٹر بری کے اسقف اعظم تاج رکھیں گے۔ یہ تاج تین سو سال گذرے انگلینڈ کے بادشاہ چارلس دوئم کی رسم تاجپوشی کے موقعہ پر بنا تھا۔ یہ بہت خوبصورت اور قیمتی ہے۔ اس میں بڑے قیمتی ہیرے و جواہرات جڑے ہیں۔

چارلس دوئم کی شادی شہزادی کیتھرائن سے ہوئی تھی۔ اس زمانے میں بمبئی پر انگریزوں کا قبضہ نہ تھا بلکہ پرتگال کا بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ مگر جب یہ شادی قرار پائی تو چارلس دوئم کو بمبئی جہیز میں ملا۔

اسی بادشاہ نے عصا جو انگریزی رسم کے مطابق بادشاہ سلامت کے آگے لے جایا جائے گا۔ ایک گیند جس کو آج رسمیں منائے جانے کے دوران میں ہاتھ میں لئے رہیں گے

اور ایک انگوٹھی جسے آپ اپنی انگلی میں پہنیں گے، بنوایا تھا تم کو سن کر تعجب ہوگا کہ کرسی جس پر بادشاہ اس وقت بیٹھیں گے اس تاج و عصا سے بھی پرانی ہے۔ کیونکہ وہ ۶۰۰ سال ہوئے انگلینڈ کے سب سے پہلے بادشاہ ایڈورڈ اعظم کے حکم سے بنی تھی۔ اس کرسی کی گدی کے نیچے ایک بہت مشہور پتھر ہے۔ کہتے ہیں یہ پتھر فلسطین سے اسکاٹ لینڈ لایا گیا تھا۔ اور اسکاٹ لینڈ کے بادشاہوں کی کرسی کا زینت بنا رہا۔ انگلینڈ کے مشہور بادشاہ "ایڈورڈ سوئم" نے سنہ ۱۳۰۲ء میں جب اسکاٹ لینڈ پر حملہ کیا تو مال غنیمت میں اسے یہ پتھر بھی مل گیا اور وہ اس کو انگلینڈ لے آیا۔

تاج رکھنے کے بعد پادری آپ کے سر پر تیل ملے گا۔ وہ برتن جس میں یہ تیل رکھا جائے گا کم از کم ایک ہزار سال پہلے انگلینڈ کے بادشاہ ایڈورڈ کنفسر کے حکم سے بنا تھا۔ مذہبی رسمیں ختم ہونے کے بعد شہنشاہ ایسی جگہ لے جائے جائیں گے جہاں وہ اپنی تاج پوشی کی پوشاک تبدیل کریں گے۔ اور سلطنت کی پوشاک پہنیں گے اور پھر ان کے سر پر "امپیریل کراؤن" رکھا جائیگا۔

یہ تاج ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کے موقع پر بنا تھا، اس تاج کو بہت سے خوبصورت ہیروں اور قیمتی پتھروں سے سجایا گیا تھا۔

کھیل

دائرے کا کھیل

اپنے ایک دوست کو بلاؤ۔ اسے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑا کرو۔ اور کہو کہ میں تمھارے چاروں طرف ایسا دائرہ کھینچوں گا کہ تم باہر نہیں نکل سکو گے۔ اب یہ دائرہ یا حلقہ بجائے زمین پر کھینچنے کے اس کے کپڑوں پر کھینچ دو کیسی رہی!

غبارے کا کھیل

ایک اور کھیل بھی ہے مگر اس میں تمھارا تھوڑا سا نقصان ہے۔ یعنی غبارے میں اتنی ہوا بھرو کہ وہ پھٹ جائے اس میں تمھیں اپنا ایک غبارہ ضائع کرنا پڑے گا۔ تاہم اسے کھیلنا چاہو تو اپنے ساتھیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کردو، ٹھیک ایک مقررہ وقت پر ایک سیٹی بجائی جائے اور سب بچے ایک ساتھ ہوا بھرنا شروع کردیں جس گروہ کے غبارے پہلے پھٹیں گے وہی جیتے گا۔

"سنڈے اسٹینڈرڈ"

کلم سون

از جناب آفتاب حسن صاحب

بڑے میاں سے ہم سے یہ طے ہوچکا تھا کہ اتوار کے دن وہ ہمیں نہ جگائیں گے اور ہمارا جس وقت بھی جی چاہے گا اُٹھ کر ناشتہ کریا کریں گے لیکن آج انھوں نے وعدہ خلافی کی اور لگے پکارنے: "مسٹر آفتاب مسٹر آفتاب!!"

میں نے لحاف کے اندر ہی سے جواب دیا۔ "کیا ہے مسٹر برکس۔"

"ٹیلیفون آیا ہے۔"

"ابھی آیا" کہہ کر ٹیلیفون کو اور اس کے بنانے والے کو ہزاروں بددعائیں دیتا ٹیلیفون کے پاس آیا اور پوچھا: "آپ کون صاحب ہیں؟"

جواب آیا۔ "میں عاصم ہوں۔"

میں نے کہا: "عاصم تمھیں نیند نہیں آتی؟"

انھوں نے کہا۔ "مردِ خدا آٹھ بج گئے ابھی تک آپ کی صبح نہیں ہوئی۔"

میں نے جواب دیا: "انگلستان میں رات دن تو بادل چھائے رہتے ہیں۔ سورج کی شکل دکھائی نہیں دیتی۔ دن کے وقت بھی کبھی کبھی ایسا اندھیرا چھا جاتا ہے کہ سڑکوں پر روشنی کرنی پڑتی ہے، یہاں تو گھڑی دیکھ کر شام اور گھڑی دیکھ کر صبح ہوتی ہے۔ ہم آج دیر میں سوئے تھے اس لئے ہماری صبح دیر سے ہونی چاہئے۔"



"خیر اب تو اُٹھ گئے۔ اب بتاؤ آج کیا ارادے ہیں۔"

میں نے کہا: "بھائی ابھی تو میں بستر سے اٹھا ہوں ارادہ کرنے کا وقت کب ملا۔ تم آؤ تو پھر کچھ طے ہو۔"

انھوں نے کہا: "اچھا آتا ہوں۔"

میری نیند تو اب غائب ہوچکی تھی لیکن کریم صاحب ابھی تک بڑے خراٹے لے رہے تھے میں نے بسم اللہ کرکے ان کا لحاف کھینچ لیا اور وہ مجھے کوستے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔

میں اس زمانے میں لندن شہر کے دکھنی حصے میں ایک محلے میں رہتا تھا۔ عاصم ہم سے قریب ہی رہتے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی آگئے ہم لوگ ناشتہ سے فراغت کر کپڑے پہن باہر نکلنے کے لئے تیار ہوگئے۔ انگلستان میں لوگ ہفتہ میں چھ دن بڑی سخت محنت کرتے ہیں لیکن اتوار کے روز بالکل کام نہیں کرتے، پورے طور سے آرام یا تفریح کرتے ہیں۔ باغ، پارک اور ندی کے کنارے لوگوں سے بھر جاتے ہیں۔ اُس زمانے میں گرمی کا موسم تھا۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ کبھی کبھی آفتاب

بھی نکل آتا تھا اور لوگ باغوں میں دھوپ کھا کھا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ ہم نے ارادہ کیا کہ کسی باغ میں چل کر سیر کی جائے ابھی گھر سے دو قدم بھی نہ گئے تھے کہ دور سے باقی صاحب چھڑی گھماتے اسطرت آتے نظر آئے قریب پہنچنے سے پہلے ہی کڑک کر سلام علیک کہا۔ ہم نے بھی اتنے ہی بلند آواز سے جواب دیا۔ کہنے لگے "کہاں جا رہے ہو؟"

"سیر کرنے۔"

"کہاں؟"

"جدھر سینگ سمائے۔"

"انھوں نے بہت حیرت سے پوچھا" کیا اُڑنے والا آدمی دیکھنے نہیں چلو گے؟"

"اُڑنے والا آدمی؟"

"ہاں"

"آخر اس کا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ایک آدمی ہوائی جہاز سے کودتا ہے اور اُڑتا ہوا نیچے آتا ہے۔"

"اچھا میں سمجھ گیا، وہ کودنے کے بعد ریشم کی چھتری جو اس کی پیٹھ پر تہ کی ہوئی بندھی رہتی ہے کھول لیتا ہوگا۔ اس کے گرنے کے زور سے ہوا ابھر جاتی ہوگی چھتری پھول جاتی ہوگی اور وہ آہستہ آہستہ زمین تک آتا ہوگا (اس چھتری کو انگریزی میں پیراشوٹ کہتے ہیں) اس طرح کودنے میں کیا کمال ہے لوگ آئے دن کودتے رہتے ہیں۔"

باقی صاحب ہنس کر کہنے لگے "آپ سمجھے نہیں۔ یہ آدمی پیراشوٹ سے نہیں کودتا بلکہ اپنے بدن اور ہاتھوں کے بیچ میں مضبوط کینوس کا بازو لگاتا ہے اور دونوں ٹانگوں کے بیچ میں بھی اسی طرح کپڑا لگاتا ہے۔ اس طرح اس کے بازو بالکل چمگادڑ کی طرح ہو جاتے ہیں۔ جب وہ ہوائی جہاز سے کودتا ہے تو پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیتا ہے اور چیل کی طرح زمین کی طرف آتا ہے۔"

یہ کہہ کر باقی صاحب نے ہمیں سنڈے اکسپریس اخبار دیا۔ اس میں سارا حال درج تھا۔ اس آدمی کا نام کلم سون تھا، اور دنیا میں یہی ایک آدمی ہے جو اس کام کو کر سکتا تھا، سنڈے اکسپریس نے اس کو لاکھوں روپیہ صرف کر کے امریکہ سے بلوایا تھا تاکہ وہ لوگوں کو اپنا کمال دکھا سکے۔ اس کا تماشا لندن سے چند میل باہر ایک میدان میں ہونے والا تھا۔

تم پوچھو گے کہ سنڈے اکسپریس کو کیا پڑی تھی جو اتنا روپیہ خرچ کر کے کلم سون کو لایا اور پھر اس کا تماشہ لوگوں کو مفت دکھانے والا تھا، تو میاں بات یہ ہے کہ یہ سب اشتہار کے طریقے ہیں۔ اس ملک میں ہر اخبار والا یہ چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو اس کا اخبار زیادہ بکے اور لوگ زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ ویسے بھی یہاں تعلیم زیادہ ہے۔ ہر کوئی اخبار ضرور پڑھتا ہے۔ ایک ادنیٰ مزدور بھی صبح کام پر جاتے وقت ایک اخبار ضرور خرید لیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہاں سب لوگوں کو لکھنا پڑھنا آتا ہے اور بھئی جب تک ملک کے سب لوگ اخبار وغیرہ نہ پڑھ سکیں ملک کی ترقی مشکل ہے۔

ہاں تو سنڈے اکسپریس کلم سون کو امریکہ سے لے کر آیا تاکہ اس کے حالات پڑھنے کے لئے لوگ اسی کو خریدیں اور اس طرح اس اخبار کا نام اونچا ہو۔

باقی صاحب کہنے لگے "بھئی اب دیر مت کرو، وہاں جلد پہنچ جانا چاہئے۔ گیارہ بجے وہاں پر موجود رہنا چاہئے، اور وہ میدان یہاں سے کوئی ایک گھنٹہ کا رستہ ہے۔

توجناب، میں، عاصم، کریم اور باقی صاحب اُڑنے والا آدمی دیکھنے چلے۔ یوں تو لندن میں زمین دوز ریلیں خرگوش کے بلوں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں لیکن ہمارے محلے میں یہ ریل زمین سے باہر ہوگئی ہے اس میں اور معمولی ریلوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ بجائے بھاپ کے انجن کے یہ بجلی سے چلتی ہے ہم ٹہلتے ہوئے ایسٹ پٹنی یعنی مشرقی پٹنی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ ہماری طرح وہاں بہت سے لوگ تماشا دیکھنے جانے والے تھے۔ ریل جو آئی تو بھری ہوئی۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں، اب کیا کیا جائے؟ سامنے ایک گارڈ کا ڈبہ تھا جس میں مال واسباب رکھا جاتا ہے۔ اللہ کا نام لے کر ہم اسی میں گھس پڑے، ہمارے ساتھ اور بہت سے آدمی بھی آگئے اور ہم لوگ اس میں گائے بیل کی طرح کھڑے کھڑے لندن سے دس پندرہ میل باہر پہنچ گئے۔ وہاں بہت سے بے فکرے پہلے ہی سے جمع تھے، کوئی اپنی موٹر کی چھت پر بیٹھا تھا کوئی کسی مکان کی دیوار پر ڈٹا تھا، کوئی دوربین ہاتھ میں لئے آسمان کی سیر کر رہا تھا اور ہر طرف بڑے بڑے حرفوں میں کلم سون اور ساتھ ہی ساتھ سنڈے ایکسپریس کا نام بھی لگا ہوا تھا۔ میدان میں نئے پرانے ہر وضع کے ہوائی جہاز نمونے کے طور پر رکھے ہوئے تھے۔ بیچ میں سنڈے ایکسپریس کے لوگ کھڑے ہوئے تھے، اُن کے سامنے مائیکروفون رکھا تھا اور مجمع کے لئے جگہ جگہ نشر صوت کے آلے لگے تھے مائکروفون تو تم جانتے ہی ہو، اس آلہ کو کہتے ہیں جس میں اگر بولا جائے تو بجلی کی رو کے ذریعہ گفتگو ایک جگہ سے دوسری جگہ فوراً پہنچ سکتی ہے ٹیلیفون میں بھی تم مائکروفون ہی میں بولتے ہو جو تمھاری آواز دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ آلہ نشر صوت اس کو کہتے ہیں جس میں اگر مائکروفون کے ذریعہ بولا جائے تو آواز بہت بلند ہو کر نکلتی ہے اور چاروں طرف پھیلتی ہے۔ نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں اور صوت کے معنی آواز۔

کلم سون کے آنے میں کچھ دیر تھی۔ اس اثنا میں چند ہوا بازوں نے اپنے کرتب دکھانے شروع کئے۔ کوئی اُلٹا اُڑنے لگا، کوئی قلابازی کھانے لگا، کوئی پہلے تو بہت اونچا اُڑ گیا، اس کے بعد چیل کی طرح نیچے جھپٹا اور جب زمین کے ایک دم قریب آگیا تو پھر جہاز کو اوپر اڑا لے گیا۔ کسی نے بلندی پر جاکر کاغذ کے پتلے پتلے فیتے ہوا میں چھوڑ دئے اس کے بعد لگا جہاز کے بازو سے اس کو کاٹنے۔ کاغذ آہستہ آہستہ نیچے گر رہا تھا اور ہوا باز دہنے، بائیں، اوپر نیچے ہر طرف سے اس کو کاٹتا تھا ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک اُڑتی چیل پر کوے جھپٹتے ہیں۔ یا جس طرح کووں کا پیچھا مینا کرتی ہے۔

تھوڑی دیر بعد کلم سون آگیا اور ایک کھلی موٹر پر بیٹھ چاروں طرف لوگوں کے نزدیک گیا، لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں اخبار والے نے پکار کر کہا "اب کلم سون صاحب ایک جہاز پر بیٹھ کر دس ہزار فٹ کی بلندی یعنی تقریباً دو میل اوپر چلے جائیں گے اور وہاں سے اُڑتے ہوئے نیچے آئیں گے جس وقت وہ جہاز سے کودیں گے تو ایک دھوئیں کا گولا چھوڑیں گے۔ یہ گولا ان کے کپڑے کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اس سے آپ لوگوں کو ان کے نیچے آنے کا پتہ چلے گا۔"

کلم سون کا جہاز اوپر اٹھا اور اس کے پیچھے پیچھے اخبار والے اور سینما والے ہوائی جہازوں پر چلے تاکہ نیچے آتے وقت اس کی تصویر لے سکیں۔ کلم سون کا جہاز ذرا سُرخ رنگ کا تھا تاکہ پہچانا جا سکے۔ سب ہوائی جہاز آہستہ آہستہ چکر لگاتے ہوئے بلند ہونے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ ہماری نظریں اوپر اُٹھنے لگیں اور ہماری گردنیں اکڑنے لگیں۔ سُنا کرتے

تھے کہ اونچی عمارتوں کو دیکھنے سے ٹوپی گر جاتی ہے۔ لیکن یہاں تو یہ حال تھا کہ اوپر دیکھتے دیکھتے اور پیچھے جھکتے جھکتے اب پیٹھ کے بل گرنے کے قریب تھے۔ کچھ لوگ زیادہ عقلمند تھے، سیدھے گھاس پر چت لیٹ گئے اور لگے آسمان کی طرف تکنے۔

ہمیں اپنے بڑوں کا خیال اور دوسرے لوگوں کا ہمارے اوپر سے گزر جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم بھی اسی طرح لیٹ جاتے اور اطمینان سے ہوائی جہاز کے بلند ہونے کا تماشہ دیکھتے۔ پندرہ منٹ کے بعد جہاز چیل جیسا معلوم ہونے لگا۔ اس کے کچھ دیر بعد چھوٹی چڑیا جیسا اور پھر ایکدم غائب ہوگیا ہماری آنکھیں کچھ دوربین تو نہیں ہیں کہ دو میل کی چیز صاف نظر آتی۔ جب آنکھوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا تو پھر لوگوں کی زبان نے شرارت شروع کر دی۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی چلا چلا اٹھتا: "وہ آرہا ہے"! سب لوگ آسمان کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے مگر کچھ نظر نہ آتا۔ اسی طرح مذاق ہو رہا تھا کہ یکایک "وہ آرہا ہے! وہ آرہا ہے"! کا شور ہوا۔ ہم نے جو آنکھ اوپر اٹھائی تو دیکھتے ہیں کہ بہت بلندی سے ایک دھوئیں کی لکیر سی چلی آرہی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا چند لمحوں میں وہ ہم سے قریب ہوگیا اور پھر بالکل صاف معلوم ہونے لگا۔ کلم سون اس وقت دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اور ٹھیک اسی طرح اُڑ رہا تھا جس طرح چیل اپنے پر پھیلا کر بغیر بازو ہلائے ہوا میں آہستہ آہستہ تیرتی ہے فرق صرف یہ تھا کہ کلم سون کی رفتار کافی تیز تھی۔ اس کے پیر کے قریب سے دھواں نکل رہا تھا۔ جب وہ ہم سے قریب آیا تو اُس نے آسمان میں انگریزی آٹھ (8) کی شکل بنائی اور ہوائی قلابازی کھائی جس کو انگریزی میں لوپنگ دی لوپ کہتے ہیں۔ یعنی پیچھے کی طرف آتے آتے اس نے پھر اوپر کا رخ کیا۔ اور ایک بڑے دائرے میں ہوا میں چت ہوگیا۔ یعنی ہمیں اس کی پیٹھ نظر آنے لگی۔ دائرہ پورا کر لینے کے بعد وہ پھر زمین کی طرف آنے لگا۔ ایسا نظارہ انگلستان میں کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور مُنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جس رفتار سے وہ نیچے آرہا تھا اگر اُسی تیزی سے وہ زمین پر گرتا تو غالباً ہڈیاں پسلیاں سب برابر ہو جاتیں لیکن زمین کے بالکل قریب آکر اس نے پیراشوٹ کھول لیا۔ اور سہولت کے ساتھ میدان میں اُتر گیا۔ ساری خلقت اُس کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑی اور جو لوگ اب تک میدان میں لیٹے یا بیٹھے ہوئے تھے جان بچانے کو ہڑبڑا کر کھڑے ہوگئے۔ لوگوں کا ایک ہجوم کلم سون کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا ہم بھی ریلے میں گرتے پڑتے وہاں تک پہنچے



اس وقت وہ ایک سامان لانے والی موٹر لاری پر کھڑا ہو چکا تھا اس کے ہاتھ کو لوگ مل رہے تھے غالباً ہلکی سی چوٹ آگئی تھی لوگ بڑے جوش وخروش کے ساتھ تالیاں بجا رہے تھے اور وہ جواب میں سلام کر رہا تھا۔ اس ہنگامہ میں ہمارے ساتھی کھو گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔ کلم سون کو اچھی طرح دیکھ میں اسٹیشن کی طرف لوٹا اور ہر مائیکروفون کے نزدیک لوگوں کا ہجوم ہو گیا، کوئی ماں کہتی تھی میرا بچہ گم ہو گیا۔ کوئی بچہ رو رہا تھا کہ میری ماں غایب ہو گئی۔ مائیکروفون والا سب کا نام پوچھتا اور پکارتا کہ میاں فلانے تمہاری ماں یہاں کھڑی ہے۔ یا بی بی تمہارا بچہ یہاں رو رہا ہے آواز ہر طرف پہنچتی اور لوگوں کو خبر ہو جاتی۔ میاں کریم اور باقی کو دل لگی جو سوجھی تو انہوں نے مائیکروفون والے کو میرا نام لکھ کر دیا اور تھوڑی دیر میں ہر طرف آواز گونجنے لگی: "ننھے آفتاب تمہارے والدین یہاں پر انتظار کر رہے ہیں"! اب ذرا مجھے دیکھو اور اس ننھے کے لفظ پر غور کرو لیکن مائیکروفون والے کو کیا معلوم کہ میں چھ فٹ ایک انچ لانبا ہوں۔ وہ تو کہو کہ جس وقت میری پکار ہو رہی تھی میں اسٹیشن پہنچ چکا تھا، اس لئے میں نے سنا نہیں، ورنہ وہاں جاکر پوچھتا کہ بتاؤ میرے والدین کہاں ہیں؟

تو صاحب اس طرح اڑنے والے آدمی کا تماشا ہم نے دیکھا۔ اب تم یہ سوال کرو گے کہ اس نے اس طرح اڑنا سیکھا کیسے؟ یہی سوال اخبار والوں نے کیا تھا۔ کلم سون نے جواب دیا کہ وہ امریکہ میں پیراشوٹ کے ساتھ ہوائی جہاز سے اکثر کودا کرتا تھا اس کے بعد اس نے پیراشوٹ دیر سے کھولنے کی مشق شروع کی، یعنی یہ کہ ہوائی جہاز سے وہ بہت بلندی پر سے کود جاتا تھا اور بغیر پیراشوٹ کھولے ہوئے گرتا رہتا تھا یہاں تک کہ زمین بہت قریب آجاتی اس وقت وہ پیراشوٹ کے ذریعہ زمین تک آجاتا سب سے پہلے جو اس نے بغیر پیراشوٹ کھولے گرنا شروع کیا تو عجیب کیفیت ہوئی کبھی سر نیچے کبھی پیر نیچے ہوا میں قلابازی کھاتا گرنی کی طرح گھومتا نیچے آتا۔ اس طرح گھومنا بہت تکلیف دہ ہوتا تھا۔ جب ایک دفعہ چکر شروع ہو جاتا تو پھر رکنا بہت مشکل تھا وہ اس فکر میں رہتا کہ ہوا میں قلابازی اور چکر کھائے بغیر سیدھا گرے۔ اس کوشش میں اس نے یہ محسوس کیا کہ ہاتھ یا پیر پھیلانے سے توازن قایم رکھنے میں کافی مدد ملتی تھی اسی طرح جس طرح تم کبھی ریل کی پٹری پر چلتے ہو اور ہاتھ پھیلا کر اپنے کو گرنے سے روکتے ہو۔

غرض اس طرح ہاتھ اور پیر کی مدد سے کلم سون نے ایسی مہارت پیدا کر لی کہ وہ ہوا میں سیدھا گرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ اب ذرا دونوں ہاتھ پاؤں پھیلا کر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اسے بڑی حیرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ جس طرح چڑیا اپنی دم کی مدد سے گھوم پھر سکتی ہے اسی طرح وہ بھی ٹانگوں کی مدد سے اپنے گرنے کے راستے میں تھوڑا بہت فرق پیدا کر سکتا تھا پھر اسے خیال ہوا کہ اگر ہاتھوں اور بدن کے بیچ میں ایک کپڑے کا پردہ لگا دیا جائے اور اسی طرح ٹانگوں کے بیچ میں بھی تو گویا یہ مصنوعی پروں کا کام دیگا۔ ہاتھوں والا پردہ بازو کا کام دے گا اور پیر والا دم کا، اس طرح ہوا زیادہ رک سکے گی اور چڑیا کی طرح اڑنا ممکن ہو جائیگا۔ چنانچہ اس نے بہت مضبوط زین کے بازو تیار کرئے اس کو وہ ہاتھ اور بدن کے بیچ

میں چمڑے کے تسموں سے کس لیا کرتا تھا جس طرح کاغذ کے بنے ہوئے پنکھے کھلتے اور بند ہوتے ہیں اسی طرح جب وہ ہاتھ اٹھاتا تو وہ کپڑا کھل رہا کرتا ہاتھ نیچے کرنے پر وہ تہ ہوکر بند ہو جایا کرتا۔

اس کے بعد امریکہ میں کلم سون نے ہوائی جہاز سے کود کر اپنے بازوؤں کا امتحان لیا۔ اس کا خیال صحیح نکلا اور وہ ہوا میں اُڑنے لگا۔

کلم سون اپنی پیٹھ پر دو پیراشوٹ باندھتا ہے تاکہ اگر ایک نہ کھل سکے تو دوسرا کام آئے۔

اس کا خیال ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی آئیگا کہ لوگ نہایت آسانی کے ساتھ ہوا میں پرندوں کی طرح تفریح کیا کریں گے۔

اخبار والوں نے جب پوچھا کہ کیا کسی اور نے بھی اس طرح اڑنے کی کوشش کی ہے تو کلم سون نے بتایا کہ پانچ اور آدمیوں نے کوشش کی تھی مگر سبھوں نے گر گر کر جان دے دی اور صرف وہی اکیلا اس کام کو کرسکتا ہے۔ جب کلم سون لنڈن سے برلن گیا کہ وہی کھیل پھر دکھلائے تو زمین کے قریب اس کا پیراشوٹ پورے طور سے نہ کھل سکا وہ زور سے زمین پر گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ غنیمت ہوا کہ جان بچی۔

تم کہو گے کہ بھئی یہ تو بڑے خطرے کا کام ہے بات بھی ٹھیک ہے لیکن میاں یہ تو بتاؤ کہ اگر لوگ خطروں سے ڈرا کریں تو ترقی کس طرح ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں نے دنیا میں نام پیدا کیا ہے اُن کے رستے میں بڑی بڑی رکاوٹیں آئی ہیں انھیں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تم بھی اگر دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو خطرے کے خیال کو دل سے نکال ڈالو۔

سنگِ مرمر کی کان

محمود الزماں صاحب طالب علم جامعۂ عثمانیہ

حیدرآباد کی مشہور کوئلہ کی کان سنگاریني، تعلقہ یلندو میں شہر حیدرآباد سے ۱۴۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کان سے ۱۸۸۹ء سے کوئلہ نکل رہا ہے۔ یہ ۱۰ میل لمبی اور ۳ میل چوڑی ہے۔ اس سے اب تک ۲ کروڑ ٹن کے قریب کوئلہ نکل چکا ہے۔ اس تعلقہ میں یلندو سے ۲½ میل کے فاصلے پر بمقام منڈی سنگِ مرمر کی بھی ایک کان نکلی ہے۔ آج اس کا کچھ حال پیامی بھائیوں کے لئے لکھا جاتا ہے۔

اس کان کے تین حصّے ہیں۔ ایک حصّہ تو وہ ہے جہاں سفید رنگ کا مرمر نکلتا ہے، دوسرے حصّے میں بھورے رنگ کا پتھر ملتا ہے۔ ان دونوں حصوں سے تین چار فرلانگ کے فاصلے پر جو حصّہ ہے وہاں پیلے رنگ کا پتھر نکلتا ہے۔ اس مقام پر کان کنی کا کام ۱۹۳۵ء کے ابتدائی حصّے میں شروع ہوا۔ کان کا رقبہ تقریباً ۱½ مربع میل کے قریب ہے۔ اگرچہ حال ہی یہاں مشینوں کے ذریعہ کام شروع ہوا ہے مگر یہاں سے پتھر پہلے بھی نکالا جا چکا ہے۔ چنانچہ پرانے زمانے کا ایک بڑا ترشا ہوا پتھر حیدرآباد کے سنٹرل جیل میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس جگہ سے اعلیحضرت میر محبوب علی خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور کی قبر کے لئے پتھر نکالا گیا تھا۔ چنانچہ اس آدمی سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا جس نے یہ پتھر اپنے ہاتھوں سے نکالے تھے ان کا نام غالب خاں ہے اور ان کی عمر ۷۵ سے زائد ہو چکی ہے۔

یہاں کام کرنے والے تین اطالوی انجنیر ہیں۔ جو فنِ جمادات میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہاں سے جو مرمر نکلتا ہے وہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ دنیا میں سب سے اچھا سنگِ مرمر اطالیہ (اٹلی) کا سمجھا جاتا ہے یہاں کا پتھر اگرچہ اطالوی مرمر کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر ہندوستان بھر میں اس سے اچھا مرمر دستیاب نہیں ہوتا۔

پتھر نکالنے اور اس کو کاٹنے چھانٹنے اور صاف کرنے کا کام مشینوں سے لیا جاتا ہے۔ پتھر کاٹنے کی ایک مشین موجود ہے۔ ہندوستان بھر میں یہی اکیلی مشین ہے جو پتھر نکالنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اس مشین میں ایک تار لگا ہوا ہے اور یہ تار ایک گھنٹہ میں ایک فٹ گہرا اور ۲۰، ۲۵ فٹ لمبا پتھر کاٹ سکتا ہے۔ سب سے پہلے پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے جاتے ہیں، اس کے بعد حسبِ ضرورت چھوٹی بڑی، موٹی اور پتلی سلیں ایک دوسری مشین کے ذریعہ سے تیار کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ایک اور مشین کے ذریعہ سے ان سلوں کے کونوں اور کناروں کو صاف اور ہموار کیا جاتا ہے۔ غالباً تم خیال کروگے کہ سنگِ مرمر جب کان سے نکلتا ہوگا اس وقت

بھی وہ ایسا ہی صاف وشفاف اور چمکدار ہوتا ہوگا جتنا کہ وہ عمارتوں میں لگا ہوا نظر آرہا ہے۔ مگر درحقیقت ایسا نہیں ہوتا کان سے نکلا ہوا پتھر سفید ضرور ہوتا ہے مگر اتنا چمک دار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان صاف اور سفید پتھر کے ٹکڑوں پر مشین کے ذریعہ پالش کی جاتی ہے تب جاکر کہیں یہ پتھر اس قابل ہوتے ہیں کہ عمارتوں اور دوسری چیزوں کے لئے استعمال کئے جاسکیں۔

پیلے رنگ کا پتھر ہندوستان کے اور کسی حصے میں نہیں پایا جاتا۔ انجینیروں کا خیال ہے کچھ عرصہ کے بعد یہاں سے ایسا پتھر نکل سکے گا جس سے بڑے عمدہ مجسمے بنائے جاسکیں گے کیونکہ ابھی جو اس قسم کا پتھر نکل رہا ہے وہ اوپری ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ اس سے کوئی اچھا کام لیا جائے۔ البتہ کچھ عرصہ کے بعد جب کان کافی گہری ہوجائے گی اُس وقت جو پتھر نکلیں گے وہ مجسموں اور سنگ تراشی کے لئے اپنی نظیر آپ ہوں گے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ ایسا پتھر تقریباً دس سال کے بعد حاصل ہونے لگے گا۔

ابھی یہ کان ابتدائی حالت میں ہے۔ اس کی گہرائی بھی بہت زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ بعض جگہ صرف ۱۰، ۱۲ فٹ اور بعض جگہ ۲۰، ۲۵ فٹ تک اس کی گہرائی ہے۔ اگر کام تیزی سے ماہرینِ فن کی نگرانی میں ہوتا رہا تو کچھ عرصے کے بعد یہ کان ہندوستان بھر میں کافی اہمیت حاصل کرلے گی۔ اور ایک قابلِ دید چیز ہوگی۔

ولیم ٹیل

(سید نصیر احمد صاحب بی اے جامعی)

براعظم یورپ میں ایک چھوٹا سا مگر بہت خوب صورت ملک سوئزرلینڈ ہے۔ یہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے، سرسبز گھاس، شان دار درخت اور خوب صورت جھیلیں۔ آب و ہوا بہت عمدہ۔ ہر سال ہزاروں سیاح یہاں آ کر زندگی کا لطف اُٹھاتے ہیں۔

جھیلوں میں ایک جھیل کا نام "لوکارنا" ہے۔ اس کا پانی صاف شفاف اور ٹھنڈا ہے۔ چاروں طرف بلند پہاڑ۔ اس کے شمالی جانب ایک گرجا ہے جسے "ٹیل کا گرجا" کہتے ہیں۔

تم پوچھو گے ٹیل کون تھا اور اس کی یاد میں یہ گرجا کیوں بنایا گیا تھا۔ ہم تمھیں بتاتے ہیں ٹیل سوئزرلینڈ کا رہنے والا تھا، سے وہاں کے لوگ آج تک یاد کرتے ہیں اور بڑی عزت سے اس کا نام لیتے ہیں۔ اس نے اپنے ملک کو آزاد کرانے میں بڑی کوششیں کی تھیں۔

آج سے چھ سو برس پہلے سوئزرلینڈ کے لوگ غلام تھے۔ اس ملک کے پاس ہی ایک اور ملک آسٹریا ہے۔ وہاں کا بادشاہ ان پر حکومت کرتا تھا۔

آسٹریا والے ان بے چاروں پر بہت ظلم کرتے تھے۔ اور ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔ بادشاہ کے نائب گیسلر نے تو ظلم ستم کی انتہا کر دی تھی۔ وہ بہت مغرور اور بدمزاج تھا۔ اس نے ایک دفعہ ایک شہر کے چوک میں لانبا سا بانس گاڑا، اور اس پر اپنی ٹوپی لٹکا دی۔ اور یہ حکم دیا کہ جتنے بھی لوگ یہاں سے گذریں وہ ٹوپی کو سلام کریں نہیں تو سخت سزا دی جائے گی۔ سب لوگ مجبوراً یہ حکم مانتے تھے۔ صرف ایک آدمی نے گیسلر کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور یہ آدمی ولیم ٹیل تھا۔ اس کا پورا حال تمھیں اس ڈرامے سے معلوم ہو جائے گا۔ امید ہے کہ تم اسے پسند کرو گے "نصیر"

ڈراما

پہلا منظر

ایک چھوٹی سی جھونپڑی۔ ٹیل کسی کام میں مصروف ہے اس کی بیوی ناشتہ تیار کر رہی ہے والٹر اور ولہلم دو چھوٹے بچے چھوٹی سی کمان سے کھیل رہے ہیں۔ اور کچھ گانے بھی جاتے ہیں۔

والٹر اور ولہلم کا گانا :۔

کوئی وادی ہو یا کوئی کہسار

کوئی ویرانہ ہو یا آبادی
ہم چلے جائیں بے خطر ہر جا
ایسی مل جائے ہم کو آزادی

ٹیل ۔ میں نہیں ٹھیک کر سکتا۔ تم خود کوشش کرو ہر ایک کو اپنی مدد آپ کرنا چاہیے

بیوی اچھا آج تم کہاں جا رہے ہو؟



بیوی (ٹیل سے)، اتنی چھوٹی سی عمر میں بچوں کو نشانہ سکھانا اچھا نہیں۔

ٹیل ۔ چھوٹی سی عمر سے تو مشق ضروری ہے ۔ ورنہ وہ اچھے نشانہ باز نہیں بن سکتے۔

بیوی میرا دل تو چاہتا ہے کہ انھیں کبھی نشانہ لگانا ہی نہ آئے۔

ٹیل ہر ایک آدمی کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔

والٹر ابا جان میری کمان کی رسی ٹوٹ گئی ہے اسے ٹھیک کر دیجئے۔

ٹیل میں والد صاحب قبلہ سے ملنے جا رہا ہوں بہت دنوں سے ان کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔

بیوی آخر ایسے خطرے کی حالت میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔

ٹیل ۔ کیوں؟ خطرہ کیسا؟

بیوی میں نے سنا ہے کہ لوگوں نے آسٹریا والوں کے خلاف ایک انجمن بنائی ہے کہ انھیں اس ملک سے باہر نکال دیں۔

ٹیل مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اگر ملک کو میری ضرورت ہوگی تو میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔

بیوی۔ وہ تمھیں کوئی خطرناک اور جان جوکھوں کا کام دے دیں گے۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

ٹیل۔ ہر ایک آدمی کو وہی کام ملتا ہے جسے وہ کر سکتا ہے

(ٹیل اُٹھ کر تیر و کمان لیتا ہے)

بیوی۔ تیر و کمان کا ہے کے لئے۔ اس کو یہیں چھوڑ جاؤ

ٹیل۔ ہرگز نہیں۔ میں ہمیشہ تیر و کمان اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔

والٹر۔ ابا جان آپ کہاں جا رہے ہیں

ٹیل۔ تمھارے دادا کے پاس۔ کیا میرے ساتھ چلوگے۔

والٹر۔ جی ہاں

بیوی۔ آج شہر مت جاؤ۔ گورنر وہیں ہے۔

ٹیل۔ وہ آج جا رہا ہے۔

بیوی۔ تو اسے جانے دو۔ تمھیں معلوم ہے اسے تم سے کتنی نفرت ہے۔

ٹیل۔ مجھے نفرت کی پروا نہیں۔ میں وہی کرتا ہوں جو ٹھیک سمجھتا ہوں۔ میں کیوں کسی سے ڈروں۔

بیوی۔ وہ ان لوگوں سے زیادہ نفرت کرتا ہے جو ایسا سمجھتے ہیں۔ آج شہر جانے کی بجائے شکار کھیلنے چلے جانا۔

ٹیل۔ تم آخر اس قدر ڈرتی کیوں ہو۔ بات کیا ہے۔

بیوی۔ معلوم نہیں کیا بات ہے آج شہر مت جاؤ۔

ٹیل۔ بغیر کسی وجہ کے؟

بیوی۔ ہاں بغیر کسی وجہ کے۔ آج مت جاؤ

ٹیل۔ لیکن میں وعدہ کر چکا ہوں۔

بیوی۔ یہ بات ہے تو مجبوری ہے۔ وعدہ ضرور پورا کرنا چاہئے۔ اچھا والٹر کو تو یہیں چھوڑ جاؤ

والٹر۔ نہیں اماں جان میں تو ضرور شہر جاؤں گا۔

بیوی۔ کیا تمھیں اپنی اماں سے محبت نہیں ہے

والٹر۔ اماں جان میں شہر سے آپ کے لئے ایک بہت عمدہ چیز لاؤں گا۔

ولہلم۔ اماں والٹر بھائی کو جانے دیجئے نا۔ میں جو آپ کے ساتھ ہوں۔

(ٹیل اور والٹر چلے جاتے ہیں)

دوسرا منظر

(ایک کھلی جگہ ہے۔ بیچ میں ایک لانبا سا بانس ہے بانس پر ٹوپی ہے۔ دو سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔)

پہلا سپاہی۔ ہم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں بھلا اس ٹوپی کو سلام کرنے یہاں کون آئے گا۔

دوسرا سپاہی۔ تمام لوگ دوسری طرف سے چکر کاٹ کر جاتے ہیں۔

پہلا سپاہی۔ دوست سچی بات تو یہ ہے کہ اس ٹوپی کے لئے یہاں پہرہ دینا ذلت کی بات ہے۔ ہر ایک ہمیں نفرت سے دیکھتا ہے۔ لیکن گورنر کا حکم ہے۔

(دور سے ٹیل اور والٹر آتے دکھائی دیتے ہیں)

والٹر۔ ابا جان کیا دنیا میں ایسے ملک بھی ہیں۔ جہاں پہاڑ نہ ہوتے ہوں۔

ٹیل اگر ہم اپنے ملک سے نیچے جائیں تو ایسے علاقے ملیں گے۔ وہاں بڑے بڑے میدان ہیں جہاں خوب

سا فست ہوتی ہے

والٹر۔ تو ہم وہاں کیوں نہ چلے جائیں۔ یہاں تو کچھ اگتا ہی نہیں۔ بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔

ٹیل۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں کے لوگوں کو بڑا آرام ہے لیکن وہ اپنی محنت کا پھل خود نہیں کھا سکتے۔

والٹر کیا وہ اپنے ملک میں آزاد نہیں ہیں۔

ٹیل۔ پیارے بچے وہ بھی آزاد نہیں ہیں نہ ان میں آزادی کا جذبہ اور تڑپ ہے۔

والٹر۔ کیا وہ جنگلوں میں شکار نہیں کھیل سکتے؟

ٹیل۔ جنگلوں کے تمام جانوروں کے مالک وہاں کے امیر اور دولت مند ہیں۔

والٹر۔ کیا وہ دریاؤں اور سمندروں سے مچھلیاں نہیں پکڑ سکتے۔

ٹیل۔ دریاؤں اور سمندروں کا مالک بادشاہ ہے۔

والٹر دیکھئے ابا جان وہ بانس پر ٹوپی کیسی ہے؟

ٹیل۔ نہیں اس سے کیا

پہلا سپاہی شہنشاہ آسٹریا اور گورنر کے حکم سے رک جاؤ۔

ٹیل کیا بات ہے؟

دوسرا سپاہی تم نے شہنشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ تم نے گورنر کی ٹوپی کو سلام نہیں کیا۔ بس ہمارے ساتھ چلو۔

ٹیل میں اپنے راستے پر جا رہا ہوں۔ جانے کیوں نہیں دیتے۔

پہلا سپاہی چلو۔ جیل خانے۔

والٹر۔ جیل خانہ! لوگو۔ دوڑو، بچاؤ۔ میرے ابا جان کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

(شہر کے بہت سے لوگ جمع ہو جاتے ہیں ان میں ٹیل کا باپ بھی ہے)۔

لوگ کیا بات ہے؟ تم نے اس کو گرفتار کیوں کیا ہے؟

سپاہی یہ باغی ہے

ٹیل باغی! کیا مطلب!

لوگ (سپاہیوں سے) اس شخص کا نام ٹیل ہے اور یہ تو بڑا شریف اور نیک آدمی ہے۔ تم کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔

والٹر۔ دادا جان۔ مدد، ابا جان کو سپاہی کہاں لئے جا رہے ہیں؟

دادا۔ ذرا ٹھہرو۔ میں ٹیل کی ضمانت دیتا ہوں۔

سپاہی ضمانت، ومانت ہم کچھ نہیں جانتے۔

لوگ۔ ہم سے یہ برداشت نہیں ہو سکے گا۔ ہم ٹیل کو نہیں چھوڑیں گے ہم لڑیں گے۔ کٹ مریں گے۔

ٹیل۔ جاؤ، بھائیو۔ اپنا کام کرو۔ میری وجہ سے آگ میں کیوں کودتے ہو۔

لوگ۔ ہم ٹیل کو نہیں چھوڑیں گے۔

سپاہی بغاوت، غدر

(دور سے نقارے کی آواز آتی ہے)

لوگ۔ گیسلر آ رہا ہے۔

دادا۔ خدایا تیری پناہ۔ گورنر آ رہا ہے۔ اب کیا ہوگا

کچھ لوگ مت جاؤ۔ راستہ چھوڑ دو

سپاہی (زور سے) بغاوت، غدر، مدد، مدد

گیسلر۔ ابھی ابھی مدد کے لئے کون پکار رہا تھا۔ بتاؤ کیا بات ہے

پہلا سپاہی۔ حضور، یہ آدمی ٹوپی کو سلام کرنے سے انکار کرتا ہے اس لئے میں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔

گیسلر۔ کیوں ٹیل، تم شہنشاہ اور اس کے نائب کا حکم نہیں مانتے۔

نشانے سے سیب کے دو ٹکڑے کر سکتے ہیں۔

گیسلر۔ کیا یہ تمہارا بیٹا ہے۔

ٹیل۔ جی ہاں۔

گیسلر۔ کیا تمہارے اور بھی بال بچے ہیں۔

ٹیل۔ جی ہاں۔ دو لڑکے

گیسلر۔ اچھا ٹیل اپنے لڑکے کو سو قدم کے فاصلے پر کھڑا



ٹیل۔ حکم مانوں گا نہ ہرگز آپ کا
مار دو چاہے مجھ کو سامنے
بات میری آپ یہ سن لیجئے
میں جھکوں گا بس خدا کے سامنے

گیسلر۔ اچھا، میں نے سنا ہے کہ تم بڑے اچھے نشانہ باز ہو۔ تمہارا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔

والٹر۔ جی ہاں ابا جان سو قدم کے فاصلے سے اپنے

کر دو۔ ہم اس کے سر پر ایک سیب رکھ دیتے ہیں تم ایسا نشانہ لگاؤ کہ سیب کے دو ٹکڑے ہو جائیں

ٹیل۔ یہ بڑا خوفناک حکم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالوں۔

گیسلر۔ نہیں، نہیں ایسا کرنا ہوگا۔ ورنہ خاندان بھر کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

ایک خاتون۔ گورنر صاحب اس مذاق کو رہنے دیجئے

۱۔ کون کہتا ہے میں مذاق کر رہا ہوں۔ ٹیل جلدی کرو تمہاری قسمت خود تمہارے ہاتھ میں ہے

دادو۔ (ہاتھ جوڑ کر) حضور، میری نصف جائداد لے لیجئے اور ان کو چھوڑ دیجئے

والٹر۔ دادا جان آپ اس بدمعاش کے سامنے ہاتھ کیوں جوڑتے ہیں۔ ابا جان میں کھڑا ہوتا ہوں آپ نشانہ لگائیے۔

ایک آدمی۔ بچے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں۔

والٹر پٹی باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ڈرپوک نہیں ہوں۔ ابا جان جلدی کیجیے۔

(ٹیل تیر وکمان سے کر نشانہ لگاتا ہے)

سپاہی (زور سے) سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے شاباش ٹیل۔

گیسلر (حیران ہوکر) کمال کیا۔ کس طرح نشانہ لگایا؟

سپاہی۔ آہا کیا اچھا نشانہ تھا۔ لوگ کئی سال تک اس کو یاد رکھیں گے

ایک معزز۔ لوگ ٹیل اور اس کے نشانے کو اس وقت تک یاد رکھیں گے۔ جب تک پہاڑ موجود ہیں۔

سب لوگ۔ ٹیل کی جے۔ زندہ باد ٹیل۔ سوئزرلینڈ کی جے۔

مجمع الادب اسماعیل کالج جوگیشوری (بمبئی)

اِنعامی مقابلہ

اسماعیل کالج میں ۸ فروری کو جو یوم دلی" منایا گیا تھا۔ اس کو علمی اور عملی صورت سے مستقل و مفید بنانے کے لئے مجمع الادب نے یہ طے کیا ہے کہ ملک کے ادیبوں، انشاء پردازوں اور مضمون نگاروں سے درخواست کی جائے کہ وہ مندرجۂ ذیل موضوع پر اظہار خیال فرمائیں جو مضامین سب سے اچھے سمجھے جائیں گے ان کے لئے معقول انعامات پیش کئے جائیں گے۔ انشاپردازوں کے علاوہ تمام طلباء سے بھی درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس موضوع پر لکھیں۔ طلباء کے مضامین میں سے بھی سب سے اچھے دو مضامین میں اول کو ایک سونے کا تمغہ اور دوسرے کو چاندی کا تمغہ دیا جائے گا موصولہ مضامین میں سے چند اچھے مضامین ایک کتاب کی صورت میں شائع کئے جائیں گے مضامین مندرجہ ذیل پتہ پر یکم جولائی ۱۹۴۳ء تک پہنچ جانا چاہئیں طلباء کو اپنے مضامین کالج یا اسکول کے اعلیٰ افسر کے ذریعے روانہ کرنا چاہئیں۔ کوئی ایسا مضمون جو کہیں پڑھا جا چکا ہو نہ روانہ کیا جائے۔

(۱) اردو ادب وشاعری میں دلی کا درجہ (۲)، دلی سے پہلے گجرات، دکن اور شمالی ہند میں اردو کا ترجمہ (۳)، دلی کی لسانی ادبی، سماجی، و تعمیری خدمات (۴)، موجودہ اردو ادبیات پر دلی کا اثر۔

(پروفیسر) نجیب اشرف ندوی "صدر شعبۂ اردو"

مقناطیس

از جناب ذاکر صاحب علی گڈھی

آؤ آج تمھیں ایک کار آمد لیکن دلچسپ چیز کے متعلق کچھ بتائیں۔

آج سے کوئی دو ہزار برس پہلے ایک چینی سائنس داں نے ایک ایسا پتھر دریافت کیا جس کو اگر لٹکا دیا جائے تو اس کا ایک سرا شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف ہو جاتا تھا۔ یہ پتھر کہیں لٹکا کر گھما دیا جاتا تو ٹھیر نے پر بھی اس کی سمت میں تبدیلی نہ ہوتی۔ اس پتھر کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کھینچ لیتا تھا۔ اس پتھر کو انگریزی میں (Lode stone) اور اُردو میں مقناطیس کہتے ہیں۔

اس سائنسداں نے اس پتھر کو نوکدار کرنے کے لئے پتھر پر گھسا۔ اب یہ لوہا بھی مقناطیس کا کام دینے لگا اور لٹکانے پر اپنا رخ شمالاً جنوباً کر لیتا۔ یعنی اب مقناطیس دو قسموں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک قدرتی مقناطیس جو صرف Lode Stone ہی تھا، دوسرا وہ جو قدرتی مقناطیس کو لوہے پر گھس کر بنایا جاتا ہے۔

مقناطیس بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک لوہے کے ٹکڑے پر بجلی کی لہر دوڑائی جائے۔ لوہا بھی مقناطیس بن جاتا ہے اور لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے لیکن یہ مقناطیس عارضی ہوتا ہے۔

مقناطیس کے استعمال

لوہے کے کارخانوں میں جہاں لوہے کے بڑے ٹکڑے اِدھر اُدھر پھیلے ہوتے ہیں اِسی بجلی کے بنائے ہوئے مقناطیس (ELECTRO-MAGNET) کے ذریعے اٹھائے جاتے ہیں۔ ایک پہیوں دار

گاڑی میں ایک لٹھے میں زنجیر لٹکی ہوتی ہے اس زنجیر میں لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہوتا ہے جس پر بجلی کے تار لپٹے ہوتے ہیں۔ جن لوہے کے ٹکڑوں کو اٹھانا ہوتا ہے یہ زنجیر میں ٹکا ہوا لوہا اس کے اوپر سے گذارتے ہیں اور بجلی کی لہر اس پر گذرنے دیتے ہیں۔ اس طرح وہ تمام ٹکڑے جن پر سے یہ مقناطیس گذر رہا ہے آ آ کر چپک جاتے ہیں اور جہاں کہیں ان کو لے جانا منظور ہوتا ہے لے جاتے ہیں اس سے ہزاروں مزدوروں کی محنت بچ جاتی ہے

دُوسرا استعمال مقناطیس سے سمت معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ مقناطیس اپنا ایک رُخ شمال کی طرف، دوسرا جنوب کی طرف رکھتا ہے۔ قطب نما بھی اس اصول پر بنا ہوتا ہے اور سمت معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

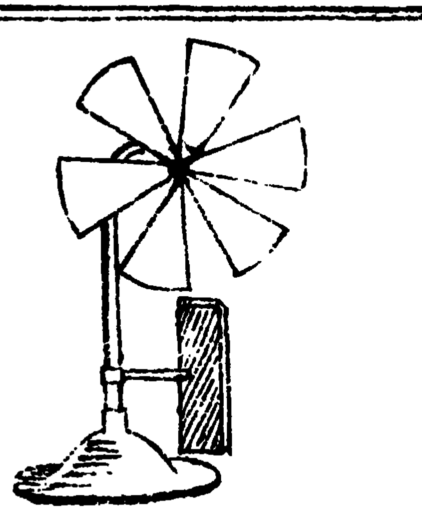
قطب نما کی سب سے بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ایک سے سرے آپس میں کشش رکھتے ہیں اور مختلف سرے ایک دوسرے کو بھگاتے ہیں یعنی اگر دو مقناطیسی سلاخوں کے شمالی سرے قریب لائے جائیں تو وہ دونوں سلاخیں مل جائیں گی۔ برخلاف اس کے اگر ایک سلاخ کا شمالی سرا اور دوسری سلاخ کا جنوبی سرا قریب لایا جائے تو وہ ایک دوسرے کو بھگاتے ہیں۔

اس اصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا تم کوئی کارآمد چیز بنا سکتے ہو؟

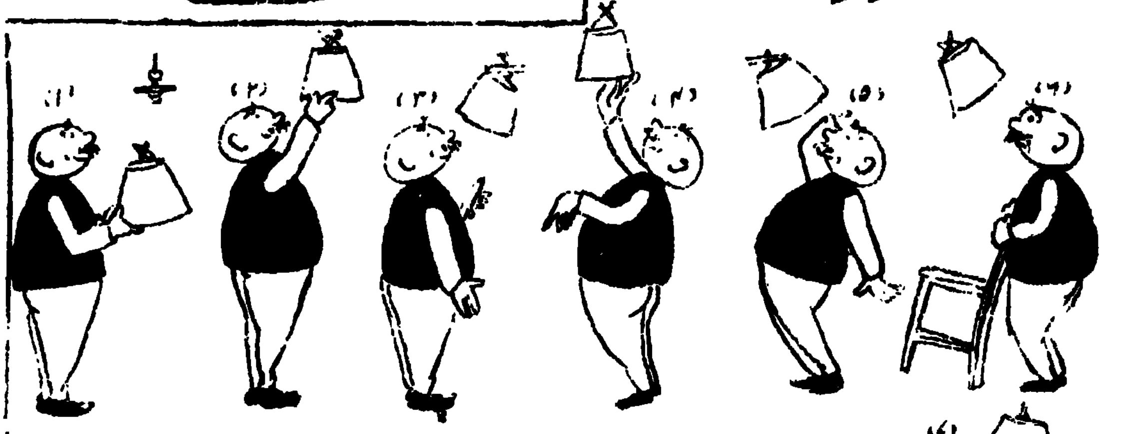
آؤ ہم مقناطیس سے ایک بجلی کی قسم کا پنکھا بنائیں۔ سب سے پہلے مقناطیس بنانا سیکھو لوہے کی چادر میں سے چند چند لمبے ٹکڑے کاٹو۔ ان ٹکڑوں پر مقناطیس کے ایک ہی سرے کو صرف ایک ہی رُخ (یا تو اوپر سے نیچے اور یا دائیں سے بائیں کو رگڑو۔ ایسا نہ کرنا کہ پہلی مرتبہ اوپر سے نیچے رگڑو اور دوسری مرتبہ دائیں سے بائیں۔ ایسا کرنے سے مقناطیس خراب ہو جاتا ہے) رگڑو۔ اب تم دیکھو گے کہ یہ لوہے کی چادر کے ٹکڑے بھی مقناطیس بن گئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

اب ان لوہے کی چادر کے ٹکڑوں کو

ایک کیل میں جڑ دو پھر دوسری کیل میں اس طرح لگاؤ کہ یہ آسانی سے گھوم سکے۔ لیکن اتنا خیال رکھنا کہ سب ٹکڑوں کے ایک سے سرے ایک طرف رہیں بالکل اس طرح :-



موٹو



موٹو کے کمرے میں خیر سے بجلی بھی ہے! ایک دن جی میں کیا آئی کہ اس میں شیڈ لگانا چاہیے۔ بس ادھر اس خیال کا آنا، ادھر تیاری شروع ہوگئی۔ بازار سے اچھا سا شیڈ منگوایا گیا۔ اب بھی لگے کیسے؟ پہلے کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر خود ہی کوشش شروع کردی مگر دیکھا جو تھا تو جو کسر نہیں چھپتا تھا کوئی نہ کوئی خرابی رہ جاتی تھی مجبوراً کرسی گھسیٹ لائے اور خوش ہو کے کہنے لگے اب سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا مگر کرسی تھی چھوٹی اور یہ تھے بہت موٹے اس پر کھڑے جو ہوئے تو بوجھ نہ سنبھال سکی، ارارا دھم!! یہ نیچے، کرسی اوپر اور شیڈ اُن کے سر پر!!!



معلومات

۱۹۱۸ء میں ایک امریکن ہوا باز جہاز سے گر پڑا یہ جہاز اس وقت پندرہ ہزار فٹ کی اونچائی پر تھا۔ خدا کی قدرت جہاز اس وقت ہوا میں غوطہ لگا رہا تھا۔ ہوا باز تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچا تھا کہ جہاز اس کے نیچے آگیا اور وہ اس کی دُم پر جا پڑا اور بے چارے کی جان بچ گئی۔

نیوساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) میں ایک فوارہ ہے جس کا پانی دو سو فٹ تک اوپر اچھل سکتا ہے۔

امریکہ میں کپاس چننے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہے یہ کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں کا کام انجام دے گی۔

ایک بنگالی لوہے کی سلاخ سرخ کر کے اپنی زبان پر رکھ لیتا ہے اُسے ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

لندن سے کیپ ٹاؤن تک ایک سڑک بنانے کی تجویز ہو رہی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ سڑک دنیا میں سب سے لمبی ہوگی۔

ایتھنز (یونان) کی ایک عورت لیون نے محض اس لئے اپنی زبان کاٹ ڈالی کہ وہ ملک کے قومی کام کرنے والوں کا بھید حکومت کے سرکاری افسروں کے سامنے نہ کہنے پائے۔ اس اچھی عورت کی یادگار میں ایک مجسمہ بنایا گیا۔ اس کی شکل شیرنی کی کی تھی جس کے زبان نہ تھی۔

شنگھائی کے ایک پادری کے ناخن بائیس انچ لمبے ہیں۔ اُس نے ستائیس سال سے انھیں بڑھنے دیا ہے۔

ٹولیڈو میں ایک طالب علم کے ہاتھ اتنے بڑے ہیں کہ اپنے ایک ہاتھ میں فٹ بال پکڑ سکتا ہے۔

پیٹرس برگ (افریقہ) کے ایک حبشی سردار کا قد تین فٹ سے بھی کم تھا مگر اس کے دس بیویاں تھیں اور ۷۴ بچے۔

فرانس کے ایک انجنیر نے ایک موٹر تیار کی ہے جو بجائے پٹرول کے۔ کوئلے کے گیس سے چل سکتی ہے۔

لندن میں ایک گونگے بہرے طالب علم نے چودہ سال کی عمر میں آٹھ زبانیں سیکھ لیں۔

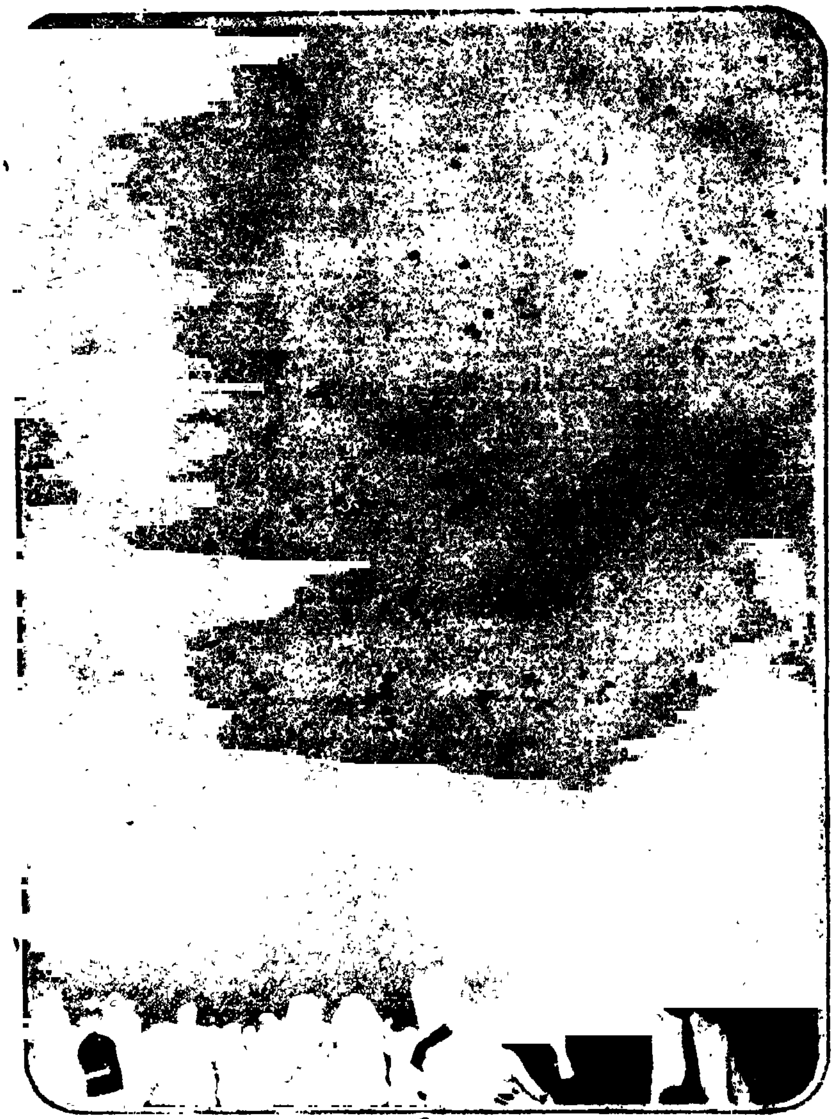
ٹڈی ایک وقت میں آٹھ سو تک انڈے دیتی ہے۔

فرانس کے ایک ایکٹر میں یہ کمال تھا کہ وہ محض اپنے ارادے کی قوت سے اپنے بال کھڑے کر لیتا تھا۔ اور جب چاہتا نیچے بٹھا دیتا۔

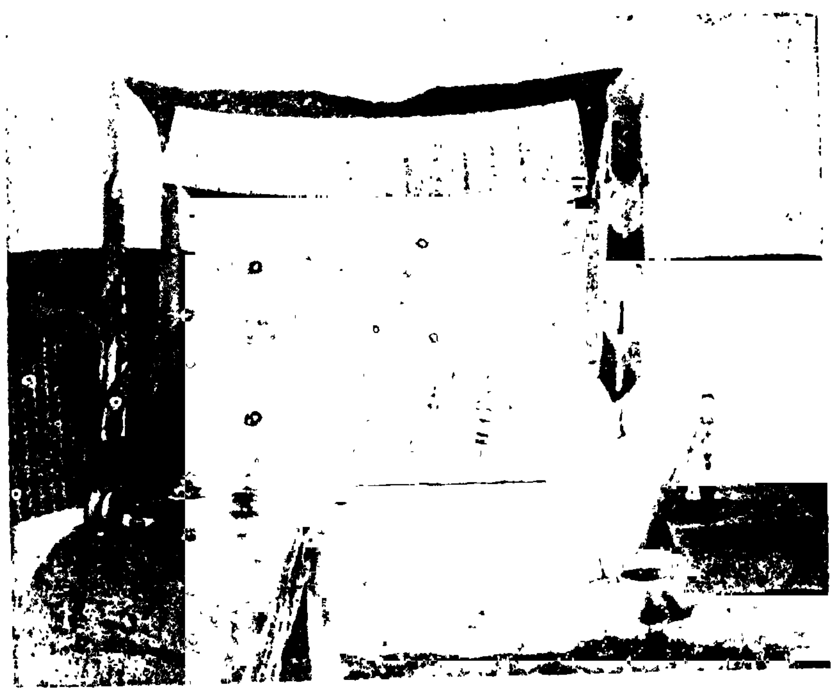
اڈیٹا رفش نام کی ایک مچھلی ہے جو خوب اُڑ سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ کوے کی طرح کائیں کائیں بھی کرتی ہے۔

جاپان کا شاہی خاندان دنیا کے شاہی خاندانوں میں سب سے پرانا ہے کوئی ۲۵۸۸ سال سے اس میں بادشاہت چلی آرہی ہے۔ موجودہ بادشاہ اپنے خاندان کا ایک سو چوبیسواں بادشاہ ہے۔

نجیب اشرف . . . . سرائے میر



پیراشوٹ کے ذریعہ ہوائی جہازوں سے کودنے کا منظر



ہاتھی دانت سے بنا ہوا محمل چوکی کاریگری کا نمونہ

بہادر جون

بشیر احمد صاحب فیروز پوری

الینڈ کا بہت سا حصہ پہلے پانی سے ڈھکا ہوا تھا مگر لوگوں نے بڑی بڑی دیواریں اور پشتے بنا کر سمندر کو پیچھے ہٹا دیا جس میدان پر پہلے میلوں تک سمندر لہریں مارتا تھا آج اسی میدان پر شہر اور گاؤں بسے ہوئے ہیں۔ درخت اور پودے لہلہاتے ہیں اور لوگ اپنے گھروں میں آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

مگر سمندر کو جب موقع ملتا ہے اپنی کھوئی ہوئی زمین کو حاصل کرنے کے لئے پورے جوش کے ساتھ حملہ کرتا ہے۔ دیواروں کو توڑ ڈالتا ہے۔ آدمی جانور مال اسباب جو سامنے آتا ہے سب کو بہالے جاتا ہے۔

ایک دفعہ پشتے میں شگاف ہو گیا اور پشتے کا پانی پاس کے گاؤں میں گھس آیا۔ اس میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس کی بیٹی کا نام جون تھا۔ یہ اپنی ماں سے کہنے لگی "اماں پانی برابر چڑھتا چلا آرہا ہے یہاں ٹھہرنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ کچھ فاصلے پر اونچی زمین ہے۔ چلو وہاں چلیں"

مگر اب پانی گھٹنوں گھٹنوں ہو گیا تھا اور ہر لحہ اونچا ہی ہوتا جاتا تھا۔ وہاں تک پہنچنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ سمندر میں لہریں اٹھ رہی تھیں۔ بڑی بی کا مارے ڈر کے دم خشک ہو رہا تھا۔ پانی میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ مگر بیٹی کی محبت دیکھو اس نے اپنی پیاری ماں کو گود میں اٹھا لیا اور پانی میں گھس گئی۔ پانی کی لہریں اس کے بدن سے ٹکرا رہی تھیں مگر وہ ذرا نہ جھجکی۔ برابر آگے بڑھتی چلی گئی۔ جون کے پڑوس میں ایک عورت رہتی تھی۔ اس کے تین بچے تھے۔ اس نے جون کو جاتے دیکھا تو بہت گھبرائی۔ اور پکار کر بولی "بیٹی جون! ہمیں تو تمہارا ہی آسرا تھا اس مصیبت کے وقت ہمارا ساتھی تمہارے سوا کون ہے۔ اب ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہی ہو" جون نے کہا "آپ گھبرائیں نہیں سامنے پاس ہی خشک پہاڑی ہے۔ اس پر اپنے بال بچوں کو لے چلئے۔ میں بھی اماں کو چھوڑ کر ابھی آتی ہوں پھر آپ کی مدد کروں گی۔

جون اونچی زمین پر پہنچی وہاں اپنی ماں کو آرام سے بٹھا کر کہا۔ لو اماں اب میں اپنی پڑوسن کے پاس جاتی ہوں۔ ماں نے کہا "پاگل ہو گئی ہے۔ دیکھتی نہیں سمندر کا کیا حال ہے" مگر جون نے کہا "اپنی پڑوسن کے بال بچوں کا بچانا ہمارا فرض ہے" اتنا کہہ کر پھر پانی میں گھس گئی۔

اب پشتہ ٹوٹنے والا تھا۔ چاروں طرف سے لہریں اٹھ رہی تھیں پانی گز وں اچھل رہا تھا اور جون کے سر تک پہنچ جاتا تھا۔ مگر بہادر جون کی ہمت میں ذرا فرق نہ آیا۔ اور جوں توں کر کے پڑوسن کو بال بچوں سمیت پہاڑی پر لے آئی۔ اسے لیجئے وہ پشتہ ٹوٹ گیا۔ دیکھتے دیکھتے سارا گاؤں غائب ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پہاڑی پر بھی پانی چڑھ آیا چوٹی پر لہریں اٹھنے لگیں اب جون کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کی ماں پڑوسن اور اس کے بال بچوں کے قدم اکھڑ گئے اور سب بہہ گئے اب اس کی باری تھی وہ بڑی حسرت سے اس حادثے کو دیکھ رہی تھی اسے اپنا غم نہ تھا۔ غم یہ تھا کہ وہ دوسروں کی مدد سے بالکل مجبور تھی۔ وہ برابر آسمان کی طرف تک رہی تھی۔ آخر سمندر کی تیز لہریں اس کی طرف بڑھیں ——— اور اسے بہالے گئیں۔

کیسی بہادر لڑکی تھی وہ!

لطیفے

ایک چھوٹے موٹے وکیل جنھوں نے حال ہی میں موٹر چلانا سیکھا تھا۔ ایک دن اپنے ایک بھائی موکل کو جو اس سے پہلے کبھی موٹر پر نہ چڑھا تھا اپنے ساتھ بٹھا کر کچہری لے گئے وہاں پہنچے تو عدالت کے سامنے اہل مقدمہ گواہوں اور عرائض نویسوں کا ہجوم تھا۔ وکیل صاحب تھے نو سکھ گھبراہٹ میں موٹر کو سڑک کے کنارے ایک درخت کی طرف موڑ دیا جب تک اُسے روکیں گاڑی درخت تک پہنچ گئی تھی۔ ایک ہلکی سی ٹکر کے بعد رُک گئی وکیل صاحب سخت شرمندہ اور خفیف نیچے اُترے۔ گنوار ساتھی نے سادگی سے سوال کیا: حضور جہاں درخت نہ ہوتا ہوگا وہاں آپ گاڑی کیونکر روکتے ہوں گے۔

حضرت صدق جائسی

ایک جگہ سکول کے لڑکوں میں رسّا کشی کا مقابلہ ہو رہا تھا کوئی گنوار اُدھر آ نکلا اور کہنے لگا: بھئی اتنا زور کیوں لگاتے ہو چھری لے کر رسّا کاٹ دو۔

حمیدہ۔ (بھولے پن سے) اماں میرا بیاہ رشید سے کر دو۔

ماں۔ کیوں بیٹی؟

حمیدہ۔ آج ابا نے اُسے ایک روپیہ دیا ہے۔

شوکت بخش

لمبے قد کا آدمی (میوہ فروش سے) یہ انار کس بھاؤ لگائے؟

میوہ فروش۔ "دو آنہ فی انار"

لمبا آدمی۔ مگر یہ تو بہت چھوٹے ہیں۔

میوہ فروش: حضور بیٹھ کر دیکھیں۔ اتنے فاصلے سے تو چھوٹے ہی نظر آئیں گے۔"

یوسف نسیم۔ نوشہروی بہاولپور

کوتوال۔ کیوں جناب! یہ دن دہاڑے نقب؟

چور۔ حضور رات کو مجھے نیند آ جایا کرتی ہے۔"

ایک میراثی (دوسرے میراثی سے) لالہ امرناتھ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ چلو مبارکباد دے آئیں۔

میراثی۔ بکتا کیا ہے؟ کبھی اتوار کو بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اتوار کو تو ہر دفتر میں چھٹی ہوتی ہے۔

گنوار (اسٹیشن ماسٹر سے) بابو جی۔ گجرات کا ٹکٹ دینا (تھوڑی دیر بعد) حجور ایک ٹکس رام داس کا بھی دے دو۔

بابو جی نے تمام الماری دیکھی۔ فہرست دیکھی۔ مگر رامداس کا نام نہ ملا۔ کہنے لگے۔ بھائی رامداس ہے کہاں؟ اور کس لائن پر؟

گنوار۔ جناب ابھی میرے پاس کھڑا تھا۔ اب شاید کہیں چلا گیا ہوگا

ماسٹر۔ (لڑکے کے باپ سے) جناب آپ کا لڑکا حساب میں بہت کمزور ہے۔

باپ۔ خدا کے فضل سے گھر میں دو بھینسیں ہیں۔ دودھ گھی کی کچھ کمی نہیں۔ پھر معلوم نہیں کیوں کمزور ہے۔

شوکت بخش خانیوال

باپ۔ میں نے سنا ہے کہ تم ہمیشہ دیر میں اسکول پہنچتے ہو

احمد۔ ابا جان یہ تو چپراسی کا قصور ہے۔ وہ میرے اسکول پہنچنے سے پہلے ہی گھنٹہ بجا دیتا ہے۔

کشیدہ کاری کا پھول

یہ پھول اگر صفائی سے کاڑھا جائے تو بہت بھلا معلوم ہوگا ۔ میز پوش تکیے کے غلاف ، کشتی پوش وغیرہ پر بیچ میں اور کونے پر دونوں جگہ کام مے سکتا ہے ۔ پہلے کپڑے پر صفائی سے اتار لیجئے اس کے بعد ڈی ایم سی نمبر ۲۵ ، ۴۰ سے کشمیری ٹانکے سے بنائیے ۔



پتیاں سبز ، پھول بڑا گہرا گلابی ، اس سے چھوٹے دونوں پھول کاسنی ، اور باقی چھوٹے پھول سب ہلکے گلابی بنائیے ۔ سب پھولوں کے بیچ کا حصہ زرد دھاگے سے بنانا چاہئے ۔ جہاں بندکیاں ہیں انھیں بندکی دار بنائیے ۔ اور پتیاں بڑی گہری سبز ہوں اور چھوٹی ہلکی سبز ۔

فاطمہ صغرا

ٹکٹوں کی خبریں

شاہ ایڈورڈ کی تخت سے دستبرداری سے پہلے طے ہوا تھا کہ نوآبادیات کو رونیشن کے موقعہ پر کوئی یادگاری ٹکٹ جاری نہ کریں گی۔ بلکہ ان کی جگہ معمولی ٹکٹ تخت نشینی کے اعزاز میں جاری کئے جائیں گے۔ اور صرف آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور نیوزی لینڈ میں کورونیشن کے ٹکٹ جاری ہوں گے۔ مگر شاہ موصوف کی دست برداری کے بعد حالات بالکل بدل گئے۔ چنانچہ اب یہ طے ہوا ہے کہ ہر نوآبادی کورونیشن کے ٹکٹ جاری کرے اور یہ کم قیمت کے اور تعداد میں تین ہوں۔ ٹکٹ جمع کرنے والوں میں اس اعلان سے ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اور ان ٹکٹوں کو حاصل کرنے کے لئے ہر ٹکٹ جمع کرنے والا بیتاب ہو رہا ہے۔ چنانچہ ہم پیام بھائیوں کو مطلع کئے دیتے ہیں کہ وہ ایک مکمل سٹ حاصل کرنے کی جلد کوشش کریں ورنہ بعد کو افسوس ہوگا کیونکہ ان ٹکٹوں کی مانگ بہت ہوگی۔ اور قیمت میں بہت جلد اضافہ ہو جائے گا۔

پورا مکمل سٹ ۴۵ نوآبادیات کا جس میں ۱۳۵ ٹکٹ ہوں گے تقریباً بیس روپے میں مل سکے گا۔ لیکن بعد میں دگنی تگنی قیمت پر بھی ملنا مشکل ہوگا۔

پیام بھائیوں کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ سلور جوبلی کے مکمل سٹ کی قیمت جس وقت وہ جاری ہوا تھا تقریباً اسی روپے تھی لیکن اب اس کی قیمت تین گنی یعنی تقریباً دو سو چالیس روپے ہے۔

حال ہی میں منگولیا نے اپنی جمہوریت کی پندرھویں سالگرہ کے موقعہ پر دو نئے سٹ تقریباً تین تین ٹکٹوں کے جاری کئے ہیں۔ ٹکٹ روس کے سرکاری چھاپہ خانہ میں چھپے ہیں ٹکٹ تصویر دار اور واقعی بہت خوب صورت ہیں۔ ٹکٹوں پر کشتی، تیر اندازی، مچھلی کا شکار، اور اونٹ وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

منگولیا ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ جہاں اتنے ٹکٹوں کی ڈاک کے لئے بالکل ضرورت نہیں پڑتی۔ چنانچہ ان ٹکٹوں کا اصلی مقصد ٹکٹ جمع کرنے والوں سے روپیہ حاصل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹکٹ جمع کرنے والوں میں یہ سٹ مقبول نہیں ہو سکتا۔

پیام بھائیوں کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ ہندوستان کی دو مشہور ریاستوں میں یادگاری ٹکٹ جاری ہوئے ہیں پہلی ریاست حیدرآباد نے حضور نظام کی سلور جوبلی کے موقعہ پر حیدرآباد نے چار ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے جو تصویردار اور بہت خوب صورت ہے۔ یہ ٹکٹ چار پائی، آٹھ پائی، ایک آنہ اور دو آنے والے ہیں۔ ۴ پائی کے ٹکٹ کا رنگ جامنی ہے اور اس پر صدر نظامیہ شفا خانہ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ آٹھ پائی کا ٹکٹ کتھئی ہے اور اس پر عثمانیہ دواخانہ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ایک آنہ کا ٹکٹ نارنجی ہے اور اس پر عثمانیہ یونیورسٹی کی تصویر ہے۔ دو آنے کا ٹکٹ ہرا ہے اور اس پر عثمانیہ جوبلی ہال کی تصویر ہے، سٹ بہت خوب صورت ... دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ... مکمل سٹ بازار ...

دوسری ریاست ٹراونکور ہے۔ ... ریاست کے مندروں میں ... کو ... اجازت دی ہے۔ چنانچہ اس موقع کی ... سٹ جاری ہوا ہے۔ ٹکٹوں کا سائز جوبلی ... ٹکٹوں کا ہے۔ بائیں طرف کے حصہ میں مہاراجہ صاحب ... کی تصویر ہے اور دائیں طرف کے حصہ میں ریاست ... مندر دکھایا ہے اور ہریجن کھڑے ہوئے عبادت ... یہ سٹ بھی خوب صورت ہے۔

"خواجہ"

نئی کتابیں

دستور العمل راہ از جناب محمد حسین بی اے بی ٹی

آج کل تیز چلنے والی گاڑیوں، تانگہ، موٹر، لاری اور بگھی وغیرہ کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ سڑک پر چلنا مشکل ہے ... راہ ... بنتا ہے۔ ذرا سی غفلت، بے توجہی یا لاپروائی سے ... حادثہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بے شمار حادثے آئے دن ... رہتے ہیں۔ جناب محمد حسین صاحب بی اے نے ان حادثوں کی ... کے لئے کچھ قاعدے بنائے ہیں۔ راستہ چلنے والا ان ... کو ... ہو تو تمام خطروں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ قاعدوں ... کے ... لئے ایک نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ اس میں ہر قاعدہ تصویر ... بتایا گیا ہے۔ خود کتاب کی زبان بھی آسان صاف اور ... خیال ہیں۔ یہ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہئے۔ کتاب ... خاصی، ۲۴ صفحے قیمت آٹھ آنے۔

... محمد حسین بی اے بی ٹی۔

... ان ... کے شہروں میں جہاں ... وغیرہ چلتے رہتے ہیں اسکول ... جانے وقت بہت خطرے کا سامنا ... ہوتے رہتے ہیں۔ ان بچوں کی ... اسکول پیٹرول کی تحریک جاری کی گئی ... مقصد یہ ہے کہ مدرسے کے سمجھدار بچوں کی ایک ... چلنے کے قاعدے سمجھائے جائیں اور وہ ... جو ... ان ہی قاعدوں کے مطابق اسکول ... لائیں اور لے جائیں۔ اسکول پیٹرول کی وجہ سے امریکہ میں حادثے بہت کم ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں یہ تحریک بہت کامیاب ہوئی اور بے شمار اسکولوں میں اس کا رواج ہو چلا ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ اسکول پیٹرول کیا چیز ہے۔ اس کے کیا فائدے ہیں۔ بچوں میں اسے کس طرح رواج دینا چاہئے وغیرہ۔ یہ کتاب بھی محمد حسین صاحب نے بہت آسان زبان میں لکھی ہے۔ اور امید ہے کہ اسکولوں اور اسکولوں کے بچوں میں بہت مقبول ہو گی۔ قیمت صرف ۲ر دونوں کتابیں ملنے کا پتہ :- سپورٹسمین سپلائی ڈپو ریلوے روڈ لاہور۔

Boys' Easy Translation And Composition

اس کتاب میں چھٹے اور ساتویں درجے کے لڑکوں کے لئے اردو انگریزی ترجمے اور کمپوزیشن کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں بالکل شروع سے سب باتیں بتائی ہیں پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے ہیں اس طرح کہ بچے کے دماغ پر بوجھ نہ پڑے اور آسانی سے سب باتیں سیکھتا اور سمجھتا چلا جائے جناب امین الحق صاحب نے اسے بچوں کے لئے مفید بنانے میں بہت محنت اور توجہ سے کام لیا ہے بازار میں اس قسم کی کتابیں آج کل بہت چل رہی ہیں ہمارے خیال میں یہ کتاب ان سے کہیں بہتر ہے کتاب ... صفحے کی ہے قیمت ۱ر ملنے کا پتہ فضل اینڈ کو بک ڈپو کچہری روڈ گیا۔

ورنکلر اردو جیومیٹری از میر سجاد علی شاکر مجرو محمد حسین طارق الہ آبادی۔ یہ کتاب صوبہ بمبئی کی نصابی مشکلات کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ ورنکلر اسکولوں کے طالب علموں کے لئے بھی مفید ہو گی۔ ضخامت ۱۶۸ صفحے قیمت ۲ر ملنے کا پتہ۔ ام۔ ایس شاکر بی آئی ٹی بلاک ... دوم ... بمبئی ۳

پیام برادری

دفتر پیام تعلیم - مکتبہ جامعہ قرول باغ نئی دہلی

عزیز بچو اور بچیو!

مجھے بڑی خوشی ہے کہ پیام تعلیم کے دفتر میں تمہارے داخلے کی درخواستیں برابر آرہی ہیں۔ اس مہینے (اپریل) میں داخلوں کی تعداد پچھلے مہینے سے کافی زیادہ ہے۔ اگرچہ آخری نمبر (اب تک بصرف ۲۷۴ تک پہنچا ہے۔ ایڈیٹر صاحب کو شکایت ہے مگر میں کہتی ہوں کہ اردو پرچوں میں پیام تعلیم نے پہلی مرتبہ یہ کام شروع کیا ہے۔ بچے سمجھتے سمجھتے اس کی قدر و قیمت اور فائدے کو سمجھیں گے۔ مگر ابھی ایک شکایت تم سے مجھے بھی ہے۔ اول تو یہ کہ کوپن تو تم نے بھر کر بھیج دئے مگر بیج کی قیمت (۲؍) سوائے پانچ بچوں کے کسی نے نہیں بھیجی اس کے علاوہ کوئی دس بارہ بچوں نے بجائے چھپے ہوئے کوپن بھر کر بھیجنے کے الگ کاغذ پر نام لکھ کر بھیج دئے ہیں۔ میں پچھلے پرچے میں بھی تمھیں بتا چکی ہوں کہ یہ بات قاعدے کے خلاف ہے۔ ایک جگہ سے کوپن جو آیا ہے تو اس میں اکٹھے تین بچوں کے نام اور پتے ہیں یہ بھی قاعدے کے خلاف ہے ایک کوپن پر ایک ہی نام ہونا چاہئے۔ امید ہے کہ یہ بچے اس خط کو پڑھ کر فوراً چھپے ہوئے کوپن بھر کر بھیج دینگے۔

میں نے اب طے کر لیا ہے کہ تمہارے خطوں کا جواب پیام تعلیم ہی میں دیا کروں گی یہ جواب تم بھی ضرور پڑھا کرو کیا عجب جو ان جوابوں میں کچھ ایسے ہوں جنھیں تم بھی دریافت کرنا چاہتے ہو۔ اس سے میرا اور تمھارا دونوں کا وقت بچ جائے گا۔

میری خواہش ہے کہ پیام تعلیم کی اگلی سالگرہ تک کم سے کم دو تین ہزار ممبر تو اس برادری میں شامل ہو جائیں۔ اگر تم توجہ کرو تو یہ ذرا بھی مشکل نہیں کسی دوسری جگہ ان تمام بچوں کے نام شائع کئے جارہے ہیں جنھوں نے غلط یا صحیح اپنے کوپن بھر کر بھیجے ہیں۔ ہاں اسی پرچے میں، میں اُن بچوں کے نام بھی شائع کروا رہی ہوں۔ جنھوں نے دوسرے ملکوں سے خط کتابت کے فارم بھر کر بھیجے ہیں۔

میں چاہتی ہوں کہ ہر پرچے میں ہماری برادری کے کم سے کم ایک ممبر کی تصویر ضرور شائع ہو اس کے لئے ایڈیٹر صاحب سے خط کتابت کرو۔ اچھا خدا حافظ اب اللہ نے چاہا تو اگلے مہینے ملاقات ہوگی۔

بیج کے دام ضرور بھیج دینا۔ تمھاری، آپا جان

خطوں کے جواب :-

اقبال میاں! بیج کی قیمت وصول ہوگئی۔ خوشی کی بات ہے کہ تمھیں جلد یاد آگیا بعض بچے اور بچیاں تو ابھی تک بھولے ہوئے ہیں۔ مگر ابھی یہ کافی نہیں۔ اپنے دوستوں اور ہجولیوں کو بھی تو اپنی برادری میں شامل کرو۔ تم خط کے ذریعے اپنی خیریت اور شغلوں کی خبر مجھے دیتے رہا کرو۔ تمھاری آپا جان

آمنہ عمر۔ جیتی رہو۔ تمھارے دو خط ملے۔ بیماری کا حال پڑھ کر جی پریشان ہو گیا امید ہے کہ اب تک بالکل تندرست ہو گئی ہو گی تمھارے اور وقار میاں کے بیجوں کے دام پہنچ گئے تیار ہو جائیں گے تو تمھارے پاس بھیج دیئے جائیں گے۔ کیوں بھئی تم اپنی سہیلیوں کو اپنی برادری میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔ تمھاری آپا جان

عزیزی مبشر حسن! تمھارا انگریزی میں لکھا ہوا خط مجھے ملا۔ پیام برادری کے سلسلے میں ساری خط کتابت اُردو میں ہوتی ہے اس لئے انگریزی میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم پیام برادری میں شریک ہونا چاہتے ہو۔ پیام تعلیم کا چھپا ہوا کوپن بھر کر بھیج دو اور بیج کی قیمت بھی۔ وی پی بھیجنے کے لئے منیجر صاحب پیام تعلیم راضی نہیں ہیں۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔ تمھاری آپا جان

عزیزہ زینب۔ تمھارا کوپن پہنچ گیا مگر بیج کی قیمت نہیں وصول ہوئی وہ بھی ہو جائے گی خوشی کی بات ہے کہ تمھاری رشتہ دار بھی ممبر ہونا چاہتی ہیں۔ مگر بھئی کوپن تو چھپا ہوا ہونا چاہئے۔ ان سے کہو کہ پیام تعلیم کا ایک پرچہ خرید لیں یا تمھارے پاس جو پرچہ آئے اس میں سے کاٹ کر دے دینا۔ امید ہے کہ تم اپنی اور سہیلیوں کو بھی پیام برادری کا ممبر بناؤ گی۔ تمھاری آپا جان

عزیزی عبدالمجید۔ تمھارا خط ایڈیٹر صاحب کے ذریعے ملا۔ بیج کی قیمت بھی وصول ہو گئی تمھارا فارم جرمنی بھیج دیا گیا ہے۔ جواب ابھی کیسے آجائے گا۔ جرمنی کا ملک تو یہاں سے بہت دور ہے۔ امید ہے کہ تم اپنے دوستوں اور ہم جماعتوں کو بھی اپنی برادری میں شریک کرو گے۔ تمھاری آپا جان

اختر میاں۔ میں نے تمھارا خط بہت دلچسپی سے پڑھا۔ اور یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم پہلے سے انگلینڈ کی ایک لیگ کے ممبر ہو اور وہاں کے بچوں سے خط کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ تمھاری انجمن بھی ضرور کامیاب ہو گی۔ مگر بھئی اپنے اور بھائیوں کو بھی تو اس برادری میں شریک کرنے کی کوشش کرو۔ بیج کے دام تم نے ابھی نہیں بھیجے ہیں! تمھاری آپا جان

عزیزی منظر میاں۔ تمھارا خط میں نے شروع سے آخر تک پڑھا۔ پیام برادری کا مقصد میں نے مارچ کے پرچے میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ خط کتابت کا طریقہ یہ ہو گا کہ جن بچوں یا بچیوں کا مشغلہ اور شوق ایک سا ہو گا ان کے پتے پیام تعلیم میں لکھ دیئے جائیں گے اس طرح آن میں خط کتابت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ عائشہ خاتون کو بھی ہماری انجمن سے دلچسپی ہے ابکی پیام تعلیم تمھارے پاس جائے تو کوپن کاٹ کر دے دینا۔ وہ اسے بھر کر بھیج دیں گی۔

ڈراما لکھنے کی ضرور مشق کرو مگر میاں اس کے چھاپنے کا تعلق تو ایڈیٹر صاحب سے ہے تمھارا ڈراما اچھا اور بچوں کے لئے مفید و دلچسپ ہو گا تو کیوں نہ چھاپیں گے، مگر ایڈیٹر صاحب کے پاس بھیجنے سے پہلے اپنے کسی استاد کو ضرور دکھا لینا تم نے بیج کے دام نہیں بھیجے۔ امید ہے کہ تم اور عائشہ اپنی برادری کو بڑھانے کی کوشش کرو گے۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی الفت حسین۔ تمھارا کوپن پہنچ گیا اب تم بیج کے دام بھی بھیج دو تو تمھارا نام باقاعدہ رجسٹر میں لکھ لیا جائے امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔ تمھاری آپا جان

عزیزی محفوظ علی۔ یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے پرچے اچھے کئے ہیں خدا امتحان میں کامیابی نصیب کرے اپنی کم فرصتی کی وجہ سے میں نے ایڈیٹر صاحب کو خط لکھنے کی ہدایت کر دی تھی۔ تمھارا فارم پہنچ گیا۔ مگر بھئی تم پیام برادری میں تو شامل

[illegible] بت کے لئے کوئی پتہ بتا دوں تو یہ بات ذرا قاعدے کے خلاف ہوگی ۔ برادری کے ممبر ہی اسے اپنے پیر کر پہنچے
[illegible] بنتے ابھی جو رسالہ منگاتے تو کوپن کاٹ کر بھیج دو اور بیج کی قیمت بھی ۔ مجھے امید ہے کہ انجمن کے سلسلہ میں تم ہی بہت دلچسپی [illegible]

عزیزی صادق میاں ۔ تمہارا کوپن پہنچ گیا اور بیج کے دام بھی ۔ تمہارا نام رجسٹر میں لکھ لیا گیا ۔ تیار ہو جانے کے بعد بیج بھی بھیج دیا [illegible]۔ امید ہے کہ تم اپنے اور بھائی بہنوں کو بھی پیام برادری کا ممبر بنانے کی کوشش کروگے ۔ فقط تمہاری آپا جان

عزیزی احسان اللہ خاں ۔ شرمندگی کی کوئی بات نہیں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے البتہ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے تمہارا کوپن تو پہنچ گیا ۔ بیج کی قیمت بھی بھیج دو تاکہ تمہارا نام رجسٹر میں لکھ لیا جائے ۔ بے شک میں بہت خوش ہوں جب تم بچوں کا خط پاکر میری خوشی کئی گنا بڑھ جاتی ہے ۔ اپنی والدہ سے میرا بھی سلام کہنا امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے ۔ تمہاری آپا جان ۔

ممبروں کی فہرست

نیچے ان بچوں کے نام شائع کئے جاتے ہیں جنھوں نے پیام برادری کے کوپن بھر کر بھیجے ہیں جن بچوں نے بیج کے دام بھیج دئے ہیں ان کے نام کے آگے یہ نشان سا ہے جنھوں نے چھپے ہوئے کوپن کی جگہ الگ کاغذ پہ نام لکھ کر بھیجے ہیں ان کے نام پہ یہ نشان ہے ×

(1) نوجہاں عرف افسر اورنگ آباد دکن × (2) وقار احمد میرٹھ (3) بشیر حسن پانی پت × (4) خواجہ محمد عالم سری پٹنہ (5) الفت حسین آرہ (6) غوث بانو (؟) زینب گیا (7) آمنہ عمر میرٹھ (8) احسان اللہ خاں ساگر (سی پی) (9) محمد عبدالحمید شمالی ارکاٹ (10) شیخ محبوب صادق امرتسر (11) تاما خاتون پانی پت (12) اقبال احمد امروہہ (13) منظر حسن دار (14) سید عارف سجاد حیدرآباد دکن (15) احمد حسین حیدرآباد دکن (16) احمد حسن× بارہ بنکی (17) ملک علی× امام آبرا گیا ۔ (18) نصیر ذاکر حسین حیدرآباد دکن (19) [illegible] حسین× بارہ بنکی (20) نذیر الرحمٰن× علے پور سی پی (21) اختر علی خاں× سہسرام (22) ملک عزیز احمد× ارکی گیا (23) محمد حنیف خاں× دوہو چہرا راولپنڈی (24) محمد اشرف× دوہو چہرا راولپنڈی (25) فضل کریم× زبیر دوہو چہرا راولپنڈی (26) فضل کریم× خالد دوہو چہرا راولپنڈی (27) عبدالرزاق× طارق دوہو چہرا راولپنڈی (28) انیس الرحمٰن× حیدرآباد دکن (29) ریاض الدین پراچہ مدراس (پتہ صاف نہیں) (30) احم آئن ڈیالنواں پٹنہ (31) محمد بشیر الدین حیدرآباد دکن (32) نصیر الدین حسن بریلی (33) محمد اختر خاں یوسف زئی آگرہ ۔ (34) محمد نور کشکشے بمبئی (35) محبوب صادق امرتسر (پتہ صاف نہیں) (36) گوپال کشن پیپے دہلی (37) سعد الخیری دہلی (38) اطہر حسین غازی آباد (39) ام یوسف حسین بھاول پور (40) عزیز عمر علی گڈھ (41) ظاہر گماٹی اعظم خاں (42) انوار الحق فریدپور (43)[5] عبدالغفار نصیرآباد (44) محمد اقبال نصیرآباد (45) محمد نظیر نصیرآباد ۔ (46) ظہور احمد بمبئی (47) بشیر احمد حیدرآباد دکن ۔

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے ۔

دستخط ....

پتہ ....

....

....

عمر ....

خاص شوق ....

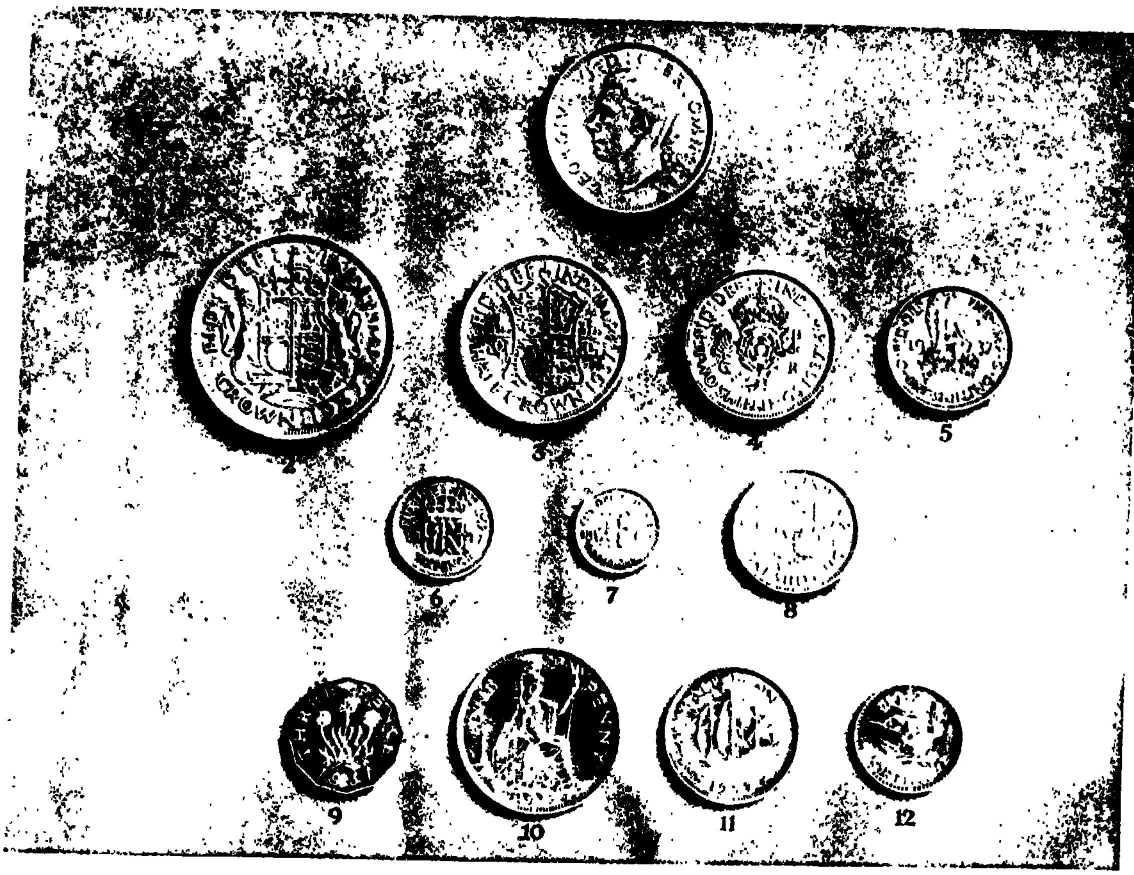
[5] نصیرآباد والے تینوں نام ایک ہی کوپن پر ہیں ۔

پیامِ تعلیم





جناب عبدالمجید خواجہ صاحب بیرسٹر
الہ آباد ہائی کورٹ آپ ڈاکٹر انصاری
مرحوم کی جگہ امیر جامعہ منتخب
ہوئے ہیں



شاہ جارج ششم کے نئے سکے برطانیہ میں

[۱] بادشاہ کا چہرہ تمام سکوں پر [۲] چاندی کا سکہ کراؤن [۳] آدھا کراؤن (چاندی) [۴] فلورن (چاندی) [۵] چاندی کا شلنگ انگلستان کے لئے [۶] آدھا شلنگ (چاندی) [۷] تین پنس (چاندی) [۸] اسکاٹ لینڈ کا چاندی کا شلنگ جس پر اسکاٹ لینڈ کے شیر کی تصویر ہے [۹] تین پنس کا نیا سکہ جو پہلی مرتبہ ڈھالا گیا [۱۰] پنی [۱۱] آدھی پنی [۱۲] فارذنگ

پیامِ تعلیم یوپی، سی پی، بہار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ منیجر

پیامِ تعلیم دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی جامعی

قیمت سالانہ ۲ؔ۔ فی پرچہ ۳ؔ۔ مع ضمیمہ ۴ؔ

جلد ۲۰ | جون سنہ ۱۹۳۷ء | نمبر ۶

فہرستِ مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی۔

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

ڈاکٹر انصاری مرحوم کے انتقال کے بعد امیر جامعہ کا عہدہ خالی تھا۔ اب پچھلے مہینے ہندوستان کے مشہور قومی کارکن جناب عبدالمجید خواجہ صاحب اس عہدے کے لئے منتخب ہوئے مخدوم محترم عبدالمجید خواجہ صاحب جامعہ کی بنیاد رکھنے والوں میں سے ہیں۔ ایک عرصے تک شیخ الجامعہ بھی رہ چکے ہیں۔ اسی لئے آپ کو جامعہ کے مقصد سے جتنی دلچسپی اور ہمدردی ہوگی ظاہر ہے۔ امید ہے نئے امیر جامعہ کی رہنمائی میں جامعہ اور بھی اچھے اچھے کام کرے گی۔

پچھلے دو تین مہینوں میں جامعہ قرول باغ اور جامعہ نگر اوکھلا میں بہت سی تقریبیں اور بہت سے جلسے ہوئے ۸ اپریل کو اوکھلے میں میلاد النبی کا جلسہ تھا۔ بچوں نے آں حضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی۔ نظمیں بھی موقع کے مناسب پڑھی گئیں۔ جلسے کی تیاری اور انتظام استادوں کی نگرانی میں زیادہ تر بچوں ہی نے انجام دیا۔ اس مبارک تقریب کی کامیابی میں بچوں کے علاوہ جناب عبدالغفور صاحب کی کوششوں کو بہت کچھ دخل ہے۔

---

۲۹ اپریل کو جامعہ نگر میں بچوں کے بنک کی شاخ اوکھلا کا سالانہ جلسہ تھا۔ جلسہ ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے بنک کے ناظم جناب عبدالغفار صاحب مدھولوی نے، سال کی رپورٹ پڑھ کر سنائی اس میں انھوں نے بتایا کہ بنک کس طرح قائم ہوا۔ کس طرح اس نے آہستہ آہستہ ترقی کی۔ اور اب اس کی کیا حالت ہے۔ اس بنک کے بانی جناب عبدالغفار صاحب مدھولوی ہی ہیں۔ انھوں نے اس کے قائم کرنے، اسے ترقی کی منزلوں تک پہنچانے اور بچوں میں اسے مقبول بنانے میں جو محنت اور کوشش کی خوشی کی بات ہے وہ نہایت کامیاب رہی۔ بچوں کی عملی تعلیم کے سلسلے میں ان کا یہ کارنامہ نہایت اہم اور تقلید کے قابل ہے۔ اب وہ اپنی صحت اور دوسری مصروفیتوں کی بنا پر بنک کے اہتمام سے علیحدہ ہو گئے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان کے جانشین بھی اسی محنت اور سوجھ بوجھ سے کام کریں گے۔ بنک کے دوسرے کام کرنے والوں نے بھی بہت خلوص اور تندہی سے غفار صاحب کا ہاتھ بٹایا۔ رپورٹ سنائے جانے کے بعد بنک کا نفع تقسیم ہو۔ بنک کی طرف سے مہمانوں کی دعوت بھی تھی۔

بنک کی رپورٹ چھپی ہوئی تھی۔ اس میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ناظم صاحب بنک مطلع فرماتے ہیں کہ پہلے جلسے کے صدر خواجہ فیاض احمد صاحب تھے۔ رپورٹ میں غلطی سے یہ خانہ خالی رہ گیا ہے۔ اسی طرح شکریے کے سلسلے میں پرانے کارکنوں میں سے جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب اور جناب عبدالجلیل صاحب کا نام رہ گیا ہے۔ ان غلطیوں کا ناظم صاحب کو افسوس ہے۔

۱۳ مئی کو محمود منزل (قرول باغ) میں مطبخ کی طرف سے دعوت تھی، کھانا اور کھانے کے انتظام، ہر چیز میں سلیقہ نمایاں تھا۔ جناب مولوی ارشاد الحق صاحب کی نگرانی اور محمد عمر صاحب (طالب علم کالج) کے اہتمام میں اس سال مطبخ نے اچھی ترقی کی ہے۔

---

۲۰ مئی کو جامعہ نگر او کھلا میں کھیلوں کا مقابلہ تھا جامعہ کے بچوں نے کھیلوں میں اچھی ترقی کی ہے۔ ان بچوں کی تندرستی بھی اچھی ہے یہ ایک تو او کھلے کی آب و ہوا کا اثر ہے، علاوہ اس کے جناب عبد الغفور صاحب اور خود جناب نگراں مدرسہ بچوں کی تندرستی اور ورزش کی طرف خاص توجہ فرماتے ہیں۔

---

۲۲ مئی کو محمود منزل میں یوم النبی کے سلسلے میں میلاد کا جلسہ تھا۔ پروفیسر اشتیاق حسین صاحب قریشی، جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب، جناب خواجہ سجاد حسین صاحب نے آنحضرت کی سیرت، اسلام اور قرآن پر بہت اچھی تقریریں کیں، جلسے کے بعد انجمن اساتذہ کی طرف سے اُستادوں کی دعوت تھی، دعوت کے بعد آئس کریم کا بھی انتظام تھا پروفیسر محمد عاقل صاحب مہتمم انجمن کی کوششوں سے اس سال انجمن میں بڑی زندگی رہی۔

جامعہ میں امتحان کے بعد دو مہینے کی چھٹیاں ہو گئی ہیں۔ اب پہلی اگست کو نیا سیشن شروع ہوگا۔ جامعہ نگر او کھلا میں اس مرتبہ ایک مہینے بعد پڑھائی شروع ہوئی تھی اس لئے وہاں چھٹیاں بھی پہلی جولائی سے ہوں گی۔ اور یہیں ستمبر سے نیا سیشن شروع ہوگا۔

۲۹ اپریل کو جامعہ میں ایک افسوس ناک حادثہ پیش آیا۔ نیک کے سالانہ جلسے کے سلسلے میں بہت سے طالب علم بھی اوکھلے گئے تھے، ان میں سے تین چار بچے باوجود استاد کی سخت تنبیہ اور ممانعت کے کسی طرح چپکے سے نہر کی طرف نکل گئے۔ ان میں سے ایک بچہ جو تیرنا نہیں جانتا تھا دریا میں ڈوب گیا۔ وقت پر مدد بھی نہ مل سکی۔ جامعہ کے سب لوگ مدرسے کی عمارت میں تھے۔ انھیں بہت دیر میں خبر ہوئی۔ یہ لڑکا محمود منزل میں رہتا تھا۔ بہت نیک ذہین اور ہونہار تھا۔ بورڈنگ میں نماز کا مانیٹر تھا۔ ہمیں اس حادثے میں مرحوم کے والدین اور عزیزوں سے دلی ہمدردی ہے

پچھلے مہینے میں آپا جان نے پیام برادری کے سلسلے میں اپنی یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ تم اپنی تصویریں پیام تعلیم میں شائع کراؤ۔ ہمیں اس تجویز سے اتفاق ہے جو بچے انجمن کے باقاعدہ ممبر ہو گئے ہوں وہ اس بارے میں ہم سے خط کتابت کریں۔

ہمشیرہ حامد علی صاحب پیام تعلیم کے انعامی مقابلے میں اول آئی ہیں ان کا انعام بہت دنوں سے دفتر میں رکھا ہے۔ اپنا پتہ بھیج کر منگالیں۔

منہ سے کہنا اور ہے کرنا ہے اور

از جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر

ایک دن کا ذکر ہے سنئے ذرا
مل کے کچھ چوہوں نے اک جلسہ کیا

اپنے جلسے کی بڑھائی قدر بھی
ایک چوہے کو بنایا صدر بھی

مدعا یہ تھا کہ بلی سے بچیں
اس کے حملوں سے سلامت رہ سکیں

سب نے کی کوئی نہ کوئی چیز پیش
ہو گئی آخر میں یہ تجویز پیش

گھنٹی اک اس کے گلے میں ڈال دیں
یوں بلا بلی کی سر سے ٹال دیں

دور سے گھنٹی کی جب آواز آئے
چوہا ایک ایک اپنے گھر میں بھاگ جائے

سب نے اس تجویز کی تائید کی
ہو گئی چوہے کے گھر میں عید سی

واہ وا کا غل ہوا اس بات پر
تالیوں سے گونج اٹھے دیوار و در

ایک چوہا ان میں کچھ ایسا بھی تھا
جس نے دکھائی تھی زمانے کی ہوا

پہلے تو تجویز ان سب کی سنی
اس نے آہستہ سے پھر تقریر کی

یہ طریقہ گو بظاہر خوب ہے
اس سبب سے آپ کو مرغوب ہے

چاہیئے لیکن ذرا سا غور بھی
سوچئے اس بات کو کچھ اور بھی

بات تھی سچی مجھے دیکھے تو
کون گھنٹی باندھنے کو جائے گا

سن کے یہ باتیں ہوئے خاموش سب
ہو گیا کافور ان کا جوش سب

منہ سے کہنا صرف آساں ہے اور
کیجئے اس بات پر تجربہ کی غور





دھاتوں کی بیماریاں

محترمہ ماجدہ بیگم صاحبہ

بیماری تو اسی کو کہتے ہیں کہ بخار آیا یا دانے نکلے اور انسان کام کاج کرنے سے لاچار ہو گیا۔ یہ بھی تمھیں معلوم ہے کہ جانور بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور پرند بھی۔ ابھی دہرہ دون میں "رانی کھیت بخار" سے ہزاروں مرغیاں مر گئیں۔ اسی طرح درخت بھی بیمار ہو جاتے ہیں اور پھل ضائع ہو جاتے ہیں۔

کبھی یہ بھی سوچا کہ چیزیں بھی بیمار ہو جاتی ہیں دھات کی بنی ہوئی چیز کو اگر احتیاط سے نہ رکھو تو وہ بھی بیمار ہو سکتی ہے۔ کسی لوہے کے برتن کو باہر پڑا رہنے دو۔ کچھ روز میں اس کی چمک دمک جاتی رہے گی پھر اس پر سیاہ دھبے پڑ جائیں گے۔ اور آہستہ آہستہ ان دھبوں کی جگہ سے برتن پتلا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ آخرکار وہاں سوراخ ہو جائیں گے۔ جب ہم دھات کی ایسی حالت دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اسے زنگ لگ گیا ہے۔ یہ زنگ ایک قسم کی بیماری تو ہے۔

اس بیماری سے بچنے کے لئے مختلف قسم کی تدبیریں کرتے ہیں۔ لوہے کو تیز آگ پر تپا کر فولاد بناتے ہیں۔ تانبے پر رانگ کی قلعی کرتے ہیں تاکہ زنگ نہ لگے۔ علاوہ اس کے دھات کی بنی ہوئی چیزوں اور پرزوں کو رگڑ رگڑ کر زنگ دور کرتے ہیں ان پر تیل دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ زنگ سے بچے رہتے ہیں۔

ایک روسی عالم کی لکھی ہوئی کتاب میں میں نے بڑے مزے کا قصہ اس بیماری کی بابت پڑھا۔ جو تمھیں سناتی ہوں۔

ٹین، لوہے کو زنگ کی بیماری سے بچاتا ہے، لیکن خود ٹین کی بھی ایک خاص بیماری ہوتی ہے۔ یہ بیماری بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جب شروع ہوتی ہے۔ تو پلیگ کی طرح پھیلتی ہے۔ اور جتنے اس پاس کے ٹین کے برتن ہوتے ہیں سب کو لگ جاتی ہے۔

ستر سال ہوئے لینن گرڈ میں ایسا ہی پلیگ

آیا۔ ایک الماری میں کچھ بٹن فوجی وردیوں کے استعمال کے لئے رکھے تھے۔ ایکا ایکی ان پر عجیب سے دانے معلوم ہونے لگے اور کچھ ہی دنوں میں سب بٹنوں پر گہرے گہرے دھبے پڑ گئے۔ اب تو سب لوگ بہت گھبرائے کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ اتنا کے دیکھتے دیکھتے بٹنوں کا چورا ہوگیا۔ اور ایک بٹن بھی کوئی نہ بچا سکا!!

بہت روز تک سائنس داں اس عجیب بیماری کا سبب تلاش کرتے رہے۔ آخر بہت جستجو کے بعد انھوں نے وجہ معلوم کی۔ تم پوچھ سکتے ہو کیا بات تھی؟۔ ٹین کے بٹنوں کو زکام ہوگیا تھا اس سال سردی بہت تھی۔ صفر سے بھی چار ڈگری نیچے ٹمپریچر تھا اور جس الماری میں بٹن رکھے تھے وہ سرد جگہ پر تھی، اور یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ ٹین اتنی سردی برداشت نہیں کر سکتا۔ ٹین کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔ ایک جیسی کہ ہم دیکھتے ہیں اور دوسری پاوڈر کی پاپڑ۔ صفر سے چار ڈگری نیچے ہونے پر ٹین پاوڈر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے تو پھر پہلی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن صرف سردی سے ہی ایسی بیماری نہیں ہوتی اس لئے چھوت لگنے کی ضرورت بھی ہے یعنی اگر ایک ذرہ بھر پاوڈر کا ایسے بٹن پر پڑ جائے جس پر سردی کا اثر تو پھر کوئی ترکیب اس کو نہیں بچا سکتی۔

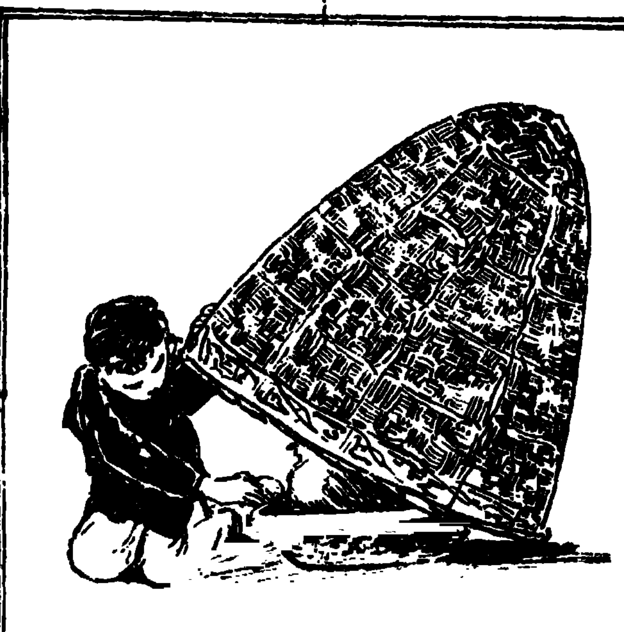
یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اور دھاتوں کو بھی یہ بیماری ہوسکتی ہے لیکن ان پر اتنی جلد ٹھنڈ کا اثر نہیں ہوتا۔

سارس کے بچّے

ہمشیرہ سید حامد علی

سلمیٰ کے چچا جان شکار سے واپس آئے تو کہنے لگے "کوئی کڑک مرغی ہے؟" سب کو تعجب ہوا۔ کہ یہ بے وقت کڑک مرغی کی تلاش کیسی؟

بات یہ ہوئی کہ ان کے ہاتھ کوئی شکار تو لگا نہیں۔ واپسی پر ایک گھنی جھاڑی کے پاس سارس کا ایک جوڑا دکھا سارس تو ڈر کر بھاگ گئے اور یہ اُن کے انڈے اٹھا کر گھر چلے آئے انڈے کیا تھے



بس سمجھ لو بڑی بطخ کے انڈوں سے دو گنے بڑے، ان کا ہلکا نیلا رنگ۔ اس پر تھوڑے رنگ کے دھبے جیسے کسی نے گُل کاری کی ہو۔

بڑی مشکل سے تلاش کے بعد کڑک مرغی ملی۔ اور اس کو خدا کا نام لے کر ٹولیہ ڈلوکری میں سارس کے انڈوں پر بٹھا دیا گیا۔

سلمیٰ، شاہد، نجمہ ان بچوں کو دن رات اس کا انتظار اور شوق تھا کہ سارس کے بچے جلدی سے نکل آئیں اسکول جانے سے پہلے اور اسکول سے آکر سارس کے انڈوں کو ٹوکری اٹھا کر ضرور دیکھ لیتے تھے۔

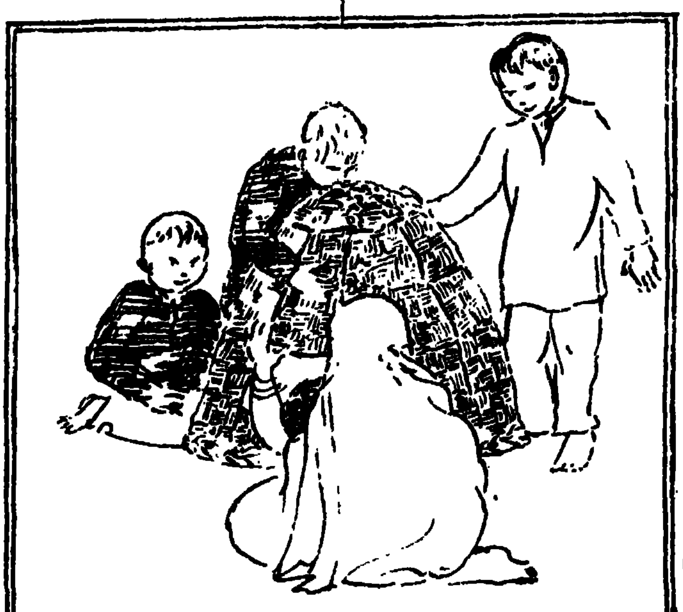
کبھی چڑیا کے بچوں کی آواز آتی اور یہ چونک پڑتے۔ ارے! سارس کے بچوں کی آواز آئی!!

ان کی امّی نے تاکید کر دی تھی کہ انڈوں کو ہاتھ نہ لگانا۔ نہیں تو مرغی گھبرا جائے گی اور پھر انڈوں کو اپنے پَروں سے نہ چھپائے گی۔ اسی طرح ایک مہینہ گذر گیا۔

شاہد ۔ امی! نہ جانے یہ سارس کے بچے کب نکلیں گے؟ ۔

امی ۔ اتنے بے صبر کیوں ہو رہے ہو ۔ جتنے دنوں میں نکلتے ہوں گے اتنی ہی مدت میں نکلیں گے ۔

شاہد ۔ لیکن بطخ کے بچے تو ایک مہینے میں نکل آتے ہیں ۔



امی ۔ شاید مرغی کے پروں کی گرمی ان کے لئے کافی نہیں ہے ۔ خیر ۱۵ دن اور انتظار کرو

شاہد اور امی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سلمیٰ دوڑی ہوئی آئی اور کہنے لگی ۔

"بھائی جان! سارس کے بچوں کی آواز آئی ہے ۔ چوں چوں کر رہے ہیں"

نجمہ ۔ آؤ ٹوکری کے پاس کان لگا کر سنو ۔

شاہد ۔ اری ہاں !! آواز تو آ رہی ہے! لیکن یہ چڑیا کے بچے بہت شور کرتے ہیں ۔ دل چاہتا ہے ان کا گلا دباؤں یا گھونسلا اتار پھینکوں ۔

امی ۔ چڑیا غریب پر فضول ناراض ہوتے ہو ۔ رات کو جب یہ بسیرے میں چلے جائیں گے ۔ تب تم اپنے سارس کے بچوں کی آواز سننا ۔

خدا خدا کر کے رات ہوئی ۔ یہ سب ڈلیہ کے چاروں طرف بیٹھ کر آواز کا انتظار کرنے لگے ڈلیہ کو ہلایا ۔ بالکل خاموشی تھی ایک ہفتہ گذر گیا ۔

ایک دن مرغی کو جب دانہ چگانے اٹھایا تو ڈلیہ کے اندر سے آواز آئی "چوں چُیر، چوں چُر"

"اوہو" یہ تو سچ مچ سارس کے بچوں کی آواز تھی امی نے شاہد، سلمیٰ اور نجمہ کو بھی آواز سنوائی ۔ اس آواز کو سن کر ان لوگوں کو اتنی خوشی ہوئی کہ مارے ہنسی کے باچھیں کھلی ہوئی تھیں اور شیخ چلی کی طرح باتیں بنا رہے تھے

شاہد۔ جب یہ بچے بڑے ہو جائیں گے تو ہماری کوٹھی کے پھاٹک پر کھڑے رہا کریں گے۔

سلمیٰ اور بلی کو بھی نہ آنے دیں گے۔

نجمہ۔ ادھو جی میری گڑیا کی گاڑی کھینچا کریں گے

چار دن گذر گئے لیکن انڈے بدستور تھے شاہد میاں نے ایک روز ترکیب سوچی کہ شاید چھلکا توڑ دینے سے بچے نکل آئیں اُن کی مدد کرنی چاہئے واقعی چھلکا بڑا مضبوط تھا۔ آخر موقع پاکر انڈوں کو ایک طرف سے توڑا۔ اور ذرا سا چھلکا اتار کر مرغی کے نیچے حفاظت سے رکھ دیا۔ لیکن سارس کے بچے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔ اس لئے دوسرے دن جھلی کو بھی ناخن سے توڑ دیا۔

تیسرے روز مرغی کو اُٹھایا تو دیکھا کہ بجائے چوں چوں کرنے کے سارس کے بچوں نے اپنی ٹانگیں پھیلا رکھی ہیں۔ پورا چھلکا اتارا گیا تو دیکھا کہ بے چارے سر جھکا کر اپنے مدد کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے اللہ میاں کے ہاں چلے گئے تھے۔ ان کے پیٹ پر زردی کا نشان ابھی تک باقی تھا۔ سب کو رنج ہوا۔ امی نے بچوں کی جلد بازی پر انھیں ملامت کی اور بچوں کو اسپرٹ میں ڈال کر رکھ دیا۔ تاکہ ان کے متعلق بچوں کو کام کی باتیں تبلائی جائیں۔ تمھاری سمجھ میں بھی آیا کہ یہ دونوں کیوں مر گئے؟

پہلی بات تو یہ کہ چھلکا توڑنے میں سارس کے بچوں کے چوٹ لگی۔ دوسرے۔ ناخن کا زہر جھلی میں اثر کرتا ہوا خون میں مل گیا۔ جسے یہ ننھی سی جانیں برداشت نہ کر سکیں۔ تیسری بات یہ کہ بچے ابھی پورے نہ بن چکے تھے۔ دنیا کی سخت ہوا اُن پر اثر کر گئی

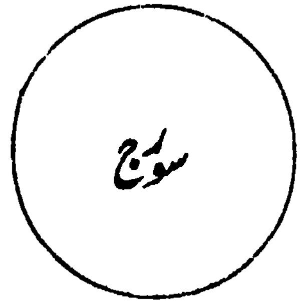
سورج گرہن

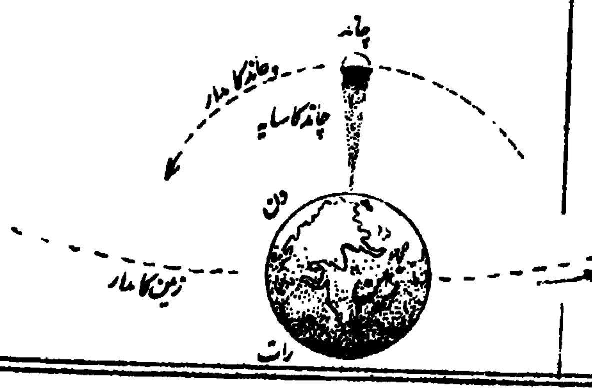
(از عبد القادر صاحب)

۹ جون سنہ ۱۹۳۷ء کو سورج گرہن ہوگا۔ اور کوئی سات منٹ چار سکنڈ تک رہے گا۔ عام طور پر سورج گرہن تین منٹ تک رہتا ہے۔ کبھی کبھی تو صرف ایک ہی منٹ تک۔ سات منٹ اور چار سکنڈ کی مدت تو بہت ہی غیر معمولی ہے۔ پچھلے بارہ سو سال میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہیئت (آسمان کے ستاروں کا علم) جاننے والوں کو نئی تحقیقاتیں کرنے کا بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔

یہ تو شاید تمھیں معلوم ہوگا کہ سورج گرہن کیسے ہوتا ہے۔ جب چاند ہماری زمین اور سورج کے درمیان سے ہوکر گذرتا ہے اور تینوں ایک ہی لائن پر آجاتے ہیں تو زمین پر کسی جگہ اس کا سایہ پڑتا ہے۔ یہ سایہ اسی خاص مقام پر دکھائی دیتا ہے۔

جب چاند کا حلقہ سورج کو ہماری نظروں سے غائب کرنا شروع کر دے تو سمجھو کہ گرہن لگنا شروع ہوگیا۔ آہستہ آہستہ چاند کا پورا حلقہ سورج





کے سامنے آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا بہت تھوڑا حصہ دکھائی دیتا ہے زمین پر اندھیرا سا چھا جاتا ہے پھر اچانک سارا آسمان تاریک ہو جاتا ہے اور وہ ستارے جو زیادہ چمک دار ہیں، نظر آنے لگتے ہیں، چاند کے چاروں طرف سُرخ انگاروں کا حلقہ سا نظر آتا ہے۔ یہ سورج کا رنگین دائرہ ہوتا ہے۔ آگ کے اس خوش رنگ دائرے کے گرد اکثر ایک اور چاندی کے سے رنگ کا ہالہ پڑ جاتا ہے۔ بس اس وقت سورج گرہن مکمل ہو گیا۔

ہیئت جاننے والوں نے جب گہن کا راستہ تلاش کیا تو انھیں بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ کوئی پانچ ہزار میل کا راستہ سمندر (بحرالکاہل) سے ہو کر گذرتا تھا۔ پیرو کے ساحل سے وہ اچھی طرح نہ دیکھ سکیں گے اس لئے کہ اس وقت سورج ڈوب رہا ہوگا لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری اور تلاش میں سرگرم رہے اس سے کچھ امید کی کرن پیدا ہوئی اور خوش قسمتی سے انھیں ایسا راستہ مل گیا جو خطِ استوا کے جنوب میں دو چھوٹے چھوٹے جزیروں میں سے ہو کر گذرتا ہے ایک جزیرے کا نام اینڈربری ہے یہ ڈھائی میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے۔ دوسرے کا نام کینٹن ہے۔ اس کی لمبائی نو میل اور چوڑائی چار میل ہے۔ نیشنل جیوگرافی سوسائٹی کی طرف سے ایک مہم یہاں بھی جا رہی ہے جو سورج گرہن کا اس وقت مشاہدہ کرے گی جب وہ مکمل ہوگا یہ فیصلہ ان جزیروں تک پہنچنے کے بعد کیا جائے گا کہ صدر مقام ان میں سے کس کو بنایا جائے

شاید تمھیں خیال ہو کہ یہ مہم سمندر کا اتنا لمبا سفر کر کے محض تماشا دیکھنے اور منظر کا لطف اُٹھانے جا رہی ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ اُن کی اصل غرض علمی تحقیقات ہے وہ چاہتے ہیں کہ سورج گرہن کے بارے میں انھیں نئی نئی باتیں معلوم ہوں۔ یہ لوگ تصویریں اتارنے کے لئے بڑے بڑے کیمرے لئے جا رہے ہیں چاند سورج اور دوسرے ستاروں کا مشاہدہ کرنے کے لئے ان کے پاس بڑی بڑی دوربینیں ہیں۔ واپس آکر یہ لوگ دنیا کو بتائیں گے کہ ہم نے کیا دیکھا اور کون سی نئی بات معلوم ہوئی۔ ممکن ہوا تو ہم اُن کی دریافت کی ہوئی باتیں بھی کسی اگلے پرچے میں لکھیں گے۔ اس مضمون میں کوئی بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے تو اپنے جغرافیے کے اُستاد سے پوچھ لینا۔

تجارت کے کرشمے

از ابونعیم صاحب فریدآبادی۔

یوں تو تم نے بہت سے قصے سنے ہوں گے کہ کس طرح ایک غریب آدمی، غریب گھر میں پیدا ہوکر ایک دن کسی ریاست کا راجہ یا ملک کا بادشاہ بن گیا۔ مثلاً تیمور بادشاہ۔ یا میسور کا حیدرعلی۔ مگر ہم تمھیں آج کل کا قصہ سناتے ہیں اور بھی جس کا جی چاہے اس قصے کی سچائی کا یہاں آن کر امتحان کرلے۔

یہ قصہ جمال محی الدین نامی ایک شخص کا ہے۔ یہ ایک بہت چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے اور اپنی جوانی تک بکریاں چرانے یا کھیت والوں کا ہاتھ ڈبانے کا کام ادنیٰ سی مزدوری پر کرتے رہے۔

اُن کے ایک عزیز شہر مدراس میں رہتے تھے۔ وہ کچھ تجارت بھی کرتے تھے۔ جمال محی الدین کے دل میں بڑا شہر دیکھنے اور بیوپار کی سوجھی، تکلیفیں اُٹھاتے، پیدل چلتے گرتے پڑتے کئی دن کے بعد مدراس جا پہنچے اور اپنے عزیز کا گھر تلاش کرلیا۔ یہ عزیز بعد میں ان کے سسرے ہوگئے جمال محی الدین نے کئی مہینے تک مزدوری کا کام کیا۔ جس میں بڑی محنت کرنی پڑتی تھی۔ کچھ دنوں میں انھوں نے تیس چالیس روپے جوڑ لئے۔ اس پونجی سے انھوں نے چمڑے کے ٹکڑوں کو خرید کر بیچنے کا کام شروع کیا۔ کچھ دنوں تو ان کو اس ہیر پھیر میں پیسے بچتے رہے۔ لیکن ایک دن ان کو اتنا خسارا ہوا کہ تقریباً کنگ ہوگئے۔ پھر مزدوری کرنے لگے دو چار مہینے تک بنڈل اور دوسرے بوجھ اٹھانے کا کام کرتے رہے چونکہ دیہات کے رہنے والے تھے۔ اس لئے خرچ کم کرتے تھے۔ جب کچھ دام جمع ہوگئے تو پھر تجارت کی ٹھانی اب کے انھوں نے چمڑے کے کٹے ہوئے ٹکڑوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ بلکہ پرانی پھٹی ہوئی سی بوریاں بڑے بڑے دفتروں اور بڑے آڑھتیوں کے یہاں سے خریدتے۔ سر پر لادتے دن بھر گلی گلی کوچے کوچے پھرتے اور اپنا پیٹ پالتے۔ بچاروں کو یہ کام بھی راس نہ آیا۔ اور ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان دو ناکامیوں نے ان کو بددل کردیا۔ مگر پھر ہمت کی۔ ادھر ان کے سسرے نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایسا محنتی ہے تو سوچا کہ اس کی مدد کرنی چاہئے اس مرتبہ ایک حقیر سی رقم انھوں نے اپنے داماد کو دی اور محنت سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ جمال محی الدین نے پھر اس مرتبہ چمڑے کا کام شروع کیا مدراس کے سارے علاقے میں مسلمانوں کو یہی کام زیادہ بھاتا ہے جمال محی الدین نے اس مرتبہ ناقص اور گھٹیا مال خرید کر شہر کے موچیوں اور جوتے گانٹھنے والوں کے ہاتھ بیچنا شروع کیا قسمت نے اس مرتبہ ان کا ساتھ دیا اور ان کو تھوڑا بہت نفع ہونا شروع ہوا۔

ادھر تو ان کا منافع زیادہ ہوتا گیا اور رقم بڑھتی گئی۔ ادھر اُن کو چمڑے کے کام کا تجربہ ہوتا گیا۔ دو تین سال کے اندر ان کے پاس تین چار ہزار روپے ہوگئے۔ اس

عرصے میں ان کو دوستوں، دوسرے بیوپاریوں اور ولایت کے خریداروں سے بھی واقفیت ہوگئی۔ اور منڈی میں ان کی دیانت داری، ان تھک محنت اور خوش معاملگی کی دھاک سی جم گئی۔ تجارت میں محنت ایمان داری اور محبت سے لین دین کرنے والے کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ اور یہ خوبیاں بہت زیادہ کام آتی ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو تاجر نے ان کو بلاکر شرکت میں آڑھت کا کام کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے قبول کرلی۔ عرصے تک ان دونوں کا کام بہت اچھا چلا اور دس بارہ ہزار سے زیادہ رقم ان کے پاس بہت جلد جمع ہوگئی۔ یہ کام اگر اور چلتا رہتا تو ممکن تھا کہ ان کی کمپنی اور ترقی کرتی۔ مگر ایک آڑ اس ترقی میں حائل ہوگئی۔ ایک لندن کی کمپنی نے جمال محی الدین کو تنخواہ اور کمیشن پر بلالیا۔ یہ کمپنی ولایت کی مشہور کمپنیوں میں سے تھی۔ اس میں چلے جانے سے ان کو ماہوار تنخواہ بھی معقول ملتی تھی اور کمیشن بھی کافی مل جاتا تھا۔

اس ملازمت کے دوران میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ان کے سسرے کو سخت خسارا (نقصان) ہوا اور تمام ہاتھ کا پیسہ چلا گیا۔ بلکہ وہ کئی آدمیوں کے مقروض بھی ہوگئے اس ولایت والی کمپنی کے بھی وہ بچارے مقروض ہوگئے۔ کمپنی والوں نے مقدمے کے ذریعے ان کے مکان پر ڈگری لے لی۔ وہ مکان جس میں اب تک خود جمال محی الدین بھی اپنے سسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ ولایت کی کمپنی نے مکان قرق کرنے کا کام جمال محی الدین کے سپرد کیا۔ وہ وقت بھی ان کے لئے کیسا سخت ہوگا۔ ایک طرف اپنے مہربان عزیز بلکہ خسر کا مکان۔ دوسری طرف کمپنی کی خیر خواہی۔

جمال محی الدین مکان پر پہنچے۔ قبضہ لیا اور کمپنی کے حوالہ کردیا۔ مگر دوسرے ہی دن انھوں نے کمپنی کے بڑے منیجر سے کہہ کر اس مکان کا سودا کرلیا اور اپنے نام خرید لیا اور حسب معمول اس میں رہنے سہنے لگے۔

انسان کچھ خدا کی طرف سے ہی بے چین پیدا کیا گیا ہے۔ جمال محی الدین نے اس کمپنی سے علیحدہ ہوکر ایک اور مسلمان تاجر کے ساتھ مل کر اپنا ذاتی کام سیدھا ولایت سے شروع کردیا۔ ان کو اب تک کافی تجربہ ہوچکا تھا چنانچہ خوب نفع سے کام چلتا رہا چند سال بعد دوسرے شریک الگ ہوگئے۔ یہ اپنا کام کرتے رہے اور سال بہ سال ہزاروں بلکہ لاکھوں کا نفع کماتے رہے۔

ان کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ جمال محی الدین نے مرنے سے قبل جب سب کا ترکہ الگ الگ تقسیم کیا تو فی بیٹا ۱۴ لاکھ روپیہ اور فی بیٹی ۱۰ لاکھ روپیہ تقسیم ہوا اور یہ اس وقت ہوا جب وہ سب کے بیاہ شادیاں وغیرہ رچا چکے تھے۔

اب تک ان کا خاندان خوب خوش حال ہے۔ (ماشاء اللہ)

تم نے دیکھا کس طرح ایک مفلس قلاش لاکھوں کروڑوں کا مالک بن گیا۔ یہ بھی ایک قسم کی بادشاہت ہے۔ ان کے ہزاروں ملازم ہیں۔ اس وقت تک ان کی کمپنی چل رہی ہے۔ کم سے کم چالیس، پچاس ہزار روپیہ روزانہ ان کے صدر دفتر سے باہر ایجنسیوں کو جاتا ہے سات، آٹھ بہت بڑے کارخانے ہیں۔ جن میں دو ہزار کے قریب مزدور روزانہ کام کرتے ہیں۔ سینکڑوں دوسرے نوکر ہیں

یہ سب کیا ہے۔ **تجارت کا کرشمہ**۔ جو کرتا ہے وہ پاتا ہے۔ جو سوتا ہے وہ روتا ہے۔ محض باتیں بنانے سے آدمی بڑا آدمی نہیں بن جاتا۔ اس کو دنیا میں مصیبت کا پہاڑ توڑنا پڑتا ہے۔ تکلیفوں کے سمندر پار کرنے پڑتے ہیں محنت اور ایمان داری کی رسی مضبوطی سے پکڑنی پڑتی ہے۔ غریب آدمی ہی امیر بنتا ہے۔ امیر تو ہوتا غریب ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے دیس کے جانور اور اُن کے فائدے

گائے



دنیا کا سب سے بڑا پل

از جناب عبدالحمید صاحب ترین بی اے

تم کوئین میری جیسے بڑے جہاز اور ہنڈن برگ جیسے عظیم الشان طیارے کی کہانی سُن چکے ہو۔ آج میں تمھیں دنیا کے سب سے بڑے پُل کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔

شمالی امریکہ کے نقشے میں ریاستہائے اضلاع متحدہ کے مغربی ساحل پر سان فرانسسکو نام مشہور شہر تلاش کرو۔ جو اسی نام کی کھاڑی خلیج سان فرانسسکو کے سرے پر واقع ہے۔ اور گیہوں، اون اور سونے کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔ حال ہی میں اس خلیج پر ایک پل بنا ہے جس کی لمبائی ۸ میل ۲ فرلانگ ہے۔ اس کے ذریعے شہر فرانسسکو ساتھ کی ریاست کیلیفورنیا کے شہر اوک لینڈ سے ملا دیا گیا ہے۔ خلیج سان فرانسسکو کے وسط میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جسے یربو ُنا کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ اس پل کی تعمیر میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ یہ ایک مضبوط پہاڑی چٹان ہے جس میں سے سرنگ کاٹ کر راستہ بنایا گیا ہے۔

شہر سان فرانسسکو سے سمندر کے ساحل تک پل کی لمبائی ۴۲۰۰ فٹ ہے۔ اس کے آگے جزیرہ یربو ُنا تک کا فاصلہ ۱۰۲۵۰ فٹ ہے۔ یہ حصہ مغربی خلیج کہلاتا ہے۔ یربو ُنا سے آگے مشرقی خلیج کی چوڑائی ۱۹۴۰۰ فٹ ہے۔ اس کے بعد یہ پل ۱۴ سڑکوں کی ایک عظیم الشان شاہراہ میں ختم ہو جاتا ہے۔

پل کی دو منزلیں ہیں۔ اوپر کی چھت میں چھ سڑکیں ہیں جن پر صرف موٹر کاریں چلتی ہیں۔ نچلے حصے میں تین سڑکیں لاریوں کے لئے ہیں اور دو پر بجلی کی ریلیں دوڑتی ہیں۔ پل کی اونچائی اتنی کافی ہے کہ اس کے نیچے سے سمندری جہاز آسانی سے گذر سکتے ہیں۔ اس کی تعمیر پر کل ۱۵۴۰۰۰۰۰ پونڈ لاگت آئی ہے۔

گذشتہ نومبر کی ۱۲ تاریخ کو ریاست کیلیفورنیا کے گورنر مسٹر فرنیک نے اس پل کی رسم افتتاح ادا کی اور اضلاع متحدہ کے پریزیڈنٹ مسٹر روزویلٹ نے ہزاروں میل پرے شہر واشنگٹن میں بیٹھے ایک بٹن دبا کر اس پل کے بجلی کے لیمپ روشن کر دکھائے۔

دو روز گلبرگہ میں

محمد عبد الوہاب صاحب مسلم بی اے (عثمانیہ)

تم نے تاریخ میں گلبرگہ کا نام ضرور پڑھا ہوگا۔ یہ مشہور شہر حیدرآباد سے تقریباً ایک سو چالیس میل کے فاصلے پر ہے ایک زمانے میں بہمنی خاندان کی راج دھانی تھا جس کا پہلا بادشاہ حسن گنگو بہمنی کے نام سے مشہور رہے۔ یہاں بہمنی بادشاہوں کے بہت سے مقبرے اور ایک نہایت خوبصورت مسجد ہے لیکن گلبرگہ کی اصلی شہرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کی وجہ سے ہے جن کا عرس یہاں ہر سال ۱۵ ذی قعدہ سے شروع ہوتا اور کئی روز رہتا ہے۔ اس عرس میں بہت سے لوگ باہر سے آتے ہیں اور اس پرانے شہر میں جو بڑی حد ویران ہے بہت چہل پہل ہو جاتی ہے۔ ان آنے والوں میں مسلمان بھی ہوتے ہیں۔ اور ہندو بھی۔ کبھی کبھی سکھ اور پارسی بھی نظر آجاتے ہیں۔ یہ لوگ جس عقیدت اور ادب سے نذر و نیاز کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت میں مسلمان اور ہندو کس طرح مل جل کر رہتے تھے اور اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے یہ بزرگ اور پیر ہر انسان خصوصاً غریبوں سے بڑی محبت کرتے اور مصیبت میں ان کی مدد کرتے تھے۔

گلبرگہ کی درگاہ بہت پرانی ہے۔ کئی سو برس کی یہاں بادشاہوں کے مقبرے بھی ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ انھیں دیکھنے جاتے ہیں۔ درگاہ میں آنے والوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں۔ معمولی دولت مندوں کا تو پوچھنا کیا۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے حاضری دی ہے۔ خود شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ایسا بڑا بادشاہ کئی مرتبہ یہاں حاضر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فقیر ایسے تھے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے سر اُن کے سامنے ادب سے جھک جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی سے نہ ڈرتے تھے سوا خدا کے۔ خلق کی خدمت، انسانوں کی محبت اور بے خوفی کی وجہ سے آج بھی لوگ ان کا نام ادب سے لیتے ہیں۔

گلبرگہ میں دو روز قیام کرکے ہم پندرہ سولہ دوست حیدرآباد آرہے تھے۔ راستے میں موٹر کا ٹائر پھٹ گیا دوپہر کا وقت تھا اور آبادی کا دور تک پتہ نہ تھا۔ سڑک کے دونوں جانب جوار کے کھیت تھے۔ ہم میں سے چند نے کھیت کا رُخ کیا۔ اتنے میں دور سے ایک عورت نے پکار کر کہا کہ "قریب ہی گنے کا کھیت ہے، وہاں جاکر دودھ پیو اور بھٹے بھون کر کھاؤ" ہم لوگوں نے سوچا کہ وہاں جاکر گنے خریدیں گے۔ یہ عورت بہت صاف اردو بول رہی تھی۔ اس سے پوچھا کہ کبھی شہر بھی گئی ہے تو اس نے کہا "کبھی نہیں" یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہندوستانی زبان کس قدر دور دور علاقوں میں۔ جہاں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا پہنچ گئی ہے اور اسے لوگ بولتے اور سمجھتے ہیں۔ ہم ابھی گنے کے کھیت کے پاس پہنچے ہی تھے کہ ایک طرف

سے پکارنے کی آواز آئی۔ کھیت میں گنے کاٹنے والے آدمیوں نے بتایا کہ "اُدھر کو لوچن رہا ہے وہیں آپ کو بلا رہے ہیں۔ جائیے اور دودھ پیجئے۔"

ہم لوگ جلد جلد وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ گویا سب کو ہمارا انتظار تھا۔ ایک طرف گنے کے بہت سے ڈھیر تھے اور چھپر پڑا تھا۔ ہم لوگ اس کے نیچے بٹھائے گئے ایک طرف بعض بندھی ہوئی تھی۔ ایک طرف بڑے سے کڑھاؤ میں رس بھرا ہوا اُبل رہا تھا۔ قریب ہی ایک دوسرے چھپر میں تازہ گڑ بنا، پھیلا ہوا تھا۔ وہ عورت جس نے راستہ بتایا تھا ہم سے پہلے پہنچ چکی تھی۔ اس کے ذمے کھیت کی رکھوالی تھی۔ ہم لوگوں نے خوب گنے کھائے اور گڑ چکھا بعض لوگوں نے اس خیال سے کہ گاندھی جی نے گڑ کی بڑی تعریف کی ہے اور بعض نے محض شوق سے۔ یہ گڑ واقعی بہت صاف اور مزے دار تھا اس کے بعد ایک کسان بڑے سے گھڑے میں رس بھر کر لایا اور ایک بڑے سے گلاس میں بھر بھر کر دینا شروع کیا۔ ہم میں سے ایک ہی دو ایسے تھے جنھوں نے پورا گلاس پیا۔ سیدھا سادہ کسان کہنے لگا کہ "صاحب اور دودھ پیو، ہم تو تین تین گلاس پی جاتے ہیں" اس وقت ہم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ رس کو دودھ کہتے ہیں۔ کھیت سے ملی ہوئی ایک بڑی باؤلی تھی۔ دکن میں کنوئیں کو باؤلی کہتے ہیں۔ باولیوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ کوئی گول جیسے اندارہ اور کوئی چوکور۔ یہ باولی ایک بڑا پختہ اندارہ تھی جس میں پانی تک جانے کے لئے زینہ تھا۔ پانی پینے کے لئے میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ اندر اُترا، اس کا پانی بہت صاف ٹھنڈا اور میٹھا تھا، اتنی دیر میں کسانوں کے بچے جمع ہوگئے۔ بچے کہیں کے بھی ہوں۔ امیر کے یا غریب کے۔ زمیندار کے یا کسان کے ہندوستانی کے یا انگریز کے سبھی پیارے ہوتے ہیں۔ پھر یہ تو ہمارے میزبانوں کے بچے تھے۔ ہم نے شروع میں بہت چاہا کہ کسانوں کو گنے اور رس کی قیمت دیں لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ یہ لوگ ہم کو محبت اور تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ شاید ان کو ہماری وضع قطع اور بات چیت پر حیرت تھی ہم نے بمشکل کسانوں کو راضی کیا کہ ان بچوں کو کچھ پیسے دیں۔ خود کسانوں نے کچھ لینا پسند نہ کیا۔ سوا سگرٹ کے۔ جو ہم میں سے بعض کے پاس موجود تھے۔ اُن کو سگرٹ تو بہت کم ملتے ہیں لیکن بیڑی اُن کو ایسی ہی عزیز ہوتی ہے جیسے پٹھان کو بندوق یا عرب کو گھوڑا، ہم نے ان سے اُن کے نام پوچھے تو کسی نے اپنا نام پوچی گا بتایا اور کسی نے مستان صاحب۔ ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔ ہندوؤں میں تو بعض ایسی ذات کے لوگ تھے جن کا سایہ بھی پڑ جائے تو برہمن نہاتے ہیں۔ مگر یہاں یہ کسان بڑی محبت سے مل جل کر رہتے اور گڑ بناتے ہیں۔۔۔۔ وہی گڑ جو برہمن بھی کھاتا ہے اور چمار بھی۔

ان لوگوں کی محبت اور مہمان نوازی کا ہم پر بہت اثر ہوا۔ میں نے ایک سے پوچھا "شہر چلوگے" اس نے جواب دیا کہ "صاحب یہاں گڑ کون بنائے گا" سچ ہے کسان ہمارے لئے اتنا کام کرتا ہے۔ لیکن ہم اس کی قدر نہیں کرتے اور اس کی تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے، وہ گنے کے مانند سیدھا اور میٹھا ہے۔ گنے کو چاقو سے چھیل کر کھائیے تو میٹھا۔ کولھو میں پیر کر رس پیجئے تو میٹھا۔ اور

مانب گڑ یا شکر بناتے ہیں تب بھی میٹھا ہی رہتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ اسے کسی چیز میں ڈال دیجیے تو وہ بھی میٹھی ہو جاتی ہے ہمارے کسان کو بھی خواہ کتنی ہی تکلیف دیجیے برداشت کرتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام دیتا ہے خدا کا شکر ادا کرتا اور محنت میں لگا رہتا ہے ۔

ہم لوگوں کے دل کسانوں کی محبت سے بھرے ہوئے تھے ۔ چلتے وقت ہم نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور برکت کے لئے دعائیں دیں ۔ ایک کسان نے ہمیں راستہ بتایا ۔ میں ایک دوست سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو یہ کسان کس طرح مل جل کر رہتے ہیں ۔ شہر والوں کی طرح لڑتے جھگڑتے نہیں ۔ کسان نے جن کا نام مستان صاحب تھا شاید یہ بات سن لی اور فوراً یہ سوال کیا کہ "شہر والے کیوں لڑتے ہیں ؟" میں نے سنی اَن سنی کر دی مگر یہ سوال اب تک میرے دماغ میں چکر لگا رہا ہے پیام برادری میں سے کوئی صاحب اس کا جواب دیں گے ؟

تصویروں کا کھیل

اخباروں ، خاص کر انگریزی اخباروں میں اکثر تصویریں اور کارٹون چھپتے رہتے ہیں ۔ تم چاہو تو انھیں بھی اپنے لیے دلچسپ کھیل بنا سکتے ہو ۔ اخباروں میں سے ایسی تصویریں اور کارٹون کاٹ لو جن کی سرخیوں سے دو مطلب نکل سکتے ہوں ۔ ہر ایک تصویر کی سرخی الگ الگ کاغذ پر لکھ لو ۔ دو درجن یا اس سے زیادہ تصویریں جمع ہو جائیں ۔ تو انھیں میز پر پھیلا دو اور سرخیوں سمیت انھیں ملا دو ۔ اب انھیں اپنے ہمجولیوں میں تقسیم کر دو ۔ ہر ایک بچہ تصویر پر اس کے مناسب سرخی لگائے ۔ تصویریں یا سرخیاں بغیر دیکھے ایک دوسرے سے بدلی بھی جا سکتی ہیں ۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ صرف سرخیاں میز پر پھیلا دی جائیں اور ہر ایک بچہ اپنی تصویروں کے لئے مناسب سرخیاں انتخاب کرے ۔ کئی بچے جب ایک ہی تصویر کی سرخیوں پر بحث کریں گے تو کیسا مزا آئے گا ۔

ہنڈن برگ کی تباہی

از بشیر احمد صدیقی حیدرآباد

ہنڈن برگ کی تباہی کی خبر تم نے اخبارات میں پڑھی ہوگی دنیا کا یہ سب سے بڑا ہوائی جہاز اکتوبر ۳۶ء میں ہندوستان آنے والا تھا۔ مگر کسی وجہ سے نہ آسکا ستمبر ۳۶ء کے پیام تعلیم میں اس کا مفصل حال شائع ہوچکا ہے۔

بہت دن ہوئے۔ برطانیہ نے ایک بہت بڑا ہوائی جہاز تیار کیا تھا۔ اس کا نام آر ۱۰۱ تھا۔ یہ ہندوستان آتے وقت فرانس کے پہاڑوں سے ٹکرا گیا۔ جہاز کی تباہی کے ساتھ بہت سی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ جرمن حکومت نے آر ۱۰۱ کا ڈھانچہ خرید لیا اور اسی ڈھانچے پر ہنڈن برگ تیار ہوا۔ ہنڈن برگ کی تیاری میں اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا تھا کہ آگ اس پر اثر نہ کرنے پائے۔ محض آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس میں ایک انچ بھی لکڑی استعمال نہیں کی گئی۔

ہنڈبرگ میں مسافروں کے لئے ۲۵ کمرے تھے ان میں سے ہر ایک کمرے میں دو مسافروں کے رہنے کی گنجائش تھی، ہر ایک کمرے کے ساتھ ایک غسل خانہ بھی تھا۔ سگریٹ پینے، لکھنے پڑھنے، کھانا کھانے اور سیر و تفریح کے لئے بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے تھے۔

اس ہوائی جہاز کے چار انجنوں کی طاقت چار ہزار دو سو گھوڑوں کے برابر تھی ایک اور خاص بات اس جہاز میں یہ تھی کہ مسافروں کے کمروں کو جب جی چاہے گرم بنا دیا اور جب جی چاہا سرد۔

مئی کے پہلے ہفتے میں جب وہ امریکہ میں اپنی منزل یعنی لیک ہرسٹ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ یکایک ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ اور دھماکے کے ساتھ ہی "ہنڈن برگ" سے شعلے اٹھنے لگے اور دیکھتے دیکھتے راکھ کا ڈھیر ہوگیا۔ سوائے ڈھانچے کے اور سب چیزیں ختم ہوگئیں۔ اسٹیشن پر مسافروں کے دوست اور عزیز واقارب استقبال کی غرض سے موجود تھے۔ اور رومال ہلا ہلا کر اپنے دوستوں اور عزیزوں کا خیر مقدم و استقبال کر رہے تھے لیکن کسے خبر تھی کہ وہ اپنے بدنصیب عزیزوں سے اب کبھی نہ مل سکیں گے۔ جہاز میں سفر کرنے والوں کی تعداد ۹۹ تھی۔ ان میں سے ۶۰ تو مسافر تھے اور ۳۹ جہاز کے آدمی۔ بہت سے لوگوں نے جہاز سے کود کر اپنی جان بچائی۔ پھر بھی ۳۴ آدمی ہلاک ہوگئے۔ ۱۴ تو ایسے غائب ہوئے کہ کوئی پتہ ہی نہ چلا۔ اس طرح کے تباہ ہونے والے جہازوں میں اس کا تیرھواں نمبر ہے۔ جب "ہنڈن برگ" کی تباہی کی خبر جرمنی میں پہنچی تو تمام ملک

میں ماتم کیا گیا۔ جرمنی جھنڈے غم میں نیچے کردئے گئے۔ امدادی فنڈ قائم کیا گیا جس میں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر نے اپنی ذات سے ۳۰ ہزار مارک (جرمنی سکہ) چندے میں دیا۔

یہ سچ ہے کہ یہ حادثہ جرمن والوں کے لئے بہت رنج پہنچانے والا ہے مگر وہ اب اس کا سوگ کرکے نہیں بیٹھ گئے ہیں۔ بلکہ ایک اس سے بھی بڑا جہاز بنانے کی فکر میں ہیں جرمن قوم نے اپنی اسی ہمت، حوصلہ مندی، اور بہادری کی وجہ سے ترقی کی ہے۔ اور بھائی سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں ایسی ہی قومیں ترقی بھی کرتی ہیں۔

مولو کا گدھا

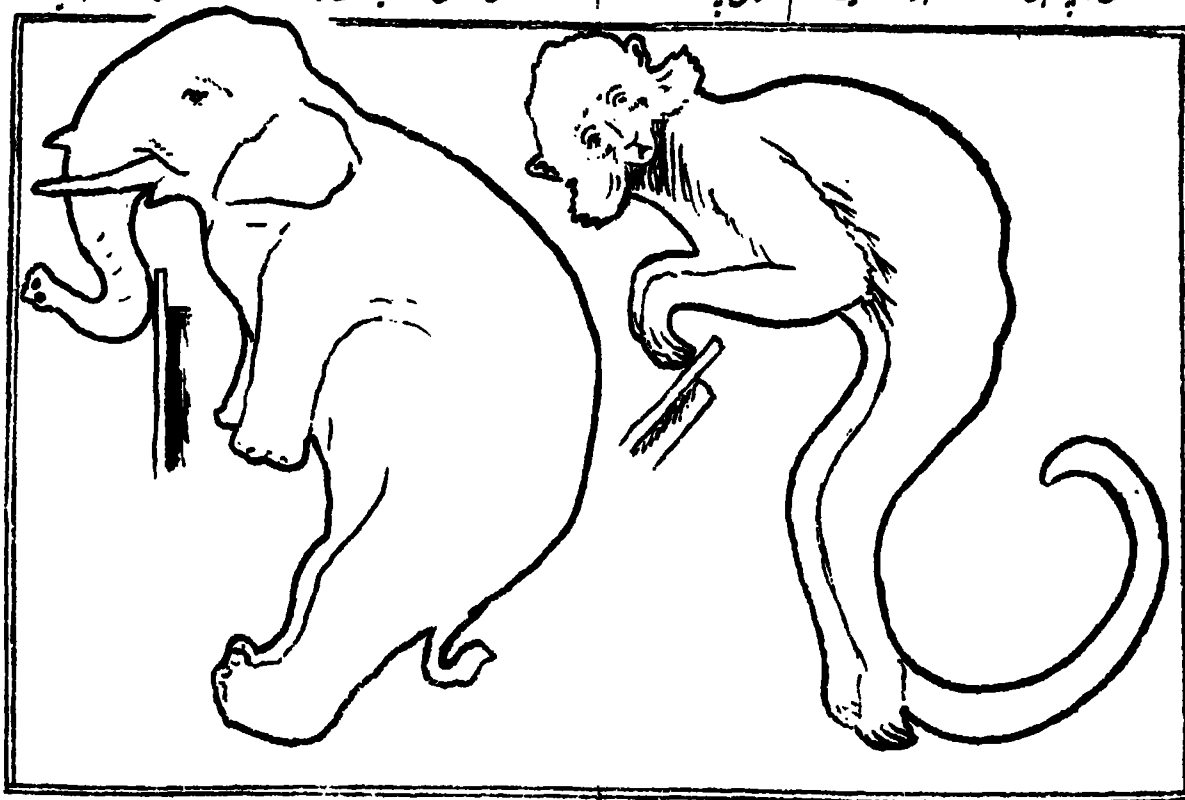
ایک دفعہ مولو سامان کی بوری پیٹھ پر لادے کہیں جا رہے تھے تم جانو موٹے آدمی اور بوجھ تھا بھاری بے چارے دبے جا رہے تھے اتنے میں ایک گدھا نظر آگیا۔ بس پھر کیا تھا بڑے خوش ہوئے ہانپتے کانپتے اس تک پہنچے۔ اس نے جی میں کہا یہ کیا آفت آگئی۔ بہت گھور کے ان کی طرف دیکھا کہ جیسے کہتا ہو کہ جناب آپ کو مجھ پر بوجھ لادنے کا کیا حق ہے۔ مگر مولو اس کی کیا پرواہ کرتے فوراً ہی بوجھ اس پر لاد دیا۔ مگر گدھا کے جیسے پیر زمین میں گڑ گئے ہوں بہتیرا آگے سے کھینچتے ہیں پیچھے سے دھکیلتے ہیں مگر وہ کہاں اپنی جگہ سے سرکتا ہے آخر ہار جھک مار کر بوجھ کو پیٹھ پر لادا اور خفا ہو کر چل پڑے ان کے پیچھے گدھا بھی چوکڑیاں بھرنے لگا۔



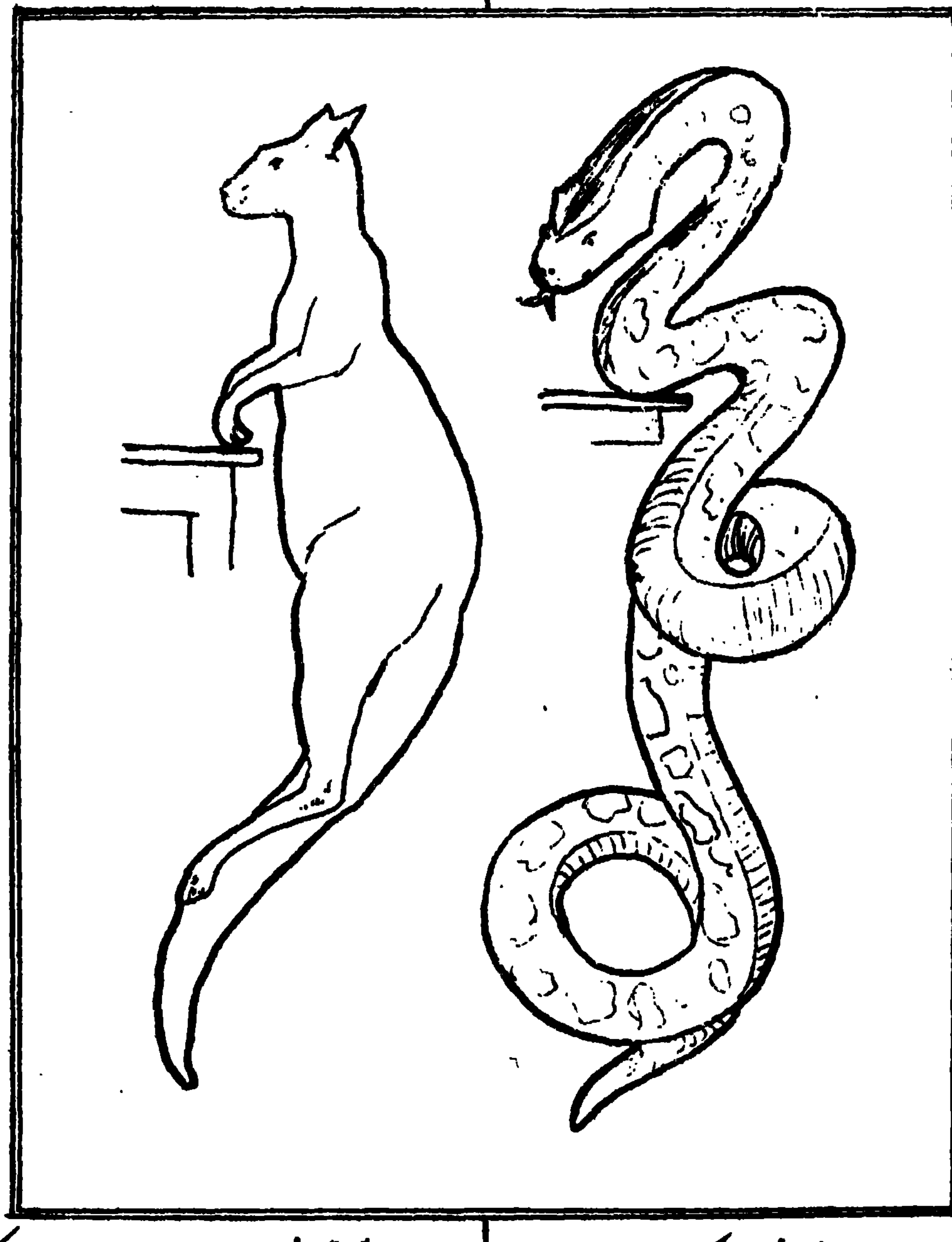
تمھارا چڑیا گھر

کبھی کبھی اپنے کھلونے تمھیں خود بھی بنانے چاہئیں یہاں ہم چند جانوروں کی تصویریں شائع کرتے ہیں یہ اپنا وزن آپ ہی سنبھالے ہوئے ہیں۔ تم انھیں پوسٹ کارڈ یا اتنے ہی سخت گتے پر آسانی سے بنا سکتے ہو۔ چاہو تو انھیں دیکھ کر بنالو مگر ذرا احتیاط سے۔ ورنہ کسی پتلے کاغذ پر ان کا عکس اتار لو۔ اور پوسٹ کارڈ یا گتے پر چپکا لو۔

پہلی صورت میں تم ان جانوروں کو چھوٹا یا بڑا بھی بنا سکتے ہو بس جسم کا تناسب ایسا ہو کہ یہ جانور اپنا بوجھ آپ ہی سنبھال سکیں۔ اب ان میں رنگ بھر دو۔ اور احتیاط سے کاٹ لو۔ مگر اس کا خیال رہے کہ چونچ، پنجوں، سونڈ یا ہاتھ کا موڑ ایسا ہو کہ انگلی یا پنسل کے سرے پر یہ اپنا بوجھ آپ سنبھالے رہیں اگر تم نے انھیں اچھی طرح بنالیا



تو آسانی سے یہ اپنے کو سادھے رہیں گے تمھارے دل میں شاید خیال پیدا ہو کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ بات



یہ ہے کہ جسم میں موڑ یا خم پیدا کر دینے سے جسم کے اوپر کے حصے کے مقابلے میں نچلے حصے میں

زیادہ وزن ہو جاتا ہے۔ اور اس سے جسم کے توازن میں مدد ملتی ہے۔ یہ جانور تم نے آسانی سے

بنا لیے تو اگلے نمبر میں چند اور جانوروں کی تصویریں بھی دی جائیں گی ؛

"اچھوت"

از فروغ احمد فتح گڑھ

نسیم۔ دیکھ محمود! ماسٹر صاحب نے ہم پر کیسی زیادتی کی ہے!

محمود۔ کیا ہوا؟

نسیم۔ بھئی تم بھی کیا احمق ہو۔ دیکھتے نہیں چمار کے بچے موہن کو میرے پاس بٹھا دیا۔

محمود۔ ہاں او رشاید تم نے خیال نہ کیا ہوگا۔ وہ حضرت بیٹھنے لگے تو مسکرا رہے تھے۔ میرا تو خون اُبل پڑا خیریت ہوئی کہ ماسٹر صاحب نہ ہوئے ورنہ ....

نسیم۔ تو پھر اب کیا کیا جائے؟

محمود۔ میرے خیال میں ماسٹر صاحب سے شکایت کرنا چاہیئے۔

نسیم۔ اچھا تو کل ہم تم دونوں چلیں گے۔

دوسرے دن دونوں ماسٹر صاحب کے پاس پہنچے

نسیم (بغیر سلام کئے ہوئے) آپ موہن کو میرے پاس سے علیحدہ کر دیجئے۔

ماسٹر صاحب۔ کیوں؟

محمود۔ وہ اچھوت ہے۔ ہم لوگوں کو اُس کے پاس بیٹھنا کسی طرح زیبا نہیں۔

ماسٹر صاحب (غصہ ضبط کرکے) دیکھو یہ میں نے تمھاری ہی بھلائی کے لئے کیا ہے۔ تم دونوں پڑھنے میں کمزور ہو۔ اس کے پاس بیٹھو گے تو شاید کچھ ترقی کر جاؤ۔ یہ بھی خیال رکھو کہ یہ تمھارا تیسرا سال ہے۔

جب دونوں نے ماسٹر صاحب کا یہ رنگ دیکھا تو چپکے سے کھسک آئے۔ مگر اس دن سے وہ موہن سے نہ صرف نفرت بلکہ حسد کرنے لگے۔

ایک دن ماسٹر صاحب غصہ میں بھرے ہوئے درجہ میں آئے اور آتے ہی برس پڑے۔

"دیکھو .... تم اب دن بدن شریر ہوتے جاتے ہو۔ کل تم میں سے کسی نے وہ گلاب کا پیڑ اکھاڑ ڈالا جو میں نے محنت سے خاص طور پر لگوایا تھا۔ سچ سچ بتاؤ یہ کس کی شرارت ہے؟"

نسیم۔ کل موہن سب سے پہلے آیا تھا میں نے اُسے باغ میں بھی دیکھا تھا۔ ممکن ہے اُسی نے ...."

ماسٹر صاحب نے موہن کی طرف دیکھا۔ وہ نہ معلوم کس سوچ میں تھا۔

ماسٹر صاحب نے گرج کر کہا۔

"کیوں موہن! کیا یہ سچ ہے"؟

موہن اٹھا۔ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا۔

"جی ہاں"۔

اُس دن موہن کو سخت سزا ملی۔

(۲)

عید کا چاند کیا نکلا گویا سارے گھر میں آفت مچ گئی۔

ہر ایک اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا۔ کوئی کپڑے ٹھیک کرا رہا تھا تو کوئی مکان کی صفائی میں مشغول تھا۔ نسیم اور محمود باغ میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

محمود۔ "کیوں بھئی کل کا کیا پروگرام رہے گا؟"

نسیم۔ "پیلاس گنج چلیں گے۔ سیر کرنے کے لئے۔"

محمود۔ مگر روپیہ کہاں سے آئے۔ کم سے کم پانچ روپے خرچ ہوں گے۔

نسیم۔ میں ابھی جاتا ہوں۔

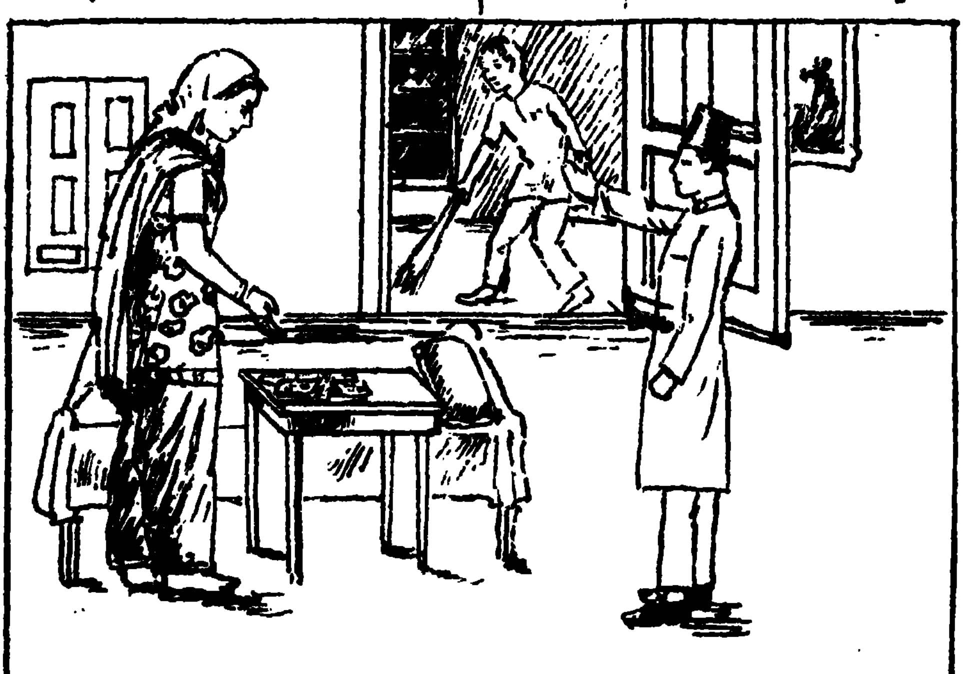
محمود۔ اچھا جاؤ۔ مگر جلدی آنا۔

نسیم میاں نے کہنے کو تو کہہ دیا مگر سچ پوچھو تو پاس ایک دمڑی بھی نہ تھی۔ سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے۔ آخر ایک ترکیب سمجھ میں آئی جلدی جلدی گھر پہنچے۔ وہاں موہن موجود تھا۔ گھر میں جھاڑو دینے آیا تھا سامنے نسیم کی والدہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے آگے نوٹوں اور روپیوں کا ڈھیر لگا تھا نسیم ماں کے پاس جاکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہ باورچی خانہ کی طرف کسی ضروری کام سے چلی گئیں۔ نسیم نے موقع غنیمت سمجھا اور جھٹ سے پانچ روپے کا نوٹ جیب میں رکھ لیا ان کو اس کا بالکل خیال نہ تھا کہ موہن بھی سامنے ہے۔ جب ماں سامنے آتی ہوئی دکھائی دیں تو انھوں نے اپنے کمرے میں جاکر نوٹ کو چھپا کر رکھ دیا۔ جب واپس آئے تو ماں حیرت سے روپیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے سمجھا شاید موہن نے کہہ دیا۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ماں نے پوچھا۔

"تم نے کوئی نوٹ لیا ہے۔ اس میں سے پانچ کا۔ ایک نوٹ غائب ہے۔"

نسیم نے مصنوعی غصہ سے جواب دیا۔

"واہ۔ میں کیا جانوں۔ میں تو اپنے کمرے میں تھا۔



اس سے پوچھو" یہ کہہ کر انھوں نے موہن کی طرف اشارہ کر دیا۔ موہن نے اپنی جیب سے پانچ کا نوٹ جو اس نے آج ہی وظیفہ میں پایا تھا۔ نکال کر دے دیا۔

اس دن موہن کو بہت ہی بے عزتی اور سختی سے مار کر گھر سے نکال دیا گیا اور دوسرے دن نسیم اور محمود نے خوب سیر کی

(۳)

شبرات کا زمانہ تھا۔ پٹاخوں کی اور گولوں کی آواز سے کان پھٹے جاتے تھے۔ نسیم میاں تو تم جانو کھیل تماشے کے شوقین تھے ہی۔ خوب آتشبازی لا لا کے چھوڑی۔ شبرات سے ایک دن پہلے نسیم نے چھپے چوری پٹاخوں سے اپنے کمرے کو بھر لیا۔ اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔ ان کی والدہ کسی سے ملنے چلی گئیں تھیں، گھر میں سوائے ماما کے اور کوئی نہ تھا۔ والد دورے پر گئے ہوئے تھے نسیم نے محمود کو بھی بلوا لیا اور پٹاخوں کا ڈھیر صحن میں جمع کیا اور پھر ایک ایک کر کے چھڑانے لگے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ایک میں سے آگ کی لپک جو نکلی تو ان کے کپڑے جلنے لگے۔ نسیم گھبرا گیا اور ایک چیخ ماری .... اور تھوڑی دیر میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔

اتفاقاً محمود کے کپڑوں میں بھی آگ لگ گئی ان کا بھی نسیم کا سا حشر ہوا۔

(۴)

کوئی چار گھنٹے کے بعد نسیم اور محمود نے آنکھیں کھولیں سب سے پہلے موہن پر نظر پڑی جو زمین پر بیٹھا آنسو بہا رہا تھا۔ اتنے میں ماسٹر صاحب بھی آئے اور کہا۔

"نسیم بیٹا: موہن کا شکریہ ادا کرو۔ اس نے تمھاری جان بچائی ہے" نسیم اور محمود کو بہت تعجب ہوا جب وہ اچھے ہو گئے تو ماسٹر صاحب کو سب قصہ سنایا، کہ موہن نے کس طرح ان کی مدد کی تھی اور کس طرح دونوں نے اس کے ساتھ زیادتیاں کیں۔ یہ کہہ کر موہن کو بار بار گلے لگایا۔ اور ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے دوست ہو گئے۔

لاہور کا رسالہ "اسپورٹسمین" "پیام تعلیم" کے بارے میں لکھتا ہے

ہمارا یقین ہے کہ بچوں کے خصوصی تعلیمی ماہواری رسائل میں پیام تعلیم دہلی نہایت ہی پاکیزہ اخبار ہے۔ اکثر ہفتہ وار پرچوں کو بھی مات کرتا ہے۔ خاص خوبی یہ ہے کہ فضول لٹریچر بیہودہ مذاق، لغو لطائف اور واہیات تصاویر سے ہنوز بالکل پاک ہے، اردو مزے دار۔ انداز بیان پرلطف اور بچوں کی زبان کے موافق ہوتا ہے۔ محض چرائی ہوئی یا خواہ مخواہ گھڑی ہوئی کہانیاں نہیں ہوتیں، تاسیس نمبر پر ہم کار پردازان رسالہ کو مبارک باد دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ لکھائی اگر ذرا جلی قلم سے ہو جائے "تو سونے پر سہاگہ ہوگا"۔

کلم سون کی موت

کلم سون کا مفصل حال تم ابھی پچھلے (مئی کے) پرچے میں پڑھ چکے ہو۔ یہ سن کر تمھیں افسوس ہوگا کہ یہ انسانی پرندہ پچھلے اپریل میں ایک اتفاقی حادثہ کی نذر ہو گیا۔ ہوا یہ کہ وہ ایک جہاز سے ساڑھے چھ ہزار فٹ کی بلندی سے کودا اور کوئی ۹۰ فٹ تک پرندے کی طرح تیرتا نیچے آیا۔ پھر اس نے حسب معمول پیٹھ اور سینے کی چھتریاں کھولیں۔ لیکن دونوں چھتریاں خراب ہو گئیں۔ اور وقت پر کام نہ دے سکیں، کوئی دو لاکھ تماشائیوں نے یہ دردناک حادثہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

کلم سون نے ہوائی جہاز سے کودنے کا ایک بالکل ہی نیا طریقہ ایجاد کیا تھا اور مسلسل مشق کی وجہ سے اُسے بڑی مہارت ہو گئی تھی۔ ہوا پر اسے اتنا قابو حاصل ہو گیا تھا کہ وہ پرندوں کی طرح کسی چیز پر جھپٹ سکتا تھا۔ قلابازیاں کھا سکتا تھا اور رسی کے پھندے میں سے نکل سکتا تھا تھوڑے دن ہوئے انگلستان میں بھی اس نے کئی بار یہ تماشے دکھلائے۔ اس کے اس خطرناک اور مردانہ کھیل کے دیکھنے کے لئے لاکھوں آدمیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا۔ اور گھنٹوں دلچسپی رہتی تھی، (مئی کے پرچے میں لندن ہی کے ایک تماشے کا ذکر ہے) اس زمانے میں وہ دو ایک دفعہ گرا بھی لیکن چوٹ سخت نہیں آئی۔ اس سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ جب تک ہوا یکایک طوفانی نہ ہو جائے۔ اس کے ان ہوائی کرتبوں کو کوئی خطرہ نہیں

حق کی تلاش

عابد حسین مرحوم لکھنوی

یہ ڈراما پلے اینڈ پلے لٹس فرام دی ٹریزر چیسٹ (Plays and Playlets from the "treasure chest") کے ایک کھیل "دی رینن سی ایشن آف بدھا" (The Renunciation of Budha) کا ترجمہ اور اقتباس ہے۔ یہ کھیل بھی اسی کلب کے ممبروں نے اسٹیج کیا تھا جس میں عابد میاں مرحوم نے گوتم بدھ اور میں نے چھنا کا پارٹ کیا تھا۔ "اظہر"

اشخاص ڈراما

سدھارتھ ۔ کپل وستو کے راجہ کا ولی عہد۔ راج کمار جو بعد میں گوتم بدھ کہلایا۔

جیوا ناتھ ۔ راج کمار کا دوست

چھنا ۔ راج کمار کا نوکر اور رتھ بان۔

ایک بڈھا لکڑہارا ۔ ایک نوجوان ۔ چار آدمی ٹکٹکی اٹھانے والے۔

ایک بڈھا ۔ ایک فقیر۔

---

(۱)

سین۔ راج محل میں گوتم بدھ نشست بیٹھا ہے اس کا ایک دوست آتا ہے۔)

دوست ۔ راج کمار! کیسے اداس بیٹھے ہو ۔ نہ کچھ بولتے ہو۔ اور نہ کسی کی سنتے ہو۔ راج کمار! دیکھو! کیسے آنند کا سماں ہے ۔ بادل گرجے اور برس کر چلے گئے ۔ آکاش (آسمان) کیسا سندر اور سہاونا نکل آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیوتا کے سالونے بدن کا رنگ چرا لیا ہے ۔ کیا یہ سماں تمہارے دل پر کچھ اثر نہیں کرتا ۔ دیکھو کانوں میں میٹھے میٹھے سروں کی کیسی رسیلی آوازیں آ رہی ہیں۔

بادل گرجے ، پنیا برسے ، ناچت ہیں بن مور
پیا بن آنند نہیں ہے چت میں اٹھت ۔۔۔۔ ہور
سکھی ری چت میں اٹھت ہور ۔۔۔۔۔

راج کمار ۔ تم وہ سن رہے ہو ۔ اور میں یہ سن رہا ہوں (دنیا سی گاتا ہے۔)

رنگ روپ سب مایا ہے!
اس مایا کے جال سے بچنا

اس مایا کی چال سے بچنا
اس نے بہتوں کا من بھایا ہے
رنگ روپ رس ....

دوست ۔ مجھے تو کچھ سنائی نہیں دیتا

راج کمار ۔ کان لگا کر سنو ۔ دیکھو کیسا سریلا گلا ہے ۔

دوست ۔ تو پھر ؟

راج کمار پھر کیا ؟ یہی کہ ....

دوست ۔ (قہقہہ لگا کر) ہاں یہاں دل نہیں لگتا تو چلو جنگل سدھاریں ۔ ہرے بھرے کھیتوں کی سیر کریں ۔ اور بہار کا لطف اٹھائیں ۔ بولو کیا کہتے ہو ؟

راج کمار ۔ اچھا ۔ چھنا سے کہہ دیں کہ وہ بھی رتھ تیار رکھے ۔ (پکارتا ہے) چھنا ، چھنا

(چھنا آتا ہے)

چھنا ۔ کیا حکم ہے سرکار ؟

راج کمار گوتم ۔ چھنا ! آج باہر سیر کے لئے چلنا ہے تم بھی تیار رہنا ۔

چھنا ۔ جو حکم سرکار

(۲)

وقت اسی دن شام کو ۔ سین ، جنگل

(ایک بڈھا اور کم زور مرد لکڑیاں کاٹ کاٹ کر جمع کر رہا ہے ۔ کم زوری کے سبب کراہتا جاتا ہے ۔ راج کمار ، سدھارتھ گوتم اور چھنا چلے جاتے ہیں)

چھنا راج کمار بڑا آنند ہے ۔ چاروں اور (طرف) بہار ہی بہار ہے ۔

راج کمار (چونک کر) چھنا ، دیکھو تو وہ کون ہے ؟ بدن سے چیتھڑے لگائے ہوئے ، ہڈیوں کا ڈھانچہ ، بے نور آنکھیں ، جھکی ہوئی کمر ، مگر پھر بھی اس پر بھی پیٹ کی خاطر لکڑیاں چن رہا ہے ۔

(خوف زدہ ہو کر ۔ اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیتا ہے اور بڈھا نظروں سے غائب ہو جاتا ہے ۔ اتنے میں ایک نوجوان درد سے تڑپتا نظر آتا ہے) چلو چھنا واپس چلو

چھنا ۔ بہت اچھا سرکار ، جیسی مرضی

راج کمار ۔ یہ چیخنے اور رونے کی آواز کس کی ہے ؟

(خوف) اوہو یہ نوجوان درد سے کیسا تڑپ رہا ہے ؟

(راج کمار اس کی طرف دوڑتا ہے اور چھنا بھی اس کے پیچھے جاتا ہے)

چھنا ۔ (دوڑ کر) راج کمار ، آپ رہنے دیں ۔ میں اٹھاتا ہوں (اتنے میں کچھ لوگ ارتھی کے ساتھ رام نام ست ہے کی آوازیں لگاتے گذرتے ہیں)

راج کمار یہ کیا ہے چھنا ؟

چھنا یہ ارتھی ہے ۔ ہم سب کو ایک دن اسی راہ سے گذرنا ہے ۔ جو آیا ہے وہ جائے گا ۔

راج کمار ۔ اچھا اب واپس چلو چھنا ۔ میرا دل گھبرا رہا ہے

(دونوں جاتے ہیں)

(۳)

تاریخ سنہ ۵۲۷ ق ، م ۔ وقت اسی رات کو ۔

سین راج محل کا ایک آراستہ کمرہ ۔ راج کمار سدھارتھ ایک سہری پر لیٹا ہے ۔ اس کے پاس اس کی بیوی گوپا اور ایک ننھا بچہ ایک سہری پر لیٹا ہے ۔ راج کمار سدھارتھ

سونے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کروٹیں بدل کر رہ جاتا ہے اور نیند نہیں آتی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کچھ سوچنے لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ کہتا ہے۔

راج کمار ہماری زندگی کا مطلب کچھ اور ہی ہے ہم غلط راہ پر چل رہے ہیں۔ کیا ہم سچے اور ٹھیک رستے پر آسکتے ہیں۔ سچ مچ ہم کو وہ کام کرنا چاہئے جو اس راج محل، بیوی، بچے، راج پاٹ کے فنا ہو جانے پر بھی باقی رہے۔ وہ کام کیا جائے جس سے اس کا جلوہ دیکھ سکوں۔ اطمینان، سکھ چین اور آرام کا دور دورہ ہو۔ چھنا! چھنا!!

چھنا حاضر حضور! کیا حکم ہے؟

راج کمار۔ رتھ تیار کرو۔

چھنا راج کمار! ایسے ناوقت کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

راج کمار۔ جلدی کرو۔ یہی مصلحت ہے۔

(راج کمار اپنی سوتی ہوئی بیوی اور ننھے بچے پر حسرت بھری نظر ڈالتا ہے۔ جلدی سے راج محل کے باہر چلا جاتا ہے جہاں چھنا اس کے انتظار میں کھڑا ہے۔)

(۴)

(جنگل کے قریب ایک گاؤں کی آبادی سے باہر۔ راج کمار گوتم زرق برق کپڑے پہنے بیٹھا ہے۔ چھنا بھی اسی کے پاس بیٹھا ہے)

چھنا۔ اب سورج نکلنے تک یہیں ٹھہرئے

راج کمار۔ ارے آہستہ آہستہ بولو۔ شاید کوئی سوتا ہو۔

چھنا۔ راج کمار نے خود ایک لمحہ کے لئے آنکھ نہ جھپکائی مگر دوسروں کا خیال ہے۔ جنھوں نے تمام عمر گہری نیند میں گذاری۔ ان کے لئے بے چین ہیں

راج کمار، میں تھکا نہیں ہوں۔ مجھے کنتھک کا خیال ہے جو مجھے اتنی دور لایا ہے اور اب آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔

چھنا سرکار آگے کہاں؟ آپ تو راج دھانی کی حد سے باہر نکل آئے ہیں۔ اب یہاں کوئی یار و مددگار بھی تو نہیں ہے۔ صرف آپ کا یہ داس۔ راج کمار اب آگے جانا غلطی ہے۔

راج کمار (متاسفانہ) ارے چھنا۔ اب تو میں واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ جب تک اس کو نہ پالوں جس کی تلاش میں نکلا ہوں۔

چھنا (خوشامدانہ انداز میں)۔ راج کمار لوٹ چلو، واپس چلو۔ جوتشیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ہمارا راج کمار بڑا بھاری راجہ ہوگا۔ ہم سب پرجا۔ اس گھڑی کے بے چینی سے منتظر ہیں۔ جب ہمارا راج کمار راجہ بنے گا۔

راج کمار۔ میں راجہ بننا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک دوسری فکر ہے جس راج کی مجھے آرزو ہے وہ ساری دنیا کے راج سے بڑھ کر ہے۔ دنیا کی ہر چیز بدل جائے گی اور ہر انسان مٹ جائے گا۔ میں راجاؤں کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ حق کا متلاشی اور سچ کا طالب۔ چھنا! ہمیں چھوڑ دو۔ اور جو لوگ ہمارے لئے بے چین ہوں انھیں تسلی

دو۔ جاؤ چھنا! جاؤ!

چھنا۔ کیا ایک راج کمار سورگ کو دکھ درد سے بھری دنیا کے بدلے میں چھوڑ دے گا؟ وہ راج کمار جس کے ہاتھوں راج پاٹ کی لگام ہے اپنے ہاتھوں میں بھکاری کا کمنڈل دیکھ کر خوش ہو سکتا ہے؟

راج کمار ارے میرے وفادار چھنا کیا تم بھی اس راہ میں کانٹے ڈالو گے جس پر تمھارا راج کمار چلنے کے لئے تیار ہے۔ چھنا۔ ارے دیکھو تو وہ کون آرہا ہے

(ایک دُبلا پتلا، کم زور اور لنگڑا فقیر آتا ہے وہ نہایت خوشامدانہ لب ولہجہ میں کہتا ہے)

فقیر۔ حضور! ایشور کے نام پر۔ دکھیوں کے سوامی! کچھ دیجئے۔ دیا کرو۔ دیا کرو۔ راجا۔

(راج کمار گوتم ایک طرف مڑ جاتا ہے۔ اور بہت آزردہ ہے)

چھنا۔ راج کمار آپ سے یہ برداشت نہ ہوگا

راج کمار گوتم (دل میں) افسوس! کیا یہ ہماری طرح جوان نہیں ہے؟ کیا میں محلوں میں، اور اچھے اچھے باغوں میں، مخمل کے گدوں پر سو کر اپنی زندگی کے دن گذاروں اور یہ یا اس طرح کے اور بہت سے خدا کے بندے زندہ درگور بنے رہیں؟

چھنا (فقیر سے) ارے پاپی دور رہو۔ الگ ہٹ۔ تیری وجہ سے ہمارے راج کمار کو اتنا دکھ ہوا۔

راج کمار گوتم (فقیر سے) لے لڑکے ٹھہر (مالا اتار کر دیتا ہے) لو یہ مالا لے جاؤ۔ ہمارے لئے یہ ایک کھلونا ہے لیکن اس سے تمھاری روزی چل سکتی ہے۔

فقیر۔ مہاراج! ایشور آپ کا بھلا کریں۔ (لنگڑاتا ہوا چلا جاتا ہے۔)

راج کمار۔ نہیں میرا شکریہ ادا نہ کرو۔ مجھے تمھاری حالت دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی۔

چھنا (نہایت خوشامدانہ لہجہ میں استدعا کرتے ہوئے) راج کمار، چلئے، کپل وستو میں آپ کو یہ دکھ نہ ہوگا۔ راج کمار! یہ جوانی کے دن اور جنگل۔ آپ کے کمل چرن (پاؤں) اس کانٹے دار رستے میں چھل جائیں گے۔ میری پرارتھنا (التجا) سنئے اور لوٹ چلئے۔

راج کمار گوتم۔ (چھنا کا ہاتھ پکڑ کر اور اس کو اپنے قریب بٹھا کر) چھنا! نہیں نہ سمجھاؤ۔ میں نے جو طے کر لیا ہے اس سے نہیں پھر سکتا۔ چھنا مجھے وہ دن نہ بھولے گا کیا تم کو یاد نہیں۔

چھنا (محبت آمیز لہجے میں) یاد ہے۔

گوتم۔ چھنا۔ وہ دن، ہاں وہی دن! جب ہم دونوں سیر کو جا رہے تھے۔ اور ہمارے سامنے ایک بڈھا مرد بدن پر چیتھڑے لگائے۔ ہڈیوں کا ڈھانچا، بے نور آنکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(خوف زدہ ہو کر اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے)

چھنا (روتے ہوئے) ہاں! راج کمار مجھے یاد ہے

گوتم پھر چھنا بولو کیا بڑھاپا سب کو نہیں آئے گا اور دوسرا وہ منظر کہ ایک نوجوان درد سے کراہ رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چھنا مجھے خوب یاد ہے۔ اچھی طرح یاد ہے "درد"

روگ ہر ایک کو ہوتا ہے کیا فقیر اور کیا بادشاہ؟

گوتم - ہاں یہی بات - درد اور دکھ سب کے لئے ہے

گوتم اور تیسرا وہ منظر جو ارتھی کا تھا...... لوگ سینہ پیٹ رہے تھے رو رہے تھے رام نام ست ہے کی صدائیں لگا رہے تھے - وہ ایک ایسے شخص کو لے جا رہے تھے، جو بول نہ سکتا تھا۔ جو سن نہ سکتا تھا - جو دیکھ نہ سکتا تھا۔ جو ہل بھی نہ سکتا تھا (رو کر) پھر دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دئے جانے پر اُف تک نہ کر سکتا تھا۔

چھنا وہ مردہ تھا۔ ایسی باتیں تو ہر جگہ ہوتی ہی رہتی ہیں - راج کمار ان میں تو کوئی خاص بات نہ تھی

راج کمار - تم بھی ایسی باتیں دیکھتے ہو؟

چھنا - ہاں دیکھتا ہوں اور مجھی پر کیا سب دیکھتے ہیں مگر لوگ ان پر دھیان نہیں دیتے - چلئے آپ بھی راج دھانی کو واپس چلئے اور پرجا (رعایا) کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر اپنا دل بہلائیے۔

راج کمار یہ نہیں ہو سکتا - مجھے وہاں بھی دکھ ہوتا تھا تم جانتے ہو کہ میں شکار کے لئے کبھی نہیں جاتا۔

چھنا - ہاں یہ سچ ہے لیکن یہ تو اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے آپ کے لئے ایک عالی شان محل تیار کر دیا۔ ایک اچھی سندر (خوب صورت) سی بیوی دل بہلانے کے لئے تیار - پھر آپ باہر کیوں جاتے -

راج کمار - مجھے مصیبت زدہ لوگوں کے دکھ درد اپنی طرف بلا رہے ہیں - چھنا!

چھنا - کیا آپ کو اپنے پتا، اپنی ماتا، اور سب سے زیادہ اپنی دھرم پتنی (بیوی) کے دکھ اور درد کا خیال نہیں۔

راج کمار - ماتا پتا کی بات نہ کہو - ان پر مجھے دیا (رحم) آتی ہے

چھنا - پھر ان کے بڑھاپے اور دکھ پر دھیان دو، راج کمار۔

راج کمار مجھے برا بھلا نہ کہو، چھنا۔ اُن کے خیال سے میرا دل دکھتا ہے - کلیجہ منہ کو آتا ہے لیکن جب بڑھاپا اور موت سب کے لئے ہے تو صرف ایک شخص کو آرام چین دلانے کی فکر میں سب کو چھوڑ دینا ظلم ہوگا - دیکھو وہ کون آ رہا ہے۔

(۵)

(ایک بڈھا اور کم زور آدمی آتا ہے - اس کی کمر جھکی ہے لکڑی کے سہارے چلتا ہے)

چھنا - راج کمار کہیں مہاراج نہ ہوں،

راج کمار گوتم، کیا دیوتا بھی ایسے لوگوں پر دیا نہیں کرتے

بڈھا - پرماتما آپ کو راجہ کریں - تندرستی اور جوانی کے جانے سے پہلے زندگی کے بوجھ سے نجات دیں راج کمار! یہ زندگی ایک لعنت ہے -

گوتم (دل میں) میں کیا سن رہا ہوں - کیا یہ ہو سکتا ہے زندگی برکت ہے یا لعنت؟ (بڈھے سے) لو یہ تھیلی - روپیوں کی تھیلی۔

بڈھا (ٹٹول کر) مہاراج آپ بڑے رحم دل ہیں - مگر میرے لئے یہ سب بے کار ہے کیا یہ روپے میری جوانی اور

طاقت کو واپس لائیں گے (افسوس کرکے) نہیں ہرگز نہیں! دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ان روپیوں کے بدلے میری جان لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اس کو اپنے پاس رکھ کے چلا جاتا ہے)

گوتم ۔ (پہلو بدلتے ہوئے) آہ زندگی سے بیزار بھی ہے، اور اس کا پرستار (پوجنے والا) بھی ہے ہم انسان کتنے عجیب ہیں۔ ہم کو سونا پیارا ہے مگر اپنے بھائی کی جان نہیں۔ ہم اس زندگی کا روگ کیوں پالیں، سچ ہے زندگی ایک جال ہے جس میں پھنس کر انسان افسوس بھی کرتا ہے اور اس سے نکلنا بھی نہیں چاہتا۔ (چھنا سے) لو یہ جی کا جنجال۔ (کپڑے موتیوں کا ہار وغیرہ اتار کر پھینک دیتا ہے۔)

چھنا (روکر) آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا راجا سے فقیر بن کر ہی دنیا کا دکھ دور کیا جا سکتا ہے کیا جیون (زندگی) کا بھید اسی طرح معلوم کیا جا سکتا ہے

گوتم تم نہیں سمجھتے چھنا۔ دنیا کے دکھی لوگ مجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

چھنا راج کمار! اپنی بیوی کے دکھ کا خیال کرو۔ اپنے ننھے بچے پر رحم کرو۔ آپ ان کے لئے کیا کہتے ہیں؟

گوتم ۔ (آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں لیکن اپنا چہرہ پھیر لیتا ہے تاکہ چھنا نہ دیکھ سکے۔ کچھ دیر چپ چاپ رہنے کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیتا ہے) مجھے ان سے کچھ نہیں کہنا ہے وہ جانتی ہے کہ میں اس سے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پریم کرتا ہوں مگر ....

چھنا راج کمار دیا کرو مجھ پر، اپنے داس (غلام) پر راج کمار دیوی دیوتاؤں میں دھیان دو۔ وہ آپ کو سنتوش (تسکین) دے گا۔ چلو راج دھانی چلو راج کمار!

گوتم ۔ نہیں تم نہیں سمجھتے ہو چھنا۔ جب لاکھوں انسان دکھ اور درد سے تڑپ رہے ہیں تو مجھے کیا حق ہے کہ آرام اور چین سے بیٹھوں۔ چھنا تم نہیں سمجھتے سنو

مورکھ من کیوں نام بسارا
جگ پر تو کیوں جان دیتا ہے جھوٹا ہے جگ سارا....
مورکھ من کیوں نام بسارا.....
مایا جھوٹی، جھوٹا ہے سب مایا کا بستارا
مورکھ من کیوں نام بسارا

سمجھتے ہو چھنا۔

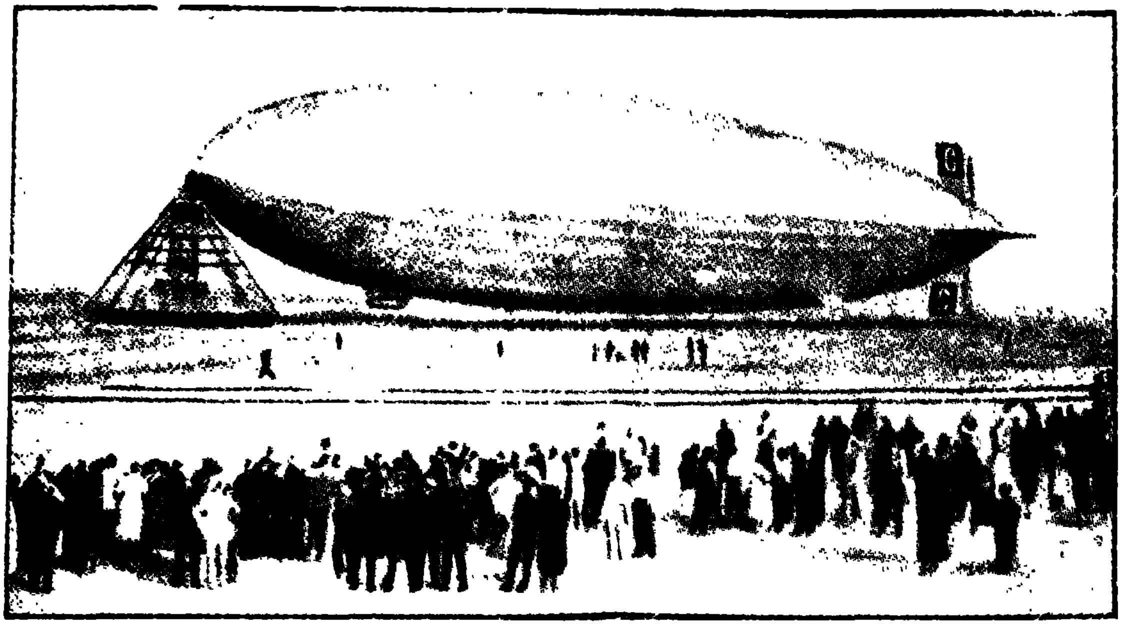
چھنا ۔ سمجھتا ہوں راج کمار! مجھے چھما کرو (معاف) سچ ہے آپکا رواج ہی دوسرا ہے۔ آپ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہے۔

گوتم جاؤ چھنا۔ میری فکر نہ کرو۔ مہاراج کو میرا پیام پہنچا دو کہ وہ سدھارتھ کو بھول جائیں اور اس کا کچھ غم نہ کریں وہ حق اور صداقت کی تلاش میں گم ہو کر رہ چکے گا۔ چھنا جاؤ

چھنا (روتے ہوئے) ایشور کو سونپا

(دونوں مختلف سمتوں میں جاتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)



مشہور ہوائی جہاز ہنڈن برگ جو پچھلے مہینے جل کر تباہ ہوگیا



کلم سون - جو پچھلے مہینے پیراشوٹ نہ کھل سکنے کے سبب زمین پر گر کر مرگیا - اس تصویر میں ہوائی جہاز پر کھڑا ہوا اپنے مصنوعی بازو دکھا رہا ہے



ایک پینی ۲ انگریزی سکہ چار بادشاہوں کے زمانے میں
(۱) ملکہ وکٹوریا کی پینی ۱۸۴۱ء میں (۲) ملکہ کی پینی ۱۸۶۰ میں (۳) ملکہ کی پینی ۱۸۹۵ میں
(۴) شاہ ایڈورڈ ہفتم کی پینی ۱۸۹۵ء میں (۵) شاہ جارج پنجم کی پینی (۶) نئی پینی شاہ جارج ششم کے عہد کی

نئی کتابیں

گل بوٹے ۔ از جناب شیخ بنے میاں ... جوہر چاند ڈری مدرس اردو ۔ یہ جوہر صاحب کی ان نظموں کا مجموعہ ہے جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں اور بچوں کے رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں جوہر صاحب نے یہ نظمیں اچھی خاصی لکھی ہیں اگر مشق کا سلسلہ جاری رہا تو ان سے بھی اچھی اچھی نظمیں لکھ سکیں گے ۔ اس کتاب میں بھی بعض نظمیں بہت خوب ہیں ۔ شروع میں حضرت محوی صدیقی لکھنوی پروفیسر اردو مدراس یونیورسٹی کا دیباچہ بھی ہے ۔ کتاب کی لکھائی چھپائی معمولی ہے ۔ ہمارے خیال میں بچوں کی کتابیں خاص طور سے اچھی چھپنی چاہئیں تاکہ انہیں خود بخود پڑھنے کی رغبت ہو ۔ امید ہے کہ اگلی بار کتاب چھپتے وقت اس کا خیال رکھا جائے گا ۔ کتاب ۴۲ صفحے کی ہے اور ۲ر میں منیجر دائرہ ادبیہ جنرل پیٹرس روڈ مونٹ روڈ مدراس سے مل سکتی ہے ۔

کائنات ۔ از جناب محمود علی خاں صاحب جامعی سنہ ء کے پیام تعلیم میں چاند سورج اور ستاروں کے بارے میں مسلسل مضمون چھپے تھے اور بہت پسند کئے گئے تھے ۔ اب یہ مضمون کائنات کے نام سے کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں ۔ مضمونوں میں چاند، سورج، ستاروں کی تشریح کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک کا دوسرے سے کیا تعلق ہے کتاب کی زبان آسان اور سادہ ہے طرزِ بیان بھی بہت دلچسپ ہے ۔ سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کو جگہ جگہ تصویریں بھی دی گئی ہیں ۔ اس علم پر انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں میں بچوں کے لئے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ لیکن اردو میں یہ اپنے طرز کی پہلی اور ساتھ ہی نہایت کامیاب کوشش ہے ۔ کتاب ۶۰ صفحے کی ہے ۔ ٹائٹل خوب صورت قیمت ۸ر ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ قرولباغ ، نئی دہلی

ایورسٹ کی داستان اور ننگا پربت ۔ از جناب آل احمد صاحب سرور و سید احسن صاحب ام اے ۔ یہ دونوں مضمون اسی سال کے پیام تعلیم میں مسلسل شائع ہو چکے ہیں پہلے مضمون میں ایورسٹ جانے والی شروع سے اب تک کی تمام مہموں کا حال لکھا ہے ۔ ان مہموں پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ سرور صاحب نے ان سب کتابوں کو کھنگالا ہے اور کام کی باتیں چن کر اپنے مضمون میں سلیقے سے جمع کر دی ہیں کتاب کی زبان بھی بہت آسان اور سادہ ہے ایورسٹ کی چوٹیوں کے مختلف مناظر اور ایورسٹ کی آخری مہم کی کئی تصویریں بھی ہیں

دوسرا مضمون جناب سید حسن صاحب نے ننگا پربت پر لکھا ہے ایورسٹ کی طرح ننگا پربت پر بھی بہت سی چڑھائیاں ہو چکی ہیں اس مضمون میں سنہ کی مہم کا حال ہے اور نہایت دلچسپ انداز میں لکھا گیا ہے ننگا پربت کی چوٹی اور سنہ کی مہم کی کئی تصویریں بھی ہیں کتاب ۸۰ صفحے کی ہے تقطیع پیام تعلیم کی قیمت ۸ر ملنے کا پتہ ۔ مکتبہ جامعہ نئی دہلی

معلومات

چین میں سچ مچ الٹی گنگا بہتی ہے۔ وہاں ایک شہر ہے جہاں چوہے بلیوں کو کھا جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ چوہوں کی کثرت ہے اور جہاں کہیں بھی یہ اپنے خوفناک دشمن کو دیکھ پاتے ہیں ایک دم حملہ کر دیتے ہیں اور چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ اس شہر میں بلیاں بالکل ختم ہو گئی ہیں۔

ایک امریکن مسٹر رابرٹ سی وِنتھراپ نے چین کے پہاڑی سلسلے امینے ماچن میں ایک اور چوٹی کا انکشاف کیا ہے۔ یہ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی سے بھی دو ہزار فٹ اونچی ہے۔ مسٹر انتھراپ اسے فتح کرنے کی دھن میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس پہاڑی سلسلے کی صرف ایک ہی تصویر ٹیلیس کوپ لینس کے ذریعے لی گئی ہے۔ یہ تصویریں واشنگٹن کی نیشنل جغرافیکل سوسائٹی کے دفتر میں موجود ہیں۔

اس مہم کی تیاری میں کوئی دو برس لگیں گے۔ اور مہم کو سر کرنے میں ہوائی جہازوں سے بھی مدد لی جائے گی مہم کے ارکان اس موسم کے آخر میں لاس اینجلیز سے روانہ ہو جائیں گے

بجلی کی چادر | امریکہ کے ایک سائنس دان نے بجلی کی چادر ایجاد کی ہے۔ اسے استعمال کرنے پر لحاف اور کمبل کا بوجھ لادنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ چادر معمولی سوت سے تیار کی گئی ہے۔ لیکن اس میں ایک ننھا سا بجلی کا آلہ چھپا ہوتا ہے۔ اس کا تار معمولی وال پلگ سے لگا دیا جاتا ہے اور چادر اتنی گرم ہو جاتی ہے کہ کمبل اور موٹے لحاف بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ضرورت کے مطابق چادر کی گرمی میں کمی یا زیادتی بھی کی جا سکتی ہے۔ جہاں بجلی نہ ہو وہاں بیٹری سے کام چل جاتا ہے۔

دنیا کی سب سے لمبی فلم کتنی ہو سکتی ہے

آپ فلم کی لمبائی سو ریلوں تک بتا سکتے ہیں مگر جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے اس کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ پچھلے سال برلن میں جو بین الاقوامی کھیلیں ہوئی تھیں اس نے ان کی فلم بنوائی ہے یہ آج کل ایڈیٹنگ روم میں ہے یہ فلم ۴۰۰ گھنٹوں میں دیکھی جا سکے گی گویا کہ تین گھنٹے روزانہ اس کی نمائش ہوتی تو ایک آدمی ۱۳۰ دنوں میں اسے دیکھ سکے گا۔ کہیں بھی یہ مکمل فلم نہیں دکھائی جائے گی۔ بلکہ اس کے مختلف حصے دکھلائے جائیں گے۔

ایک ۱۹ سالہ نوجوان ایلٹن کا رہنے والا جس کا قد ۸ فٹ ۷ انچ ہے اور ابھی روز بروز بڑھ رہا ہے اس کا وزن ۱۸ برس کی عمر میں ۴۲۲ پونڈ تھا اور اب اس کا وزن ۴۰۰ پونڈ ہے۔

اس کے جوتے کا سائز ۳۷ ہے حالانکہ عام طور پر سب سے بڑا سائز ۱۴ تک ہوتا ہے یہ جوتا ایک برس تک آرام دہ طریق پر چلتا رہا۔ مگر اب وہ بھی تنگ ہو رہا ہے گویا پاؤں اور زیادہ بڑھ رہے ہیں

ٹکٹوں کی خبریں

مصری ٹکٹ - پچھلے سال اگست میں مصر اور انگلستان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا اس معاہدے کی خوشی کی یادگار میں حکومت مصر نے تین ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے ٹکٹوں پر لندن کے ممالکِ خارجیہ کے دفتر کی تصویر ہے۔ کیونکہ معاہدے پر دستخط وہیں ہوئے تھے ٹکٹ ایک محدود تعداد میں جاری کئے گئے ہیں۔ اس لئے انکی قیمت بہت جلد بڑھ جائے گی۔

روسی فنِ عمارت - روس جلد جلد نئے ٹکٹ جاری کر رہا ہے۔ حال ہی میں شاعر پشکن کی یادگار میں ٹکٹ جاری ہوئے تھے اب اطلاع آئی ہے کہ ایک اور نیا سٹ آٹھ ٹکٹوں کا جاری ہوا ہے۔ ان ٹکٹوں پر روس کی نئی عمارت کی تصویریں ہیں جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ روس نے دورِ میں عمارت کے فن میں کتنی ترقی کی ہے لیکن اصل وجہ اس سٹ کے جاری کرنے کی ٹکٹ جمع کرنے والوں سے روپیہ حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ یہ سٹ زیادہ کامیاب نہ ہوگا۔

سلور جوبلی زنجبار - زنجبار نے چار ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ یہ ٹکٹ وہاں کے نواب ہز ہائنس سید خلیفہ بن ہارون کی سلور جوبلی کی یادگار میں جاری ہوئے ہیں۔ ٹکٹوں پر نواب صاحب کی تصویر ہے اور درمیان میں ایک دروازے کی تصویر ہے جو عرب فن عمارت کا نمونہ ہے۔

جغرافی ٹکٹ - وسطی امریکہ کی جمہوری حکومت کوسٹاریکا نے (Costarica) دو کم قیمت کے ٹکٹ جاری کئے ہیں ٹکٹوں پر جزیرہ کیکاس (Cocos Island) کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ فرانس اپنے مشہور آدمیوں کی یادگار میں ٹکٹ جاری کیا کرتا ہے چنانچہ اس دفعہ جو ٹکٹ نکلا ہے وہ فرانس کے مشہور شاعر (Pierre Corneille) کی یادگار میں جاری ہوا ہے۔ اس شاعر کا زمانہ ۱۶۰۶ء سے ۱۶۸۴ء ہے اس کی بہترین کتاب کا نام "(Lecid)" ہے۔

منچوریا جو جاپان کی حفاظت میں اپنی آزادی کے ساڑھے چار سال گذار چکا ہے۔ اتنی کم مدت میں ٹکٹ مختلف وقتوں میں جاری کر چکا ہے چنانچہ اب ۱۱ ٹکٹوں کا ایک اور سٹ جاری کیا ہے۔ ٹکٹ تصویردار ہیں ایک ٹکٹ پر ایک گاڑی کی تصویر بنی ہے۔ جس کو تین گھوڑے کھینچ رہے ہیں۔ اور گاڑی سویا بینی سے لدی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ جو وہاں کی خاص پیداوار ہے۔ لیکن ٹکٹ جمع کرنے والوں میں منچوریا کے ٹکٹ کچھ زیادہ مقبول نہیں ہیں۔

بین الاقوامی ٹکٹ - یورپ کے پانچ ملکوں۔ یعنی ترکی، یونان، رومانیہ، یوگوسلاویا اور زیکوسلاواکیا کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ ان ملکوں میں ایک ہی قسم، ایک ہی رنگ اور قیمت کے ٹکٹ جاری ہوں۔ یہ ٹکٹ صرف مندرجہ بالا ممالک میں استعمال ہو سکیں گے۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ جس ملک کا ٹکٹ ہوگا اس کا نام اور قیمت وہیں کی زبان میں ہوگی۔ یہ ایک قسم کے بین الاقوامی ٹکٹ ہیں۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے جو اس سلسلے میں کی گئی ہے ابھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آخر اس کا فائدہ کیا ہوگا۔

پیام برادری

از آپا جان

عزیز بچو اور بچیو۔ پورے ایک مہینے بعد تم سے بات چیت کا موقع ملا ہے۔ امید ہے کہ تم سب تندرست اور خوش و خرم ہوگے۔ اس زمانے میں تم زیادہ تر اپنے اپنے امتحان میں لگے رہے۔ بعض بچوں نے تو مجھے اپنی کامیابی کی خوش خبری بھی سنائی ہے۔ میں انھیں اور سب کامیاب ہونے والوں کو مبارک باد دیتی ہوں۔ سالانہ امتحان کے بعد گرمی کی چھٹیاں ہیں۔ ان چھٹیوں میں تمھارا کیا پروگرام ہے میرے خیال میں تو بھائی (۱)، اگر تمھیں کتابیں پڑھنے کا شوق ہے تو اچھی اچھی کتابیں دیکھو جو کتاب تمھیں سب سے زیادہ پسند آئے ہو۔ اس کا نام اور پسندیدگی کی وجہ مضمون کی صورت میں لکھ کر بھیج دو جس کا مضمون سب سے اچھا ہوگا اسے انعام دیا جائے گا۔ (۲) آج کل موسمی پھل۔ آم خربوزہ اور تربوز وغیرہ بازار میں بک رہے ہیں۔ تمھیں ان میں سے کون سا اچھا لگتا ہے۔ اور کیوں؟ اگر کہیں سیر و شکار کو جانا ہو تو اس کا حال بھی دلچسپ انداز میں مجھے لکھ بھیجنا اس زمانے میں تم اپنے خاص شوق کو بھی نبھا دو۔ ممکن ہو تو اپنی برادری کے ممبر بھی بناؤ جو بچہ سب سے زیادہ ممبر بنائے گا اسے (بیج کی قیمت وصول ہو جانے پر) اچھا سا انعام دیا جائے گا۔

اس مہینے غالباً امتحان میں لگے رہنے کے سبب صرف ۱۵، ۱۰ بچوں نے کوپن بھر کر بھیجے ہیں۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ زیادہ تر بچوں نے بیج کے دام بھی بھیج دیے ہیں، ان کے نام نیچے لکھ دیے جائیں گے۔

دوسرے ملکوں سے خط و کتابت کے سلسلے میں میرے پاس کئی خط آچکے ہیں ان کے بارے میں دو ایک باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے صرف وہی کوپن جرمنی بھیجے ہیں۔ جن میں کسی خاص مشغلے کا ذکر ہے۔ بعض بچوں نے اپنا خاص شوق انگریزی لکھا ہے۔ ایسے بچوں کے فارم روک لیے گئے ہیں میں کوشش کر رہی ہوں کہ انگلستان کی کسی انجمن سے خط کتابت کا سلسلہ قائم ہو جائے۔ کچھ بچوں نے اپنا خاص شوق کتابیں یا کہانیاں پڑھنا بتایا ہے علاوہ ازیں بچے اس معاملے میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں انھیں چاہیے کہ اس سلسلے میں اپنے ہندوستانی بھائیوں سے ہی خط کتابت کریں امید کے خلاف بیج کے تیار ہونے میں دیر ہو گئی جس وقت تیار ہوگا فوراً بچوں کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ اچھا بھئی اب رخصت۔ تمھاری آپا جان

ان بچوں کے بیج کے دام وصول ہو گئے۔

(۱) محمود الحسن دہلی (۲) شوکت بخش خانیوال (۳) احسان اللہ خاں ساگر (۴) محمد اختر خاں یوسف زئی (۵) ام البشیر الدین حیدرآباد (۶) نور جہاں، اورنگ آباد (۷) اختر علی خاں سہسرام۔ انور خان یوسف زئی، آگرہ۔ (۹) ظہیر الدین ہاشمی حیدرآباد (۱۰) مجیب الرحمن از افتخار احمد صدیقی۔ حیدرآباد دکن۔

ان بچوں نے صرف کوپن بھر کر بھیجے ہیں۔

(۱) ملک محمد ظہور الحق پشاور　　　(۲) ذکیہ عمر بیگم۔ ہردوئی

(۳) علی امام مظفر پوری۔

خطوں کے جواب

عزیزی عبدالحمید فرحت، (تریاقور) تمھارا خط ایڈیٹر صاحب کی معرفت مجھے بھی ملا۔ گرمی آج کل یہاں بھی زیادہ ہو کبھی کبھی نو بارہ ۱۱۲ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ امید ہے کہ تم کیمپ پہنچ گئے ہوگے۔ یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ تمھیں پیام تعلیم سے اتنی محبت اور دلچسپی ہے۔ تعجب ہے کہ تمھارے بیج کے دام ابھی تک نہیں پہنچے۔ شاید ڈاک خانہ میں رہ گئے۔ تمھاری آپا جان۔

عبدالکریم خاں صاحب۔ گلبرگہ۔ آپ کا خط ملا میں آپ کو اگلے مہینے جرمنی کے کچھ پتے بتاؤں گی۔ ٹکٹ جمع کرنے کا شوق تو اب ہندوستان میں بھی بڑھتا جاتا ہے۔ ایڈیٹر صاحب آپ کو ہندوستانی ناموں سے مطلع کریں گے۔ "آپا جان"

عزیزی مجیب حسن خاں (امروہہ) تمھارا خط ملا۔ بیج کے دام بھی پہنچ گئے۔ تمھارا نام پیام برادری میں شامل کرلیا گیا۔ تمھاری تجویز میں پر غور کر رہی ہوں۔ تمھاری آپا جان

عزیزی ظہیرالدین۔ تم اس پتے پر خط کتابت کرو۔

محمد بشیرالدین، راک لنیڈ، سیف آباد حیدرآباد دکن۔　　　تمھاری آپا جان

عزیزی محمد حسن۔ ایڈیٹر صاحب سے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ تم دسویں درجے میں پہنچ گئے۔ خدا مبارک کرے۔ تم نے بیج کی قیمت ابھی نہیں بھیجی۔ نہ تمھارے بھائی احمد حسن نے۔ بھائی جلدی کرو۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی شوکت بخش۔ گھٹنے کی چوٹ کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اس لئے اور بھی کہ تم اس کی وجہ سے امتحان میں نہ بیٹھ سکے۔ اللہ نے بڑا فضل کیا جو زیادہ چوٹ نہ لگی۔ اب تم بالکل اچھے ہوگئے ہوگے۔ جس لڑکے نے اس وقت تمھاری مدد کی وہ واقعی تعریف کے قابل ہے میری طرف سے بھی اس کا شکریہ ادا کر دینا۔ بیج کی قیمت وصول ہوگئی۔ تمھاری آپا جان۔

عزیز ضیاالدین ہاشمی۔ تمھارا خط ملا۔ بیج کے دام بھی وصول ہوگئے۔ تم اس پتے پر خط کتابت کرو۔

محمد نور کلکٹے ۲۰۳ چکلہ اسٹریٹ۔ بمبئی۔　　　تمھاری آپا جان"

عزیزی اختر (آگرہ) میری بھی خواہش ہے کہ بچے ٹکٹ جمع کرنے کے علاوہ دوسرے مشغلے اختیار کریں سکے جمع کرنے کا مشغلہ بھی بہت اچھا ہے۔ اس رسالے میں تو گنجائش نہیں۔ اگلے پرچے میں تمھیں ایسے پتے بتا دوں گی۔ بیج کے دام وصول ہوگئے۔ آپا جان

عزیزی محمود الحسن (دہلی) پیام برادری میں بیس برس تک کے لڑکے شریک ہو سکتے ہیں۔ بیج کے دام وصول ہوگئے

"آپا جان"

عزیزی احسان اللہ۔ کلکتہ، خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم کے مضمون تمھیں پسند آئے۔ تمھارا خط میں نے ایڈیٹر صاحب کو بھجوادیا ہے۔ وہ خواجہ صاحب سے بات چیت کریں گے یا مناسب کارروائی کریں گے۔ آپا جان

ذکیہ بیٹی۔ تمھارا پنسل کا لکھا ہوا خط ملا اور کوپن بھی۔ بیج کے دام بھی بھیج دو۔ تم اپنا خاص شوق ذرا صاف لکھ کر بھیج دو۔ خوشی کی بات ہے کہ تم اپنے ابا کے پاس آگئیں۔ تمھاری آپا جان

عزیزی عبدالحمید (حیدرآباد دکن) تمھارا خط مل گیا۔ اور کوپن بھی۔ بیج کی قیمت بھی بھیج دو۔ تو تمھارا نام باقاعدہ رجسٹر میں شامل کرلیا جائے۔ تمھارا خط اچھا نہیں ہے۔ ذرا صاف لکھنے کی مشق کرو۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی اقبال (امروہہ) یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ تم اب اچھی طرح ہو۔ پیام برادری تم ہی جیسے بچوں کی بدولت ترقی کرے گی۔ بیج کے بننے میں کچھ دیر ہوگئی ہے۔ تیار ہوتے ہی فوراً بھیج دیا جائے گا۔

میاں عزیز عمر سلمٗہ۔ دونوں چیزیں مل گئیں۔ خوشی بات ہے کہ ایک جرمن دوست پہلے سے تمھارے پاس موجود ہے۔ دوسرے کا بھی انتظام ہوجائے گا۔ میں بہت جلد کسی ایسے بچے سے تمھاری دوستی کرادوں گی جسے سائنس کے تجربوں سے شوق ہوگا۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی احسان اللہ خاں (ساگر) تمھارا خط ایڈیٹر صاحب کی معرفت ملا۔ بیج کے دام بھی وصول ہوگئے۔ یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ جامعہ سے تمھیں اتنی محبت ہے۔ تمھاری آپا جان

عزیزی یحییٰ میاں (بھوپال)، ایڈیٹر صاحب کی معرفت تمھارا خط ملا۔ خوشی کی بات ہے کہ ظہیر میاں اور تم دونوں پیام برادری میں شریک ہونے والے ہو۔ مگر میاں نیک کام میں دیر اچھی نہیں ہوتی۔ بس اب جلد کوپن بھر کر بھیج دو۔ آپا جان

عزیزی ملک علی امام (۱) (ابرار) تمھارا کوپن مل گیا۔ بیج کے دام وصول نہیں ہوئے۔ اس وقت صرف جرمنی سے خط کتابت کا انتظام کیا گیا ہے (۲)، کوشش کررہی ہوں کہ دوسرے ملکوں سے بھی خط کتابت کا سلسلہ شروع ہوجائے (۳) پیام تعلیم میں اب صرف خطوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ آپا جان

عزیزی محفوظ میاں (رام پور) نیر کوئی مضائقہ نہیں مگر اب دہلی آؤ تو ضرور ملنا۔ تم کس قسم کا دوست چاہتے ہو۔ تفصیل سے لکھو میں بہت سے بچوں کے نام بتاؤں گی۔ تمھاری آپا جان۔

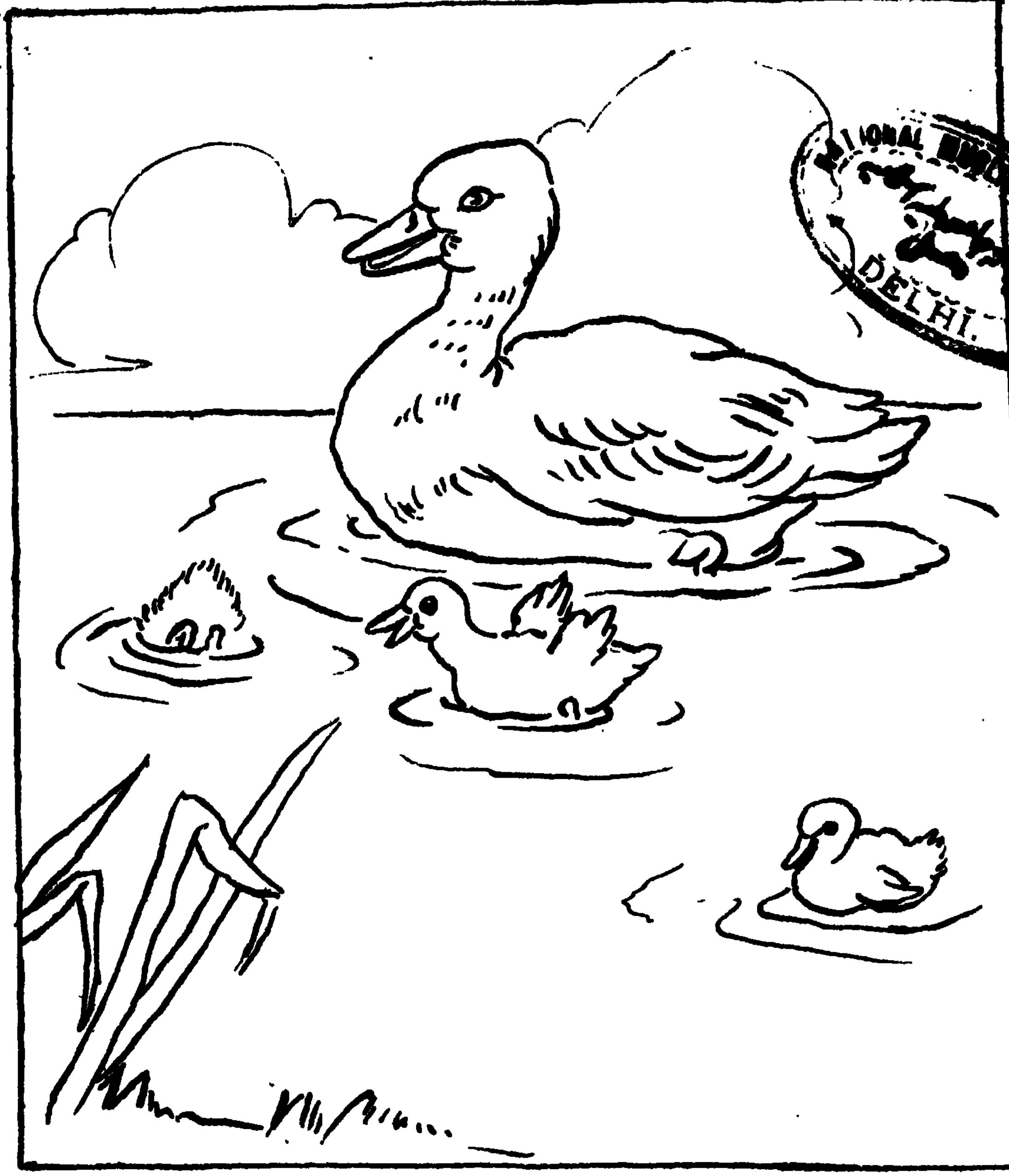
عزیزی بشیرالدین (حیدرآباد) بیج کے دام وصول ہوگئے ہیں، اطمینان رکھو۔ دوسرے ملکوں سے خط وکتابت کا فارم کہیں راستے میں کھوگیا ہوگا۔ اب تو سب فارم بھیج بھی چکی۔ بہرحال آیندہ خط میں تمھارا خیال رکھوں گی۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی محمد نور (بمبئی)، تمھارا خط ملا۔ باغبانی کا مشغلہ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ یہ شوق تمھیں کس طرح ہوا۔ تمھارے باغیچے میں کون کون سے پھول ہیں تم کس طرح انھیں لگاتے ہو۔ کون سے پھول تمھیں زیادہ پسند ہیں ان سب باتوں کی تفصیل ایڈیٹر صاحب کے پاس ایک مضمون کی صورت میں لکھ کر بھیج دو۔ ٹکٹوں کی نمائش کی تجویز کسی بچے نے بھیجی ہے۔ اس پر غور کروں گی۔ دو بچوں کے پتے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ محبوب صادق معرفت شیخ احمد صادق صاحب ہوری گنج امرتسر، (۲) گوپال کشن لوپلے ۲۸ بی بیلا روڈ، دہلی۔ تمھاری آپا جان

عزیزی اختر علی (سہسرام) بیج کی قیمت وصول ہوگئی۔ تمھارا فارم جرمنی بھیج دیا گیا جواب آنے پر مطلع کیا جائے گا خدا تمھارے شوق میں ترقی دے۔ ۱۲/۴ ابرار ہندوستانی بچے کو تمھاری طرح علم کا شوقین بنائے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا۔ میرا بھی تم بچوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ تمھاری آپا جان

رنگ بھرنے کی تصویر



نام	نام ....
پتہ	پتہ ....
عمر	عمر ....
خاص شوق	تصدیق ....

کہانیاں

مکتبہ جامعہ نے بچوں کے لئے مزے مزے کی دلچسپ کہانیوں کا سلسلہ شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ کہانیاں "پیام تعلیم" میں چھپ چکی ہیں۔ اور بچوں نے انھیں بہت پسند کیا ہے۔ ان کی تعریف میں بے شمار خط ایڈیٹر صاحب "پیام تعلیم" کے پاس آچکے ہیں۔ اسی لئے اب مکتبہ جامعہ نے انھیں علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں نہایت اچھے کاغذ پر بہت خوشنما چھپوایا ہے۔

درجہ اوّل کے لئے

بچوں کی کہانیاں ۔ عبدالواحد صاحب سندھی ۲ر
ننھی مرغابی " " " ۲ر

درجہ دوم کے لئے

مرغی اجیر علی ۔ رقیہ ریحانہ صاحبہ ۲ر
تانبیل خان ۔ محمد حسین حسان صاحب ۲ر

درجہ سوم کے لئے

نیت کا پھل ۔ مرزا مظفر حسین صاحب دہلوی ۲ر
شیدلا ۔ پروفیسر محمد مجیب صاحب ۳ر
بیکاری ۔ رقیہ ریحانہ صاحبہ ۲ر
چھدو " " " ۲ر

درجہ چہارم کے لئے

ترکوں کی کہانیاں ۔ کارکنان شعبہ تصنیف و تالیف ۴ر
شہزادی گلنار ۔ رقیہ ریحانہ صاحبہ ۴ر
عقاب " " " ۴ر

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

پیام تعلیم

دہلی



مارکونی

بے تار کی تار برقی کے موجد' ان کا پچھلے مہینے ۲۰ جولائی کو انتقال ہوگیا۔
اس پرچے میں ان پر ایک مضمون بھی ہے ۰

اسپین کے مظلوم بچے



بلباؤ کے چار هزار بچے پناہ کے لئے انگلستان لائے گئے هیں -
اس تصویر میں ایک بچہ ماں باپ کو یاد کرکے رو رها هے -
بڑی بهن اسکو دلاسا دے رهی هے مگر وہ بهی غم سے نڈهال هے-

پیام تعلیم دہلی

پیامِ تعلیم: یوپی، سی، پی، برار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ منیجر

ایڈیٹر: محمد حسین حسان ندوی جامعی

قیمت سالانہ عہ/ فی پرچہ ۳/ مع ضمیمہ ۴/

نمبر ۸	اگست سنہ ۳۷ء	جلد ۲۰

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع برقی پریس، دہلی

بچّوں سے باتیں

از ایڈیٹر

جرمنی کے خطوں کا تمہیں بہت انتظار تھا۔ اب یہ آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اب تک کوئی چھ خط آ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک خط کا ترجمہ "پیام تعلیم" میں شائع بھی ہو رہا ہے۔ محترمہ آپا جان فرماتی ہیں کہ اس خط کا جواب علاوہ محفوظ علی کے دوسرے بچے بھی لکھ سکتے ہیں۔ جرمنی کے خطوں میں سوائے دو تین کے سب جرمنی میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان کا انگریزی یا اردو ترجمہ بچوں کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ پیامیوں میں خط کتابت اور اپنے اور دوسرے ملکوں کے بچوں سے دوستی بڑھانے کی عادت برابر ترقی کرے گی۔

جولائی کے پرچے میں سال گرہ نمبر کے متعلق ہم نے تفصیل سے باتیں کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ ابھی ہم یہ نمبر ایک خاص انداز سے نکال رہے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ رسالہ ہماری منشائ کے مطابق نکل گیا تو یہ پچھلے خاص نمبروں سے کہیں زیادہ مفید، دلچسپ اور شاندار ہوگا۔ اس میں جغرافیہ، سائنس، نباتات، حیوانات، مذہبیات، سیاسیات، حفظان صحت، اسکاؤٹنگ وغیرہ سے متعلق نہایت ہی دلچسپ مضمون ہوں گے۔ ان کے علاوہ ڈرامے، قصے، کہانیاں، نظمیں، بچوں اور بچیوں کے لئے بنانے کی چیزیں۔ معمے، پہیلیاں، ہنسانے والے لطیفے، اور کارٹون، فوٹو اور بلاک کی تصویریں تو بے شمار ہوں گی۔

ہمارا خیال ہے کہ اس نمبر میں پیام برادری کے ممبروں کی تصویریں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع ہوں۔ پیامی اس بارے میں ابھی سے خط کتابت شروع کر دیں۔

سال گرہ نمبر کے انعامی مقابلوں کے سلسلے میں ابھی یہ عنوان تجویز کئے گئے:-

ڈراما - ایک ایکٹ کا۔ (۲) کہانی - پرانے زمانے کی، بڑی بوڑھیوں سے سنی ہوئی۔ (۳) پیام برادری کو کامیاب بنانے کے متعلق تمہارے ذہن میں کیا تجویزیں ہیں۔ (۴) تعلیم اور ورزش کے علاوہ تمہیں کون سا مشغلہ سب سے زیادہ پسند ہے۔ (۵) تم نے اپنی عمر میں کچھ نیک کام تو ضرور کئے ہوں گے کوئی ایک آدھ واقعہ لکھو۔ (۶) تم کہیں سیر کو گئے ہو۔ کوئی تاریخی عمارت دیکھی ہو۔ کوئی بہت اچھا منظر نظر سے گزرا ہو تو اس کی تفصیل لکھو۔ (۷) جن بچوں کو ڈرائنگ سے دلچسپی ہے وہ پیام کا ٹائٹل۔ اور کارٹون بنا کر بھیجیں۔ مگر ایک بات کا خیال رہے۔ مضمون بہت صاف خوش خط ہوں اور کاغذ کے ایک ہی طرف لکھے جائیں۔ ٹائٹل اور کارٹون بھی بہت احتیاط اور توجہ سے بنائے جائیں۔ ان چیزوں کے بھیجنے کی آخری تاریخ ۱۵ ستمبر ہے۔

احمد عبدالمجید خاں (علی گڑھ) نے گڑیا کی شادی پر ایک نظم بھیجی ہے۔ اسے ہم پیامِ تعلیم میں چھاپنا چاہتے ہیں مگر نظم نامکمل ہے۔ احمد عبدالمجید خاں کا پورا پتہ معلوم نہیں، وہ اس نظم کا دوسرا حصہ بھی بھیج دیں تو ہم اسے شائع کر دیں۔

اس پرچے کا ٹائٹل عزیزی رفیق احمد سلمہٗ نے بنایا ہے یہ ٹائٹل بنانے کے انعامی مقابلے میں دوم آئے تھے۔ امید ہے کہ بچے اسے پسند کریں گے۔

چائے کی دعوت اور پکوان کے سلسلے میں محترمہ ہاجرہ بیگم کے کئی مضمون شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تجویز ہے کہ ہنڈکلیا کے نام سے یہ عنوان مستقل کر دیا جائے۔ محترمہ صالحہ عابد حسین اور کئی بہنوں سے ہم نے رائے لی تھی ان سب کو اس تجویز سے اتفاق ہے۔ امید ہے کہ پیامِ تعلیم پڑھنے والی بچیاں اور بہنیں اس معاملے میں ہماری مدد کریں گی۔

جون کے پرچے کی تصویر بہت کم بچوں نے رنگ بھر کر بھیجی ہے حالانکہ انہیں دوبارا موقع دیا گیا تھا۔ بہرحال تصویر بھیجنے والوں کے نام یہ ہیں:- کرشن لال رائے ٹکسلوی (راولپنڈی) اقبال احمد (امروہہ)، محمد نور کھٹکھٹے (بمبئی) محمد امجد علی (حیدرآباد دکن) براتی لال رِبواستو (نچھور بارہ بنکی) مجیب حسن (بریلی) معین الدین خاں (علی گڑھ) معین الدین احمد انصاری (حیدرآباد دکن) محمد حسن (لکھنؤ) ابن الحسن (بلند شہر)۔

تصویریں عام طور سے رنگ احتیاط اور توجہ سے نہیں بھرا گیا۔ تاہم تین تصویریں غنیمت ہیں۔ یہ تصویریں معین الدین۔ ابن الحسن اور محمد حسن کی ہیں۔ ابن الحسن نے بطخ اور بچوں کی تصویروں میں اچھا رنگ بھرا ہے لیکن زمین اور پس منظر یونہی سفید چھوڑ دیا ہے۔ ان تینوں کو ایک ایک کتاب انعام میں بھیج دی جائے گی۔

جولائی کے پرچے کی تصویر ان بچوں نے رنگ بھر کر بھیجی ہے:

محمد اکرام (منٹگمری)، آمنہ عمر (میرٹھ)، رفیق احمد (شملہ) قاضی عمیر الدین (بھوپال)، خواجہ محمد عالم (سدی پیٹھ)، محمد اکرم علی خاں (ڈیرہ اسماعیل خاں) محمد حسن (لکھنؤ) اعجاز حسین (امروہہ) بہادر پرشاد تیواری (فتح پور)، احسان اللہ خاں شروانی (ہانسی)، محمد اصغر علی (بہار شریف) کرشن لال رائے۔ غافل (راولپنڈی) اقبال احمد (امروہہ) نیرہ عفت (لاہور) سعیدہ خانم (دہلی) نظام الدین علوی (عثمان آباد) طلعت آرا بیگم ان میں سعیدہ خانم اول آئی ہیں۔ طلعت آرا بیگم دوم اور نظام الدین علوی سوم۔ انعام بہت جلد ان کے پاس بھیج دیے جائیں گے۔

اس پرچے کی تصویر ۲۰ راگست تک رنگ بھر کر بھیج دو۔

خدا کا شکر ہے کہ پیامِ تعلیم کے خریدار دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ عزیزی وقار احمد عزیزہ آمنہ عمر اور محترمہ ہیڈ مسٹرس صاحبہ کوہ مری اور عزیزہ زہرا خاتون (عرف تارا) نے کئی خریدار بنائے ہیں۔ یو پی میں محکمۂ تعلیم کے افسر، اور میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے صدر اور تعلیمی افسر بھی توجہ فرما رہے ہیں۔ ہم ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ فرخ آباد ڈسٹرکٹ بورڈ خاص طور پر شکریے کا مستحق ہے۔ یہاں سے پیامِ تعلیم کو ۶۶ خریدار ملے ہیں اور ابھی اور توقع ہے۔ امید ہے کہ ہمارے عزیز پیامیوں کی یہ کوشش اور بزرگوں کی یہ سرپرستی برابر جاری رہے گی۔

تیتری

ننھی سی یہ تیتری تو دیکھو! ٭ سچ مچ کی ذرا پری تو دیکھو!
پر اس کے ہیں کس قدر رنگیلے ٭ چھوٹے چھوٹے سے پیلے پیلے
ہے اس کا روش روش پہ ڈیرا ٭ کرتی ہے چمن چمن میں پھیرا
اودے، نارنجی، کالے، پیلے ٭ ہیں نقش پروں میں کیا سجیلے
اُس پھول پہ تھی اب اس پہ آئی ٭ کس نے یہ اسے ادا سکھائی
اِس شاخ پہ بیٹھی اُس پہ جھولی ٭ پھرتی ہے خوشی سے پھولی پھولی
اس واسطے ہے ضرورت اس کی ٭ پیاری دلکش ہے صورت اس کی
گویا دو پھول اچھل رہے ہیں ٭ اُڑتے میں وہ پَر جو چل رہے ہیں

کیا حُسن ہے تیتری میں پیدا
کیا شان خدا کی ہے ہویدا

[illegible] محمد شفیع ادیب

اسپین کے مظلوم بچے

محترمہ ہاجرہ بیگم

کوئی دو مہینے کی بات ہے، دو جہاز اسپین سے انگلستان آئے۔ ان میں نہ تو تجارت کا سامان تھا نہ مسافر بلکہ چار سو بچے تھے، جو اسپین سے انگلستان بھیجے گئے ہیں۔ یہ بچے سب اسپین کے رہنے والے (یا اسپینش) ہیں۔ اس سفر میں نہ تو ان کے ماں باپ ساتھ تھے اور نہ انگلستان میں ان کے بڑے بھائی بہن یا رشتہ دار ہیں۔

تمھیں ضرور تعجب ہوگا کہ ان ننھے ننھے لڑکے لڑکیوں کو پھر کیوں اس طرح جہاز میں بھر کر بھیجا گیا۔ کس نے بھیجا اور کیوں ان کے والدین نے ان کو جانے دیا۔

بات یہ ہے کہ ان سب بچوں کے والدین، عزیز اور رشتہ دار اس وقت لڑائی میں مصروف ہیں۔ اسپین میں آج کل لڑائی ہو رہی ہے۔ اور لاؤ یہ بھی بتا دیں کہ کیوں ہو رہی ہے۔

اسپین میں (جیسے ہندوستان میں) تھوڑے سے لوگ تو بہت پیسے والے، امیر، زمیندار، لکھ پتی اور کروڑ پتی ہیں۔ اور زیادہ لوگ کسان، مزدور، دکان دار، کاریگر وغیرہ ہیں ان سب کی حالت غربت اور بے کاری کی وجہ سے بہت خراب ہے۔ زمیندار کسانوں سے محنت کرواتے ہیں اور اناج خود لے لیتے ہیں۔ لکھ پتی کارخانوں میں مزدوروں سے کام کرواتے ہیں اور کارخانوں کا مال اپنے پاس رکھ لیتے ہیں پھر یہی مال اور غلہ کسانوں اور مزدوروں کے ہاتھ بیچتے ہیں اور ان سے اس کی قیمت وصول کرتے ہیں اس طرح زمینداروں اور کارخانہ داروں کے پاس تو دن پر دن پیسہ اکٹھا ہوتا جاتا ہے اور محنت

کرنے والوں کے پاس دن بھر کام کرنے کے بعد صرف چند آنہ مزدوری کے بچتے ہیں۔

اسپین کے کسان اور مزدور اس حالت کو بدل دینا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ محنت کرنے والوں کو اپنی محنت کا پورا پورا پھل ملے۔ غریبوں کی غریبی دور ہو۔ انھیں کھانے پینے اور پہننے کا آرام ہو۔ ان کے بچوں کو لکھنے پڑھنے اور کام سیکھنے کا موقع ملے اور کسی کے اوپر ظلم اور زیادتی نہ ہو۔

کوئی ایک سال ہوا اسپین میں پیسے والوں کی حکومت تھی۔ انھوں نے اپنی حکومت قایم رکھنے، اور لوگوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے فوج کے افسروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ غریب لوگوں نے اپنی غریبی سے تنگ آکر بغاوت کر دی۔ اور کہا کہ ہم ایسی حکومت نہیں چاہتے۔ لیکن فوج اور ہتھیار ان کے پاس نہ تھے۔ اس لئے زیادہ کامیاب نہ ہو سکے اور حکومت ہاتھ میں نہ لے سکے۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری اور دوسرے طریقے پر کام کرنا شروع کیا۔ تم جانتے ہو کہ اسپین میں اب بادشاہ کوئی نہیں ہے۔ بلکہ حکومت وہ لوگ کرتے ہیں جنھیں لوگوں نے اپنی رائے یا ووٹ دے کر چنا ہو۔ چنانچہ کسانوں، مزدوروں، چھوٹے چھوٹے دکانداروں، اور سب غریب لوگوں نے ارادہ کر لیا کہ اس مرتبہ ہم اپنے طرفداروں ہی کو ووٹ دیں گے اور ان ہی کو چنیں گے۔ ان کی یہ کوشش بہت کامیاب رہی۔ اور اس سال پیسے والوں اور فوجی افسروں کی جگہ غریبوں اور کام کرنے والوں کے ساتھی حکومت کرنے کے لئے چنے گئے۔

جب ان لوگوں کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو انھوں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ ننگے بھوکے لوگوں کی حالت بہتر ہو جائے۔ ان سے زیادہ روپیہ نہ لیا جائے اور ان کی محنت کا معاوضہ بڑھایا جائے۔

یہ سب باتیں پیسے والوں اور فوجیوں

کو ایک آنکھ نہ بھائیں۔ کیوں کہ اس سے ان کی دولت اور ریاست پر اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ ان لوگوں نے بغاوت کردی اور نوجوں کو لے کر حکومت پر حملہ کیا۔

بیچارے کسانوں اور مزدوروں کے پاس نہ توپیں تھیں۔ نہ بندوقیں نہ ہتھیار۔ نہ گولہ بارود۔ لیکن اپنی حکومت قایم رکھنے کے لئے، وہ جان توڑ کر لڑے۔ اور باغیوں کو اپنی زمینوں، گاوؤں، اور شہروں پر قبضہ نہ کرنے دیا۔ ادھر دوسرے ملکوں۔ انگلستان، فرانس اور امریکہ سے درخواست کی کہ انھیں ہوائی جہاز اور ہتھیار خریدنے کی اجازت دی جائے لیکن سب حکومتوں نے مل کر طے کر لیا کہ ہم اسپین کو ہتھیار نہ دیں گے۔

پھر بھی حکومت کے لوگ لڑے گئے۔ اور چونکہ ملک کے تقریباً سب ہی لوگ ان کے ساتھ تھے اس لئے انھوں نے باغیوں کو ہرانا شروع کیا لیکن اب باغیوں نے اور چالیں چلیں۔ جب دیکھا کہ ہسپانی ہمارے ساتھ نہیں ہیں، تو اٹلی اور جرمنی کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کے سپاہیوں، ان کی توپوں، بندوقوں اور ان کے ہوائی جہازوں کی مدد سے ملک بھر پر بم برسانے شروع کئے۔ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر تباہ کردئے۔ اور وہاں کے بسنے والوں کا خاتمہ کرنا شروع کیا۔

اسپین کی یہ حالت دیکھ کر دنیا بھر کے منصف مزاج انسانوں کی ہمدردی اسپین کی حکومت کے ساتھ ہوگئی۔ اور باوجود اس کے کہ سب حکومتوں نے مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن خود ان ملکوں کے رحم دل لوگ مظلوموں کی مدد کے لئے آگے بڑھے بینکڑوں بہادر لوگ اسپین پہنچے اور اپنی جانیں قربان کیں۔ بہت سے لوگوں نے روپیہ سے مدد کی۔ اور اناج اور دوائیں اسپین کی حکومت کو بھیجیں چنانچہ ہندوستان سے بھی ایک ہزار روپیہ کے قریب بھیجا گیا۔ باقی لوگوں نے اسپین کے مظلوم بچوں کی مدد کا ارادہ کیا۔ اور ان کو جہازوں میں بٹھا کر انگلستان، فرانس، امریکہ

اور ترکی لے گئے۔ اور وہاں ان کے رہنے سہنے کا انتظام کیا۔ چنانچہ اس وقت بھی چار سو بچے "ساؤتھ ہیمپٹن" میں ہیں۔

ان غریب بچوں کا یہ حال ہے کہ جس وقت یہ جہاز سے اترے اور لوگوں نے تصویر لینے کے لئے کیمرہ ان کے سامنے کیا، تو یہ سمجھے کہ یہ توپیں ہیں۔ اور ڈر کر چھپنے لگے۔ اور جس وقت کہ ہوائی جہاز اوپر سے گذرے تو سب بچے منہ کے بل گر گئے تاکہ بموں سے بچیں۔

کچھ روز ہوئے کہ باغیوں نے اسپین کے ایک شہر بلباؤ پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت بچوں کو یہ خبر معلوم ہوئی تو سب کے سب کھانے کی چھریاں لے کر گھر سے دوڑے کہ ہم اپنے والدین کی مدد کریں گے۔

پیامی بچو اور بچیو! یقیناً ان ہسپانی بچوں کا دردناک حال پڑھ کر تمھیں ہمدردی ہوئی ہوگی کیا تم ان کی مدد نہ کرنا چاہو گے؟ تم خود چھوٹے ہو اور زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس سے کیا ہے۔ اگر تم اپنی سی کوشش کرو، تو وہ بھی بہت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پیامی بچے پوری کوشش سے ان بچوں کے لئے چندہ کریں جو ہم انھیں پہنچا دیں گے۔

اگر ہر بچہ ایک ایک دو دو آنہ بھی جمع کرے تو بہت ہو سکتا ہے۔ اس پیسہ کو تم اکٹھا ایسے کر سکتے ہو کہ دو یا چار آنہ جتنے بھی ہوں لے کر ان کے ٹکٹ خرید لو۔ اور ایک لفافہ میں رکھ کر اڈیٹر صاحب کو "اسپین فنڈ" کے لئے بھیج دو۔ دیکھیں پیامی بچے کتنا روپیہ اکٹھا کرتے ہیں! ٭

بھوت

ایچ این قریشی صاحبہ ۔ سیہور

تم نے بھوت پریت کی بہت سی کہانیاں سنی یا پڑھی ہوں گی ۔ اور تم ان سے ڈرنے بھی لگے ہوگے آج میں تمھیں اپنا ایک دلچسپ قصہ سناتی ہوں ۔

ایک دفعہ گرمیوں کی رات تھی کوئی گیارہ بجے ہوں گے گھر کے سب لوگ سو رہے تھے۔ میں اور میری پھوپی جان دونوں ایک ہی پلنگ پر لیٹے تھے ہم دونوں کو نیند نہ آتی تھی ۔

یکایک میری نظر سامنے دیوار پر پڑی کیا دیکھتی ہوں کہ ایک آدمی ’کالا بھجنگ‘ اکڑوں بیٹھا ہے ایک ہاتھ میں چھڑی بھی ہے میں بڑی دیر تک دیکھتی رہی لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ آخر معاملہ کیا ہے اور اتنی رات کو یہاں آبھی کون سکتا ہے۔ سوچتے سوچتے دل میں خیال آیا کہ ضرور کوئی بھوت ہے اس خیال کا آنا تھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اب مجھے ڈر معلوم ہونے لگا میں نے دھیرے سے پھوپی جان سے کہا ” دیکھو یہ سامنے دیوار پر کون بیٹھا ہے“ وہ بھی غور سے دیکھتی رہیں آخر کو اٹھیں اور ایک ہاتھ میں ابا جان کا بیت لے کر بھوت کی طرف چلیں قریب جاکر زور سے چلائیں ”کون ہے“ سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ برابر آوازیں دیتی رہیں پر وہ کچھ نہ بولا میں سمجھی شاید بھوت سو گیا ہے۔ پھوپی جان تھیں دل کی مضبوط۔ انھوں نے آگے بڑھ کر ایک چھڑی بھوت کے سر پر رسید کر دی میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ نہ کوئی بھوت ہے نہ پریت، ایک ٹوکرا رکھا ہے اس کے اوپر ایک مٹی کی ہنڈی کسی نے اوندھا دی ہے اس سے لگی ہوئی ایک چھڑی دیوار سے ٹکی ہے جوں ہی چھڑی ہنڈیا پر پڑی بڑے زور کا بھڑاکا ہوا اور ہنڈیا ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اس کی آواز سے گھر کے سب لوگ جاگ اٹھے اور پوچھنے لگے کیا ہوا کیا ہوا قصہ معلوم ہونے کے بعد خوب ہنسی پڑی۔

اب دوسرا قصہ سنو والد کی عمر کوئی پندرہ سال کی ہوگی ایک روز بہت سے آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے والد بھی انھیں میں جاکر بیٹھ گئے ایک صاحب فرمانے لگے کیوں میاں تم رات کو بارہ بجے جوالاکھی کے (یہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے اس کے اوپر ایک مندر بنا ہے اس پہاڑ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بھوت رہتے ہیں) مندر میں گلاب کا پھول ڈال سکتے ہو؟ والد صاحب بولے ”جی ہاں“ بس انھوں نے گلاب کا پھول لیا اور چل دیے پہاڑ پر چڑھ کر پھول مندر میں ڈال دیا اور لوٹنے لگے مگر اب جو نیچے اترتے ہیں تو بالکل قریب ہی بھک سے آگ جل اٹھی اور ایک دم ٹھنڈی ہوگئی شعلے وغیرہ کچھ نہیں

غرض پھر تو جدھر دیکھو آگ ہی آگ والد صاحب حیران ' کہ کیا جائے ان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں میں بڑے بڑے پتھر اٹھائے۔ اور جس طرف آگ جلتی اس طرف دو تین پھینک دیتے غرض ایک دفعہ بالکل قریب آگ جلی۔ والد نے ٹھیک نشانہ لگا کر ایک پتھر زور سے مارا۔ وہ پتھر کسی کے ماتھے پر لگا اور وہ شخص چلّا اٹھا کہ "ارے بھائی مار ڈالا" والد نے آواز پہچان لی یہ ان ہی صاحب کی آواز تھی جنھوں نے والد کو یہاں بھیجا تھا۔ والد نے حیران ہو کر کہا "واہ جناب ہمیں کو یہاں بھیجا اور ہمیں کو ڈرانے آئے ہیں" نیچے اترنے کے بعد انھوں نے دس روپیہ والد کو بطور انعام کے دیئے۔ واقعہ یہ تھا کہ انھوں نے والد کو تو ادھر بھیج دیا اور خود کئی آدمیوں کے ساتھ ایک مٹی کا گھڑا اور سوکھا چارہ لے کر ان کے پیچھے چل دیئے۔ اوپر پہنچ کر دیا سلائی سے چارہ جلاتے اور شعلوں کو بار بار گھڑے میں چھپا لیتے۔ اندھیری رات میں کسی سنسان میدان میں ایسا کیا جائے تو دیکھنے والے کے دل میں بہت دہشت پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہم ہو جاتا ہے کہ کوئی بلا یا بھوت ہے جو ڈرانا چاہتا ہے۔ ﷺ

کام کی باتیں

(۱) لکھتے وقت، روشنائی کپڑے پر گر جائے تو اس پر جاذب کا ٹکڑا رکھ کر جذب کر دو۔ پھر فوراً تھوڑے سے دودھ میں دھبے کی جگہ بھگو دو۔ اور آہستہ آہستہ ہاتھ سے ملو۔ داغ بالکل مدھم رہ جائے، تو صابن اور پانی سے دھو دو۔ دودھ نہ ملے تو لیموں کاٹ کر نچوڑ دو۔ اور سوکھنے پر دھو ڈالو۔ یا آم کی کھٹائی گھول کر مل دو۔

(۲) کسی کپڑے پر چکنائی کا دھبا لگ جائے تو اس کے نیچے اور اوپر بالکل صاف جاذب رکھ کر گرم استری سے دبا دو۔ چکنائی جاذب میں آجائے گی اور کپڑا صاف ہو جائے گا

(۳) کوئی کپڑے کی چیز میلی ہو گئی ہو اور دھل نہ سکے تو ایک سفید کپڑے کے ٹکڑے کو پٹرول میں تر کر کے آہستہ آہستہ ملو۔ صاف ہو جائے گا۔

(۴) اگر آیوڈین لگاتے وقت کپڑے پر گر جائے تو فوراً دودھ میں بھگو دو۔ ورنہ داغ نہ چھٹے گا۔

(۵) پنسل سے کام کرتے وقت ربر نہ ملے تو ڈبل روٹی کا ملایم گودا نکال کر گولی بنا لو ربر کا کام دے گا۔

(۶) میدے کی لئی بناتے وقت ایک چمچہ شکر ملا دو۔ اور پتلی رکھو۔ زیادہ اچھی طرح چپکے گی۔

(۷) کسی پھل کا عرق کپڑے پر گر جائے تو فوراً پسا ہوا نمک مل دو۔ اور دھو ڈالو۔ اگر ہاتھ میں لگا ہو تو لیموں کاٹ کر ہاتھ پر خوب ملو۔ اور پھر نمک سے ہاتھ دھو ڈالو۔

ہاجرہ بیگم

مارکونی

ازجناب محمود علی خاں صاحب جامعی

۲۰ تاریخ کو رات کے کوئی ساڑھے نو بجے ریڈیو نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ مارکونی کا انتقال ہوگیا۔ مارکونی دنیا کا بہت بڑا آدمی تھا، بے تار کی تار برقی یا لاسلکی کا موجد۔ جبھی تو ساری دنیا نے اس کا سوگ منایا۔ اور اسی کی ایجاد بے تار کی تار برقی کے ذریعے اس کی موت آناً فاناً دنیا بھر میں پھیل گئی۔

مارکونی کا پورا نام گوگلیمو مارکونی تھا۔ ۲۵ اپریل ۱۸۷۴ء کو اٹلی کے ایک قصبہ بلونا میں پیدا ہوا۔ لوگ اسے بے تار کی تار برقی کا باوا آدم کہتے ہیں۔ ساری دنیا اس کی احسان مند ہے۔ اس ایجاد سے دنیا کو بے اندازہ نفع ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔

بے تار کی تار برقی ہے کیا؟ تم نے ریڈیو سنا ہے؟ آج کل تو جگہ جگہ اس کا رواج ہوگیا ہے اور برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ ریڈیو سٹ میں تقریریں، خبریں اور گانے کی آوازیں اسی بے تار کی تار برقی ہی کے ذریعے تو آتی ہیں۔ اچھا آؤ آج اس بے تار کی تار برقی یا لاسلکی کی کہانی تمھیں سنا ہی ڈالیں۔

پیام تعلیم کے ایڈیٹر صاحب سے تمھاری خط کتابت تو ہوگی۔ دیکھو اس خط کتابت میں کتنے دن لگ جاتے ہیں تم اپنا خط محلے کے لیٹر بکس میں ڈالتے ہو۔ وہاں سے یہ ڈاک خانہ جاتا ہے۔ ڈاک خانے سے ریل میں۔ ریل سے دلی کے ڈاک خانے میں اور وہاں سے ڈاکیہ پیام تعلیم کے دفتر میں لاتا ہے۔ گویا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے میں اسے تین دن لگ جاتے ہیں

یہ تو ہوا خطوں کا حال۔ اب کبھی کبھی تمھارے گھر تار بھی آتا ہوگا خط کو تو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے میں کئی دن لگ جاتے ہیں لیکن تار چند گھنٹوں میں پہنچ جاتا ہے۔ بتاؤ۔ یہ کیسے؟ اچھا سنو۔ مختلف شہروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لوہے کے تار تنے ہوتے ہیں۔ ریل کی لائن کے کنارے کنارے لوہے کے کھمبوں کا لامتناہی سلسلہ ہوتا ہے۔ تم ریل کے سفر میں انھیں گنتے گنتے تھک جاتے ہو۔ مگر یہ ختم نہیں ہو پاتے۔ ان کھمبوں پر جو تار ہیں وہ اسی تار برقی کے ہیں۔ ان تاروں میں بجلی کی لہر دوڑائی جاتی ہے۔ ایک جگہ کی بات دوسری جگہ اسی لہر کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے۔ اسی لئے اسے تار برقی کہتے ہیں۔ تار تو یہی لوہے کا۔ اور برق کے معنی ہیں بجلی۔ بس تار برقی کے معنی ہوئے وہ تار جن میں بجلی کی لہریں جاتی ہوں۔ اسی وجہ سے لوگ اس خبر کو بھی، جو تار برقی کے ذریعے بھیجی جائے تار برقی کی خبر یا صرف تار کہتے ہیں۔ تار بھیجنے کے لئے مختلف اشارے مقرر ہیں۔ انھیں گڑ گٹ۔ گڑ گٹ کہتے ہیں۔ کہیں تم گڑ گٹ نہ سمجھ لینا۔ دراصل یہ تار کی دو آوازیں ہیں جو تار کی مشین پر ہاتھ مارنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک لمبی آواز جسے گڑ کہتے ہیں اور دوسرا کھٹکا جسے گٹ کہتے ہیں۔ ہر لفظ کے لئے چند لمبی اور چند چھوٹی آوازیں مقرر ہیں۔ تار بھیجنے والا مشین پر یہی آوازیں کرتا ہے۔ اور پانے والا ان کو ملا کر مطلب سمجھ لیتا ہے۔ یعنی تار کے ذریعے اس طرح بات نہیں کی جاتی۔ جیسے ہم تم آپس میں۔

البتہ ٹیلیفون میں اسی طرح باتیں ہوتی ہیں۔ تم شہر میں رہتے ہو۔ ٹیلیفون ضرور دیکھا ہوگا۔ یہ ایک طرح کا آلہ ہوتا ہے جو دو مختلف جگہ لگا ہوتا ہے۔ دونوں جگہ لوگ اسے منہ اور کان کے پاس لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور چاہے میلوں دور ہوں خوب مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی صورت تو نہیں دکھائی دیتی۔ لیکن آواز ایسی ہی صاف سنائی دیتی ہے جیسے بغل میں بیٹھا ہو۔ یہ آواز بھی تار برقی کے ہی ذریعے سے جاتی ہے اگر تار نہ ہو اور اس میں بجلی کی لہر نہ دوڑائی جائے تو آواز تھوڑی دور بھی نہیں جا سکتی۔

یہ تو ہوا تار برقی کا حال۔ اب اگر تار نہ لگا ہو، اور بغیر تار کے خبر دور دور پہنچ جائے تو اسے بے تار کی تار برقی کہتے ہیں۔ تمھیں شاید معلوم ہو کہ ہماری دنیا کے اوپر فضا میں بہت سی بجلی کی لہریں موجود ہیں جو قدرتی طور پر دور دور جاتی ہیں۔ ان ہی لہروں کے ذریعے بے تار کی خبریں بھیجی جاتی ہیں۔ اس کی مثال ریڈیو ہے۔ اب تو ریڈیو ہر شہر میں لگ گیا ہے۔ اس میں بغیر کسی تار کے طرح طرح کے گانے تقریریں اور خبریں سنائی دیتی ہیں۔ تمھارا جی چاہے۔ ریڈیو پر دہلی کے گانے سن لو۔ جی چاہے جاپان کے جی چاہے امریکہ کے، جی چاہے انگلستان کے جتنی اچھی قیمتی اور بڑی مشین ہوگی اتنی ہی دور کی آوازیں سنائی دیں گی۔

اب تمھیں بے تار کی تار برقی کا حال تو معلوم ہو گیا۔ یہی چیز مارکونی نے ایجاد کی تھی۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ ہم پر اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔ آج ہم اس کی بدولت دنیا کے دوسرے سرے کی باتیں اپنے گھر بیٹھے آن کی آن میں معلوم کر لیتے ہیں۔ فرض کرو۔ آج سہ پہر کو چار بجے انگلستان میں زلزلہ آئے تو ہمیں فوراً گھر بیٹھے اس کی خبر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امریکہ یا جاپان میں تجارت کی مختلف چیزوں کا جو بھاؤ ہو وہ روز کا روز ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق ہم بھی بھاؤ گھٹا اور بڑھا سکتے ہیں۔ آج کل تو ساری دنیا ایک بازار بن گئی ہے۔ اس لئے اگر ہمیں روز کے روز بھاؤ معلوم نہ ہوں تو ہماری تجارت کیسے چل سکتی ہے۔ سب گڑبڑ ہو جائے اور ہمیں سخت نقصان اٹھانا پڑے
اس کے علاوہ بے تار کی تار برقی سے ایک فائدہ اور بھی ہوا پہلے تار کے ذریعے سے خبر بھیجی جاتی تھی۔ تار زمین پر تانا جا سکتا تھا یا سمندر میں کوئی مستقل چیز ڈال کر اس میں لگا دیا جاتا تھا۔ لیکن ایسی چیزوں میں جو چلتی چلتی رہتی ہوں تار نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ جیسے جہاز۔ اس لئے ان جہازوں کی، جو دور دور سمندر میں سفر کرتے تھے، کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔ اب بے تار کی تار برقی کے ذریعے سے جہازوں سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔ اور خطرے کے وقت ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ مثلاً جہاز ڈوبنے لگا۔ اس نے فوراً بے تار کی تار برقی سے خبر بھیجی کہ خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔ بس اس خبر کے پاتے ہی آس پاس کے جہاز فوراً مدد کو دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ہزاروں جانوں کو بچا لیتے ہیں۔ دیکھا تم نے۔ مارکونی کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے۔

اگرچہ لوگوں کو پہلے بھی یہ خیال تھا کہ تار کے بغیر صرف بجلی کی لہروں کے ذریعے سے خبر بھیجی جا سکتی ہے بلکہ سائنس کے بعض عالموں نے اس کا تھوڑا بہت تجربہ بھی کیا تھا لیکن اس ترکیب سے مارکونی سے پہلے کوئی شخص کام نہ لے سکا تھا۔

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مارکونی اٹلی کے ایک قصبہ بلونا میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی تعلیم خانگی طور پر بلونا۔ فلورنس اور لگ ہارن میں ہوئی۔ یعنی کسی مدرسے میں داخل نہیں ہوا

بچپن ہی سے اسے بجلی کی سائنس کا بڑا شوق تھا۔ ۱۲ برس کی عمر میں اس کے دل و دماغ میں یہ بات جم گئی کہ تار کے بغیر بھی صرف بجلی کی لہروں کے ذریعے دور دور خبریں بھیجی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں اس نے اپنے گھر پر بہت سے تجربے کئے۔ اور ناممکل بھدے اور معمولی اوزاروں سے ایک میل کے فاصلے کی آوازیں سننے لگا۔ اس نے کچھ کھمبے گاڑ رکھے تھے اور ان پر چند ٹین کے ڈبے نصب تھے۔ ان ہی سے وہ اپنے تجربے دن رات کیا کرتا تھا۔ اس کی خبر انگلستان کے محکمہ تار برقی کے سب سے بڑے انجینیر مسٹر ولیم پریس کو لگی انھوں نے خاص طور پر مارکونی کو بلا بھیجا۔ چنانچہ ۱۸۹۶ء میں مارکونی وہاں گیا۔ اور ڈاک خانے کے افسروں کے سامنے اپنے تجربوں کی نمائش کی۔ شروع شروع میں اس نے چھ فٹ اونچے کھمبے گاڑے تھے اس کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جتنے اونچے کھمبے ہوں گے اتنی ہی دور تک آواز جاسکے گی مگر بہت زیادہ دور خبر بھیجنے کے لئے اتنے اونچے کھمبے بنانا پڑتے جو آسمان کو چھو جائیں۔ یہ بات ناممکن تھی اس لئے اس نے پھر غور کرنا شروع کیا۔ اب اس نے اپنی تجربہ گاہ سالسبری کے میدان میں قائم کی۔ ہوتے ہوتے وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ یعنی اس نے یہ معلوم کرلیا کہ تمام فضا ایتھر سے بھری پڑی ہے کوئی چیز اس کے اثر سے بچی نہیں ہے۔ اور جس طرح کسی تالاب میں جتنی زور سے پتھر پھینکا جائے اتنی ہی دور تک اس کی لہریں پھیلیں گی۔ اسی طرح اس ایتھر میں جتنی زور کی بجلی کی لہریں پھینکی جائیں اتنی ہی دور وہ خبریں پہنچا سکتی ہیں۔ اور کھمبوں کے اونچا کرنے کا قصہ ختم ہوگیا۔ اب اس کے تجربے زیادہ کامیاب ہوتے گئے کہ اس کی شہرت بڑھتی گئی چنانچہ ایک موقع پر جب شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو (جو اس وقت ولی عہد تھے) ایک حادثہ پیش آیا۔ اور وہ آرام کرنے کے لئے شاہی بجرے میں بیٹھ کر سمندر کے ساحل پر چلے گئے اور وہیں لنگر ڈالا تو ملکہ وکٹوریہ نے مارکونی کو یہ حکم دیا کہ بے تار کی تار برقی کے ذریعے سے میرے بیٹے کی خبر پہنچانے کا انتظام کرو چنانچہ یہ بڑی کامیابی سے خبر پہنچاتا رہا۔ اور اس واقعہ سے اس کی ایجاد کی اور بھی شہرت ہوگئی۔

شروع شروع میں مارکونی ایک میل کے بعد دو۔ دو کے بعد چار۔ اور چار کے بعد نو میل کی خبر لانے میں کامیاب ہوا لیکن تھک کر کبھی نہ بیٹھا۔ اپنی دھن میں برابر لگا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۸۹۸ء میں ۱۲ میل ۱۸۹۹ء میں ۴۰ میل ۱۹۰۰ء میں ۲۰۰ میل۔ ۱۹۰۲ء میں دن کے وقت ۷۰۰ میل اور رات کے وقت ۲۰۰۰ میل اور ۱۹۱۸ء میں ۶۰۰۰ میل خبر لے آیا۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ فاصلے کی کوئی حد ہی نہیں رہی۔ اسی خدمت کی بدولت ۱۹۰۹ء میں اسے علم طبیعات کا "نوبل پرائز" ملا۔ جو دنیا کا سب سے بڑا انعام سمجھا جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد وہ بڑی لڑائی میں اور اس کے بعد بھی مختلف حیثیتوں سے اپنے وطن اٹلی کی خدمت کرتا رہا اور اب ہیں اس کا انتقال ہوا ہے کو وہ مرگیا۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں باقی رہے گا۔ یہ کس چیز کا نتیجہ تھا؟ دوسروں کی بھلائی کے لئے کچھ کام کر جانے کا! اور ان تھک محنت اور لگاتار کوشش کا!!

مگرمچھ کا شکار

از جناب عبدالقادر صاحب بی اے (جامعہ)

مگرمچھ یا گھڑیال، پانی کا بہت خطرناک جانور ہے آدمی تو آدمی چھوٹے موٹے گائے بھینس کے بچے اور بکریاں سموچی نگل جاتا ہے۔ اس کا شکار بھی بہت ہمت اور دلیری کا کام ہے۔ چھوٹے موٹے شکاری تو اس کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتے۔ پھر اس کا زندہ پکڑنا تو اور بھی جان جوکھم کا کام ہے۔ مگر ایک من چلے سیاح اور شکاری واٹرٹن نے یہ خطرناک مہم سر کر کے دکھادی۔ اور تو اور وہ غضب ناک شکار کی پیٹھ پر بھی سوار ہوا۔

گی آنا جنوبی امریکہ میں ایک دریا ہے اسکی یو۔ اس میں گھڑیال بہت ہوتے ہیں۔ واٹرٹن نے اسی کے کنارے ایک زندہ گھڑیال پکڑا تھا۔ اس سے پہلے بھی جنوبی امریکہ کے گھنے جنگلوں میں وہ عجیب وغریب تجربے کرچکا تھا۔ مگر اس کی یہ مہم تو پچھلی تمام مہموں سے بازی لے گئی۔

واٹرٹن کی بہت دنوں سے خواہش تھی کہ مگرمچھ کو زندہ پکڑے۔ بندوق یا تیر کے شکار سے مگرمچھ کی کھال خراب ہوجاتی ہے اور اس میں سوراخ پڑجاتے ہیں آخر ایک دن خدا کا نام لے کر اس نے ارادہ کرہی لیا۔ تم نے مچھلیوں کے شکاریوں کو دیکھا ہوگا کہ اپنے کانٹوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پرو دیتے ہیں۔ بڑی مچھلیاں ان چھوٹی مچھلیوں کا شکار کرنے آتی ہیں اور خود شکار ہوجاتی ہیں۔ واٹرٹن نے بھی یہی ترکیب کی۔ ایک بہت بڑے کانٹے میں بڑی سی شارک مچھلی پرو دی اس نے کئی دن تک ایسا کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مگرمچھ روز آتے اور مچھلی کھاکر چل دیتے۔ کانٹا خالی چھوڑ دیتے۔ واٹرٹن اس سے ناامید نہیں ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ یہیں کے ایک ریڈ انڈین کو دعویٰ ہے کہ مگرمچھ کے شکار کی اسے بہت اچھی ترکیب معلوم ہے۔ اس ریڈ انڈین کو تلاش کرکے بلوایا گیا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ مگرمچھ کے لئے اس طرح چارہ لگایا گیا ہے تو وہ بہت ہنسا۔ اور ایک بہت ہی خطرناک حربہ تیار کیا۔ یہ سخت قسم کی لکڑی کے چار ٹکڑے تھے کوئی ایک فٹ لمبے اور انگلی کے برابر موٹے۔ ان کے دونوں سروں پر تیز تیز کانٹے لگے تھے۔ یہ لکڑیاں اکٹھی باندھ دی گئیں، اور ایک مضبوط رسی سے ان میں گرہ لگادی گئی۔ کانٹے کچھ اس طرح رکھے گئے کہ مگرمچھ چارہ اور کانٹے دونوں نگل لینے کے بعد جتنا بھی زور لگائے کانٹے اس کے حلق میں پیوست ہوتے چلے جائیں

اب دریا کے ایک سنسان کنارے پر ریڈ انڈین نے ایک کھونٹا گاڑا۔ کانٹے میں چارہ لگایا اور اسے پانی میں پھینک کر رسا مضبوطی کے ساتھ کھونٹے سے باندھ دیا۔ یہ سب کچھ کرچکنے کے بعد اس نے ایک اور ترکیب کی۔ کچھوے کی کھال لے کر اسے خوب پیٹا۔ واٹرٹن حیران تھا کہ یہ کیا کررہا ہے۔ اس نے واٹرٹن کو حیران دیکھ کر کہا: "کچھ نہیں صاحب! یہ مگرمچھوں کے کھانے کی گھنٹی ہے۔"

اب شام ہوچکی تھی شکاریوں کی جماعت کے لوگ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں آرام کرنے چلے گئے۔ صبح کو تڑکے سے

ریڈ انڈین جارج دیکھنے دریا پر پہنچا۔ اور بہت زور سے چلایا
مگرمچھ پھنس گیا۔ دیسی باشندے دوڑے دوڑے موقع

کی تعداد کوئی آٹھ ہوگی۔ خود واٹرٹن۔ چار مقامی وحشی
دو افریقہ کے حبشی اور ایک ٹرینی ڈاڈ کا رہنے والا۔



پر پہنچے۔ واٹرٹن کو کپڑے پہننے میں دو ایک منٹ کی دیر لگی
وہاں جاکر معلوم ہوا کہ دس فٹ سے بھی زیادہ لمبا مگرمچھ
کانٹا سمیت چارہ نگل گیا ہے۔ اب دقت یہ تھی کہ اسے
زخمی کئے بغیر پانی سے باہر کیسے نکالا جائے۔ شکاریوں

واٹرٹن نے اس جانور کو زندہ باہر نکالنے کا ارادہ
ظاہر کیا تو دوسرے ساتھی حیرت سے ایک دوسرے کا
منہ تکنے لگے۔ انھوں نے خیال کیا کہ یا تو واٹرٹن کے دماغ
میں کچھ فتور ہے یا یہ مذاق کر رہا ہے۔ مگر جب انھیں یقین ہو گیا

کہ سچ مچ اس کا یہی ارادہ ہے اور وہ اپنے ارادے میں بہت مضبوط ہے تو انھوں نے کہا "یہ کام تم خود کرو ہم اس میں تمھاری کوئی مدد نہیں کریں گے" یہ کہہ کر وہ اطمینان سے زمین پر بیٹھ گئے واٹرٹن کا دیسی ملازم مگرمچھ کو گولی سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ مگر واٹرٹن نے اسے سخت سزا کی دھمکی دی اور جب سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں میں یہ کہتا پھرتا ہے کہ اس کا مالک ایک احمقانہ حرکت کر رہا ہے تو اس نے اس بدتمیز ملازم کا کوئی چوتھائی میل تک پیچھا کیا بھلا تم ہی غور کرو واٹرٹن نے محض مگرمچھ کے شکار کی خاطر گیانا کے گھنے جنگلوں میں سینکڑوں میل کا سفر کیا تھا تو اب وہ اپنے ارادے سے کیسے باز آسکتا تھا۔ اور اب تو مگرمچھ اس کے قابو میں آچکا تھا۔

اس ہوشیار شکاری نے اپنی کشتی میں سے کوئی آٹھ فٹ لمبا مستول نکالا اور اس کے ایک سرے پر بادبان باندھا تاکہ پانی سے باہر آنے کے بعد مگرمچھ اس پر حملہ کرے تو یہ مستول اس کے حلق میں ٹھونس دیا جائے۔ یہ دیکھ کر دیسی باشندوں میں بھی کچھ کچھ ہمت پیدا ہوئی۔ اور وہ رسا کھینچنے پر آمادہ ہوگئے۔ مگر یہ شرط لگائی کہ واٹرٹن اُن کے اور دشمن کے درمیان کھڑا رہے۔

پورب کے پہاڑی جنگلوں میں سورج جھانک جھانک کر ان شکاریوں کی رساکشی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ واٹرٹن مستول کے قریب گھٹنوں کے بل جھک گیا جیسے فوج کا کوئی پیادہ سوار کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے دیسی باشندے اس عجیب وغریب آدمی کو حیرت سے دیکھ رہے تھے اور خوف سے کانپ رہے تھے۔ بھلا ایسی خطرناک مہم سے کبھی کاہے کو ان کا واسطہ پڑا ہوگا۔

واٹرٹن نے تیاری کا حکم دیا اور رسی کے ایک سخت جھٹکے سے مگرمچھ پانی کے اوپر آگیا۔ لیکن یہاں وہ غصّے سے کودنے لگا۔ واٹرٹن کے اشارے پر رسا ڈھیلا کر دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور سخت جھٹکا دیا گیا۔ واٹرٹن مگرمچھ کو برابر ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا وہ اس سے صرف دو گز کے فاصلے پر تھا۔ اب واٹرٹن نے بڑی جرأت سے کام لیا مستول ہاتھ سے پھینک، لپک کر مگرمچھ کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ اس کا رخ جانور کے سر کی طرف تھا۔ اس نے سوار ہوتے ہی اس کی اگلی ٹانگیں پکڑ لیں اور انھیں مروڑ کر پیٹھ سے لگا دیا۔ گویا ان سے لگام کا کام لینے لگا۔

اب تک تو مگرمچھ حیران تھا کہ یہ کیا ناگہانی بلا نازل ہوئی۔ مگر اب جیسے خواب سے چونکا اور اپنے کو دشمنوں کے نرغے میں پاکر بہت ہی غصّے کی حالت میں کودنے اور اپنی لمبی طاقتور دم زور زور سے ریت پر مارنے لگا۔ واٹرٹن اس کے سر کے قریب تھا اس لئے دم کے اس خطرناک حملے سے محفوظ رہا۔ وہ برابر اچھلتا کودتا اور دم زمین پر مارتا رہا۔ واٹرٹن کو اس کی پیٹھ پر بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ تماشائیوں کے لئے یہ ایک قابلِ دید اور دلچسپ منظر تھا۔ تمام لوگ زور زور سے چلا رہے تھے اور اس قدر بدحواس کہ بہت مشکل سے انھوں نے واٹرٹن کی آواز سنی۔ وہ چیخ رہا تھا کہ "مجھے اور اس جانور کو اور خشکی میں کھینچ لے جاؤ!" اسے خدشہ تھا کہ رسا ٹوٹ گیا تو مگرمچھ کہیں اسے پانی میں نہ لے بھاگے۔

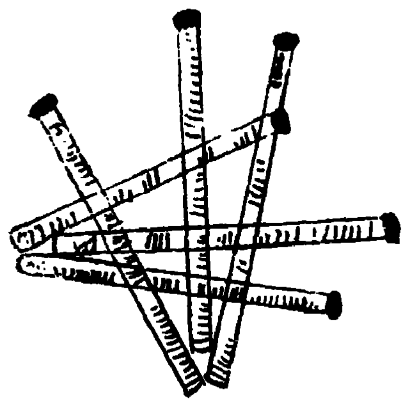
لوگ چالیس گز تک اسے ریت پر گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ واٹرٹن اسی طرح اس کی پیٹھ پر جما رہا۔

بہت ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد مگرمچھ آخر تھک کر

خاموش ہوگیا۔ واٹرٹن بھی اس کی پیٹھ سے اُتر آیا۔ اب اس کے دونوں جبڑے ایک ساتھ باندھ دئے گئے۔ اور پیر جکڑ دئے گئے۔ اس وقت مگرمچھ نے ایک آخری کوشش کی اور ایک بارگی بہت زور سے اچھلا کودا مگر جلد ہی لوگوں نے اُسے اپنے قابو میں کرلیا۔

اب مگرمچھ مفتوح قیدی کی حیثیت سے واٹرٹن کے خیمے میں لے جایا گیا۔ واٹرٹن اپنی دلی آرزو پوری ہونے پر بہت خوش تھا۔

کھیل تماشے



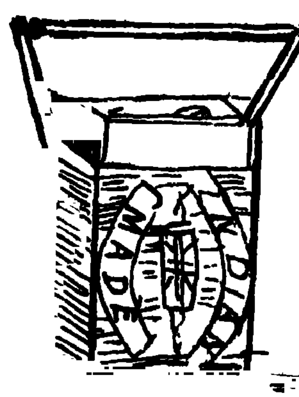
(۱) اپنے دوست سے کہو کہ وہ چھ دیاسلائیاں اس طرح ترتیب دے کہ ان میں سے ہر ایک تیلی باقی تمام کو چھوئے۔ جب وہ نہ کرسکے تو اسے تم اس طرح سے سمجھادو۔

(۲) تم چھ دیاسلائیوں سے چار تکونے بنا سکتے ہو؟ آؤ ہم تمھیں اس کا طریقہ بتائیں۔

تین دیاسلائیوں سے میز پر ایک تکونی شکل بناؤ۔ اب تمھارے پاس تین دیاسلائیاں بچیں جن سے تین اور تکونی شکلیں بنانا بالکل ناممکن ہے لیکن ہم بنا سکتے ہیں۔

اچھا اب اس تکونے کے ہر کونے پر ایک ایک دیاسلائی کھڑی کردو۔ پھر انھیں آہستہ آہستہ ہاتھ سے آگے بڑھاکر ہوا میں ملادو اس طرح سے چار تکونی شکلیں بن جاتی ہیں۔ ایک میز پر اور تین ہوا میں۔

پڑھنے سے یہ مشکل معلوم ہوگا۔ جب کروگے تو بالکل آسان ہوگا۔



(۳) آہستہ سے ایک ایک دیاسلائی کی ڈبیا کھولو۔ اور اس کے دونوں سروں پر ایک ایک دیاسلائی سیدھی کھڑی کردو اب ایک تیسری دیاسلائی ان دونوں کے درمیان اٹکادو۔ نمبر ۳ کو آگ لگادو۔ لیکن بالکل درمیان میں نہ ہو۔ اب اپنے دوست سے پوچھو کہ آگ نمبر ایک کو لگے یا نمبر ۲ کو۔ وہ کسی کا نام لے گا۔ لیکن آگ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ لگے گی۔ بلکہ پیشتر اس کے آگ ان میں سے کسی ایک کے پاس پہنچے۔ دیاسلائی ٹک سے دور جاپڑے گی۔ اور تمھارا دوست حیران رہ جائے گا۔

اس کھیل کے لئے ایک خالی بکس استعمال کرنا چاہئے۔ تاکہ کوئی خطرہ نہ ہو اور کھیل میں آسانی رہے۔

"عظمت بخش متعلم"

شملے کے کتے

محترمہ صالحہ عابد حسین

تم نے اپنے شہر میں، مکانوں کے آس پاس، سڑکوں اور گلیوں میں صبح سے شام تک بیسیوں کتوں کو بھونکتے سنا ہوگا۔ یہ ایسا عام جانور ہے کہ ہر شخص، کیا بچہ، کیا بڑا اسے روز دیکھتا ہے اور توجہ[1] بھی نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں عام طور پر کتّے کو بہت گندہ جانور سمجھتے ہیں۔ ہمارے پاک مذہب اسلام نے بھی اسے گندہ بتایا ہے اسی لئے اگر یہ کسی چیز میں منھ ڈال دیتا ہے تو وہ پھینک دی جاتی ہے اور برتن کو کئی مرتبہ مانجھ کر پاک کیا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو ہمارے ہاں کے کتے ہوتے بھی بڑے گندے ہیں۔ خدا کی خوار دن بھر گلیوں گلیوں مارے مارے پھرتے رہتے ہیں اور کوڑے کرکٹ میں لوٹتے ہیں۔ خیر، آؤ آج ذرا شملے کے کتوں کی حالت تمھیں دکھائیں۔

یہ تو تمھیں معلوم ہوگا کہ انگریز لوگ کتے پالنے کے بہت شوقین ہیں۔ مگر وہ سین[2] جو شملے میں نظر آتا ہے دیکھنے کے قابل ہے۔ جب تم شام کے وقت باہر سیر کو نکلو گے تو تمھیں شملے کی اچھی، صاف، کشادہ[3] سڑکوں میں سے ایک بھی ایسی نہ ملے گی جہاں کتے نظر نہ آئیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ گندے سڑے بازاری کتے ہوتے ہیں اجی توبہ کرو! بازاری یا ہندوستانی کتے ان عمدہ سڑکوں پر کیوں آنے لگے۔ یہ خاص ولایتی کتے ہیں جو اپنے ہی جیسے ولایتی مالکوں کے ساتھ ساتھ چہل قدمی[4] کیا کرتے ہیں۔ ہر یورپین مرد اور عورت کے ساتھ کم از کم ایک کتا ضرور ہوتا ہے۔ بعض کے ساتھ تو دو دو تین تین بھی! اگر گھوڑے پر سوار ہیں تو کتا ساتھ ساتھ بھاگ رہا ہے۔ پیدل چل رہے ہیں تو کتا ساتھ ہے۔ کبھی کھلا چھوڑ دیا کہ آزادی سے بھاگتا چلے کبھی زیادہ محبت آئی، تو اس چمڑے کے تسمے کو، جو ہر ایک کے ہاتھ میں ضرور ہوتا ہے اس کے گلے میں باندھ دیا۔ دوسرا اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ رکشا میں جا رہے ہیں تو کتا ان کی گود یا پہلو میں بیٹھا ہے اکثر تو یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ میم صاحبہ رکشا میں سوار ہیں اور کتا اپنا منھ ان کے منھ کے بالکل برابر کئے ہے (جیسے ہندوستانی بچہ اور ماں) گویا ایک دوسرے کو پیار کرنے ہی والے ہیں۔ ہاں یہ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ یورپین ماں اپنے بچوں کو ہر وقت ساتھ نہیں رکھتی۔ شاذ و نادر[5] ہی تمھیں ان کے ساتھ ان کا کوئی بچہ نظر آئے گا۔

[1] خیال [2] نظارہ [3] کھلی ہوئی
[4] سیر [5] بہت کم

ان کو سیر کرانے کے لئے آیائیں مقرر ہیں مگر کتے کو ذرا دیر کے
لئے بھی چھوڑنا گوارا نہیں اگر یہ کہا جائے کہ یورپین عورتوں کو
اپنے کتے، بچوں سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں تو
بظاہر غلط نہیں معلوم ہوتا۔

ہر شکل ہر سائز اور تقریباً ہر رنگ کا کتا تمھیں شملے
میں نظر آئے گا۔ کوئی کالے رنگ کا بڑے بڑے بالوں والا
بلی کے بچے کے برابر تو کوئی بالکل سفید خرگوش جیسا۔
کوئی بکری کی شکل سے ملتا جلتا اور اتنا ہی اونچا تو کسی کا
منھ اتنا خوفناک اور جسم ایسا موٹا تازہ جیسے گلزار
یا شیر کسی کی ٹانگیں ایسی پتلی پتلی اور لمبی کہ ہرن کا دھوکا ہو۔
غرض ہر قسم کا "اعلیٰ سے اعلیٰ" کتا شملے میں موجود ہے۔

یہ نہ سمجھنا کہ کتے انسانوں سے کسی طرح کم ہیں
تم کہوگے واہ ہم لباس پہنتے ہیں وہ کپڑے نہیں پہنتے۔
جی نہیں یورپین کتے کپڑے بھی پہنتے ہیں۔ اکثر کی کمر پر
صاف شفاف سفید کپڑے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

پھر یہی نہیں کہ کتے صرف مالکوں ہی کے ساتھ
ہوتے ہیں بلکہ "مال روڈ" اور "گرجا میدان" میں تمھیں
بہت سے "نوکر لوگ" صبح شام تین تین چار چار کتوں
کی زنجیریں پکڑے، بڑے ادب کے ساتھ ان کو ٹہلاتے
نظر آئیں گے۔ اگر بارش کے بعد کھل جائے اور تم کوشش
کرکے سب سے پہلے ٹہلنے نکلو تب بھی تمھیں "کتوں
کے نوکر" ضرور ملیں گے جو اپنے آقاؤں (کتوں) کی
زنجیریں پکڑے انھیں ہوا اور دھوپ کھلاتے ہوں گے
تم جانو اگر وہ دھوپ اور ہوا نہ کھائیں تو بیمار ہو جائیں۔

ہندوستانی مائیں اپنے بچوں کو کتنا چاہتی ہیں پھر بھی ان کی
صحت کا پورا خیال نہیں رکھتیں۔

شملے کے کتوں کی گھر سے باہر کی زندگی کا نقشہ
تو ہم نے تمھیں دکھا دیا۔ گھر کے اندر کی زندگی کا حال
ہمیں معلوم نہیں۔ اس لئے کچھ لکھنے سے مجبور ہیں۔ مگر
ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہم ہندوستانیوں سے انگریزوں
کے کتے اچھی بلکہ بہت اچھی زندگی گزارتے ہیں۔

اب ان کتوں کے مقابلے میں تم ذرا بدنصیب
ہندوستانیوں کا حال بھی سنو جو شملے میں رہتے ہیں۔ امیروں
کو تو چھوڑ دو یہ تو ہر حالت میں اپنے آرام کا انتظام کر لیتے
ہیں، حکومت بھی ان کی خاطر کرتی ہے مگر وہ غریب جو
ہندوستان کے تین چوتھائی حصے سے بھی زیادہ میں
پھیلے ہوئے ہیں، اور جن کی حالت ہندوستان کی اصلی
حالت ہے، یہاں "کتوں سے بدتر" زندگی گزارتے
ہیں۔ "کتوں کے نوکر" بھی ان سے کہیں اچھی طرح
رہتے ہیں۔ پر یہ پہاڑی قوم کے لوگ دن رات محنت
مزدوری کرتے، کئی کئی من کا بوجھ لادتے اور اپنے ہی
جیسے آدمیوں کو ڈھوتے ہیں، جس وقت وہ بوجھ لے کر
چڑھائی پر چڑھتے ہیں تو سانس کی آواز عجیب ہیبت
ناک ہو جاتی ہے۔ اور چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ پسینے
کی بارش ہو رہی ہے۔ ان کی اس حالت کا تصور کرکے بھی دل کانپتا ہے
اس پر بھی سامان کا مالک ان کو جھکا جھکا کر بڑی مصیبت سے
پوری مزدوری دیتا ہے۔ انعام تو شاید ہی کوئی دے۔ یہ بدقسمت
گھنٹوں کھڑے دو چار پیسوں کے لئے منت کیا کرتے ہیں۔
جن کے بدلے انھیں اکثر تو گھڑکیاں، جھڑکیاں اور گالیاں ہی ملتی ہیں مگر
بیچارے پیٹ کی خاطر سب سن لیتے ہیں اور پھر بھی یہی

سے کہے جاتے ہیں کہ حضور "بخشش" دے دو۔ پھر تمام دن کی محنت کے بعد خدا جانے انھیں کھانے کو کیا ملتا ہوگا۔ کیوں کہ شملے کی مہنگائی اچھے اچھوں کو پریشان کر دیتی ہے۔ ان کو تو پیٹ بھر چنے بھی مشکل سے ملتے ہوں گے۔

جب دن بھر کی سخت محنت کے بعد رات آتی ہے، جو ہر انسان وحیوان کو راحت کا پیام دیتی ہے، تو یہ بدنصیب غلام ملک کے رہنے والے کسی گندی گلی یا سڑک کے ایک کنارے اپنی گدڑی بچھا کر پڑ رہتے ہیں۔ اور خدا جانے کیسے اس سخت سردی اور بارش میں ایسی کھلی جگہ رات گذارتے ہیں!۔

جن سڑکوں پر انگریز ان کے کتے اور امیر ہندوستانی چہل قدمی کرتے ہیں ان غریبوں کو ایک مقررہ وقت کے سوا جانے کی اجازت نہیں۔ اس مقررہ وقت کے بعد اگر انھیں کسی کے ہاں بوجھ لے کر جانا ہو (جس کا اکثر اتفاق ہوتا ہے) تو دوسرے بے حد خراب، زیادہ چڑھائی کے اور بہت لمبے راستوں (پگ ڈنڈیاں) سے جانا پڑتا ہے۔

ہاں تمھیں ان بہت سے ہندوستانی لوگوں کا حال بتانا تو بھول ہی گئی جن پر "کوا چلا ہنس کی چال" والی مثل صادق آتی ہے۔ یہ بھی حاکم قوم کی دیکھا دیکھی جس طرح اور سب باتوں میں ان کی نقل کرتے ہیں اسی طرح کتے بھی پالتے ہیں اور ان پر سیکڑوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ باہر سیر کو نکلتے ہیں تو بڑی شان سے کتے کا تسمہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے اور بڑی ادا سے سیٹی بجا بجا کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم بھی انگریزوں سے کچھ کم مہذب نہیں۔

ان نقالوں کو بھی اپنے ہم وطن بھائیوں کا خیال نہیں آتا جنھیں نہ کھانے کو روٹی ہے۔ نہ پہننے کو کپڑا نہ سونے کو جگہ۔

پہیلیاں

سا

پہیلی (۱) بتاؤ کوئی درزی جب تک اُس کے پاس درزن نہو کچھ سلائی کا کام کیوں نہیں کر سکتا۔

پہیلی (۲) سونے کی وہ نار کہلاوے۔ بنا کسوٹی بان دکھاوے۔

پہیلی (۳) ساری گدڑی جل گئی، جر و نہ ایکو دھاگا گھر کے مانس پکڑے گئے کھڑکی ہو کے بھاگا۔

پہیلی (۴) آدھی گلے آدھا سہارا۔ نام بتاؤ اس کا سارا۔

پہیلی (۵) تین کے عدد کو ۳ جگہ برابر اس طور پر رکھو کہ وہ ۲۴ ہو جائیں۔

از خواجہ محمد باقر حسن صاحب قادری سہارن پوری۔

پہیلی (۱) بڑے میاں حوض میں کھڑی داڑھی چھوڑ مونچھوں سے لڑے۔

پہیلی (۲) دو آئے تین چلے۔

ان پہیلیوں کو تم خود بوجھنے کی کوشش کرو اگلے پرچہ میں ان کے جواب شائع کر دئے جائیں گے۔

مرزا محسن علی

پکوان

محترمہ ہاجرہ بیگم

برسات کے دن ہیں تمہارا بھی جی کڑھائی چڑھانے کو چاہتا ہوگا۔ لو دو ایک چیزوں کی ترکیب لکھتے ہیں :-

پھلکی

سامان : آدھی پیالی (چائے) بیسن، آدھا چمچہ (چائے) نمک، چوتھائی چمچہ (چائے)، مرچ، ایک چمچہ (چائے)، کتری پیاز۔ چوتھائی چمچہ (چائے) پسی کھٹائی۔ دو چمچے بڑے گھی یا تین چمچے تیل۔ ایک چٹکی پکانے کا سوڈا۔

ترکیب :- چھوٹے لگن میں بیسن ڈال کر دو چمچہ پانی ڈالو اور ہاتھ کی ہتھیلی سے گھسو۔ بیسن کو ملتی جاؤ۔ اور ذرا ذرا پانی ڈالتی جاؤ یہاں تک کہ لئی کی طرح ہو جائے۔ اب اس میں نمک، مرچ، کھٹائی اور کتری ہوئی پیاز ڈال دو۔ اور سوڈے کی چٹکی ڈال کر ایک کانٹے سے پھینٹ دو۔ اور ایک طرف رکھ دو۔

کڑھائی یا فرائی پان میں تیل یا گھی ڈال کر رکھ دو۔ آنچ خوب تیز ہونا چاہیئے۔ جب گھی میں ہلکا ہلکا دھواں اٹھنے لگے۔ یا تیل کی کڑکڑاہٹ ختم ہو جائے اور صاف نظر آنے لگے۔ تو ایک چائے کے چمچے سے بیسن لے کر تھوڑا تھوڑا الگ الگ ڈالتی جاؤ جب پھلکی کی شکل گول ہو جائے تو چمچے سے ہلاتی جاؤ۔ تھوڑا تھوڑا کڑھائی کا گھی اوپر بھی ڈالتی جاؤ۔ گلابی رنگ ہو جائے تو چمچے سے نکال لو۔

گلگلے

سامان :- ایک پیالی (چائے) آٹا، دو چمچے بڑے شکر۔ ایک چٹکی پکانے کا سوڈا۔ دو چمچے بڑے گھی یا تین چمچے تیل۔

ترکیب :- آٹے کو چھان کر لگن میں ڈالو اور نمک چمچہ بھر پانی میں گھول کر اس میں ڈالتی جاؤ اور ہتھیلی سے گھستی جاؤ۔ پھر کوئی دو چمچے پانی اور تھوڑا تھوڑا ڈالتی جاؤ اور گھستی جاؤ یہاں تک کہ لئی کی طرح ہو جائے۔ پھر سوڈے کی چٹکی ڈال کر دس منٹ کے لئے رکھا رہنے دو۔ تاکہ خمیر ہو جائے۔

اب کانٹے سے اچھی طرح پھینٹو۔

پھر تیل یا گھی کڑھائی میں ڈال کر آگ پر رکھو جب گرم ہو جائے تو چائے کے چمچے سے تھوڑا تھوڑا آٹا اس میں ڈالتی جاؤ۔ اس کا خیال رہے کہ آٹا پھیل جائے گا اس لئے تھوڑا تھوڑا ڈالنا۔ ذرا دیر میں ایک گلگلا پلٹ کر دیکھو۔ اگر سرخ ہو گیا ہے تو سب کو پلٹ دو۔ اور دوسری طرف سے سرخ ہونے پر چمچے سے نکال لو۔

بیسنی پتّے

سامان :- آدھی پیالی (چائے) بیسن۔ آدھا چمچہ (چائے) نمک۔ چوتھائی چمچہ (چائے) مرچ۔ آٹھ، دس پالک کے پتے۔ دو چمچے گھی۔ یا تین چمچے بڑے تیل۔

ترکیب :- پتوں کے ڈنٹھل الگ کر کے صاف پانی میں دھو لو۔ پھر لگن میں بیسن ڈال کر دو تین چمچے پانی ڈال کر گھول دو۔ اور نمک، مرچ ڈال دو۔ اب تیل یا گھی کڑھائی میں ڈال کر آگ پر رکھو۔ آگ تیز ہونی چاہئے اور ایک پتہ گھلے ہوئے بیسن میں ڈال دو جب گھی یا تیل گرم ہو جائے تو چمچے سے پتّہ اور تھوڑا سا بیسن ساتھ لے کر کڑھائی میں ڈال دو۔ اور اسی طرح دوسرا پتا ڈال یہاں تک کہ تین چار پتے آجائیں۔ ب... پتے کو الٹ کر دیکھو۔ اگر سرخ ہو گیا ہے تو تو دوسرے بھی پلٹتی جاؤ۔ اور دونوں طرف سے سرخ ہونے پر نکال لو۔

نوٹ :-

گھی اور تیل کی مقدار ان تینوں چیزوں

کے لئے ضرورت سے زاید لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ناتجربہ کاری سے تھوڑے گھی میں پکانا مشکل ہوتا ہے۔ مشق ہونے پر تھوڑے گھی میں تل سکتی ہو۔ گھی کے گرم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں ہلکا ہلکا دھواں اُٹھنے لگے۔ اور تیل کی یہ کہ کڑکڑاہٹ اور خوشبو نکلنا ختم ہو جائے آزمانے کے لئے ہمیشہ تلنے سے پہلے چٹکی بھر آٹا یا بیسن ڈال کر دیکھ لیا کرو۔ اگر گھل جائے تو تو تیار نہیں ہے۔ اگر ڈالتے ہی سخت ہو جائے تو تیار ہے۔

پھلکی اور بڑے میں اور مصالحہ مثلاً ہری مرچ پیاز کتری ہوئی۔ یا پسی ہوئی ہلدی اور لہسن بھی تھوڑا تھوڑا ڈال سکتے ہیں، سوڈے کے بغیر بھی بنا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں زیادہ گھسنا اور پھینٹنا پڑے گا اور دیر تک رکھنا ہوگا۔ پیالی سے مطلب ہمیشہ چائے کی بڑی پیالی ہے۔

لطیفے

ماں:۔ بیٹی، آج تیرے نانا جان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہارمونیم نہ بجا۔

بیٹی:۔ مگر اماں جان، میں تو صرف سیاہ پردے بجا رہی ہوں۔

محمود: کیوں ناصر آج تم ڈاکٹر صاحب سے ملے تھے۔

ناصر:۔ ہاں، انھوں نے کہا کہ پڑھتے وقت سگرٹ مت پیا کرو۔

محمود: تو کیا تم نے سگرٹ چھوڑ دیا ہے؟

ناصر: نہیں، میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔

احمد طارق عمر


پتھر سیدھا نہیں گرتا
کنوئیں میں تم پتھر سیدھا نہیں پھینک سکتے۔ اچھا پھینک کر دیکھو۔ ہو گیا نا۔ نیچے جاتے جاتے ٹیڑھا
حیران ہونے کی کوئی بات نہیں ذرا دماغ پر زور ڈالو۔ سمجھ میں نہیں آیا؟ اچھا ہم بتلاتے ہیں
یہ تو تم پڑھ چکے ہو کہ زمین گھومتی ہے۔ ماسٹر صاحب نے یہ بھی بتا دیا ہوگا
کہ زمین کے اوپر کا حصہ جسے سطح کہتے ہیں زیادہ تیزی سے گھومتا ہے۔ مگر
جوں جوں زمین کے نیچے کی طرف جاؤ اس تیزی میں کمی آتی
جائے گی۔ اچھا اٹھو کوئی پہیہ گھما کر دیکھو۔ تمھیں اوپر کا دائرہ تو
خوب تیزی سے گھومتا نظر آئے گا۔ پر بیچوں بیچ کا حصہ جسے مرکز کہتے
ہیں اتنا ہی سستی سے گھومے گا۔ بس یہی حال زمین کا ہے۔ پتھر
اوپر تو زمین کے ساتھ زیادہ تیزی سے حرکت کرتا ہے
لیکن نیچے جاتے جاتے زمین کی حرکت کی رفتار سست پڑ جاتی ہے
اس لئے پتھر سیدھا نہیں گرتا۔ کچھ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ بہت آسان
سی بات ہے۔ سمجھنے میں کچھ دقت ہو تو اپنے ماسٹر صاحب سے پوچھ لینا۔
لیکن پتھر گرتا یہاں ہے
یہاں پتھر گرنے کی امید تھی

لوہے کا سپاہی

از حضرت خاور نجیب آبادی

پولیس اور فوج کے سپاہی، جو اپنی وردی پہن کر کبھی ہاتھ میں ڈنڈا کبھی کاندھے پر بندوق لئے، ادھر اُدھر ٹہلتے پھرتے ہیں تو وہ ہم ہی لوگوں میں سے ذرا محنتی اور طاقت ور آدمی ہوتے ہیں۔ بس انھیں انتظام اور امن امان قائم رکھنے کے طریقے، دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کرنے اور دشمنوں سے لڑائی لڑ کر اپنے ملک کو بچانے کے قاعدے سکھائے جاتے ہیں اور اسی غرض سے انھیں بہت سے ہتھیار بھی دئے جاتے ہیں کہ وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کی روک تھام کر سکیں لیکن جب دشمنوں کی تعداد اور طاقت ان کے مقابلہ میں زیادہ ہو تو یہ بے چارے اپنی جانیں گنوا کر اور خون کی ندیاں بہا کر بھی کامیاب نہیں ہوتے دشمن انھیں لڑائی کے میدان سے بھگا دیتے ہیں۔

تو بھئی آج کل ترقی کا زمانہ ہے رات دن ایسی ایسی انوکھی ایجادیں ہو رہی ہیں جن کا حال سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے اور اللہ میاں نے انسان کو عقل اسی لئے دی ہے کہ وہ اپنے فائدے کی باتیں سوچتا رہے۔

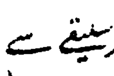
ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ امریکہ کے عقل مندوں نے ان تمام دقتوں کو مٹانے کے لئے لوہے کا سپاہی بنایا ہے۔ اس لوہے کے سپاہی کا تم نے شاید کبھی ذکر بھی نہ سنا ہو اور تم سوچو گے کہ وہ ایک کاٹھ کا پتلا ہوگا جو بجلی کی مدد سے سائیکل یا موٹر کی طرح تیزی سے ادھر اُدھر دوڑ لیتا ہوگا۔ ہاں یہ بات تو ضرور ہے کہ بجلی اس کی روح رواں ہے لیکن کھانے پینے اور دوسرے کی مدد کے بغیر کام کرنے کے علاوہ کسی طرح بھی ہمارے سپاہیوں سے کم نہیں بلکہ بہت سی باتوں میں تو ان سے کہیں زیادہ کارآمد ہے وہ لڑائی کے وقت ایک بہادر سپاہی کی طرح دشمنوں سے لڑتا بھی ہے اور امن کے وقت ایک سدھے ہوئے پولیس مین کی طرح چوراہوں پر کھڑا ہو کر آنے جانے والوں کی نگرانی بھی کرتا رہتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ کسی سے ڈرتا نہیں اور دشمنوں کے قتل و غارت کرنے میں اسے بڑی سے بڑی فوج بھی روک نہیں سکتی۔ تیر و تلوار نیزے اور برچھیاں بندوق اور توپ بم اور زہریلے گیس اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور وہ بالکل بے دھڑک مردانہ وار گولیاں چلاتا اور گیس پھینکتا ہوا دشمنوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ذرا سی دیر میں تن تنہا بہت سوں کا کام تمام کر ڈالتا ہے۔

اس کے جسم میں ساٹھ گھوڑوں کی طاقت کا موٹر لگایا گیا ہے جو اس کے ہاتھ پیروں کو آدمی کے

ہاتھ پیروں کی طرح کام میں مشغول رکھتا ہے اور جب وقت وہ چلتا پھرتا ہے تو اس کے ہاتھ پیر قدرتی طور پر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے منہ میں بات چیت کرنے کا آلہ (Loud Speaker) اور کانوں میں دوسرے کی باتیں سننے کا آلہ ریڈیو لگا ہوا ہے جس سے وہ لوگوں کی روک ٹوک کر سکتا اور دشمنوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر اپنی کہہ سکتا ہے اور دوسروں کی سُن سکتا ہے۔

اس کے پاس گیس کا خزانہ بھی رہتا ہے جس سے وہ ضرورت کے وقت اپنے دشمنوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ پیروں کے جوڑ بالکل ہمارے ہاتھ پیروں کی طرح بنائے گئے ہیں جو اس کے اٹھنے بیٹھنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان کی مدد سے وہ اونچی نیچی جگہ پر آسانی سے چلا جاتا ہے اور جہاں جیسا موقع ہو بیٹھ کر لیٹ کر یا کھڑا ہو کر نشانہ بازی کرتا رہتا ہے۔

وہ اندھیری رات میں بھی روشنی کا محتاج نہیں اس کی آنکھیں بجلی کے قمقموں سے چمکتی رہتی ہیں۔ اسی لئے ہم اسے سچ مچ کا آدمی کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اس کے پاس بولنے کے لئے زبان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، سننے کے لئے کان، کام کرنے اور چلنے پھرنے کے لئے ہاتھ پیر موجود ہیں مگر ڈرنے کے لئے دل نہیں ہے اس لئے وہ بڑے بڑے بہادروں، خوفناک توپوں اور ان گنتی فوجوں کے حملوں سے ڈر کر نہیں بھاگتا۔ زخمی نہیں ہوتا۔ دوسروں کو مار ڈالتا ہے مگر خود نہیں مرتا۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ آندھی چل رہی ہو، پانی برس رہا ہو، طوفان آرہا ہو، آگ لگی ہو، بے تعداد فوج ہتھیار باندھے کھڑی ہو، چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھار ہو رہی ہو، توپوں کے منہ کھل چکے ہوں، گیسوں کے بادل چھا رہے ہوں۔ مگر وہ کبھی گھبرانے کا نام نہیں لیتا۔ اور گھبرائے بھی کیوں جبکہ اس کے سامنے یہ تمام چیزیں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتیں اور یہ اکیلا ہی ہزاروں آدمیوں سے زیادہ بہادری سے کام کرسکتا ہے۔

نیچے ایک بیل کا نمونہ دیا جاتا ہے۔ اس کو صفائی اور سلیقے سے بناؤ گی تو بڑا پیارا لگے گا۔ ایک قمیص اپنے جسم کے ناپ کا سیو۔ اس کی آستینیں آدھی رکھو۔ اور گلا اس شکل کا  ۔ اب اس بیل کے تین ٹکڑے ایک ایک گرہ فاصلہ چھوڑ کر قمیص کے دامن پر بناؤ دو دو ٹکڑے آستینوں پر ایک ایک گرہ جگہ چھوڑ کر اور گریبان کے تینوں طرف ایک ایک ٹکڑا۔ اب دیکھو تمہارا قمیص کیسا پیارا لگتا ہے۔



بیل کا بڑا پھول اور کلی گلابی۔ پتیاں سبز بناؤ۔ پھولوں کا بیچ کا حصہ زرد دھاگے سے بنانا چاہیئے۔

صالحہ عابد حسین

معلومات

ایک ۱۹ سالہ نوجوان الٹن کا رہنے والا ہے۔ اس کا قد ۸ فٹ ۶ انچ ہے۔ اور ابھی روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس کا وزن ۱۸ برس کی عمر میں ۳۴۴ پونڈ تھا اور اب اس کا وزن ۴۰۰ پونڈ ہے اس کے جوتے کا سائز ۳۴ ہے۔ حالانکہ عام طور پر سب سے بڑا سائز ۱۰ تک ہوتا ہے۔ یہ جوتا ایک برس تک آرام دہ طریق پر چلتا رہا۔ مگر اب وہ بھی تنگ ہو رہا ہے۔ گویا پاؤں اور زیادہ بڑھ رہے ہیں۔

ہندوستان میں شہری آبادی ۱۱ فی صدی اور دیہاتی ۸۹ فی صدی ہے انگلستان میں شہری آبادی ۸۰ فی صدی اور دیہاتی ۲۰ فی صدی ہے۔

ہندوستان کی کل آبادی میں ۱۰۳۲۶ کمانے والے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۶ء کے امتحان انٹرنس میں اور اس کے بعد ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکیاں داخل نہ ہو سکیں گی۔

اس وقت تک ایک کروڑ ۲۰ لاکھ فورڈ موٹریں تیار ہو چکی ہیں۔

جاپان کے پاس اس وقت ۴ لاکھ سپاہی جنگ کے لئے تیار ہیں۔

فرانس کے بادشاہ ہنری دوم نے پہلے پہل سنہ ۱۵۵۹ء میں ریشم کی جرابیں استعمال کیں۔

لندن میں پہلے پہل چھتری کا استعمال جوناس ہنویا نے کیا۔ جو سنہ ۱۷۱۲ء سے سنہ ۱۷۸۶ء تک زندہ رہا۔

دنیا کی سب سے پہلی پارلیمنٹ سنہ ۹۳۰ء میں آئس لینڈ میں قائم ہوئی۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ انسان کے جسم میں کل ۵۲۷ پٹھے ہیں۔

حال ہی میں ایک جدید قسم کا برقی ٹائپ رائٹر ایجاد کیا گیا ہے جس میں وقت اور زحمت کو بچانے کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔ کاغذ اور کاربن کے اوراق ایک کشتی میں رکھ کر اس ٹائپ رائٹر کے سامنے رکھ دیتے جاتے ہیں۔ اور یہ خود بخود کھینچ کر مشین میں لگا لیتا ہے۔ ٹائپ کرنے والے کو یہ زحمت نہیں کرنی پڑتی ایک ورق کے ختم ہونے کے بعد دوسرا خود بخود مشین میں لگ جاتا ہے۔

ہنگری میں ایک شخص جان برمین ہے۔ بڑا خوش قسمت ہے۔ اسے رات کے وقت مطالعے کے لئے بجلی کے لیمپ کی ضرورت نہیں۔ اس کا جسم ایک حیرت انگیز "پاور ہاؤس" ہے۔ اس سے بجلی کی شعاعیں خود بخود نکلتی رہتی ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد یہ شعاعیں اس قدر روشن ہوتی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ کتاب پڑھ سکتا ہے۔ اور مضمون لکھ سکتا ہے۔

پچھلے دنوں ایک نوجوان شوفر اس جرم کی بنا پر انگلستان میں (امریکہ) کے ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ موٹر کار کو اس قدر تیز چلاتا تھا کہ پیدل چلنے والوں کی جان خطرے میں پڑ گئی تھی عدالت نے اسے یہ دلچسپ اور سبق آموز سزا دی کہ چھ ماہ تک شہر کا ہر اخبار پڑھے اور سڑکوں پر موٹر کاروں کے جس قدر حادثے ہوں ان کی رپورٹ اپنے ہاتھ سے لکھ کر پولیس کے دفتر میں بھیجتا رہے۔ چھ مہینے کے بعد ملزم کو ایسا سبق ملا کہ پھر کبھی موٹر کو تیز چلانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

پچھلی بڑی لڑائی کے زمانے میں بہت سے قیدی اسکاٹلینڈ کے شہر پرتھ میں نظر بند کئے گئے۔ انھیں فوجی حاکموں نے اجازت دے دی تھی کہ وہ ہاتھ سے چھوٹی چھوٹی کار آمد چیزیں بنا کر فروخت کر سکتے ہیں تاکہ اپنی ضروریات کے لئے روپیہ پیدا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے لوگ قیدیوں کی بنی ہوئی چیزیں خرید لیتے تھے۔ ایک قیدی کو یہ سوجھی کہ اس نے لکڑی کا ایک پنجرہ بنایا اس میں ایک پہیہ لگایا اور ایک چوہے کو پنجرے میں بند کر دیا۔ چوہا اس پہیے پر چڑھتا تو وہ گھومنے لگتا۔ شہر کے ایک کارخانے دار ڈیوڈ بین نے چوہے کی طاقت سے پہیہ کو گھومتے دیکھا تو یہ کھلونا خرید لیا اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب گھوڑے کی طاقت سے کام لیا جا سکتا ہے تو چوہے کی طاقت سے کیوں نہ کام لیا جائے۔ چنانچہ اس نے چوہے کی طاقت سے دھاگے بٹنے کا تجربہ شروع کیا۔ اس تجربے میں اسے امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ چوہے کی خوراک کا خرچ وضع کرنے کے بعد اسے ایک سال میں ۹ شلنگ (تین روپے بارہ آنے) کا منافع ہوتا ہے۔

امریکہ کے ریڈیو کارپوریشن نے ایک حیرت انگیز ایجاد پیش کی ہے۔ جس سے تیز موٹر چلانے والے فوراً متنبہ کر دئے جاتے جاتے ہیں۔ دو برقی آنکھیں موٹر کی رفتار دیکھتی رہتی ہیں اور بجلی کے جس خزانے سے ان کا تعلق ہوتا ہے وہاں موٹر کی رفتار کا اندازہ صحیح صحیح درج ہوتا رہتا ہے۔ جوں ہی رفتار حد سے زیادہ تیز ہوئی یہ طلسمی ایجاد دو میں سے ایک بات کرتی ہے یا تو ایک سرخ جھنڈی موٹر ڈرائیور کے سامنے کر دیتی ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ "تمھاری رفتار حد سے زیادہ تیز ہے"۔ یا کسی پولیس مین کو آواز دیتی ہے۔

امریکہ کے ایک موجد نے ایک ایسا کمبل تیار کیا ہے جس کی بناوٹ میں برقی تار لگے ہوئے ہیں۔ سوتے وقت بجلی کی بیٹری سے جو پلنگ کے سرہانے رکھی رہتی ہے ایک تار کے ذریعے اس کا تعلق کر دیا جاتا ہے۔ باہر خواہ سردی کتنی ہی شدید ہو۔ سونے والا نہایت آرام سے سوتا رہتا ہے مشین میں یہ رعایت بھی رکھی گئی ہے کہ کمبل کو جس قدر گرم کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن کمبل اگر حد سے زیادہ گرم ہو جائے تو برقی رو خود بخود منقطع ہو جاتی ہے اور سونے والے کو تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ یہ کمبل دھویا بھی جا سکتا ہے اور اس کے استعمال کرنے میں ڈھائی تین آنے رات سے زیادہ بجلی کا خرچ نہیں ہوتا۔ عبدالرحمٰن ناصر۔ اعظم گڈھ

ٹکٹوں کی خبریں

(از خواجہ نبی احمد صاحب پانی پتی بی اے جامعہ)

اسکاؤٹ ٹکٹ - پیام بھائیوں کو معلوم ہوگا کہ اس سال اگست میں ہالینڈ میں دنیا کے تمام اسکاؤٹوں کی جمبوری ہو رہی ہے اس موقع کی یادگار میں ڈچ ایسٹ انڈیز نے دو ٹکٹ جاری کئے ہیں ٹکٹوں پر دو اسکاؤٹ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دکھلائے ہیں اور ان کے پیچھے (BACK GROUND) دنیا کا کرہ دکھایا گیا ہے۔ یہ ٹکٹ اپنی اصل قیمت سے ڈھائی سنٹ زیادہ پر فروخت ہوں گے، اور اس طرح جو آمدنی ہوگی۔ وہ تحریک اسکاؤٹنگ کو ترقی دینے کے لئے استعمال کی جائے گی۔

ایسے یادگاری ٹکٹ پہلے ہنگری، سیام، رومانیہ اور سُریا (SURRIA) جاری کر چکے ہیں۔

پروپگنڈا ٹکٹ - لیبیا (LIBYA) سے ایک سڑک ساحل کے ساتھ ساتھ مصری سرحد تک نکالی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے افتتاح کے موقع پر مسولینی نے چار ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ دو ٹکٹ ہوائی ڈاک کے لئے استعمال ہوں گے اور دو معمولی ڈاک کے لئے۔ ان ٹکٹوں کا اصلی مقصد اٹلی کا پروپگنڈا کرنا ہے۔

سلور جوبلی ڈنمارک ڈنمارک کے بادشاہ (CHRISTIAN X) کی سلور جوبلی کے موقع پر چار ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری ہوا ہے۔ ایک ٹکٹ میں شاہ موصوف کا محل املین بورگ (AMALIEN BORG) واقع کوپن ہیگن دکھایا گیا ہے۔ دوسرے ٹکٹ پر موسم گرما کی قیام گاہ واقع (MARSELIS BORG) دکھائی گئی ہے۔ قیام گاہ کے سامنے کشتی (YACHT) دکھائی گئی ہے۔ باقی دونوں ٹکٹوں پر شاہ موصوف اپنی سالگرہ کی ایک سڑک پر گھوڑے پر سوار نظر آتے ہیں۔ شاہ موصوف کا یہ عام قاعدہ ہے کہ وہ روزانہ سیر کو گھوڑے پر سوار نکلتے ہیں۔ اور اپنی حفاظت کے لئے پولیس کا انتظام بالکل نہیں کراتے۔

فرانسیسی ٹکٹ فرانس نے اپنی ۲۰ نوآبادیوں کے لئے ۱۲۰ نئے ٹکٹوں کے سٹ جاری کئے ہیں۔ ٹکٹوں پر مختلف قسم کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ایک ٹکٹ پر ایک مشعل دکھائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فرانس اپنی نوآبادیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

ایک ٹکٹ پر ایک عورت دکھائی گئی ہے جو ایک ٹوکری میں پھل لئے ہوئے ہے۔ موٹر، جہاز، ہوائی جہاز۔ غرض کہ اسی قسم کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ تمام ٹکٹوں کے ڈیزائن ایک ہی قسم کے ہیں۔ صرف ہر نوآبادی کا نام الگ الگ چھپا ہوا ہے۔

امریکن ہوا باز ڈک میرل (DICK MERRILL) جو امریکہ سے انگلستان اور انگلستان سے امریکہ کو نیویشن کی فلم لے کر اڑا تھا اپنے ساتھ امریکہ سے کچھ ڈاک لے گیا تھا ان لفافوں پر ۸ مئی کی مہر نیویارک کے ڈاک خانے کی لگی ہوئی ہے اور انگلستان میں ان لفافوں پر وہاں کا کورونیشن ٹکٹ اور لگا کر نیویارک ان کو واپس لایا گیا ہے۔ لندن کے ڈاک خانے کی مہر ۱۳ مئی کی لگی ہوئی ہے یہ لفافے تعداد میں پندرہ سو تھے چنانچہ امریکہ میں یہ اس وقت ایک پاؤنڈ کی قیمت سے فروخت ہو رہے ہیں چونکہ یہ لفافے بہت کم ہیں اس لئے ان کی قیمتیں برابر بڑھتی رہیں گی۔

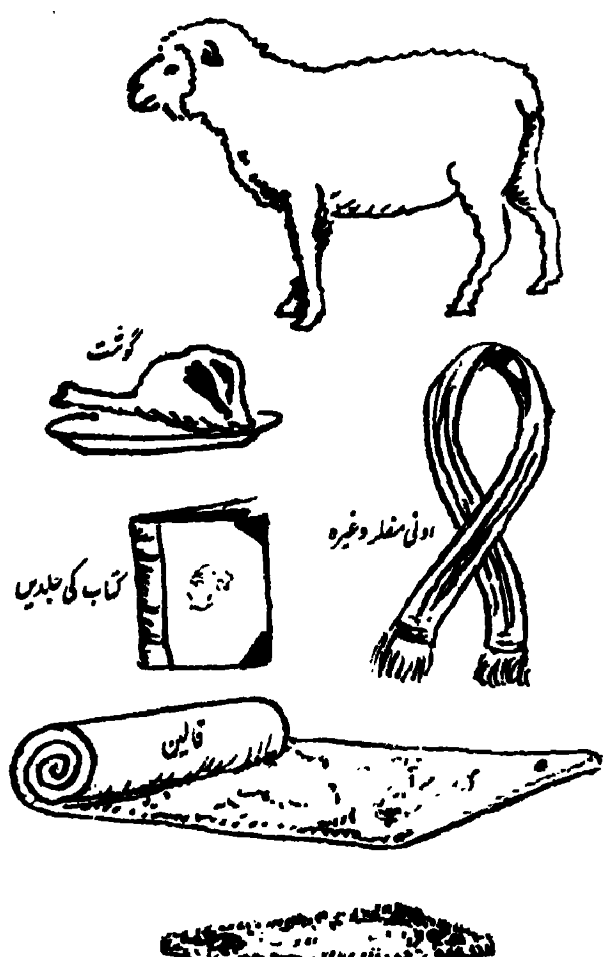
لندن ٹکٹوں کی منڈی ہے دنیا بھر میں جتنا ٹکٹوں کا کاروبار یہاں ہوتا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے ۔ ابھی حال ہی میں صرف تین دن کے قلیل عرصے میں ایک لاکھ پونڈ کی خرید فروخت ہوئی ۔

کارونیشن کے ٹکٹوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لندن کے ایک تاجر کے ہاں کارونیشن کے جو ٹکٹ آئے ان کا وزن تقریباً ایک ٹن یعنی ۲۷ ½ من تھا ۔

ایک اور ٹکٹ فروش کے ہاں کارونیشن کے ٹکٹوں کی اس قدر مانگ ہوئی کہ اس کو اور ملازم رکھنے پڑے تاکہ ٹکٹوں کو علیحدہ علیحدہ کرکے سٹ ترتیب دے سکیں ۔ یہ کام انھوں نے ایک ہفتہ تک رات دن انجام دیا ۔ جب کہیں جاکر آرڈر کی تعمیل ہوسکی ۔ اس فرم نے دس دن میں بیس لاکھ ٹکٹ فروخت کیے ۔ کارونیشن کے ٹکٹوں کی مانگ ابھی تک ویسی ہی ہے

ہندوستان کے کم قیمت کے ٹکٹ ۲۳ر اگست سے جاری ہوں گے ۔

ہمارے دیس کے جانور



ہمارے ہندوستان کے جانوروں میں بھیڑ بھی کارآمد اور مفید جانور ہے ۔ یہ زندگی میں اور مرنے کے بعد انسان کے کام آتا ہے ۔ بالوں سے اونی مفلر اور قالین وغیرہ بنتے ہیں ۔ گوشت کھایا جاتا ہے کھال سے کتابوں کی جلدیں اور دوسری چیزیں بنتی ہیں لوگ اس کے ریوڑ کے ریوڑ پالتے ہیں ۔ ایک ریوڑ میں کئی سو بھیڑیں ہوتی ہیں ۔ بڑا بھولا اور سیدھا جانور ہے ۔

خطِ کتابت

ایڈیٹر صاحب، اداب

اس ماہ کا پیام وصول ہوا۔ مجھ کو بہت پسند آیا میں نے پیام تعلیم ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ میرا پھوپھی زاد بھائی جو بہت ہی چھوٹا ہے۔ آیا اور پوچھا۔ کیا ہے۔ میں نے کہا پیام۔ یہ سنتے ہی "پام" "پام" کا شور مچا دیا۔ آخر لے کر ہی چھوڑا۔ خوب دیکھ بھال کر واپس کیا۔ پھر میں نے شروع سے آخر تک بڑے غور سے پڑھا۔

کل شب میں نے اپنی سہیلی رقیہ کو بھی دکھایا۔ وہ اس کی خریدار بننا چاہتی ہیں۔ احسن میاں آداب عرض کرتے ہیں

خاکسار۔ آمنہ عمر

مکرمی السلیم

یہ ٹکٹ کہاں اور کن کن قیمتوں پر ملیں گے۔

(۱) نمائشی ٹکٹ۔ فرانس کی بین الاقوامی نمائش کے موقع پر۔ ایک عدد ٹکٹ ڈیڑھ فرانک (۲) ہٹلر کے پیدائش کے موقع پر ہٹلر کا ٹکٹ (۳) خیراتی ٹکٹ بلجیم کی ملکہ اسٹرڈ کی وفات پر۔ (۴) آسٹریا میں (MOTHER'S DAY) کا ٹکٹ۔ (۵) اسپرینٹو (بین الاقوامی زبان کی یادگار) ایک ٹکٹ برازیل کا۔ دوسرا ٹکٹ برازیل کے ریوڈی جینرو کے میئر (PASSES) کی پیدائش کے صد سالہ جشن کا۔ اور یہ بھی مطلع کیجئے کہ ان میں ٹکٹ جمع کرنے والوں کے لئے کون سے مفید ہیں۔

محمد اطہر علی خان۔ ولد محمد مظہر علی خاں صاحب وکیل
پربھنی (دکن)

مکرمی تسلیم

یہ ٹکٹ کسی اچھے ٹکٹ فروش کے ہاں سے مل سکتے ہیں آپ کی آسانی کے لئے تین پتے لکھتا ہوں۔ آپ اُن سے خط کتابت کریں ٹکٹوں کی قیمت بھی ان ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

ان ٹکٹوں میں بلجیم کی ملکہ کے ماتمی ٹکٹ اور ہٹلر کی سالگرہ کے ٹکٹ ٹکٹ جمع کرنے والوں کے لئے قیمتی اور مفید ثابت ہوں گے۔

ہندوستان کے نئے ٹکٹ ۲۳ راگست سے جاری ہونگے۔ آپ ایڈیٹر صاحب کے پاس ... روانہ فرمادیں آپ کو پہلے دن کی مہر لگواکر روانہ کر دئے جائیں گے۔

خواجہ نبی احمد۔ فیض منزل
پانی پت

جناب ایڈیٹر صاحب تسلیم

آپ لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری کے نمونے نہ نکالا کیجئے۔ رسالے کی خوب صورتی کو کم کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کشیدہ کاری کے بہت سے رسائل ہیں۔ مثلاً "جوہر نسواں"۔ اس میں تو صرف کشیدہ کاری کے مضمون اور نمونے ہوتے ہیں۔ اس بارے میں آپ سب کی رائے معلوم کیجئے۔

محمد حسن۔ قرولباغ نمبر ۲، ۵

پیارے ایڈیٹر صاحب، تسلیم

میرے بھائی منتخب الدین کو ٹکٹ جمع کرنے کا شوق

ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی صاحب اسلامی ممالک اور غیر ممالک
مثلاً۔ لندن، فرانس، جرمنی، امریکہ، بلغاریا، آسٹریلیا، روس
ہالینڈ، یونان، ناروے، پرتگال، اسپین، چلی، ارجنٹائن
وغیرہ کے ٹکٹ حیدرآباد کے ٹکٹوں سے مبادلہ کریں اور تاجپوشی
کے ٹکٹ بھی درکار ہیں۔ قیمتاً یا مبادلے سے۔

منیرہ جمیل۔ معرفت محمد عبد الرؤف صاحب
دوم تعلقہ دار۔ پربھنی دکن

جناب ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم، تسلیم
مجھے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہے۔ میرے پاس مختلف
ملکوں کے ٹکٹ موجود ہیں۔ لیکن بہت تھوڑے ہیں۔ اس لئے میں
چاہتا ہوں کہ میرے پاس میرے پیامی بھائیوں کے بھیجے ہوئے
ٹکٹ آتے رہتے ہیں اور میرا قیمتی البم قیمتی ٹکٹوں سے مرصع و
مزین ہوتا رہے۔

اگر کوئی صاحب مجھ سے حیدرآباد کے ٹکٹوں سے مبادلہ
کرنا چاہیں تو اس پتے پر خط کتابت کرسکتے ہیں۔ مجھے مصر، حبشہ
افغانستان اور ٹرکی کے ٹکٹوں کی بھی ضرورت ہے۔

سید عبد الصمد۔ معرفت عالی جناب سید محی الدین صاحب
پرنسپل عثمانیہ کالج اورنگ آباد۔ دکن۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ پیام تعلیم دہلی تسلیم
میں نے آپ کا پرچہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء دیکھا
بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے پرچے میں مستقل طور پر "ٹکٹوں کی خبریں"
کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا کرتا ہے میں عرصے سے اس
بات کی تلاش میں تھا۔ اسی طرح اگر جناب والا سکہ جات آثار قدیمہ
سے متعلق ایک مضمون اور مستقل طور پر اضافہ کردیں تو بہت بہتر ہوگا
یوں تو کئی پرچوں کا میں خریدار ہوں مگر محض ٹکٹوں کی خبریں ہونے
کی وجہ سے اس کا بھی مستقل خریدار بننے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ میرے
پاس ریاست حیدرآباد کے قدیم و جدید ٹکٹ برائے تبادلہ کافی تعداد
میں موجود ہیں۔ محمد نصر اللہ جنرل ایجنٹ محلہ جامع مسجد
ضلع ناندیڑ۔ حیدرآباد دکن۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم دہلی
مجھے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق کافی عرصے سے ہے اس لئے
کچھ ٹکٹ زائد ہیں اگر کوئی صاحب ٹکٹ تبدیل کرنا چاہیں تو آپ کی
معرفت تبدیل کرسکتے ہیں۔ زیادہ تر ریاستوں کے ٹکٹوں کی ضرورت
ہے۔ تنویر حسن بشیر۔ شاہی دروازہ
مالیر کوٹلہ

مکرم بندہ۔ سلام مسنون۔
مہربانی فرماکر پرانے ٹکٹ فروخت کرنے والی چند ایجنسیوں
کے نام تحریر فرمائیے ممنون ہوں گا۔ اگر بمبئی یا حیدرآباد وغیرہ اس
طرف کو بھی کوئی ایجنسی ہو تو اس کو بھی ضرور لکھیں شہنشاہ جارج پنجم
کی تخت نشینی کے ٹکٹ نوآبادیات کی ضرورت ہے۔ میرے پاس حیدرآباد
کے ٹکٹ بہت ہیں۔ حیدرآباد و ٹراونکور کے بھی۔ سید احمد اللہ
پتے صفحہ ۳۱۱ پر دیکھئے۔ ایڈیٹر مجلس علمی قدیر آباد

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم
آپ کا رسالہ واقعی دلچسپ ہے۔ کیا آپ مجھے ریاست حیدرآباد کی
سلور جوبلی کے ٹکٹ بھیج سکتے ہیں مجھے پوسٹ چاہئے۔ مظفر اللہ

اسپین کے مظلوم بچے



بلباؤ، اسپین کا غریب الوطن بچہ



ایک پیامی قاضی ضمیرالدین نے اپنے دادا قاضی سر عزیزالدین وزیر اعظم دتیاکی تصویر کھینچ کر بھیجی ہے -



شوکت بخش اعوان درجہ نہم پیام برادری کے بہت سرگرم اور پرجوش رکن ہیں پیام تعلیم کے مضمون نگار بھی ہیں-



عزیزی اختر سہسرامی (عمر ۸ سال) یہ بھی پیام برادری کے ممبر ہیں اور برادری کو بڑھانےکی بساط بھر کوشش کرتے رہتے ہیں-

پیامِ برادری

عزیز بچو اور بچیو! مجھے امید ہے کہ اس خوشگوار موسم میں تم خوب خوش و خرم ہو گے۔ اور جہاں جہاں مدرسے کھل گئے ہیں وہاں کے بچوں اور بچیوں نے بہت امنگ اور ولولے کے ساتھ اپنے نئے درجوں میں پڑھنا لکھنا شروع کر دیا ہوگا۔ نئے نئے دوست ساتھی، دوراتحول بنائے ہونگے۔ اپنے ان نئے ادر پیارے ہمجولیوں کو بھی اپنی برادری میں شامل کرو گے؟ اس سلسلے میں اپنے پرچے کے خریدار بھی بنا سکو تو یہ اور اچھا ہوگا۔

پیام برادری کے ممبر پچھلے مہینے کے مقابلے میں اس مہینے زیادہ بڑھے مگر کچھ ایسے زیادہ نہیں۔ اس کی کچھ تھوڑی سی ذمہ داری مجھ پر بھی ہے۔ اگر تمہارے بیج تمہیں مل جاتے تو تم میں نیا جوش پیدا ہو جاتا۔ اور خوب سرگرمی سے کام کرتے۔ اب دہلی کے ایک صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بہت جلد بیج بنوا دینگے۔

پچھلے مہینے کے انعامی مقابلہ میں صرف آمنہ عمر (میرٹھ) اور شوکت بخش (رفاہیوال) نے حصہ لیا۔ ان دونوں کے مضمون اچھے ہیں اور دونوں کو ایک ایک کتاب انعام میں دی جائیگی۔ ایڈیٹر صاحب نے انعامی مقابلوں کا انتظام بھی میرے ذمے کر دیا ہے۔ آئندہ رنگ بھرنے کی تصویریں اور دوسری چیزیں بھی میرے ہی نام بھیجی جائیں۔

لو بھئی۔ جرمنی سے تمہارے خطوں کے جواب آنے شروع ہو گئے۔ پہلا خط پا کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ یہ آرمن کوہلر ایک جرمن لڑکے نے اپنے ہندوستانی دوست محفوظ علی (رام پور) کے نام بھیجا ہے۔ میں نے یہ خط بہت شوق سے پڑھا۔ میری طرح تمہیں بھی اس کے پڑھنے کا شوق ضرور ہوگا اسی لئے اس کا ترجمہ پیام تعلیم میں چھپوا رہی ہوں۔ اصل خط جرمن زبان میں ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ محفوظ علی کے نام بھیج دیا جائیگا۔ عزیزی محفوظ سلمہ کی طرف سے جو خط جائے گا جو بھی جائے گا میں چاہتی ہوں کہ تم بھی اس کا جواب لکھو۔ چاہے اردو میں یا انگریزی میں۔ اردو خط انگریزی میں ترجمے کے بعد آرمن کوہلر کے پاس بھیج دیا جائیگا۔ وہ اپنے مدرسے میں انگریزی بھی سیکھتا ہے۔ میری ایک تجویز ہے اور وہ یہ کہ اچھے اور دلچسپ خط وقتاً فوقتاً پیام تعلیم میں چھپتے رہیں۔ چاہے وہ تمہارے ہوں یا تمہارے جرمن دوستوں کے۔ اس سے تمہیں ایک دوسرے کے جاننے پہچاننے اور ایک دوسرے کے حالات معلوم کرنے میں بہت مدد ملیگی۔ کیوں ہے نا ٹھیک! اس بارے میں کوئی اور تجویز تمہارے ذہن میں ہو تو وہ بھی ضرور لکھنا۔ تمہاری آپا جان

عزیزہ آمنہ (میرٹھ) اس عرصے میں تمہارے کئی خط آچکے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب کی معرفت ان کے جواب بھی بھیج چکی ہوں۔ ملے ہوں گے۔ خوشی کی بات ہے کہ تمہاری صحت اب ترقی کر رہی ہے۔ کوپن کے لئے دوسرے بچوں نے بھی خط لکھا تھا اب میں الگ چھپوا رہی ہوں۔ تیار ہوتے ہی بھیج دوں گی۔ چڑیا گھر کی تصویریں ذرا سخت کاغذ پر بناؤ۔ ہدایتیں بھی ذرا غور سے دیکھ لو۔ میں نے خود یہ تصویریں بنائی تھیں اور خوب بن گئیں۔ تم بھی بناؤ گی تو امید ہے کہ بن جائیں گی۔ تم نے دوستی کے بارے میں لکھا تھا دو بچیوں کے پتے لکھتی ہوں ان سے خط کتابت کرو۔

(۱) سعیدہ خانم معرفت مولوی محمد سلیمان صاحب اوجھی وکیل بانسی ضلع بستی (۲) نور جہاں عرف افسر معرفت سراج الدین احمد صاحب صدیقی مددگار صدر ناظم مال صوبہ اورنگ آباد دکن۔

بہن ہاجرہ بیگم کا خط ایڈیٹر صاحب کے پاس آیا تھا۔ اس میں تمہارا ذکر بھی تھا۔ انھوں نے پیام تعلیم کے خریدار بنانے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ ہاجرہ بہن کو پیام تعلیم سے بہت محبت ہو گئی ہے۔ تم اپنی خیریت کی اطلاع مجھے ضرور دیتی رہو۔ احسن میاں کو دعا۔ تمہاری آپا جان

عزیزی احسان اللہ خاں (ساگر) خوشی کی بات ہے کہ میرے مشورے کا تم پر اثر ہوا۔ اگر تم وقتاً فوقتاً اپنی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کی خبر دیتے رہو گے تو مجھے اور بھی خوشی ہو گی۔ شاید تمہاری کچھ مدد بھی کر سکوں۔ آدمی کو کچھ نہ کچھ کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔ تمہاری آپا جان

عزیزم الف حسین (آرہ) بیج کی قیمت ٹکٹوں کی صورت میں بھیج دو۔ جرمنی سے خط تو اب آنے لگے ہیں۔ تمہارے خط کا جواب ابھی نہیں آیا ہے۔ شاید اگلے ہفتہ کی ڈاک سے آئے۔ تمہاری دوسری باتوں کا جواب ایڈیٹر صاحب دیں گے۔ امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گے۔

(تمہاری آپا جان)

عزیزی مجیب (دہلی) خط کتابت کے صفحے اس پرچے سے پھر بڑھا دئے گئے ہیں۔ اس لئے ٹکٹوں وغیرہ کے بارے میں تمھیں جو کچھ

پڑھتا ہو تو تمھارا خط پیام تعلیم میں چھپ جائے گا۔ مجھ سے کوئی بات پوچھو گے تو میں جواب دوں گی۔ پیام تعلیم کے ذریعے بھی ویسے بھی۔ تم انگریزی میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو کسی اچھے استاد سے پڑھو مگر خوب محنت اور جی لگا کر۔ خط و کتابت کے پتہ یہ ہے

(۱) اقبال احمد معرفت مولوی صبغت اللہ صاحب بی اے، شاہی چبوترہ امروہہ

(۲) عبدالغفار مسلم اے وی مڈل اسکول نصیر آباد راجپوتانہ

تمھاری آپا جان

عزیزی عبداللطیف .... (امروہہ)۔ کوپن اور بیج کی قیمت مل گئی۔ بیج کی وجہ سے مجھے تم سب بچیوں اور بچوں سے شرمندگی ہے۔ میرے فوٹو کا تم کیا کرو گے۔ وہ چار تھے وہ تم سے پہلے بچوں اور بچیوں نے منگوا لیے۔ اپنے فوٹو کے لئے تم ایڈیٹر صاحب سے بات چیت کرو۔ تمھاری آپا جان

عزیزی افتخار احمد (حیدر آباد)، تم نے پیام میں ٹھیک پڑھا ہے۔ میں بچوں اور بچیوں سے محبت کرتی ہوں اور ان کے لئے فائدے اور دلچسپی کی باتیں سوچتی رہتی ہوں۔ اسی لئے اچھے بچے مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ جو بچے اور بچیاں پیام برادری میں شامل ہیں انھیں تو خاص عزت اور محبت کی نظر سے دیکھتی ہوں اور ان کی ہر طرح مدد کے لئے تیار ہوں۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی وقار سلمہٗ (میرٹھ)، پیام برادری کے کوپن الگ چھپوائے ہیں اور بہت جلد تمھارے اور آمنہ عمر کے پاس بھجوا دوں گی اطمینان رکھو۔ تمھارا خط ایسا برا تو نہیں۔ ہاں اس سے بہت اچھا ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ پیام تعلیم کے ممبر بنانے میں اب تمھیں کوئی دقت نہ ہوگی

تمھاری آپا جان

نعمان میاں (فرنگی محل لکھنؤ)، تم سب بچوں کے کوپن اور بیج کے دام پہنچ گئے۔ بیج بھی اب جلد ہی بھیجے جائیں گے۔ مگر تم نے اپنا خاص مشغلہ یا شوق تو بتایا ہی نہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے بھی کئی دفعہ تمھیں خط لکھا۔ تم اپنا خاص شوق بتاؤ تو دوسرے بچوں سے تمھاری دوستی کرادیں۔ تم نے انگریزی شروع کر دی اچھا کیا۔ مگر خوب جی لگا کے پڑھنا۔ تمھاری آپا جان

اختر میاں (سہسرام)، تمھاری تصویر مل گئی۔ پرچے میں چھپ رہی ہے۔ اپنی والدہ کو میرا بہت بہت سلام کہنا۔ یہ بھی عرض .... تصویریں ضرور حاضر کرتی۔ افسوس ہے کہ اس وقت موجود نہیں۔ ٹکٹوں کے لئے میں نے ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم سے کہہ دیا ہے وہ بھیج دیں .... کا یہاں بھی یہی حال ہے۔ آس پاس ہوتی ہے۔ دلی میں نہیں ہوتی۔ تمھارے بھائی کی بیماری کی خبر سے فکر ہو گئی۔ خدا جلد اچھا کرے۔ آمین .... خیریت سے مطلع کرتے رہنا۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی مبشر احمد سلمہٗ۔ (حیدر آباد دکن) تمھارا اور تمھارے خاندان کا حال معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا کرے تم بھی .... کی طرح خاندان کا نام روشن کرو۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ تمھارے بہت سے مضمون چھپ چکے ہیں۔ مگر میاں برا نہ مانو تو ایک بات کہوں بچوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ان کا کوئی مضمون چھپ جاتا ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ بس اب ہم مضمون نگار ہو گئے۔ اب مشق کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ خیال دل میں آیا کہ بس اُن کی ترقی سمجھو رک گئی اب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہاں جو ہونہار بچے ہیں وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا اگلا مضمون پچھلے مضمون سے اچھا ہو۔ مشق بھی برابر جاری رکھتے ہیں اور اس لئے ترقی بھی خوب کرتے ہیں۔ تم ریڈیو میں تقریر بھی کرتے ہو! بھئی کیا بتائیں تمھارے حیدر آباد کا اسٹیشن ہی کم زور ہے۔ نہیں تو تمھاری تقریر تو ضرور سنتے۔ تمھارا خط ایڈیٹر صاحب کو دکھا دیا ہے۔ وہ جلد تمھاری شکایتیں دور کر دیں گے۔

تمھاری آپا جان

عزیزی ظہیر الحق (چھندواڑہ) جرمنی کے بچوں سے خط کتابت کے لئے دوسرے ملکوں سے خط کتابت کا فارم منگوا لو اور اسے بھر کر میرے پاس بھیج دو۔ میں اسے جرمنی بھیج دوں گی اور وہاں کے کسی لڑکے سے تمہاری خط کتابت ہو جائے گی۔ تمہاری آپا جان

عزیزی ظہور احمد سلمہٗ (بمبئی) خدا کا شکر ہے کہ اب تم بالکل تندرست ہو گئے۔ امتحان میں کامیابی کی میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ دوسرے بچوں کے نام خط تو آنے لگے ہیں۔ اب تک کئی بچوں کے نام آ چکے ہیں۔ تمہارے نام کا خط بھی آتا ہی ہوگا۔ جس وقت آئے گا فوراً تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا۔ تمہارے انگریزی پتے کا شکریہ۔ میں وہاں خط لکھ رہی ہوں۔ سکریٹری صاحبہ کے خط کی نسبت اطلاع دوں گی۔ ٹکٹوں کی نمائش کی کوئی ادنیٰ تجویز بھی پیش کر چکے ہیں۔ مجھے بھی یہ دل سے پسند ہے۔ مگر پہلے یہ تو معلوم ہو کہ کتنے ٹکٹ کے شوقین بچوں نے اپنے اپنے البم باقاعدہ ٹھیک کرلئے ہیں۔ یہ بچے اور بچیاں مجھے اطلاع دیں۔ اس کے بعد میں نمائش کا انتظام کر سکتی ہوں۔

میں تمہارے خطوں کے جواب پیام تعلیم کے ذریعے دینا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں تمہارے اور دوسرے بچوں اور بچیوں کی مختلف تجویزیں، تجربے اور طرح طرح کی دلچسپیاں، دوسرے پیامیوں کے لئے بھی دلچسپی کا سبب ہوں گی اور تم ایک دوسرے کو زیادہ اچھے طریقے سے جان سکو گے۔ امید ہے تم خیریت سے ہو گے۔ تمہاری آپا جان

عزیزی محفوظ (رامپور) خط تم نے اشتیاق سے لکھا ہے۔ تمہارے جرمن دوست کا خط بھی نہیں آگیا ہوگا۔ شاید تمہیں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ خط کتابت لڑکوں کی طرف لڑکوں سے اور لڑکیوں کی صرف لڑکیوں سے کرائی جائیگی۔ ہندوستان میں یا ہندوستان سے باہر۔ میں نے ایک جرمن لڑکے سے تمہاری دوستی کرائی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اپنے جواب "پیام تعلیم" کو بھیجا کرو۔ یہاں سے وہ بہت جلد جرمنی بھیج دئے جایا کرینگے۔ اس طرح میں تمہارے اور جرمنی کے لڑکوں کیلئے خطوط کے ترجموں کا انتظام کر سکوں گی اور دوست ہوئی تو کچھ باتیں بھی سمجھا سکوں گی۔ تم لوگوں کے خط پڑھنے سے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ پڑھا کروں۔ ابھی مجھے تم لوگوں کے بارے میں بہت کم واقفیت ہے۔ اگر تمہاری خوشیوں اور تکلیفوں میں حصہ لے سکوں تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی کا مقصد کیا قرار دیا ہے۔ اور کیا کرنا چاہتے ہو۔ "پیام تعلیم" خط کتابت کے اس سلسلے کے لئے مرکز کا کام دیگا۔ یہ بھی خیال ہے کہ وہ خط جو تم سب کیلئے دلچسپ ہوں پیام تعلیم میں چھپوا دئے جائیں۔ اس طریقے سے ہندوستان اور جرمنی کے تمام لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو اچھی طرح جان جائیں گے۔ اب تک ہندوستان میں اس برادری کے کوئی ۱۰۰ ممبر ہو چکے ہیں۔ بہت سے لڑکیاں اور لڑکے ہیں۔ ہاں کچھ چند ہندو بچے بھی ہیں۔ اچھا اب تم اپنے جرمن دوست کو خط لکھنا شروع کردو۔ انگریزی میں لکھنا ہو تو بہت صاف صاف لکھنا۔ میں تمہارے اس خط کا انتظار کرونگی۔ فقط تمہاری آپا جان

عزیزہ عتیق فاطمہ (بھوپال) خوشی کی بات ہے کہ تم بھی ممبر ہو گئیں۔ میں نے تمہارا نام ممبروں کی فہرست میں لکھ لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم اپنی کچھ سہیلیوں کو بھی ممبر بنا سکو گی۔ ہاں! آمنہ ... آفتاب منزل، میرٹھ، کو خط لکھو۔ معلوم نہیں کہ ٹکٹ جمع کرنے سے اُسے دلچسپی ہے یا نہیں۔ مگر ممکن ہے کوئی دوسری چیز ایسی مل جائے جس سے تمہیں اور اسے دونوں کو دلچسپی ہو۔ خط اسے اُردو ہی میں لکھو۔ اس سے تمہاری مشق بھی بڑھیگی۔ کبھی کبھی خط لکھتی رہو۔ تمہیں ہنڈ کلیا پکانے اور کشیدہ کاری یا سینے پرونے کی بھی کچھ دلچسپی ہے۔ تمہاری آپا جان

عزیزی صلاح الدین میں تمہارے جرمن دوست کا خط تمہیں بھیج رہی ہوں۔ اس لڑکے نے خط میں تم سے یہ بات پوچھی ہے کہ ... میں نوجوانوں کی کوئی تحریک ہے؟ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ تم اسے خط لکھو تو ہندوستان کی باتیں ذرا تفصیل سے بتانا۔ یہ خط مجھے بھی دکھا دیجیو۔ میں تمہارے اس جواب کی ... تمہاری آپا جان

جرمن لڑکے کا خط اپنے ہندوستانی دوست کے نام:-

پیارے محفوظ! پرسوں تمہارا نام اور پتہ مجھے اسکول میں ملا۔ پہلے تو مجھے یہ عجیب سا لگا۔ لیکن میں اس سے بہت خوش ہوں کہ ہندوستان جیسے دور دراز ملک کے ایک نوجوان سے خط کتابت کا موقع ملا۔ مجھے ہندوستان کی سبھی چیزوں سے دلچسپی اور لگاؤ ہے۔ تمہاری دلچسپی کیا ہے حیوانات و نباتات ہی سے ہے (مجھ سے کہا تو یہی گیا ہے)۔ یا اور تمام چیزوں سے بھی۔ جن پر ہم تم غور و بحث کر سکیں۔ میں ہر چیز کے لئے تیار ہوں۔ براہ مہربانی جلد بتاؤ کہ اپنے یہاں کی کیا کیا باتیں تمہیں بتاؤں۔ مزدوروں کی قومی اشتراکی جماعت کے بارے میں، یا جرمنی کی نوجوان تحریک کے متعلق، نوجوانوں کی تحریک سے مجھے خاص طور سے دلچسپی ہے۔ شورین اسکول میں ہٹلر یوتھ تحریک کی ایک جماعت یعنی ۱۵۰ لڑکوں کا میں افسر ہوں۔ یہ کام کچھ ایسا آسان نہیں ہے۔ ہو تو اپنے شہر کی زندگی کا حال لکھ بھیجوں۔ یہاں کے کھیل وغیرہ کے حالات یا اپنے۔ لیکن اگر تم جرمنی کے پودوں اور جانوروں کے حالات معلوم

کرنا چاہتے ہو تو میں سچ مچ بڑی خوشی سے تمھیں بتاؤں گا۔

آج کے خط میں تو شاید سب سے پہلے تمھیں یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوگی کہ آخر یہ خط کتابت کس سے ہو رہی ہے۔ غالباً صرف نام بتانے سے تو تمھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میرا نام آرمن کوہلر ہے۔ یہ جرمنی کے ایک مشہور سردار آرمن کیرِدشکے کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس نے ۹ سنہ ق م میں رومنوں کو شکست دی تھی۔ انھوں نے ہمارے ملک پر زبردستی اور ناجائز حملہ کیا تھا۔ میں ۱۹۱۹ء میں اسیش اولڈین ڈودرف میں پیدا ہوا۔ یہ دریائے دیزر کے کنارے آباد ہے۔ میرا ایک بھائی اور ہے اور ایک بہن۔ میں اپنے بھائی کے ساتھ ایک ہائی اسکول میں پڑھنے جاتا ہوں۔ ہمیں چار زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔ لاطینی، فرانسیسی، انگریزی اور یونانی۔

میری بہن دوسرے اسکول میں انگریزی اور فرانسیسی زبان سیکھتی ہے میرے باپ مینیجر تھے اب وہ بوڑھے ہوگئے ہیں ۷۰ سال کی عمر ہے ان کی آمدنی کا ذریعہ کرایہ ہے۔ میری والدہ ابھی ۴۹ سال کی ہیں انھیں باغبانی یا نرسری سے بہت دلچسپی ہے۔ ان کے پاس ایک ربر کا درخت ہے۔ یہ پودا انھیں میری سالگرہ کے موقع پر تحفے میں ملا تھا۔ اس وقت تو اس میں کل پانچ ہی پتیاں تھیں لیکن اب بڑا ہوگیا ہے اور مشکل سے ہمارے کمرے میں سما سکتا ہے۔ گرمی کے موسم میں تو اسے باہر ہی رکھا جاتا ہے لیکن جاڑے کے دنوں میں وہاں بہت سردی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ پیارا پودا اندر ہی رہتا ہے۔ (ہمارے یہاں کا درجۂ حرارت زیادہ سے زیادہ ۳۰ درجے ہوتا ہے) ہمارے یہاں اتنے بہت سے اور خوب صورت پھول پودے ہیں کہ پہلے مجھے باغبانی کا شوق ہو چلا تھا مگر اب تو مجھے جہاز رانی کی دھن ہے، خوب سفر کروں گا اور ساری دنیا کی سیر کروں گا۔

میں جرمنی کے اکثر علاقے گھوم چکا ہوں یہ کوئی بڑا ملک نہیں جیسے تمھارا ملک ہندوستان ہے اسی لئے پورے جرمنی کی سیر بہت آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ آج کل گرمیاں ہیں بہت سہانی! ایک ہفتے میں ہماری چھٹیاں شروع ہوں گی۔ یہ چھٹی سال میں ۴ ہفتوں کے لئے ہوتی ہے۔ خاصی بڑی مدت ہے۔ چھٹیوں میں ۱۵ لڑکوں کا افسر بن کر ہارز (HARZ) پہاڑ پر جاؤں گا۔ تم اپنا نقشہ کھولو، تو تمھیں یہ پہاڑ مل جائے گا۔ یہاں سے ہم برلن جائیں گے۔ ہمارا یہ سفر سائیکلوں پر ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک سائیکل ہے ــــ سائیکلوں کے سفر میں بہت ہی لطف آتا ہے ــــ مجھے معلوم نہیں کہ اپنے پیارے ملک جرمنی کی سیر سے بھی زیادہ کوئی مشغلہ دلچسپ اور پر لطف ہو سکتا ہے۔

جب (۱۹۳۳ء) سے اڈولف ہٹلر سردار ہوئے ہیں جرمنی پھر سے خوش حال اور مطمئن ہوگیا ہے۔ یہاں کا ہر شخص خوشی خوشی کام کرتا ہے ہر ایک کے سامنے ایک اہم مقصد ہے اور وہ یہ کہ جرمنی پھر اتنا طاقتور ہو جائے کہ ہمارے پڑوس کے دشمن جو ہم سے حسد کرتے ہیں ہمیں نہ ستا سکیں اور جرمنی پر حملہ کرنے کی پھر جرأت نہ کر سکیں

ہر شہر میں نوجوانوں کے ٹھہرنے کے لئے صاف ستھرے مہمان خانے بنے ہیں جنھیں جرمن زبان میں (HERBERGE) کہتے ہیں یہاں ہم آرام سے سو سکتے ہیں اور کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس کا معاوضہ بہت ہی حقیر رقم ہے۔ ہر شخص ہماری مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو بڑی خوشی سے لوگ پوری کر دیتے ہیں ہمارے ملک میں ۶ کروڑ ۸۰ لاکھ آدمی بستے ہیں۔ سب کے سب اس طرح رہتے ہیں کہ جیسے ایک ہی کنبے کے لوگ ہیں۔

ہاں تو میں تمھیں اپنے ذاتی حالات کے متعلق لکھ رہا تھا۔ میں شادرین میں رہتا ہوں۔ یہ شمالی جرمنی میں ایک خوب صورت شہر ہے اسے جنگلوں اور جھیلوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ شادرین میں ایک جھیل ۲۰ کیلومیٹر لمبی ہے۔ یہ صوبہ میکلین برگ کا صدر مقام ہے۔ ۵۵ ہزار کی آبادی ہے قیصر ولیم اسٹریٹ کے ایک مکان کی پہلی منزل میں رہتے ہیں اس مکان میں چھ کمرے ہیں۔ ایک باورچی خانہ ہے، ایک غسل خانہ اور ایک مرکزی آتش دان۔ مرکزی آتش دان کا مطلب شاید نہ سمجھ سکو، ہندوستان تو گرم ملک ہے وہاں اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ ہمارے باورچی خانے میں ایک

چولھا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک بڑی سی دیگ۔ جب سردی بڑھ جاتی ہے تو چولھے کو گرم کیا جاتا ہے اور گرم پانی دیگ میں سے نلوں کے ذریعے تمام کمروں میں گھوم جاتا ہے۔ ساری دیواریں گرم ہو جاتی ہیں اور پھر ہم نہایت ہی خوش گوار گرمی کا لطف اٹھاتے ہیں۔ گرم پانی ہر جگہ یکساں رہتا ہے اس لئے گرمی بھی ایک ہی حالت پہ رہتی ہے۔ نہ زیادہ نہ کم۔ چولھا ہم کوئلے سے گرم کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک صوبہ ہے رُوہر (RUHER) وہاں کوئلہ بہت نکلتا ہے۔

ہمارے مکان کی کھڑکی سے گرجا نظر آتا ہے۔ یہ ۱۲۰ میٹر بلند ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں اور چاروں میں گھڑیاں لگی ہیں۔ اگر دوسری طرف کی کھڑکی سے جھانکو تو قلعہ نظر آتا ہے۔ یہ قلعہ میکلن برگ ہی میں نہیں بلکہ ساری جرمنی میں خاص چیز سمجھی جاتا ہے۔ لیکن ان باتوں سے کیا؟ شاید تم یہاں کے حالات اس قدر تفصیل سے نہ سننا چاہتے ہوگے۔ تاہم مجھے امید ہے کہ میرے اس خط سے تم اکتائے تو نہ ہوگے۔

بھئی میں اپنے جی سے اتنا کچھ لکھ گیا ہوں تم مجھے بتاؤ کہ میں تمھیں کیا لکھوں۔ مگر جلد لکھو۔ یہ خط و کتابت دیکھو کہیں ختم نہ ہو جائے اس سلسلے کو ہم دیر تک کیوں نہ قائم رکھیں۔ کیا عجب جو ایک دوسرے سے ملاقات کا بھی موقع ملے۔ میں اپنا شوق بتا چکا ہوں کہ جہاز رانی کا ہے۔ ایسی حالت میں ہماری تمھاری ملاقات ناممکن تو نہیں۔

اچھا اب اندھیرا ہو چلا۔ حالانکہ ابھی شام کے ساڑھے نو ہی بجے ہیں تم کہوگے ساڑھے نو بجے تو رات ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں ابھی اندھیرا ہی ہوا ہے۔ ہے بھی ایسا ہی۔ آج کل ہمارے یہاں دن بہت بڑے ہوتے ہیں۔ ابھی ۲۱ جون کو ہمارے یہاں سورج کا رُخ بدلنے کی رسم منائی گئی تھی۔ اس تقریب میں سارے جرمن حصہ لیتے ہیں۔ لکڑیوں کے ڈھیر جلائے جاتے ہیں۔ گانے ہوتے ہیں۔ ناچ ہوتا ہے۔ غرض بڑی دھوم دھام ہوتی ہے۔

اب میں بالکل تھک چکا ہوں۔ آنکھیں نیند کے مارے بند ہوئی جاتی ہیں۔ اب چل کے سوؤں گا۔ کل صبح ۸ بجے ہی اسکول جانا ہے۔ اسکول جانے سے پہلے میں زنگل جھیل میں تیرنے کے لئے جاؤں گا جو میرا روز کا کام ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد تمہارے خط سے مشرف ہو سکوں گا۔

اچھا خدا حافظ۔ میرے خلوص اور محبت کا تحفہ قبول کرو۔ تمہارا دوست آرمن کوہلر

مکرر (۱) میرے خط میں بے شمار غلطیاں ہوں گی۔ معاف کرنا۔ ٹائپ کرنے میں بھی کچھ بہت ماہر نہیں ہوں۔ غلطیوں کا بہت زیادہ امکان ہے۔

(۲) اپنی ایک تصویر بھی ضرور بھیجنا۔ اس وقت میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے لیکن اگلی دفعہ ضرور بھیجوں گا۔

میرا پتہ۔ آرمن کوہلر، شادرین۔ (میکلن برگ) قیصر ولیم اسٹریسے ۱۳مگجی

جرمنی کے خطوط ان بچوں کے نام آئے ہیں:۔

۱۔ ہارسٹ نیٹ ۔ صبغت اللہ قاطمی (شملہ) کے نام
۲۔ ہیربرٹ شیل ۔ محمد حسن (لکھنؤ) ؍؍
۳۔ سائین اش آئش ہارن۔ سجید احمد (جامعہ نگر اوکھلا) ؍؍
۴۔ ہانز جواخیم ۔ محمد اختر خاں (آگرہ) ؍؍
۵۔ ہارسٹ زی لوف۔ ام اے نعیم خاں (امراوتی) ؍؍
۶۔ ہیربرٹ فیولس ۔ صلاح الدین خاں (بستی پٹھانان) ؍؍
۷۔ آرمن کوہلر محفوظ علی (رامپور) ؍؍

پیام برادری کے نئے ممبر

ظفر الاسلام	الہ آباد
سیدہ بیگم	میرٹھ
قاضی ضمیر الدین	بھوپال
محمد خالد سیف اللہ انصاری	لکھنؤ
اعزاز حسین	امروہہ
ظہور احمد	بمبئی
محمد حبیب اللہ انصاری	لکھنؤ
محمد عصمت اللہ انصاری	لکھنؤ
اسلام فاطمہ زبیری	آگرہ
احسان مند خاں شروانی	ہانسی
سعیدہ خانم	؍؍
مس عتیق کرمانی	بھوپال
سید عبد اللہ	اورنگ آباد

برسات کی بہار

(از رشید فخری جالندھری)

چھائی ہیں گھنگھور گھٹائیں ٭ چلتی ہیں کیا سرد ہوائیں
جان میں گویا جان ہے آتی ٭ اور فضا ہے دل کو لبھاتی
تم تو بھائی ہو گئے گھر کے ٭ بیٹھے ہو، ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے
آؤ چل کر باغ میں کھیلیں ٭ اچھلیں، کودیں، ڈنڈ بھی پیلیں!
جھولا جھولیں لطف اٹھائیں ٭ دل سے ہر اک فکر مٹائیں
تانیں خوب اڑائیں مل کر ٭ خوشیوں میں کھو جائیں مل کر
ندی کا بھی راگ سنیں گے ٭ مستی میں سر اپنا دھنیں گے

چن لیں پھول بھی پیارے پیارے
بھر لیں اپنے دامن سارے

رنگ بھرنے کی تصویر

ا ۔ ارغوانی (نیلا اور لال ملانے سے بنتا ہے) س = سبز ۔ سر = سُرخ ۔ پ = پیلا ۔ ک = کالا ۔
بھ = بھورا ۔ ن = نیلا ۔ ہ ب = ہلکا بھورا اور سف = سفید ۔ سفید رنگ والی کو یونہی چھوڑ دینا چاہیے



تاریخی ٹکٹ

جشن تاجپوشی کی یادگار

شاہ و ملکہ جارج ششم کی تصویر سلور جبلی کی طرح بڑا سائز

انگلینڈ ۱ پنس یادگاری	۰ مر
۵ مختلف ملکوں کے	۵ مر
۱۰ " "	۱۲ مر
۲۵ " "	لعہ
۴۵ " ہر کالونی کا ایک ایک	للعہ
۱۳۵ " کالونیز کا مکمل سٹ	۱۵

اچھوتوں کا مندروں میں داخلہ

ٹراونکور۔ بڑا سائز تصویر لیس کی پرانی چھپائی مکمل سٹ ۸ مر

بین الاقوامی نمائش ۱۹۳۷ء

فرانس فنون کی تصویر دار نہایت خوشنما ۶ مختلف ۱۲ مر

اولمپک کھیلوں کی یادگار

روس ۵ اس شکل کے دورنگے بہت بڑے سائز کے کھیلوں کے تصویر دار ۳ مختلف ۸ مر

لائبیریا کے بہت خوبصورت دو رنگے جانوروں کی عجیب غریب تصویر دار اور مثلث نما

ایک سیٹ والا		۱ مر
۳	مختلف	۵ مر
۵	"	۱۲ مر

خوبصورت ٹکٹ

بوسینیا۔ کم یاب۔ دوران جنگ عظیم	۵	مختلف	۴ مر
فیوم۔ دوران جنگ بقبضہ ہنگری	۱۰	"	۵ مر
منچوکیو۔ جاپانیوں کی چین میں قائم کردہ نئی ریاست	۱۰	"	۶ مر
یونان۔ سینری اور پہلوانوں کی تصویر بنی ہوئی	۲۵	"	۶ مر
فرانسیسی مقبوضات نہایت خوبصورت بڑے سائز کے	۲۴	"	۴ مر
رومانیہ۔ معمولی ہوائی جہاز اور طالب علم بادشاہ والے	۲۵	"	۴ مر
مارشیش جزیرہ۔ ملکہ کے وغیرہ دوسرے بڑے ٹکٹ	۵	"	۰۳ مر
بلجیم۔ ملکہ اسٹرڈ کے ماتمی رنگین خاص رعایت	۵	"	۱۲ مر
ملکہ اسٹرڈ کے چھوٹے لڑکے کے تصویر دار ٹکٹ	ایک		۰۱ مر
گوئٹہ مالا۔ بڑے بڑے اور خوبصورت	۵	مختلف	۳ مر
چین۔ یادگاری ہوائی جہازی ٹکٹ	۴	"	۳ مر
چترکھاری ریاست کے خوشنما ٹکٹ	۶	"	۲ مر
بھوپال ریاست ہندوستان کا پہلا مثلث نما ٹکٹ	فی عدد		۱ مر
اسٹریلیا کے یادگاری ٹکٹ معہ سلور جبلی	۴	مختلف	۰۲ مر
ہندوستانی ریاستیں۔ کئی ریاستوں کے معمولی ٹکٹ	۵۰	"	۱۲ مر

نوٹ: پیکٹ ٹکٹوں کا نہ پسند آنے پر سر بمہر واپس کیا جا سکتا ہے۔

ضرورت ہے۔ حیدرآباد ریاست سلور جبلی کے ٹکٹ خاص طور سے درکار ہیں۔ مالک ٹکٹ نرخ خود تحریر فرماویں۔

مئی تصویر دار فہرست ماہ اگست میں شائع ہوگی جن لوگوں کا نام درج رجسٹر نہیں ہے براہ مہربانی قبل از وقت اطلاع دیں۔

شاد اینڈ کو
لکھنؤ

کوپن انعامی مقابلہ

نام .... عمر .... تصدیق ....

پتہ ....

کوپن پیام برادری

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا/چاہتی ہوں۔ بیج کی قیمت ۲ مر بھیج رہا/رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط .... عمر .... خاص شوق ....

پتہ ....

سستے ٹکٹ

نام	تعداد	قیمت	نام	تعداد	قیمت
آسٹریا	۱۰۰	۷/۶ مہ	ایران	۲۵	۵/۶ مہ
بلجیم	۲۵	۲/۳ مہ	ٹرکی	۵۰	۸/۶ مہ
جرمنی	۱۰۰	۶/۶ مہ	ڈنمارک	۵۰	۵/۶ مہ
ہالینڈ	۲۵	۳/۲ مہ	ہنگری	۱۰۰	۹/۹ مہ
حیدرآباد دکن	۱۰	۲	مختلف ممالک	۲۰۰	۶/۶ مہ

نوٹ: ہر ایک پاکٹ میں ایک قسم کی ایک ٹکٹ ہوگی۔ جو اچھی حالت میں ہوگی۔

ایک روپیہ کے خریدار کو ایک ایڈورڈ ہشتم کا ٹکٹ مفت دیا جائے گا۔

دو روپیہ کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔

کوچک بزم ادب ڈپو کٹل منڈی نمبر ۱۴۵/۵ حیدرآباد دکن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

تعلیمی صندوق

جس میں
پہلی جماعت کے بچوں کی اُردو پڑھائی کا مکمل سامان موجود ہے
اس سامان کے ذریعے بچے ۶ مہینے میں اُردو پڑھنے لکھنے لگ جاتے ہیں

زیر ہدایت

محمد عبدالغفار مدہولی نائب نگراں مدرسہ ابتدائی جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
تیار کیا گیا ہے۔ جس پر سات سال سے بچے کامیاب طریقے سے کام کر رہے ہیں
مکمل صندوق کی قیمت
علاوہ محصول ڈاک مبلغ دس روپے ہے جو پیشگی آنی چاہیے
